# TEXT PROBLEM WITHIN THE BOOK ONLY

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224368

UNIVERSAL
LIBRARY

# الناظر

نمبر ۴۹ جلد ۹ — یکم جولائی سنہ ۱۹۱۳ء


| | | |
|---|---|---|
| کون و فساد | مسٹر جے۔ آر۔ رائے | ۱ |
| افسانۂ غم (نظم) | سید محمد جعفر قدسی جائسی | ۱۴ |
| علم زمین اور انسانی دنیا | خان بہادر مرزا سلطان احمد | ۱۵ |
| ہماری حالت (نظم) | حضرت ماہر کنتوری | ۲۴ |
| قبطیات مصر اور اسلامی حکومتیں | مولوی جواد علیخان غالی ندوی | ۲۵ |
| سارا جہان ہمارا (نظم) | مولوی عبدالرحمن شاطر دراسی | ۳۱ |
| مسئلہ عین محمود نے کیا کہا تھا | "ناظر" | ۳۲ |
| نوائے ذہین (نظم) | سید غلام مصطفےٰ ذہین حیدرآبادی | ۳۹ |
| شاعری اور تقلید | مولانا شفق عمادپوری | ۴۰ |
| غزل فارسی | مسٹر بشیر حسین قدوائی | ۴۵ |
| بہار جوش (تنقید) | محمد یٰسین محوی سب اڈیٹر | ۴۷ |
| تازہ غزلیں | حضرت فضا لکھنوی، جگر لکھنوی، اعجاز لکھنوی، نحوی لکھنوی | ۴۸ |
| نظرے خوش گزرے | | ۵۱ |
| تسخیر فرانس (ڈرامہ) | سید تفضل حسین ناظر حیدرآبادی | ۱ — ۱۶ |

۳۰ برس سے تمام ہندوستان مین لاکھون آدمیون کی آزمایش کی ہوی دیسی مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوی

# فصلی بخار و طحال کی دوا

آجکل سیکڑون اشتہار فصلی بخار و طحال کے دوا کا آپ دیکھتے ہونگے ان مین عموماً کونین رہتی ہے۔ اسلیے یہ دوائین بخار کو کچھ وقت تک روک دیتی ہے لیکن آرام نہین کر سکتی۔ ایسے بخار کے لیے ڈاکٹر ایس کے برمن کی فصلی بخار کی دوا چند روز مین ایکدم آرام کرنے کا دعوی رکھتی ہے اور عوام کا فائدہ مدنظر رکھکر قیمت بھی کم رکھا ہے۔ اسمین تین خاص صفتین ہین (۱) یہ ملیریا کے کیڑون کو مار دیتی ہے۔ اسلیے چار پانچ خوراک کے استعمال سے بخار کا آنا بند ہوجاتا ہے۔ (۲) دوسرے یہ خون کو گاڑھا کرتی ہے۔ اور اسکے خرابیون کو مٹاتی ہے (۳) یہ تلی کو گلا دیتی ہے قیمت شیشی کلان ۱۴ر چودہ آنہ محصول ڈاک ۶ر چھ آنہ شیشی خورد آٹھ آنہ محصول ڈاک پانچ آنہ ۔ ۵ر دو شیشی ۶ر چھ آنہ

## داد کامرہم ـــــ داد کامرہم

کھجلانے سے آرام کرنا بہتر ہے

اسکے لگانے سے کسی قسم کی تکلیف نہین ہوتی۔ ایک مرتبہ لگانے سے کھجلی اچھی ہوجاتی ہے۔ دو تین مراتب کے استعمال سے ایکدم اچھا ہوجاتا ہے جب کسی دوا سے فائدہ نہین ہوتو اسکی بھی آزمائش کیجیے دیکھیے مہاراجہ کیلا لکھتے ہین۔ مہاراجہ کمار سریمان کیدولیشور سنگھ شنکر پورہ ضلع بھاگلپور سے لکھتے ہین کہ یہ دوسرا اتفاق ہے کہ آپ کے داد کے مرہم نے جادو کا اثر کیا جس سے مین ہروقت کی پریشانی سے نجات پائی آپ کا تہ دل سے مشکور رہون۔ فی ڈبیہ ۴ر محصول ڈاک ۶ ڈبیہ تک ۱۲ر ۱۲۔ ڈبیہ ۶ر

نوٹ۔ ہر جگہ مین ایجنٹ یا مشہور دوا فروش کے یہان ملتی ہے۔

**ڈاکٹر ایس کے برمن ۶۹۵ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ**

# الناظر

نمبر ۴۹ جلد ۹ | بسم اللہ الرحمن الرحیم | یکم جولائی سنہ ۱۹۱۳ء

## کون وفساد

چند سال گزرے اس عنوان پر ایک مضمون دکن ریویو میں شایع ہوا تھا جو جناب سید کرامت حسین صاحب بیرسٹر سابق جج ہائی کورٹ الہ آباد نے تحریر فرمایا تھا۔ اس سے قبل یا بعد راقم السطور کی نظر سے اس نہایت مہتم بالشان مسئلہ پر کوئی مضمون نہیں گزرا۔[1] کون وفساد جدید سائنس کا نہایت ممتاز مسئلہ ہے بلکہ یوں کہنا بے جا نہوگا کہ بیسویں صدی کے اہل فکر اور ارباب تحقیق اپنی فکروں اور تحقیقات میں اس سے ہدایت پذیر ہوتے ہیں کون وفساد کا مسئلہ سائنس اور فلسفہ کی بحثوں کا مرجع بنا ہوا ہے۔ تمام مسائل بالآخر اسی کی طرف رجوع ہوتے ہیں ہمارے تخیلات اسی کے تابع ہیں۔ عالم ومافی العالم پر نگاہ ڈالتے وقت بھی یہی معرکۃ الآرا مسئلہ سامنے رکھا جاتا ہے: ناظرین الناظر کی دعوت ذوق کے لیے ہم اس مسئلہ کے حقیقی مفہوم پر بحث کرکے انھیں اس سے روشناس کرائیں گے۔

کون وفساد پرانے عربی فلسفہ کی اصطلاح ہے جس کا انگریزی مرادف ایوولیوشن (Evolution) اور ڈسولیوشن (Dissolution) ہے۔ چند سال سے اردو ادبیات میں ایک نئی اصطلاح "ارتقا" مروج ومستعمل ہے جو انگریزی علمی اصطلاح "ایوولیوشن" کا مفہوم ادا کرنے کے لیے مقرر ہوئی ہے۔ کیا کون وفساد "ایوولیوشن" اور "ڈسولیوشن" کے معانی ومفاہیم ادا کرنے پر قادر ہے؟ اس کا فیصلہ عربی دان ناظرین بطور خود ایوولیوشن کرسکتے ہیں۔ لیکن "ایوولیوشن" کا اصل مطلب کیا ہے۔ اس سے کون کون مسائل اور کیسے کیسے فلسفی خیالات مراد لیے جاتے ہیں اس سلسلہ میں ان پر بحث کرکے یہ سب واضح کردیے جائیں گے کوشش یہ ہوگی کہ حتی الو

[1] جون ۱۹۰۹ء کے الندوہ میں مولانا شبلی کا بھی ایک مضمون ارتقا پر شایع ہوا ہے اگرچہ مختصر ہے مگر جو اردو کے نظریہ کی تعیین نہایت صحیح اور آسان پیرایہ میں تشریح کی گئی ہے۔ ایڈیٹر

نہایت سلیس پیرایہ اور عام فہم اسلوب مین اس عظیم الشان مسئلہ کے جملہ پہلو ناظرین الناظر کے ذہن نشین کر دیے جائین

ارتقا اپنے ایوولیوشن کے متعلق بہت غلط فہمیان پھیلی ہوی ہین۔ اگر کسی سے پوچھیے "کیون صاحب! ارتقا سے کیا مراد ہے؟" تو جواب ملے گا "اس سے یہ مراد ہے کہ بندر سے انسان بن گیا ہے" یہ محض بطور نمونہ مشتے از خروارے ہے۔ جو لوگ یونیورسٹیون سے ڈگری حاصل کر کے نکلتے ہین یا کالجون مین تعلیم پا رہے ہین اُن مین اسّی نوے فی صدی

عام لاعلمی ارتقا کے مفہوم اصلی سے نابلد محض ہوتے ہین۔ راقم کو مسلسل چھ سال تک بی اے اور ایم اے کے طلبا کے درمیان رہنے کا اتفاق ہوا ہے۔ پانچ چھ برس کا ذکر ہے کہ زیر مطالعہ انگریزی تصانیف مین ایوولیوشن کا بار بار ذکر آتا تھا اور کئی احباب سے جو ایم اے پاس تھے اور جنمین سے بعض حضرات کالجون مین پروفیسر بھی تھے اسکے معنے اور اس اصطلاح کی تشریح پوچھی گئی تو بعض نے لاعلمی کا اعتراف کیا اور بعض نے انسان کے بندر سے پیدا ہونے کی طرف اشارہ کیا۔ مایوس ہو کر ایک عالم انگریز سے گفتگو کی اور اس مسئلہ کی نسبت کچھ اطلاع بہم پہنچائی بعد ازان ہم نے اسکا باقاعدہ مطالعہ کیا اور اسکے تمام شعبون اور پہلوون سے واقفیت پیدا کرنے کی کوشش کی۔ کون فساد کی بحث پر بیسیون کتابین لکھی گئی ہین اور ہر سال درجنون نئی کتابین یورپ اور امریکہ مین طبع ہوتی ہین۔ جن مشہور تصانیف سے ہمارے خیالات ماخوذ ہین انکے حوالے جا بجا دیے گئے ہین۔ لیکن اگر کوئی صاحب اور کتابون کے دیکھنے کے خواہشمند ہونگے تو انھین ایسی کتابون کے نام بخوشی تمام بتا دیے جائین گے۔

مسئلہ ارتقا سائنس اور فلسفہ کے تمام مسائل مین نہایت ہی اہم اور وقیع سمجھا جاتا ہے۔ اگر اُسے ان تمام مسائل کا بابا آدم قرار دیا جاے تو نامناسب نہوگا۔ آجکل کی تمام تحقیقین اسی کے تابع ہین۔ تمام علوم کے اصول و مسائل اسی کی رہنمائی سے قائم ہوے ہین۔ عالم اور محقق جو علم کے مختلف شعبون کی تحقیقات و ترقی مین مصروف رہتے ہین

مسئلہ کون فساد وہ ارتقا ہی سے ہدایت پذیر ہوتے ہین۔ ارتقا کا سکہ علمی دنیا مین اسی طرح رائج ہے جس طرح

کی اہمیت قیاصرہ کا سکہ وسیع سلطنت روما کے اندر جاری تھا۔ اس نے سا کنان اقلیم سائنس و باشندگان ممالک علم کے دل و دماغ پر تصرف حاصل کر لیا ہے۔ انسان کی عقلی۔ اخلاقی اور عملی زندگی کی تمام مصروفیتون پر اسی کی مہر ہے اور وہ اسی سے تحریک ہدایت حاصل کرتی ہین۔ اسکے متعلق دو تین عالمون کے خیالات کا نقل کرنا مناسب ہوگا۔ جوزف میک کیب Joseph McCabe جرمنی کے ڈارون پروفیسر ارنسٹ ہیکل Haeckel کا شاگرد رشید ہے وہ اپنے استاد کی آخری تصنیف The Last Words on Evolution (لاسٹ ورڈس آن ایوولیوشن) کے مقدمہ مین لکھتا ہے:- "وہ ایک کم معروف عالمان انتھروپالوجی (Anthropology) کو چھوڑ کر اور نیز

ڈاکٹر الفریڈ رسل والس کے عجیب امتیاز سے قطع نظر کرکے یہ امر وثوق کے ساتھ بیان کیا جاسکتا ہے کہ سائنس والون نے ارتقا کے مسئلہ کو بسر وچشم قبول کرلیا ہے اور ہیکل نے جو شجرہ نسب بنی آدم کا مرتب کیا ہے اُس سے یہ ادنی تغیر التفات ظاہر کیا ہے[1]۔ تین چار سال کا ذکر ہے کہ پروفیسر وارٹ نے کانگریس آف ایپلائڈ کیمسٹری (کیمیائے حرفتی) مین جو شاید لندن مین منعقد ہوئی تھی لکچر دیتے ہوے کہا تھا: "ارتقا اب علم طبعی (Natural Science) کا بڑا اصولی نظریہ نہین رہا بلکہ اب وہ تخیل اور غور وخوض کا نیا طریقہ قرار پاگیا ہے۔ وہ موجودات کے برق صفت انقلابات سے دائمی صداقت اخذ کرنے کا نیا طریقہ عمل سمجھا جاتا ہے" مشہور رشینلسٹ عالم ایڈورڈ کلاڈ کہتا ہے: "مسئلہ ارتقا نے ہمارے ہر قسم کے خیالات اور علمی تحقیقات پر بہت گہرا اور مستقل اثر ڈالا ہے اور اس طرح سے انسان کے جملہ تعلقات اور اعمال پر بھی تصرف حاصل کرلیا ہے"[2]

اس شاندار مسئلہ کے دو بڑے پہلو ہین۔ ایک تو ڈارونی پہلو جسے بیالوجیکل پہلو کہنا بجا ہوگا۔ اس سے یہ مراد ہے کہ ہزارون لاکھون قسم کے پودے اور جان دار جو کائنات کے ہر حصہ مین لاکھون برسون سے آباد چلے آتے ہین انکی ابتدا کس طرح ہوی۔ کیا اُن کا مبدا ایک تخم اور جان دارون کا ایک جوڑا ہوا ہے یا جتنے قسم قسم کے پودے اور جان دار ہین۔ وہ مختلف طور پر خاص اجداد سے پیدا ہوے ہین۔ انسان کی ابتدا کا مسئلہ بھی اسی سے ملتا جلتا ہے۔ اور اسی کے تحت مین آتا ہے۔ یہ ارتقا کا محدود مطلب ہے اور ڈارون نے اسی کی بنیاد ڈالی تھی۔ اپنی غیر فانی کتاب "دی اورجن آف سپیشیز" (Origin of Species) مین انواع کی ابتدا سے اور ڈیسینٹ آف مین (Origin of Species) مین انسان کے آغاز سے بحث کی ہے۔ اور برسون کی تحقیقات اور مشاہدہ کی بنا پر کلیے قائم کیے ہین۔ ڈارون سے تھوڑے دن پہلے فرانس کے نامی نیچورلسٹ عالم حیوانات ونباتات) لامارک (Lamarck) نے جو ۱۷۴۴ء مین پیدا اور ۱۸۲۹ء مین فوت ہوا) ارتقا کا حیوانی پہلو قائم کیا تھا۔ اُس نے دو تین نہایت مشہور کتابین لکھکر نام پیدا کیا ہے مگر وقت اُسکا نظریہ بہت بڑا سمجھا گیا تھا۔ ڈارون کے مسئلہ سے بہت کچھ مختلف خیال جرمنی کے مشہور نیچورلسٹ ویس مین (Weismann) نے ظاہر کیا ہے جو جرم پلازم (Germ-plasm) کے نام سے مشہور ہے اور تیسرا نظریہ ہالینڈ کے نامور پروفیسر ڈیحتر ڈے فریز (De Vries) کا ہے جو

[1] صفحہ ۴۴ مطبوعہ وائس کمپنی لندن سنہ ۱۹۰۱ء کا ایڈیشن ۲ نیشنل ریویو جلد ۱ صفحہ ۹۵ مقدمہ پاپولیرس ان ایوولیوشن (Pioneers in Evolution)

میٹیشن (Metalism) کے نام سے رائج ہے۔ ان خیالات کا مفصل ذکر ہم اصل الانواع پر بحث کرتے وقت کرین گے اور "انسان کی ابتدا" کا تذکرہ ایک جداگانہ مضمون مین لکھا جاے گا۔ اور ان مسائل کے متعلق تازہ ترین معلومات اور تحقیقات کی روشنی مین بحث کی جاے گی۔

ارتقا کا دوسرا پہلو وہ ہے جسمین عالم ونامی العالم سے بحث ہے اور ساکنین خلا۔ کرۂ ارض۔ انواع حیوانی ونباتی انسان وغیرہ کی تدریج ترقی اور عالم اسباب کے جملہ تغیرات وانقلابات شامل ہین۔

ہم سب جانتے ہین کہ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ چند سال کے بعد عالم شباب مین قدم رکھتا ہے پھر کچھ عرصہ کے بعد بڑھاپا آتا ہے اور بالآخر ایک وقت تک اس دنیا مین رہکر اگلے جہان کو چلا جاتا ہے جس وقت وہ پیدا ہوتا ہے اُس وقت سے لے کر وفات کی گھڑی تک وہ تغیر کے چکر مین پھنسا رہتا ہے ہر ساعت اُسکے جسم مین انقلاب خیز

العالم متغیر

(کون وفساد کا سلسلہ)

قوتین کام کرتی رہتی ہین۔ کسان کھیت مین دو سیر گیہون بوتا ہے چند ماہ کے بعد وہان سے کئی سو گنا اناج اُٹھا لاتا ہے۔ سرسون یا پوستہ کا ایک ننھا سا دانہ زمین مین بویا جاتا ہے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اُس سے سیکڑون ہزارون دانے پیدا ہوجاتے ہین۔ آج اگر کوئی شخص ایک بکری الاکر رکھتا ہے تو چار ہی پانچ سال مین اُسکے پاس دس پندرہ بکریان ہوجاتی ہین۔ انمین سے جو بوڑھی ہوجاتی ہین وہ مرجاتی ہین لیکن اپنی جگہ اپنی اولاد چھوڑ جاتی ہین۔ ہم دیکھتے ہین کہ بارش ہوتی ہے تو آبادی کے آس پاس گڈھون اور تالابون مین پانی بھر جاتا ہے۔ دو چار ہفتہ کے بعد وہ وہان سے معدوم ہوجاتا ہے۔ تالابون جھیلون۔ ندیون۔ نالون اور دریاؤن کا جو پانی سورج کی گرمی سے بھاپ بن کر اڑتا رہتا ہے وہ بادل اور برف کی صورت مین پھر زمین پر آجاتا ہے۔ جو لوگ پہاڑی نالونکے قریب رہتے ہین وہ جانتے ہین کہ جس نالہ کا پانی آج جہان بہتا ہے وہ چند سال پیشتر اُس سے آگے کچھ فاصلہ پر بہتا تھا اور پندرہ بیس سال بعد کسی اور جگہ پر بہنے لگے گا۔ دریا کے کھیت اور کنارے اور باغ سب نالہ کی جھپیٹ مین آکر غائب ہوگئے ہین۔ الغرض تغیر و تبدل کا سلسلہ ہر طرف جاری ہے۔ لاکھون برس سے یون ہی چلا آرہا ہے اور اسی طرح آیندہ ایک غیر معین زمانہ تک چلا جاے گا۔

یہ قانون تغیر اسی دنیا تک محدود نہین ہے۔ عالم کے ہر حصہ مین اسکا عمل جاری ہے۔ اجرام فلکی اسی کے پھندے مین پھنسے ہوے چکی پیس رہے ہین۔ سورج اور اُسکے متعلقات مع کرۂ ارض ایک نہایت دور افتادہ اور نامعلوم زمانہ مین درخشان ذخان کی صورت خلا مین تھے سحاب کے اندر عملی اور تقاجاری ہوا اُسمین حرکت

ہوی جون جوں گرمی خارج ہوتی گئی توانائی دھوان ٹھوس صورت اختیار کرتا گیا۔ آخر کار اس سے آفتاب اور اراکین

قانون تغیر کی عمومیت — نظام شمسی وجود مین آئے مشتری کی موجودہ حالت اسکی ابتدائی دخانی صورت پر دال ہے بدھ بالکل ٹھوس ہوگیا ہے چاند کا ارتقا مکمل ہوچکا ہے۔ مریخ اپنے ارتقا کی آخری منزل مین ہے کرۂ ارض نے صرف آدھی منزل طے کی ہے۔ آفتاب ابھی ابتدائی مرحلون مین ہے۔ آسمان مین ابتک اُس درخشان مادہ کے نہایت خوفناک تودے جابجا موجود ہین جس سے اجرام فلکی بنتے ہین۔ اسے درخشان سحاب یا نیبولہ (Nebula) کہتے ہین۔ فلکیون کی رائے یہ ہے کہ آسمان مین یہ سلسلہ شروع سے جاری ہے۔ ادھر افلاک وجود مین آتے ہین اودھر ایک دوسرے سے ٹکرا کر نابود ہوجاتے ہین۔ ہیکل اس سلسلہ کون وفساد کو متناہی مانتا ہے۔

اب عالمون اور فلسفیون کی آرا کے اقتباس سے کون وفساد کا مفہوم واضح کیا جاتا ہے۔ پروفیسر ارنسٹ ہیکل کا رتبہ اقلیم سائنس مین نہایت وقیع وممتاز ہے۔ آپ جرمنی کے ڈارون کہلاتے ہین۔ ابتک زندہ ہین۔ ارتقا کے نہایت سرگرم حامی ہین بلکہ اسکی بنیاد پر آپنے ایک جداگانہ نظام فلسفہ قائم کیا ہے جو مونزم (Monism) یا وحدت الوجود کے نام سے معروف ہے۔ آپنے اپریل ۱۹۰۵ء مین برلن کی اکیڈمی

ارتقا کی نسبت عالمون کے خیالات — آف سوسنک (مدرسۂ موسیقی) کی درخواست پر دو مین لکچر سائنس پر دیے تھے اور انکے دوران مین اپنے نظریۂ ارتقا کی نسبت فرمایا تھا: "وسیع ترین معنی مین ارتقا سے میری مراد بالفاظ اپنی نوزا مادہ (Substance) یعنی مبدا عالم کے مسلسل تغیر وتبدل سے ہے بلکہ جوہر اصلی کا بنیادی تصور مین نے اسی فلاسفر (سپنوزا) سے اصل کیا ہے مبدا عالم مین "مادہ اور قوت" (سکتی) یا "کائنات اور عقل" (یعنی خدا اور دنیا) اس طرح شامل ہین کہ ایک کو دوسرے سے علیحدہ کرنا محال ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ علم ارتقا اپنی وسعت مین مبدا عالم کی بنیاد اور صورتین اختیار کرنے کی تاریخ ہے جس سے قانون مادۂ عالم کی عام صحت کا اصول منتج ہوتا ہے۔ آخر الذکر مین استقرار مادہ اور تحویل قوت کا قانون بھی شامل ہے۔ عالم کے اندر عمل ارتقا سے چاہے یہ عناصر کیسی ہی شکلین اختیار کرین مگر جوہر ویسے کا ویسا[1] ہی رہتا ہے۔ ارتقا کا تصور اول تمام عالم پر عاید ہوتا ہے جب اُسکا ایک جوہر اصلی قرار دیا جائے۔ دوم ہمارے کرۂ ارض پر۔ سوم کرۂ ارض کی اشیا ذی اعضا پر۔ چہارم انسان پر۔ عمل ارتقا کا بہترین نتیجہ ہے۔ پنجم روح پر جو ایک غیر مادی وجود ہے) اس کا اطلاق

[1] اسکی تفصیل بحث "عمدۂ عالم" (The Middle of the Universe) کی بارھوین فصل مین موجود ہے۔

ہوتا ہے تاریخی ترتیب کے سلسلہ مین جب ہم ارتقائی تحقیقات کرتے ہین تو کاسمالوجی (Cosmology یعنی علم موجودات عالم۔ جیالوجی (ارضیات) بیالوجی (علم الحیوۃ) انتھروپالوجی (علم انواع انسان) اور سائیکالوجی (علم النفس) کی بحثون سے دوچار ہوتے ہین۔" ہیکل نے بہت اختصار سے بیان کردیا ہے کہ اُسکے نزدیک ارتقا کا کیا مفہوم ہے۔ یہ ارتقا کی ایک وسیع ترین فلسفیانہ توضیح ہے کہ "زمین و آسمان کی ذی روح اور غیر ذی روح موجودات کے سدا رہ کے تدریج مختلف شکلین اختیار کرنے کے عمل کا نام ارتقا ہے۔" اسی کتاب مین آگے چل کر ہیکل نے دنیا کے رفتہ رفتہ عمل ارتقا سے وجود مین آنے اور پھر تصادم سے نابود ہوجانے کے سلسلہ کا ذکر کیا ہے۔ وہ اسے ازل سے ابد تک جاری قرار دیتا ہے۔

بیسوین صدی کا "افلاطون" ہربرٹ اسپنسر عالمگیر عمل ارتقا یعنی کون و فساد کا قائل ہے۔ اُس نے اپنا یہ خیال ۱۸۵۲ء مین "نظریۂ ارتقا" (Development Hypothesis) کے زیر عنوان ایک مضمون مین ظاہر کیا تھا اور پھر ۱۸۵۷ء مین "پروگریس (Progress) کے عنوان سے دوسرا مضمون لکھکر اسکے عالمگیر عمل کو واضح کیا تھا اور موجودات ارض و سما پر اسے حاوی تسلیم کیا تھا۔ اس مسئلہ کو وسیع ترین علم ہربرٹ اسپنسر صورت دینے کا سہرا اسپنسر ہی کے سر رہا۔ اُس نے تمدن۔ سوسائٹی۔ زبان مذہب کا خیال علوم۔ انسان۔ انواع حیوانی و نباتی۔ کرۂ ارض۔ افلاک وغیرہ سب چیزون کو ارتقا کا مطیع و محکوم قرار دیا۔ اُسکی مشہور زمانہ تصانیف اسکی شاہد ہین۔ اپنے فلسفۂ ترکیبی کی جلد اول مین جو مسئلہ اولیہ کے نام سے مشہور ہے چند فصلون مین "کون و فساد" "ارتقاے سادہ و مرکب"۔ قانون ارتقا" اسکے لیے چار فصلین وقف کی ہین) اور "توجیہ ارتقا" پر بحث کی ہے۔ ارتقا کیا ہے؟ اسکی بابت وہ نہایت جامع الفاظ مین یہ کہتا ہے: "ارتقا (کون) اپنی نہایت وسیع صورت مین انضمام مادہ (Integration of matter) اور ساتھ ہی ساتھ خروج حرکت (Dissipation of Motion) اور فساد حرکت کا جذب ہونا اور اُسکے ساتھ مادہ کے اجزا کا الگ الگ ہوکر ادھر اُدھر پھیلنا ہے۔ تغیرات جو ہر وقت ہوتے رہتے ہین اُن سے وہ منتشر اور غیر محسوس صورت سے مجتمع اور محسوس حالت مین تبدیل ہوتا ہے۔ پھر محسوسات اور ٹھوس اشیا غیر مرئی صورت اختیار کرلیتی ہین۔ یہ سلسلہ ہر وقت جاری رہتا اور مادہ و حرکت کی تقسیم و انتشار[1] کے عالمگیر قانون کے

---

[1] فرسٹ پرنسپلز (First Principles) لائٹ اینڈ سنز آف ایونیوشن صفحہ ۱۹۰ مطبوعہ ڈانس کمپنی لندن ۱۸۹۲ء و فرسٹ پرنسپلز صفحہ ۲۸۲ مطبوعہ لندن ۱۸۹۲ء۔

سبب سے قائم ہے چیزین اسکے توسط سے بنتی بگڑتی اور بگڑتی بنتی ہین - یہ سلسلہ تمام کے ہر گوشہ مین رات دن جاری رہتا ہے" چند فصلین آگے جاکر اسپنسر نے ارتقا کی نہایت جامع تشریح یون کی ہے "ارتقا اجزاے مادہ کے اجتماع اور اُسکے ساتھ حرکت کے انتشار کا عمل ہے جس سے مادہ نسبتہً غیر معین اور منتشر حالت سے نسبتہً معین اور مجتمع صورت مین تبدیل ہوتا ہے - اور اس اثنا مین اُسکی اندرونی حرکت اُسکے مناسب تبدیلی قبول کرتی ہے[1]" عمل کون و فساد اُس مادہ اور حرکت پر بھی حاوی مانا جاتا ہے جو عالم کے شروع مین تھا اور جس سے موجودات نے موجودہ شکل اختیار کی ہے - عمل ارتقا سے اشیا، سادہ پیچیدہ صورتین حاصل کرتی ہین کچھ عرصہ کے بعد فساد کے اثر سے پیچیدگی برباد ہوجاتی ہے اور موجودات اپنی ابتدائی سادہ شکل اختیار کرلیتی ہین

پروفیسر ہکسلے انگلستان کے نہایت جید عالم تھے - ارتقا کی بنیاد مستحکم کرنے کے لیے اپنی زندگی صرف کردی اور لاادریت (Agnosticism) کے بانی تھے وہ ارتقا کی بابت کہتے ہین :- ارتقا ایک اسی قسم کا طبعی عمل ہے جیسے تخم سے درخت یا انڈے سے بچہ رفتہ رفتہ بڑا ہوجاتا ہے - اس سے آفرینش لازم نہین آتی

پروفیسر ہکسلے کا خیال یہ ایک قانون مقررہ کا نتیجہ ہے - اسکا ہر ایک مرحلہ اُن اسباب کا ثبوت ہے جو خاص قواعد سے عمل پذیر ہوتے ہین - اسلیے ارتقا اتفاق کا بھی مخالف ہے - اس امر کو ذہن نشین کرلینا چاہیے کہ ارتقا عمل عالم کی توجیہ نہین کرتا - بلکہ اسکے طریق عمل کی عام صورت ہے - اگر اس بات کا ثبوت بہم پہنچ سکے کہ یہ عمل کسی فاعل کی حرکت سے ہوا ہے تو وہ اس کا اور اسکے نتایج کا بانی و محرک ہوگا[2] اسی کتاب مین آگے جاکر کہتا ہے :" عالم نباتات اور اقلیم حیوانات مین عمل زندگی ارتقا کا پیکر پیش کرتا ہے - یہین نہین - اگر دنیا کی اور حصون پر نگاہ ڈالی جائے تو تغیر کا سلسلہ ہر جگہ نظر آتا ہے - اسے ہم اُس پانی مین دیکھتے ہین جو بھکر بخارات بن کر چشمون اور سوتون مین نمودار ہوتا ہے - ہم اسے اجرام فلکی مین پاتے ہین جو بنتے اور بگڑتے خلاے غیر محدود مین گردش کرتے اور پھر اپنے اصل مقام پر آجاتے ہین - ہم اسے انسان کی زندگی مین دیکھتے ہین اور ملکون اور قومون - حکومتون اور حکمرانون کے عروج و اقبال کے سلسلہ مین بھی پاتے ہین جو ملکی تاریخ کا بحث ہین[3]"

پرنسپل ڈنیس ہرڈ اسکن کالج - آکسفورڈ کی راے یہ ہے :- "ارتقا کا یہ مفہوم ہے کہ تمام جاندار نہایت معمولی ذی حیات صورتون سے پیدا ہوے ہین - ارتقا ہم کو یہ بتاتا ہے کہ جو کچھ نظر آتا ہے وہ کیونکر اس شکل مین

---

[1] فرسٹ پرنسپلس Spencer - First Principles صفحہ ۴۲۸ مطبوعہ لندن ۱۸۸۲ء [2] ایوولیوشن اینڈ ایتھکس (ارتقا و اخلاقیات) صفحہ ۲ (سلسلہ تصانیف جلد نہم) [3] ایضاً صفحہ ۴۹ -

آیا ہے۔ اور یہ کہ ان مین تبدیلیان کس طرح پیدا ہوتی ہین ..... عالم کے اندر جو صورتین مادہ اور قوت کی ہین پرنسپل ڈنیس ہرڈ • انکی ہر صورت کی تاریخ یعنے مختلف شکلین اختیار کرنے کے عمل پر ارتقا حاوی ہے۔ عالم کے اندر جتنی تبدیلیان واقع ہوتی ہین وہ موجودات عالم کی ماہیت اور مکیفات (environment) سے منتج ہوتی ہین مکیفات سے مراد وہ اشیا ہین جو مجھ سے خارج اور غیر ہین اور یہ ی فطرت مین وہ تمام چیزین شامل ہین جن کی بدولت وہ ترکیب پذیر ہوی ہے جبتک گردوپیش کے طبعی حالات متغیر نہین ہوتے کسی شے مین کوئی ظاہری تبدیلی پیدا نہین ہوسکتی"[1]

پروفیسر جے آرتھر ٹامسن ایبرڈین یونیورسٹی کے نہایت مشہور معلم اور نامی سائنس دان ہین آپ مسئلہ ارتقا کی بابت لکھتے ہین :- "انقلاب انگیز قانون اور باقاعدہ تغیر ہر جگہ نظر آتا ہے۔ بیجان اور جان دارالنسان اور اسکی تمدنی زیست اسکے تابع ہے اسے ہم ارتقا کے نام سے پکارتے ہین۔ یہ عمل عالم ہے۔ اس سے مختلف اشیاء

پروفیسر ٹامسن مختلف صورتین اختیار کرتی ہین۔ امانویل کانٹ سے لے کر سر ولیم رامزے تک فلکیات مین سکیر سش سے لے کر اہل الکیمیا اور اُن سے آگے سر ولیم رامزے اور اُنکے ہم پیشہ محققون تک کیمسٹری اور طبعیات مین۔ لیونارڈو داونچی سے لے کر سر جیارلس لائل اور ڈاروِن وغیرہ تک ارضیات مین ارتقا کی جو تحقیقات کی گئی ہے اُسکا علم ارتقائی عمل کے ادراک کے لیے بہت ضروری ہے"[2]

ارتقا کے متعلق تین قسم کے بڑے خیالات ہین۔ ایک تو لاادری نظریہ جسکے بانی اور حامی ہکسلے اور اسپنسر ہین۔ دوسرا مادی جس کا قائل جرمنی کا مشہور ترین عالم ہیکل ہے۔ تیسرا روحی خیال ہے جسکے وکیل

پروفیسر کونت (Conte) ہین۔ چونکہ سر ولیم ڈاسن بھی ایک پابند مذہب سائنس دان تھے اسلیے

پروفیسر کونت اور سر ولیم ڈاسن دونون ایک ہی زمرہ مین رکھے گئے۔ پروفیسر جوزف لے کونت امریکہ کی کیلی فورنیا یونیورسٹی مین حیالوجی اور ٹیچرل ہسٹری کے معلم اور نہایت ممتاز سائنس دان تھے آپ نے ارتقا کی تشریح ایک جامع فقرہ مین یون کی ہے :- "ارتقا تسلسل تغیر ہے جو مقررہ قوانین اور اندرونی قوتون کے وسیلہ سے عمل مین آتا رہتا ہے[3] اشیا اسکے وسیلہ سے بہتر صورت اور ترکیب مین پیچیدگی حاصل کرتی ہین۔ سر ولیم ڈاسن کینیڈا مین منٹریل یونیورسٹی کے پرنسپل ارضیات کے نامی ماہر اور ایک نہایت مشہور

---

[1] ایزی آوٹ لائن آف ایوولیوشن صفحہ ۱۵ [2] ایوولیوشن صفحہ ۱۱۳ (یہ کتاب چند ماہ ہوے لندن مین طبع ہوی تھی) [3] ارتقا اور اُسکا تعلق مذہب سے Evolution and its relation to Religion صفحہ ۱ مطبوعہ لندن ۱۹۰۰ء Thomas

سائنس دان تھے۔ سائنس کی کئی کتابون کے مصنف ہین۔ آپ نے ارتقا کی یہ تشریح فرمائی ہے: "ارتقا ایک اصطلاح ہے جو عالم اسباب کے تمام انقلابات کے لیے مستعمل ہوتی ہے چاہے وہ ایک دوسرے سے کتنے ہی مختلف ہون اسکے وسیلہ سے موجودات کی ابتدا کی توجیہ کی جاتی ہے"[1]۔ یہان بھی یہی خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ اشیا ابتدا مین ایک مبدء عالم سے بتدریج عمل ارتقا سے وجود مین آئی ہین۔

ارتقا کی بابت تمام عالمون کے خیالات اگر اقتباس کرکے درج ہون تو سفحے کے صفحے بھر جائین گے پس نظر اختصار یہان چند اور عالمون کے خیالات مجملاً لکھنے پر اکتفا کرتے ہین۔ ڈاکٹر ولسن[2] لکھتے ہین: "ارتقا کا مسئلہ یہ ہے کہ اشیا کی جو حالت اس لمحہ مین دیکھی گئی ہے وہ انکی ساعت ماقبل کی کیفیت سے منتج ہوئی ہے مسلسل باقاعدہ انقلابات دیگر علما کے خیالات سے واقع ہوتی ہے"۔ فرانسیسی عالم ترا کیٹر[3] کہتا ہے: "ارتقا کا مطلب یہ ہے کہ موجودات عام سے خاص صورت اختیار کرتی ہین۔ اس سے آگے بڑھنا تو مفہوم ہوتا ہے مگر یہ لازم نہین آتا کہ اجسام خصوصی صعود اختیار کرین"۔ جرمنی عالم وی گنڈ[4] کہتا ہے: "ارتقا اس زمانہ کے تخیل کی غیر معین اور منتشر تحریک کا نام ہے"۔ دوسرون[5] کا یہ خیال ہے کہ یہ تکمل صورت کا تغیر ہے بعض اسے بتدریج نمو قرار دیتے ہین۔ یعنی اشیا وجود مین آتی ہین۔ رفتہ رفتہ بڑھتی اور پختگی حاصل کرتی ہین۔ انکے اعضا اپنے مقررہ مقاصد پورا کرنے کو ظاہر ہو جاتے ہین"۔ وسیع ترین معنے مین ارتقا سے مراد[6] موجودات کا گزشتہ حالت کو رفتہ رفتہ خیر باد کہہ کے موجودہ صورت مین نمایان ہونا ہے۔ مثلاً آسمان مین ستارون اور سیارون کا سحاب سے ٹھوس صورت مین ظاہر ہونا اور بے جان اور جاندارون کے بنیادی عناصر کا طرح طرح کی تبدیلیان اختیار کرکے موجودہ حالت کو پہنچنا ارتقا ہے یا یون کہو کہ "موجودات عالم کی تہون" کے تبدیج کھلتے رہنے کے عمل کا نام ارتقا ہے جیسے لمبے کاغذ کی تہین کپڑے کے تھان کی طرح آہستہ کھلتی ہین ایسے ہی موجودات رفتہ رفتہ ابتدائی سادہ حالت سے موجودہ پیچیدہ حالت کو پہنچی ہین"۔

کون و فساد کے مفہوم اور خود اسکے متعلق جو طرح طرح کے خیالات رائج ہین انکی جو تشریح انگلستان کے نامی گرامی عالم علم النفس پروفیسر جیمس سلی (Sully) نے کی ہے اس سے بہتر شاید کسی عالم کا خیال نہ ملے گا۔ یہ نہایت معقول ہے اور گویا کوزہ مین دریا بند کیا گیا ہے وہ لکھتے ہین "دنیا[7] کی ابتدا اور قاعدۂ فطرت کی بابت جتنے خیالات

---

[1] ارتقا کی بابت جدید خیالات صفحہ ۲۴-۲۵ مطبوعہ لندن۔ [2] پروفیسر ایچ لیگون آرچرڈ نے ۱۰ فروری ۱۹۰۸ء کو ایک مضمون "فلسفہ اور ارتقا" کے عنوان سے ڈکٹر یا انسٹی ٹیوٹ لندن مین پڑھا تھا جس سے بعض خیالات منقول ہین۔ [3] ہندوستان ریویو جلد ۱ صفحہ ۸۸ [4] یہ اقتباس پروفیسر موصوف کے اس مضمون سے لیا گیا ہے جو انھون نے انسائیکلوپیڈیا برٹیانکہ کے نوین ایڈیشن مین "ایوولیوشن" کے تحت مین اسکے فلسفیانہ پہلو پر لکھا تھا۔

رائج ہین ارتقا اُن پر حاوی ہے۔ اُنکے رو سے یہ مانا جاتا ہے کہ موجودہ جاندار اور دیگر اشیا چند سادہ ابتدائی وجودون سے

پروفیسر جیمس سلی پیدا ہوی ہین اور ان خیالات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا اور مافیہا نے غیر معین غیر مقررہ

کی جامع تشریح حالت سے آہستہ آہستہ معین و مقرر صورت قبول کی ہے۔ اور یہ کہ شروع مین چند وجود تھے مگر اب نون

نے بدلتے بدلتے اب بیشمار صورتین اختیار کرلی ہین اور اُنکے رو سے یہ بھی مانا جاتا ہے کہ اس عمل انقلاب و تغیر کا اصل

محرک و بانی دنیا مین تھا۔ اور ارتقا کے متعلق جتنے خیالات ہین وہ طبعی دنیا کا رفتہ رفتہ ابتدائی سادہ

صورت سے پیچیدہ صورت اختیار کرنا تسلیم کرتے ہین اور جان واردن کے نشو و نما کو موجودات غیر ذی روح پر

مبنی و منحصر قرار دیتے ہین۔ اور انسان اور بنی نوع انسان کی حقیقی زندگی کو مادی عمل سے متعلق ٹھہراتے ہین یعنی یہ کہ

انسان کی عقل بھی نہایت ادنی حالت سے ترقی کرکے اس درجہ پر پہنچی ہے۔ اس تشریح مین فلسفہ اور تاریخ کے خیالات

بھی شامل ہین جو کون و فساد کے نام سے مشہور ہین اور وہ خیالات بھی اسمین شامل ہین جو ہنوز اسکے تحت مین نہین آتے ہین

اب آخر مین پروفیسر پیٹر چامرس بچل (سکرٹری زولاجیکل سوسائٹی لندن وغیرہ) کی رائے کا اقتباس دے کر

مضمون کے اس حصہ کو ختم کیا جاتا ہے۔ آپ کا قول مستند ہونے کے ساتھ تازہ ترین بھی ہے کیونکہ "انسائیکلو

پیڈیا برٹانکا" کے گیارھوین ایڈیشن سے لیا گیا ہے جو ۱۹۱۰ء مین طبع ہوا تھا۔ آپ لکھتے ہین: "ارتقا عالم کی

پروفیسر پیٹر چل تاریخ طبعی ہے جس مین ذی اعضا ہستیان بھی شامل ہین اور جس کو طبعی اصطلاح مین علم

لکینہ کہتے ہین۔ زمانہ حال کے مسئلہ کون و فساد سے یہ مفہوم ہے کہ عالم اور موجودات عالم ابتدائی مادہ اور اُسکے

قوانین کے فطرتی عمل سے بتدریج ہستی کے اس مرحلہ پر پہنچی ہین۔ اس دنیا مین جو انواع و اقسام کے جاندار

ہین وہ اُن فطرتی تبدیلیون سے وجود پذیر ہوے ہین جس سے کرۂ ارض رفتہ رفتہ اپنے ارتقا اور انقلاب مین

دوچار ہوچکا ہے۔ انسان کا نمونہ بھی اس قاعدہ کا متبع رہا ہے۔ اور وہ ذی اعضا ہستیون کے ارتقا کی نہایت

پیچیدہ صورت ہے۔ زمانہ حال کا مسئلہ کون و فساد اُن خیالات کی توسیع و تکمیل ہے جن سے انسان کے

فلسفیانہ غور و فکر کی تاریخ کا آغاز ہوتا ہے۔ حال کا نظریہ اپنے معرض بحث مین اس اعتبار سے مختلف ہے کہ وہ

نہایت معتبر تحقیقات اور صحیح مشاہدات سے مستنبط ہوا ہے۔ کیا عالم قدیم و لامحدود یا حادث و محدود ہین؟ کون و

فساد اس سوال کا جواب نہین ہے پہنچا تا بلکہ یہ دنیا کی ابتدا اور اُسکے تدریج موجودہ صورت اختیار کرنے کے اسباب

کی توجیہ کرتا ہے۔ اسمین اجرام فلکی ستارے اور سیارے بھی شامل ہین۔ جو ہمارے مشاہدہ مین آتے ہین کون

عالمون نے اس مسئلہ کے اختراع و ترقی اور توسیع مین حصہ لیا ہے یہ بیان کرنا دشوار ہے مگر بعض اُن علمی اصولون کا

ذکر مناسب ہوگا جس سے اسے تقویت حاصل ہوتی ہے (۱) وہ اصول طبعی ہے جس سے تحویل قوت کا کلیہ مستخرج ہوا ہے (۲) اس امر کے کیمیائی انکشاف سے کہ کرۂ ارض اور اجرام فلکی کے اجزائے ترکیبی ایک ہی قسم کے مادہ سے بنے ہیں۔ (۳) اس امر کے ثبوت سے کہ اشیائے ذی اعضا و غیر ذی اعضا کے مابین بہت قریبی کیمیائی تعلق ہے (۴) نظام شمسی اور اجرام فلکی کی اصلیت اور وجود پذیر ہونے کے خیالات کی ترقی سے بھی اس مسئلہ کی تائید ہوتی ہے (۵) ارضیات کے انکشافات سے جنکی بدولت زمین کی ابتدا بیشمار قرنوں سے تسلیم کی گئی ہے۔ (۶) بیالوجی کی ترقی بھی ارتقا کی معاون ہوی ہے جس کے رو سے ہمین یہ معلوم ہوا ہے کہ شروع مین جان داروں کے ڈھانچے بہت سیدے سادے تھے مگر رفتہ رفتہ یہ پیچیدہ صورت اختیار کرلی ہے۔ (۷) انتھراپالوجی یعنی علم نوع انسانی کی تحقیقات سے جسمین علم النفس اور علم اللسان وغیرہ بھی شامل ہین اور (۸) سب کے اخیر مین یہ امر ہے کہ ہر مسئلہ اور علم کی تحقیقات تاریخی نقطۂ نظر سے کرنے سے کون و فساد کے نظریہ کو بے حد تقویت حاصل ہوی ہے"

اس ساری بحث کا مطلب یہ ہے کہ مسئلہ کون و فساد العالم متغیر کا مرادف ہے۔ زمین و آسمان کی جملہ تبدیلیون کے عمل طبعی کا نام ارتقا یا "کون و فساد" ہے۔

اسمین شک نہین ہے کہ اس مسئلہ نے حال ہی مین وسیع و مکمل صورت اختیار کی ہے۔ اسے اس مرحلہ پر پہنچانے کے لیے بہت سے مشاہدات۔ تجربات اور غور و فکر کی ضرورت لاحق ہوی جو بہت ہی آہستہ آہستہ حاصل ہوتا ہے۔ قدیم زمانہ کے فلاسفرون اور محققون کی مشہور تصانیف مین اس مسئلہ کا تفصیلی ذکر کہین نہین ملتا ہے۔ مگر اسمین شک نہین ہے کہ

مسئلہ کون و فساد کی ابتدا

عالمون اور فلاسفرون نے بنیادی مسائل پر بحث کی تھی۔ مثلاً عالم کس طرح معرض ہستی مین آیا۔ ذی اعضا وجود۔ انسان۔ عقل و ہوش کس طرح وجود پذیر ہوے۔ عالم مین جو انواع و اقسام کی جان دار اور بے جان اشیا ہین وہ در اصل کیا ہین اور کس طرح نمودار ہوی ہین ان سوالات پر اسوقت بحث شروع ہوی تھی جب انسان شروع شروع غور و فکر کے قابل ہوا تھا جس طریقہ سے ان مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس سے بالواسطہ موجودات کے تبدیج ارتقا کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے۔ ارتقا کے حیاتی پہلو کے اختراع کا قصہ "اصل الانواع" مین بیان ہوگا۔ مگر یہان اسکے فلسفی پہلو پر مجمل بحث کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جس سے اسکی ابتدا کی تاریخ پر روشنی ڈالنا مقصود ہے۔

---

لہ اگر اسکی مفصل تاریخ دیکھنے کا شوق ہو تو "بانیان ارتقا" (Pioneers in Evolution) مصنفۂ ایڈورڈ کلاڈ ملاحظہ ہو۔

اس سلسلہ مین سب سے پہلے ہندوستان کے فلسفیون کے وہ خیالات مجملاً بیان کیے جاتے ہین۔ جنکے رو سے ایک شے اصل اصول عالم سمجھی جاتی ہے۔ لالہ سورج نرائن صاحب مہر دہلوی نے مارچ ۱۹۱۰ء کے ادیب مین فلسفۂ سانکھ پر بحث کرتے ہوے مسئلہ ارتقا کو ایک نامی ہندی حکیم سے منسوب کیا تھا۔ اور اسمین کوئی شک نہین ہے کہ ویدانت ارتقا کا زبردست حامی ہے۔ برہم ہی سب کچھ ہے۔ یہ ہزارہا صورتین برہم ہی کے وجود سے ہین فلاسفۂ الہند وہ ابتدا مین ایک تھا کائنات کے اندر ہر جگہ وہی ہے۔ اسی سے اور اسی مین سب چیزین ہین۔ سانکھ نے کون وفساد کی بابت نہایت معقول اور فلسفیانہ خیال ظاہر کیا تھا۔ اُس نے موجودات کی مختلف تبدیلیون کو لیا اور سلسلۂ اسباب و نتائج کا سراغ لگاتے لگاتے "پردھان کارن" یعنے علت العلل مبدا عالم ٹھہرایا۔ اُسکا خیال یہ ہے کہ شروع مین اصول اولیہ ایک تھا۔ اسمین عمل ارتقا شروع ہوا۔ اور مختلف وجود صورت پذیر ہوے۔ اُن سے اور اشیا پیدا ہوئین اور بالآخر یہ صورت ہوی۔ ہر جگہ اسی کی صورتین ہویدا ہین۔ سب چیزین اسی سے ہست ہوی ہین۔ موجودات کا مبدا "مول پرکرتی" قرار پائی ہے جسے وہ برہمانڈ کی علت مادی قرار دیتا ہے۔ یہی وہ شے ہے جس سے موجودات عالم پیدا ہوتی ہین۔ ویدہ کے بعض مقامات مین بھی ارتقا کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ شروع مین ایک وجود تھا اُس سے وراج پیدا ہوا اور وراج سے پرش پیدا ہوا۔ دیوتاؤن نے اُسے پروان چڑھایا اور اُس سے ہوا کے پرندے اور دیگر جاندار وجود مین آئے۔

یونانی فلسفیون مین سب سے پہلے آیونیا کے فلسفی تھے جنکا تخیل کائنات کے تغیرات کی توجیہ کی طرف مائل ہوا تھا۔ اور انمین سب سے پہلا طالیس ملطی تھا جو مسیح سے چھ سو سال قبل گزرا ہے۔ اُس نے اور نیز اُسکے شاگردون نے ایک مبدا عالم تسلیم کیا اور اُسے جان دار قرار دیا جو موجودات کی علت آخری اور سہارا بنتا ہے۔ اسمین داخلی یونانی فلسفہ قوت حیات ہے جس سے وہ انواع و اقسام کی صورتین قبول کرتا ہے۔ اس فرقہ کا نامی حکیم انکسی مانڈر تھا جس کا خیال زمانہ حال کے حامیان ارتقا سے بہت مشابہ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ شروع مین ایک جوہر تھا جس کی کوئی صورت نہ تھی مگر موجودات عالم اسکے تبدریج مختلف صورتین اختیار کرنے سے وجود مین آئی ہین۔ وہ اسے قدیم غیر فنا کہتا ہے اور اسکے اندر گرمی و سردی وغیرہ کا اجتماع فرض تسلیم کرتا ہے جو عمل ارتقا سے خارج ہوتی ہین اور نئے وجود ہستی مین لاتی ہین۔ زمانہ حال کے فلکیون کی طرح اجرام فلکی کی ابتدا نستشردہ سے اور جاندارون کی آغاز بیجان اشیا سے منسوب کیا گیا ہے۔ انکسی مس اس فرقہ کا ایک اور فلسفی تھا جو انکسی مانڈر ہی کا

---

سلہ تاریخ ہندو تھاعی صفحہ ۳۰ یہ بھی ہندو کی تصنیف ہے۔ ۵۲ ایضاً صفحہ ۱۳۔

پیرو تھا۔ مگر اس نے ارتقا کا محرک ابتدائی ایک روحانی عنصر قرار دیا ہے۔ ہرقلیطس بک اور نام آور فلسفی تھا۔ "العالم متغیر" کا قائل تھا۔ وہ کہتا ہے کہ موجودات عالم ہمیشہ صورتین بدلتی رہتی ہین۔ اسکا سلسلہ ہمیشہ جاری ہے یہ چکر کی صورت مین قائم رہتا ہے۔ چیزین بنتی ہین اور بگڑتی ہین بگڑتی ہین اور بنتی ہین۔ دور رفت و جاری ہے۔ اسکے فلسفہ کا بنیادی اصول "تغیر" تھا۔ امپیدقلس (empedocles) نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ موجودات کسی ابتدائی مادہ کے انقلابات سے نہین بلکہ چند مستقل عناصر کے مختلف قسم کے ارتباط و ترکیب سے واقع ہوتی ہین۔ قوت کشش اور قوت دفع سے اجسام بنتے اور بگڑتے ہین۔ اس کا یہ خیال زمانۂ حال کے اس خیال سے مشابہ ہے کہ عمل کمیتہ آپ سے آپ ہوتا رہتا ہے۔ انکساغورس کا خیال اس عالم سے مختلف ہے۔ اُسکے نزدیک موجودات اجتماع عناصر سے نہین بلکہ مادہ کی خاص ابتدائی صورتون کے بدلتے رہنے سے پیدا ہوتی ہین اور اسے تحریک دینے والی عقل قائم بالذات ہے۔ لوسپس اور دمقراطس مادیین مین ہین۔ انکا خیال یہ ہے کہ عناصر کے اجتماع سے اجسام ترکیب پاتے ہین اور اُسکے انتشار سے وہ بگڑ جاتے ہین۔ اصول حیاتی مین آتشی مادہ کے حلول سے عقل پیدا ہوتی ہے۔ افلاطون ارتقا کا قائل نہ تھا۔ ارسطو کا خیال دقیق ہے اسلیے اُس سے بھی قطع نظر کرتے ہین۔ بعد ازان جو فلسفی یونان و سکندریہ مین ہوے اُنکے اور قرون وسطیٰ کے علما کے خیالات پر بحث کرنا فضول ہے۔ ان مین سے بعض کون و فساد کے حامی اور بعض مخالف تھے۔

اجرام فلکی کے ارتقا کا خیال پہلے پہل جرمنی کے سب سے بڑے فلسفی امانویل کانٹ نے ظاہر کیا تھا جسے فرنچ محقق لاپلس نے ترقی دی۔ اور اب مسئلہ سحاب (nebular hypothesis) کے نام سے مشہور ہے۔ وہ عالم کی ابتدا کو طبعی قوتون اور قوانین کے عمل سے منسوب کرتا ہے۔ کون و فساد کا سلسلہ عالم جسمین عالم فلسفی بالا مین ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ منتشر مادہ معین صورت اختیار کرتا ہے اور پھر اپنی اصلی حالت پر چلا جاتا ہے۔ شیلنگ اور اُسکے شاگرد بھی موجودات کو ارتقا کا نتیجہ سمجھتے ہین۔ کائنات کے اندر آپ سے آپ صورتین بنتی اور بگڑتی رہتی ہین۔ بلکہ اس تغیر کے عمل کا نام ہی کائنات ہے ہیگل بھی شیلنگ کا ہم خیال ہے مگر اُس کا نظریہ اس امر مین اس سے مختلف ہے کہ واجب الوجود کے اندر ترقی کی قوت ہے جس سے مختلف صورتین پیدا ہوتی ہین۔ یہ عمل کائنات نفس مطلق اور تاریخ مین آپ سے آپ ہوتا رہتا ہے۔ ہیگل کے نزدیک فطرت نظام المدارج ہے جہان ایک سے دوسری اور دوسری سے تیسری قسم کی زندگی پیدا ہوتی ہے۔

مگر کون و فساد کے فلسفہ کو سائنسی اصول پر قائم کرنے کا سہرا ہربرٹ سپنسر کے سر ہے۔ اُس نے عالم گیر

تغیرات کے تصور کو خاص اہمیت دی ہے۔ سادہ اجسام کا پیچیدہ صورتین اختیار کرنا ارتقا ہے اور اس عمل کا قانون مادہ، قوت اور حرکت کے ابتدائی قوانین مین مضمر ہے۔ اور ان مین سب سے اہم قانون تحویل قوت ہربرٹ اسپنسر قرار دیا گیا ہے۔ اس نے اسے عالم کے تمام علوم پر حاوی قرار دیا ہے۔ اجرام فلکی۔ انواع حیوانی و نباتی انسان اسکی مجلسی۔ دینی۔ اخلاقی اور عقلی حالتون کو بھی اسی عمل عالم گیر کے تابع کیا ہے مسئلہ کون و فساد کو اتنی وسعت اور کسی عالم یا فلسفی نے کبھی نہین دی۔

جے۔ آر۔ رلے

# افسانۂ غم

نگاہ ناز کی مشہور عالم ہے جفا کاری
دل حسرت زدہ تا چند امید وفاداری

امید وعدۂ فردا پہ کب تک دل کو سمجھائین
کہ گزری شوق نظارہ مین یون ہی زندگی ساری

نہایت بیوفا ہو اور پھر مست جوانی بھی
تمھین کیا غم کسی کے دل پہ کیا حالت ہوئی طاری

نہ رحم آیا تمھین کو ہائے بیمار محبت پر
سرہانے گر کی شمع نے بھی گریہ و زاری

مسیحائی کا دعویٰ اس پہ یہ غفلت معاذ اللہ
بتاؤ کس نے سکھلایا تمھین یہ طرز لاچاری

کہو اب کون ہو بیمار غم کا دیکھنے والا
تمھاری نرگس بیمار کو ہے عذر بیماری

سرہانے عاشق کون ہے خبر بیکسی ہمدم
مریض ہجر کی ہوتی ہے کیا یون ہی خبرداری

مدد اے جلوۂ صبح قیامت مشکل آسان کر
کہ بیماری کی راتین ہین کسی بیمار پر بھاری

دوائین بے اثر ثابت مسیحا سخت بے پروا
الٰہی سہل کر دنیا مرے مرنے کی دشواری

سمجھتا تھا مین پہلے عاشقی کو مشغلہ دل کا
مگر پیدا ہوی آخر کو آسانی مین دشواری

نہ تھا آگاہ حسن و عشق کی نیرنگ سازی سے
کہ ہوگا دل شکن اس شوخ کا انداز دلداری

دل مجروح کشتہ ہے انھین کافر نگاہون کا
فلک سیکھا ہے جن سے فتنہ پردازی ستمگاری

تغافل کی کوئی حد ہے اثر لیتے نہین سن کر
وہ افسانہ کہ ہر قصہ ہے جس کا نشتر کاری

سید محمد جعفر قدسی جائسی

# علم زمین
## اور
## انسانی دنیا

جسقدر علوم اور فنون اس وقت انسانی جماعتون مین پاے جاتے ہین وہ کسی نہ کسی وقت پہلے بھی ایک دوسری صورت مین موجود تھے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اُس وقت علم اور فن کے پیرایہ مین اُنکی کوئی تاویل نہیں کرتا تھا اگرچہ لوگ ایسے علوم اور فنون کے مواد سے کام لیتے تھے مگر اُس مواد کی تعبیر علمی رنگ مین نہین کی جاتی تھی۔

لوگ ہر ایک مواد کا استعمال محض ضرورت کے خیال سے کرتے تھے اور اُسی حد تک استعمال کرنے کے خوگر تھے جہان تک کہ اُنکے اسباب زندگی سے وسطے ضرورت ہوتی تھی۔ اقلیدس کی بعض شکلین اُس وقت بھی زمانہ مین موجود تھین جب اقلیدس نہین تھی ہیئت کا اُس وقت بھی وجود تھا جب علم ہیئت کی بنیاد نہین پڑی تھی سیارے اور ستارے اُس وقت بھی تابان اور درخشان تھے جب اُنکی حقیقتون سے علمی رنگ مین کوئی واقف نہ تھا اون اور روئی اُس وقت بھی اون اور روئی ہی تھی جب مختلف قسم کے کپڑے اُن سے نہین بنائے جاتے تھے کاغذ بنانے کا مادہ اُس وقت بھی موجود تھا جب مختلف رنگون اور اقسام کا کاغذ دنیا کی منڈیون مین نہین ملتا تھا یا بہت کم ملتا تھا۔

جون جون دنیا ترقی کرتی گئی مختلف مواد مین بھی رفتہ رفتہ ترقی ہوتی گئی اور لوگ زندگی کی ضروریات سے فارغ ہوکر علمی رنگ مین دیکھنے لگے۔ علم زمین جسے انگریزی زبان مین (جیولوجی) کہتے ہین اُس وقت بھی تھا جب زمین صرف زمین ہی کے نام اور خصائص سے مخصوص تھی۔ انسان کے پیدا ہونے سے پہلے ہی قدرت نے اُسکے واسطے بساط ارض بچھا رکھی تھی۔ اُسکا پہلا قدم زمین ہی پر پڑا اور زمین ہی پر اُسکی نظر پڑی آسمان اُسکی نگاہون اور ہاتھ سے بہت دور تھا اور زمین اُسکے قدمون کے نیچے تھی جو کچھ اُسے کرنا پڑتا تھا زمین ہی پر کرتا تھا زمین ہی اُسکا سہارا تھی ایک مدت کے بعد علمی رنگ مین عالمون نے زمین کی بابت جو کچھ ظاہر کیا وہ سب کچھ شروع ہی سے ایک حد تک موجود تھا جبتک انسان زندگی کی موٹی موٹی ضروریات سے فارغ نہین ہوا تب تک اُسے یہ پتہ نہین لگا کہ زمین کی تہ مین کیا موجود ہے اور اُس مین کیسی کیسی قوتین قدرت نے ودیعت کر رکھی ہین جب انسان کی توجہ فلاحت اور زراعت کی طرف مبذول ہوی تو وہ زمین کی قوت نشوونما سے واقف ہوا اور رفتہ

رفتہ وہ سب باتین اُسکے علم مین آئین جن کی وجہ سے اُس نے انھین حیرت کی نگاہون سے دیکھا گو زمین کی ارضی اغراض کے تابع رہتون تک قدر نہ ہوی مگر کچھ عرصہ کے بعد انسان کو معلوم ہوگیا کہ زمین اور اُسکی اندرونی قوتین انسانی زندگی اور انسانی تمدن کے واسطے ایک قدرتی فیض ہین اور اُسکے بغیر اُس کا گزارا ہی نہین اس وقت دنیا کے بعض اقطاع مین زمین کی جو کچھ قدر و منزلت ہو رہی ہے وہ اس بات کا ایک بین ثبوت ہے کہ اسکی ضرورت کہان تک ہے

یہ شق چھوڑکر جب عالمون نے زمین کے مختلف طبقات پر نظر کی تو انھین اور ہی عجائبات معلوم ہوے رفتہ رفتہ اُنکی مساعی اور دماغ سوزیون کے اعتبار سے علم زمین وجود پذیر ہوا جسکی بدولت وہ باتین اور وہ رموز کھلے کہ خود انسان قدرت کی برکات سے بہرہ ور ہوکر حیران رہ گیا اور اُسے یقین کرنا پڑا کہ اُسکے پاؤن کے نیچے جو طبقات خاک ہین وہ سونے سے بھی زیادہ قیمتی ہین سونا انھین مین سے پیدا ہوتا ہے اور ریڈیم جیسی قیمتی شے بھی اسی کی پیداوار ہے۔

علم زمین وہ علم ہے جس سے طبقات زمین کے اسرار اور عجائبات اور اُسکے مختلف عناصر اور اجزا کی حقیقت اور مختلف قسم کے تغیرات ارضی کا حال معلوم ہوتا ہے اور انسان یہ معلوم کرسکتا ہے کہ اُن طبقات مین قدرت نے کیسے کیسے ذخائر اور مواد ودیعت کر رکھے ہین۔ اور انھین آپس مین بلحاظ تقدم و تاخر کیا نسبت ہے یہ وہ علم ہے جس سے جبالی معدنیات اور سنگ لاخ اراضیات کا حال اور کیفیت قریباً ایک صحیح پیمانہ پر معلوم ہوسکتی ہے اور انسان علمی رنگ مین یہ جان سکتا ہے کہ خدا نے انسان کے واسطے مٹی مین کیا کچھ ودیعت کر رکھا ہے اور انسان کسقدر اُس مواد سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔

زمین کی پیدائش کے باب مین مدتون سے جہان مین ہوتی رہی ہے سب سے اول یہ اقوال بعض ماہرین فن کلدانیون مصریون اور عبرانیون نے اس علم مین معلومات جدید کی راہین نکالی ہین۔ اسکے بعد یونان مین اس پر ایک حد تک بحثین ہوتی رہین اور اُسکے بعد روما والون نے اس طرف توجہ کی پھر بھی یہ تمام بحثین بہت کچھ محدود رہین اور علمی رنگ مین طبقات زمین کا پورا پورا انکشاف نہو سکا شروع شروع مین علم زمین کا ذخیرہ اور معلومات ایک حد تک قیاسی ہی تھے یا ایسے فاصلہ تک اُنکی وسعت تھی کہ اُس سے اُسے ایک مکمل علم کا لقب نہین دیا جاسکتا تھا اسکی وجہ یہ بھی تھی کہ اُس زمانہ مین اکثر کوششون کا حصہ محض ضروریات زندگی ہی سے وابستہ تھا۔ رفتہ رفتہ مشاہدہ کا اصول کام مین لایا جانے لگا اور خاص خاص طبائع نے مشاہدہ کے زور سے یہ منزل طے کرنے کا عزم بالجزم کرلیا۔ اس عزم بالجزم مین بھی ایک حد تک وہی اصول

زیر بحث رہے جو شروع شروع مین لوگون نے وضع کیے تھے جب ان قواعد اور تجربات کی مرکزی جہت سے لوگ ایک دور فاصلہ پر نکل گئے تو یہ علم اپنے اصلی ارتقا مین قوتون کے طفیل رفتہ رفتہ نشوونما پاتا آگیا۔ جو اصول اور جو مسلمات قابل یقین کرنے کے تھے وہ مان لیے گئے اور جو اصول قابل ماننے کے تھے وہ رفتہ رفتہ ترک کر دیے گئے سب سے بڑے سوال جو آج تک زیر بحث چلے جاتے ہین یہ تھے کہ

"زمین وجود پذیر کس طرح ہوئی۔ اور کرۂ زمین کی ماہیت اور کیفیت آفرینش کیا ہے"

یہ وہ سوالات تھے جو شروع ہی سے پیدا ہوتے رہے مگر اخیر تک انسان کی مدرکہ قوتین اور مشاہداتی نگاہین انکا کوئی جواب نہ دے سکین گو بہت کچھ جواب دیے گئے مگر اب تک کوئی ایسا جواب نہ نکلا جو علمی پہلو سے مسکت ہو اور جس کے سننے سے انسان ٹھہر جاے۔

ایک مٹھی بھر مٹی لے کر دیکھو اور غور کرو کہ اس مین کسقدر مواد ہین اور انکی ترکیب کیا کچھ عجائبات رکھتی ہے اور اسکی تہ در تہ اور فرش خاکی کہان تک چلا جاتا ہے۔ غور اور مشاہدہ کے بعد بہت سے امور تمھارے دل و دماغ اور ذہن مین آئین گے لیکن تم خود بھی قیاس اور خیال کر سکتے ہو کہ ان سے علمی رنگ مین تمھین کسقدر سوالات کا جواب ملتا ہے۔

اخیر جواب یہ ہوگا کہ زمین کا ایسا کلی علم حاصل نہین ہو سکتا جسکو اسکے ایک ایک جزو کے ساتھ علمی رنگ مین منطبق کر سکین تھک کر بڑے بڑے ماہران علم زمین نے یہی مان لیا ہے کہ اس سے زیادہ نہین ہو سکتا کہ امور واقعی کے مشاہدہ اور دریافت مین کوشش کی جاے اور انکا ایک دوسرے سے مقابلہ کرکے ایک تیسری بات کا پتہ لگایا جاے اور اس تیسری بات سے صحت و احتیاط کے ساتھ یقینی نتیجہ کا استخراج کیا جاے یہ اسوقت دریافت ہو سکتے ہین جب اس علم کا حاصل کرنے والا مستعدی سے مختلف اقطار زمین کی سیر و مشاہدہ کرے اور چشم غور سے یہ دیکھے کہ قدرت نے ہر ایک قطعہ مین کیا کچھ رکھا ہے اور ایک کو دوسرے سے کیا کچھ نسبت ہے۔ نصرف زمین کے اوپر کے حصے ہی دیکھے اور مشاہدہ کرے بلکہ زمین کے اندرونی حصون اور تہون تک بھی پہنچے۔ قرآن مجید مین آیا ہے قل سیروا فی الارض۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ زمین کی اندرونی کیفیات اور طبقات کا مشاہدہ اور سیر کی جاے۔ یورپ کے لوگون نے اس مشاہدہ اور اس سیر کے واسطے جو کچھ سامان اور جانفروشی کی ہے وہ بے حد شکر گزاری کے قابل ہے اور اس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ انسانی مشاہدات کی طنابین کہان تک جا سکتی ہین اور خداے کریم فعال نے اپنی مخلوقات مین کیا کچھ ندرتین پیدا کر رکھی ہین۔

اس علم زمین کی دو شقین ہین -

(الف) مباحث نظریہ - (ب) مباحث علمیہ -

مباحث نظریہ مین سات اصول ایسے ہین جنھین لوگ شروع ہی سے مختلف رنگون مین مانتے چلے آے ہین

(۱) کرۂ زمین نہ کہین سے گول ہے اور نہ کہین سے چپٹا - اور مختلف طبقون کے اجسام سے مرکب ہے -

(۲) کرۂ زمین کے طبقات جون جون مرکز کے قریب ہوتے جاتے ہین اون کی کثافت بڑھتی جاتی ہے -

(۳) یہ تمام طبقات مرکز زمین کے گرد تقریباً ایک ہی قسم کے انتظام کے ساتھ مرتب ہین -

(۴) زمین کی وہ سطح جس کا ایک حصہ معین پانی سے تقریباً ڈھکا ہوا ہے اسکی شکل اُس شکل سے فرق رکھتی ہے جس کو کرۂ ارض سیال ہونے کی صورت مین قبول کرتا -

(۵) دریا کا عمق بہ نسبت اُس فاصلہ کے جو قطبین کے مابین واقع ہے بہت ہی تھوڑا ہے -

(۶) زمین کی ناہمواری اور وہ اسباب جن سے زمین مین مغاک اور گڑھے پڑ جاتے ہین یا نشیب و فراز ہین یہ سب اوپر اوپر کے تغیرات ہین ان سے زمین کی کروی مین کوئی فرق نہین آتا -

(۷) تمام کرہ ابتدا مین سیال ناری تھا -

ان ساتون امور کی تاریخ پر اگر غور کیا جاے تو یہ کہنا پڑے گا کہ یہ سب باتین اُس زمانہ مین بھی لوگون کے خیالات اور اذہان مین کسی حد تک سمائی ہوی تھین جس زمانہ کو زمانہ وحشت کہا جاتا ہے مختلف لوگون کے دماغون مین اس قسم کے خیالات متمکن تھے جو اس وقت علمی جامہ پہن چکے ہین صرف فرق یہ تھا کہ وحشت اور ضروریات ابتدائی کے زمانہ مین اُن پر یقین نہین کیا جاتا تھا یا اسکی ضرورت کا احساس نہین تھا اور علمی زمانہ مین اس کا احساس علمی رنگ مین ہونے لگا ہے -

گو اب مشاہدہ کے ذریعہ سے ان امور پر بہت کچھ روشنی پڑ چکی ہے اور وہ دھندلاپن جو شروع تاریخ مین سد وضاحت تھا بہت کچھ اُٹھ گیا ہے پھر بھی چند مشکلات ابتک سدراہ ہین زمین کی بابت بحث کرنے کے واسطے یہ ضروری ہے کہ سب سے اول علم ہیئت کے بڑے بڑے اصولی امور کی وضاحت کی جاے اور اُن سے بھی اول یہ دیکھا جاے کہ زمین کی تمکش قدر ہے -

بعض لوگون کا یہ خیال ہے کہ زمین ابدی اور انادی ہے کیونکہ دنیا ابدی اور انادی ہے یعنے ہمیشہ سے موجود ہے اور ہمیشہ ہی رہے گی جو کچھ اس کرۂ زمین پر ہوتا آیا ہے وہی اب بھی پیدا ہوتا ہے اور آیندہ بھی

لگا تار پیدا ہوتا رہے گا۔

دوسری رائے یہ ہے کہ دنیا ابدی اور ازلی نہیں ہے اس واسطے زمین بھی ابدی اور ازلی نہیں ہے۔

انسان کا یہ کہنا کہ زمین اسی طرح سے ابدی اور ازلی ہے صرف دو شہادتین رکھتا ہے۔

(الف) یہ کہ اُسکو ایسی روایات ملی ہیں۔ (ب) دوسرے یہ کہ اُس نے خود ایسا ہی مشاہدہ کیا ہے۔

پہلی شہادت کے واسطے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ انسان کے ہاتھ میں ایسی شہادت کب عرصہ سے آئی ہے تو بعض ادیان اور بعض مذاہب میں دنیا کی عمر بہت کچھ طویل بتائی گئی ہے مگر یہ مان لینا پڑے گا کہ خود انسان کی پیدائش کی تاریخ بمقابلہ دنیا کی تاریخ کے بہت کم عمر رکھتی ہے دنیا کی پیدائش یا دنیا کی تاریخ ایک اور بحث ہے اور انسان کی بحث ایک اور بحث انسان دنیا کا ایک جزو ہے اور دنیا اُسکا ایک وسیع ظرف جب یہ کہا جاتا ہے کہ انسان کی عمر اسقدر ہے تو اُسکا منشا یہ نہیں ہوتا کہ دنیا کی عمر اسقدر ہے انسان کی عمر دنیا کی عمر سے بہت کم ثابت ہوتی ہے پس اس پر یہ کہنا کہ زمین ہمیشہ سے اسی طرح چلی آئی ہے صحیح نہیں جب یہ نہیں تو خود انسان کا اپنا مشاہدہ بھی کوئی وقیع شہادت نہیں ہوسکتا زیادہ سے زیادہ یہ کہا جائیگا کہ ہم نے ایسا ہی دیکھا اور ایسا ہی سُنا ہے اور اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ ایسا دیکھنا یا ایسا سُننا ہر نسل انسانی نسل ہی سے وابستہ ہے نہ کہ اُس زمانہ سے بھی جب انسان ہی نہیں تھا۔ مثلاً اب صرف پانی ہی ہوگا تو ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ اُس وقت بھی زمین ایسی ہی تھی۔

جب ہم زمین کے کرد ے پرت پر نظر کرتے ہیں تو وہ چند طبقہ ہائے تہ بتہ سے بنی ہوئی پائی جاتی ہے زمین کے طبقات ایک دوسرے کے بعد اس طرح آتے جاتے ہیں کہ اُن سے یہ پتہ لگتا ہے کہ پہلے اُسکی کچھ اور حالت تھی اور رفتہ رفتہ کچھ اور بدلتی گئی اُسکے بعض طبقات میں انواع و اقسام کی سیپیں ہڈیاں اور پنجر پائی جاتی ہیں جنکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسی مخلوقات بھی تھی جس کی زندگی کا اکثر حصہ یا اکثر حصہ کا زندگی پانی پر بسر ہوتی ہے۔ اور جس کا کثرت سے اُس طبقہ میں پایا جانا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ طبقہ پانی سے بنے تھے اور ایک کے پیچھے دوسرا رہتا تھا یعنی اوپر کا ہر ایک پرت اپنے نیچے کے پرت سے نیا اور نوزاد ہے اور نیچے کا ہر ایک پرت اپنے اوپر کے پرت کی نسبت پرانا اور سال خوردہ ہے اور یہ بھی تھوڑے غور کے بعد معلوم ہوسکتا ہے کہ جو مواد اور جو عناصر اوپر کے پرت میں پائے جاتے ہیں وہ نیچے کے پرت میں نہیں ہیں نیچے پرتوں میں جو شروع کے ہیں وہ چیزیں اور وہ مواد پایا جاتا ہے جو صاف

طور پر ظاہر کرتا ہے کہ انسان کی نسل بہت مدت بعد پیدا ہوئی ہے اور اُسکا ظہور کرۂ زمین پر جس وقت ہوا ہے اُس سے بہت پہلے انواع واقسام کے دیگر حیوانات یا نباتات اپنا وقت گزار چکے تھے اور اُنکی ذریات کا اب پتہ بھی نہیں ملتا یا کبھی کبھی زمین کے نیچے کی تہوں میں اُنکی ہڈیاں اور گلے سڑے ڈھانچے ملتے ہیں جنسے جن جن زمین کے پرتوں کا جائزہ سو یا جاسکتا ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بہتیری مخلوقیں اپنا زمانہ گزار کر نابود ہو چکی ہیں اور اُنکی جگہ پر دوسرے [illegible] قسم کی مخلوق نے قبضہ کر لیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ روئے زمین پر کوئی شے ابدی و ازلی نہیں ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو دو باتیں ہوتیں۔

(الف) زمین تہ بر تہ نہ ہوتی۔ (ب) ایک ہی قسم کی مخلوقات کا پتہ ملتا۔

اگر انسان بھی شروع ہی میں ہوتا تو چاہیے تھا کہ سیپیوں اور دیگر مخلوقات نابود شدہ کے ساتھ اُسکی ہڈیاں اور ڈھانچ بھی ملتے حالانکہ اُسکا کوئی نشان نہیں ملتا جس سے ثابت ہے کہ کوئی مخلوق ازلی اور ابدی نہیں ہے اور انسان بہت بعد طبقۂ دنیا پر وجود پذیر ہوا ہے۔

دنیا اگرچہ ازلی اور ابدی نہیں ہے پھر بھی جب مختلف طبقات ارضی کا حساب لگایا جاتا ہے تو پایا جاتا ہے کہ کل دنیا کی عمر چھ سات ہزار سال جو بیان کی جاتی ہے وہ بھی صحیح نہیں کیونکہ جب ہم اُس زمانہ کا حساب لگاتے ہیں جس میں زمین کے بڑے بڑے طبقے بنے ہیں اور اُن میں جن حیوانات اور جن نباتات کے آثار اور مواد پائے جاتے ہیں اور جو آگے پیچھے پیدا ہو کر نیست و نابود ہوتے رہے ہیں اور پھر اسکے ساتھ ہم انسانی دور بھی قائم کریں تو ہمیں لامحالہ یہ اقرار کرنا پڑے گا کہ دنیا کو لاکھوں برس گزرے ہیں لیکن ہماری انسانی دنیا کو لاکھوں نہیں بلکہ ہزاروں سال گزرے ہیں کیونکہ طبقات ارضی کی چھان بین سے علمی رنگ میں ثابت ہے کہ انسانی دنیا نے جس طبقہ زمین پر جگہ لی ہے وہ بہت ہی پیچھے کا ہے اس امر پر اس استدلال کی صحت کے واسطے انسانی دنیا کی ترقیات اور نشو و نما پر اگر غور کیا جاوے تو اور بھی معاملہ صاف ہو جاتا ہے۔ سوسائٹی ہماری انسانی دنیا میں جسقدر ترقیات اور عروج پایا جاتا ہے ہمیں تاریخ پتہ دیتی ہے کہ اُس کا زمانہ ۳ ہزار سال سے زائد کا نہیں ہے۔ ۳ ہزار سال سے اوپر ایسی ترقیات اور علمی عروج کا کوئی پتہ نہیں ملتا اور بالخصوص پیوستہ سطح زمین پر انسان نے جو کچھ دنیا کے مختلف حصوں پر کر کے دکھایا ہے اُس سے تو اور بھی وضاحت سے پتہ لگتا ہے کہ کوئی ۲ ہزار سال ہی سے یہ دور شروع ہوا ہے ہزار سال پیچھے پر اگر دیکھو موجودہ ترقیات کا نام و نشان بھی نہیں پایا جاتا اُس سے ہم

قیاس کرسکتے ہیں کہ ہماری انسانی دنیا یا انسانی طبقہ کی عمر بھی اگر لاکھون سال یا ازلی اور ابدی ہوتی تو ہماری ترقیات اور نشو ونما کوئی اور ہی صورت اور نقشہ رکھتا یورپ والون نے جن ترقیات کی دو چار سو سال سے بنیاد ڈالی ہے اسکا پتہ چار پانچ سو سال سے زیادہ نہین ملتا چار پانچ سو سال کیا دو سو سے بھی اوپر نہین جاتا جب دو صد سال مین اسقدر ترقیات ہوچکی ہین تو کیا لاکھون سال مین کچھ بھی نہوتا اگر یہ کہا جائے کہ لاکھون سال کی ترقیات اور عروج کا مواد اور تاریخ ہمارے ہاتھ مین نہین ہے تو اس پر کوئی دلیل قائم نہین ہوسکتی کیونکہ ہم جب ایک ہزار سال اور اوپر جاتے ہین تو ہم دیکھتے ہین کہ انسانی ترقیات کی وہ صورت اور وہ چمک دمک اور وہ صفائی اور وہ خوبی نہین تھی جو زمانۂ موجودہ پیش کر رہا ہے ہندوستان مصر اور یونان کی پرانی عمارتون کے نقشے اور پرانی سنگ تراشیان بتا رہی ہین کہ اُن مین باوجود بڑے پائے ہونے کے بھی وہ خوبیان اور وہ عمدگیان اور نفاستین نہین تھین جو اب پائی جاتی ہین ان مادیات سے الگ ہوکر جب ہم انسانی دنیا کی دماغی اور علمی ترقیات کا جائزہ لیتے ہین تو اُس صورت مین بھی کہنا پڑتا ہے کہ انسانی دنیا نے کوئی پانچ سات ہزار ہی سال سے پیدا ہوکر یہ ترقیات کی ہین سائنس اور فلسفہ یا دیگر علوم اور فنون نے جو کچھ اب پاؤن پھیلایا اور نشو ونما پایا ہے یہ پہلے کہان تھا یونان مصر اور ہندوستان مین بڑے بڑے باعلم لوگ اور فلاسفر یا مہندس گزرچکے ہین اور وہان اکثر انسانی اور دنیوی علوم وفنون کی بنیادین لیکن جو کچھ تشیید اور تشعیب بعد مین ہوتی ہے وہ پیچھے آنے والی نسلون کا حصہ ہے اگر انسانی دنیا واقعی لاکھون اور کروڑون سال سے ہوتی تو کیا اور ہی نقشہ ہوتا

قیاس کرو جب دو چار سو سال مین انسان کی رسائی مریخ تک پہنچ گئی مین ریل تار یہ گرامونون اور قسم قسم کی کلین اور چیزین وجود پذیر ہوگئی ہین اور دن بہ دن ترقی یاب ہین تو کیا لاکھون سال مین انسان نے کچھ بھی نہ کیا یا یہ کہ وہ انسانی عقل وفکر اور بہت سازی سے بالکل ہی نابلد تھی اسی صدی مین علم وزبان پر انسانی کوششون نے جو روشنی ڈالی ہے اور جو کچھ تعلقات اور نسبتین مختلف زبانون مین پیدا کرکے دکھائی ہین اگر لاکھون سال کی بات انسان اس دنیا مین ہوتے تو ابتک علم زبان کچھ اور ہی حالت رکھتا اور شاید کل انسانی دنیا کی ایک ہی زبان ہوجاتی خیال کرو جب سو دو سو سال مین انسانی دنیا نے مختلف طریقون اور مختلف راہون سے آپس مین بہت کچھ وسائل آمد ورفت اور تجارت کے پیدا کرلیے ہین تو کیا لاکھون اور کروڑون سال مین اسکا عشر عشیر بھی نہ ہوتا

کیونکہ یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ جب سے انسان پیدا ہوا ہے اُسکے دماغ مین عقل و فہم اور اُسکے ضمیر کے ساتھ مختلف قوتین کام کر رہی ہین جب سو دو سو سال یا پانچ سات ہزار سال مین اُن دماغون اور اُن قوتون نے اسقدر کام کرکے دکھایا ہے تو کیا کوئی وجہ ہے کہ لاکھون اور کروڑون سال مین ایک بہت بڑا ذخیرہ جمع نہو جاتا جیسے یہ پرانی دنیا جو اب ہی سے ستارے اور سیارے بھی ہین جو آسمان پر قیاس کنان ہین کہ سکتا ہے کہ ہمارا علم ہیئت چار ہزار سال سے اوپر بھی پایا جاتا ہے جتنے ہیئت دان ہوے پچھلے زمانون ہی مین ہوے گو شروع شروع مین انسان ستارے اور سیارے ہماری طرح دیکھتے ہون گے مگر علمی رنگ مین بعد کے انسانون ہی نے ستارون اور سیارون پر نظر ڈالی اور انھین کی کوششون سے علمی صورتین رخشان اور ظہور پذیر ہوئین انسان شروع ہی سے توہمات کا عادی ہوا ہے اور توہمات کے بعد شروع ہی سے مذاہب کا خیال بھی اُسکے دل و دماغ مین ایک بڑی حد تک تموج رہا ہے۔ دنیا مین اب تک گنتی کے وہی مذہب مین جو ہم شروع سے سنتے آے ہین یا یہ کہ ایک ہی مذہب کی چند مختلف شاخین ہین اگر لاکھون اور کروڑون سال سے انسانی دنیا ہوتی تو اور بہت سے مذاہب کی ہستی بھی اسوقت زیر بحث ہوتی ایسا نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ موجودہ مذاہب صرف پانچ سات ہزار سال کا اندوختہ ذخیرہ ہین۔

ایسی لباس اور عام تمدن مین اب تک بعض نسلین بعض نسلون سے بہت پیچھے ہین حتی کہ ترقی یافتہ نسلین چند نسلون کو اپنے خیال مین وحشی اور غیر مہذب سمجھتی ہین اور اگر دیکھا جاے تو اُنکی وحشت مین شک بھی کوئی نہین اگرچہ اُن مین بعض باتین اچھی بھی ہین مگر بحیثیت مجموعی اُن کا تمدن اُن کا طرز معاشرت بہت اسقدر پیچھے رہا ہوا ہے کہ ترقی یافتہ تمدن سے وہ کسی صورت مین لگا نہین کھا سکتا دنیا مین دو سو سال ہی سے فیشن اور جدت طرازی کی اسقدر ترقی ہے کہ اُس سے یہ قیاس کرنا پڑتا ہے کہ اگر لاکھون اور کروڑون سال سے انسان کو یہ خبط ہوتا تو آج تک ترقی کے مدارج کا خاتمہ ہوچکا ہوتا اور انسانی دنیا کسی ایک کنارہ پر ٹھہر جاتی سمجھا نکہ معلوم یہ ہوتا ہے کہ ابھی انسانی دنیا اس دوڑ مین بھرپور زور لگا رہی ہے اور ابھی کنارہ بہت دور ہے یہ دلیل اس بات کی ہے کہ انسانی دنیا اس دوڑ مین تھوڑے ہی دنون سے حصہ لے رہی ہے اس واسطے کہ وہ تھوڑے ہی عرصہ سے دنیا مین دیر بدیر پیدا ہوتی ہے بعض دفعہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس سے کہ اس انسانی دنیا سے پہلے کوئی اور انسانی دنیا بھی کسی زمانہ مین گزر چکی ہو ممکن ہے کہ ایسا ہو مگر ہماری بحث اب تو صرف اسی انسانی دنیا سے وابستہ ہے اس واسطے ہم یہ کہنے پر مجبور ہین کہ یہ انسانی دنیا حرف

سات آٹھ ہزار سال ہی سے وجود پذیر ہوی ہے ۔ ان جس دنیا مین یہ ذریات وجود پذیر ہوے ہین وہ دنیا لاکھون سال سے موجود ہوگی لیکن اُس مین بھی ہم علم زمین کے روسے کوئی ازلیت اور ابدیت نہین پاتے کیونکہ جب اُسکے مختلف حصے ازلیت اور ابدیت سے معرا ہین تو یہ کہا جاے گا کہ وہ خود بھی ازلی اور ابدی نہین ہے

علم زمین ایک ایسا علم ہے جس سے ہم پر بہت کچھ عجائبات کھل سکتے ہین اور ہم اسمین ترقی کرنے کے بعد نہ صرف اپنی ہی ہستی سے واقفیت پیدا کرسکتے ہین بلکہ دوسرے عناصر سلسلہ کی ماہیت کے بھی بہت کچھ معلوم کرسکتے ہین چونکہ اشیائی تحقیقین ابتک اس بارے مین مکمل نہین ہین اس واسطے یورپین تحقیقون کا نچوڑ اردو مین رفتہ رفتہ لانا زبان اُردو کے واسطے ایک بیش بہا ترقی ہے شاید کہ رفتہ رفتہ اس ملک مین بھی بعض لوگ علم زمین کے نکات خود دریافت کرنے کی کوشش مین لگ جائین اور جس طرح کاشتکاری سے زمین اپنے بے بہا جنسی خزانے دے رہی ہے اسی طرح دوسرے علمی اور مادی خزائن بھی حاصل اور جمع کرنے کی نوبت آجاے ۔

## سلطان احمد

ضعف تھا ترے کوچے مین مین سنبھل نہ سکا — اُٹھا تو اُٹھ نہ سکا اور چلا نہ تو چل نہ سکا
یہ زور ضعف نقاہت کا تھا شب فرقت — کہ ناتوان ترا کروٹین بدل نہ سکا
دم نظارہ جانان جو مجکو غش آیا — سنبھالتا رہا دل کو مگر سنبھل نہ سکا
فراق یار کو ٹالا بہت مگر ہمدم — عجب یہ کوہ گران تھا کہ سر سے ٹل نہ سکا
بہار آتے ہی باد خزان نے لوٹ لیا — شجر وہ ہون کہ ہرا ہو کے پھول پھل نہ سکا
چھپا لیا رخ روشن کو زلف شبگون نے — چراغ حسن بھی کالے کے آگے جل نہ سکا
کسی کی تیغ نگہ نے جو کر دیا چور نگ — ادائے ناز کا کشتہ تھا مین سنبھل نہ سکا
خدا بچاے حسینون کی زلف پرخم سے — پھنسا جو کاکل پیچان مین دل نکل نہ سکا
زمین چین نہان کی یہ روشنی پھیلی — کہ مہر و ماہ فلک کا چراغ جل نہ سکا
خیال یار نے بے خود بنا دیا ایسا — اجل کے سامنے مین کروٹین بدل نہ سکا
وہ تیرہ بخت ازل ہون کہ اوج بعد فنا — چراغ بھی مری خاک پہ جل نہ سکا

## اوج گیاوی

# ہماری حالت

آہ بگڑی ہے کچھ اس طرح ہماری حالت
روز گھر بیٹھے کیا کرتے ہیں سب کی غیبت

نہ ادب ہم کو بزرگون کا نہ خوردون کا خیال
بات کرنے کا سلیقہ ہے نہ علم معیشت

خون کچھ دل مین خدا کا ہے نہ رسوائی کا
کوئی سمجھائے تو ہم کرتے ہین اُس سے حجت

حکم جو حق نے دیا ہے وہ ہمین یاد نہین
صاف قرآن مین ہے دیکھیے تو یہ آیت

گوشت بھائی کا وہ کھانا ہی نہین خرم ہے
جو زمانہ مین کیا کرتا ہے سب کی غیبت

خم مردہ کا گوارا کیا کھانا ہم نے
باز غیبت سے نہ آئین یہ ہماری غیرت

کر دیا خردون کو ہر بات مین ہم نے گستاخ
ہم بڑھاتے گئے ہر کام مین اُن کی ہمت

جو وہ کہتے رہے سُنتے رہے تردید نہ کی
پھر بُرائی سے ہو کس طرح اب اُنکو نفرت

لطف یہ ہے کہ بُرا آپ زمانہ کو کہین
شرم آئے نہ خدا سے نہ کسی سے غیرت

آپ سمجھین زمانے مین جو اس کو مذموم
نہ تو وہ دلولے باقی ہین نہ کچھ قدر کمال

نہ تو وہ حوصلے باقی ہین نہ کچھ قدر کمال
علم کا قحط ہے جاتی رہی ساری دولت

اپنے اجداد کے حالات پہ آتی ہے ہنسی
اپنے کرتوت پہ آتی نہین ہم کو غیرت

جانین دے دے کے بزرگون نے کیا ملک لیا
آہ کس طرح سے ہم نے کیا اُسکو غارت

عمر بھر مین نہ ہوئی ہم سے کوئی کام کی بات
ہم نے بھولے سے بھی کی نہ کسی کی خدمت

ذوق پیدا ہوا دل مین تو بُری باتون کا
اچھے کاموں سے ہمیشہ رہی ہم کو نفرت

آگیا خلق مین کس طرح کا ہم پر ادبار
کرنے دیتی نہین کچھ ہم کو ہماری غفلت

عیب جن باتون کو کہتے تھے ہمارے اجداد
قہر ہے ہو گئی اُن باتون سے ہم کو الفت

کوئی تبلائے کہ ہم خاک کرین اپنی مدد
ذوق کچھ علم کا باقی ہے نہ عالی ہمت

نیک و بد کچھ نہین اب تو ہمین آتا ہے نظر
کیون نہ خالق کو افعال سے اپنے نفرت

ہم کبھی خلق مین تھے خلق ہے جیتی تصویر
قابل دید تھی دنیا مین ہماری صورت

ہم مین اوصاف بزرگون کے جو تھے سب جمع
ہم زمانے مین کیا کرتے تھے سب کی خدمت

کیا ستم ہے کہ سمجھتے ہین ہنر عیب کو اب
دیکھین کیا اور دکھاتی ہے ہماری غفلت

ذکر موقوف کرو پھر کبھی کہنا ماتم
دیکھو زیبا نہین ہر کام مین ایسی عجلت

# قبطیات مصر اور اسلامی حکومتین

باشندگان مصر مین قدامت سے جو اہمیت قبطیون کو حاصل ہی وہ کسی دوسری قوم کو نہین، اسوقت بھی مصر کا سواد اعظم قبط ہی ہین - وہان اگر تم علم و دولت، اقبال و عزت، تہذیب و مدنیت کی جستجو کرو گے تو اُسکا سراغ ہی اسی بیدار بخت قوم مین پاؤ گے - تاریخ مصر مین اگرچہ وہ ایک فرسودہ قوم ہے - مگر فرسودہ بخت نہین جس طرح تاریخ مصر کے ہر باب کا آج تک وہی عنوان رہتے آئے آج بھی آسمان مصر کے وہی آفتاب ہین -

فتح اسلامی کے بعد قبطیون کے حالات اور مسلمانون سے اُنکے علائق سیاسی کے چند صفحے اسوقت ہم ہدیہ ناظرین کرتے ہین - دلچسپ ثابت ہوے تو اور بھی تفنن طبع کے لیے پیشکش کیے جائین گے -

مصر مین اسلامی حکومت سے قبطیون کے سیاسی تعلقات اختلاف حکومت کے ساتھ ساتھ مختلف پہلو بدلتے رہے ہین - جن کا احصا اس مختصر مضمون مین اگرچہ ناممکن ہی تاہم بحالت مجموعی جہان جہان سے تاریخ تعلقات و حالات مین نمایان اختلاف بتاتی ہے وہان سے ہم کڑیون کو جدا کر کے ایک ایک دور قائم کرتے جائین گے

مصر مین اہل قبط مثلاً فتح مصر اسلامی سے آخر زمانہ خلافت راشدہ تک حالات مین یکسانی رہی ہے

حکومت اسلامی اسلیے اسے ایک دور، بعد ازان بنی امیہ و بنی العباس کے عہد سے بنی طولون کے غایہ عہد تک مظالم کی ایک حالت قائم رہی اسلیے اُسے دوسرا دور، پھر عہد بنی طولون خلافت بنی فاطمہ و بنی الایوب مین چونکہ ایک حالت سے مراعات اور آسانیان اُنھین حاصل رہین بسرت و شادمانی کے اسباب اُنکے لیے مہیا رہے اسلیے اسے تیسرا دور، سلاطین ممالیک - دولت عثمانیہ اور محمد علی پاشا کا عہد چوتھا دور اور محمد علی سے اُسکے خاندان کے آخر عہد تک پانچوان دور،

اس دور کا آغاز مصر کے مشہور فاتح عمرو بن العاص کے ہاتھ سے اسلامیون کے تسلط مصر سے ہوتا ہے اس سے قبل اس افریقہ کے چمن زار بہشت پر رومیون کا قبضہ تھا،

اہل قبط اصل مین مصری نژاد قوم ہین، جنکے ملک کو رومیون نے بزور شمشیر قبل میلاد مسیح فتح کیا تھا، اور دور اول عہد خلافت راشدہ بعد القبض اہل ملک کے لیے کیسان تا اختتام حکومت اذیت رسان و تشدد کنان اہل قبط من ابد الشامہ غایت اور رہے مگر صدر اسلام مین رومیون کا ستارۂ اقبال افق مصر پر مائل بغضب ہوتا ہوا

نظر آیا، حکومت نے کروٹ بدلی اور بزورِ بازو رومیون کے پنجۂ مقبوضات عربون کو پہنچے۔ اُنھون نے اہل ملک کے حقوق پہچانے۔ اُنکی چارہ گری و دادرسی کی۔ اُنھین کامل آزادی بخشی، اور ملک کے ساتھ ساتھ اُنکے دلون کو فتح کرنے مین خلفاے راشدین کی اُس حکمت عملی سے کام لیا، جو سیاست و اخلاق کی مسلّمہ شاہراہ تھی، اور جس پر چل کر وہ تھوڑے زمانہ مین ایک عالم کو مسخر کرکے فاتح عالم کہلاے تھے۔

فتح مصر کے بعد ہی جو بلیغ حکمتِ عملی حضرت عمرو بن العاص سے ظہور مین آئی وہ یہ تھی کہ اُنھون نے مصریون کے پیشوا (بطریق) بنیامین کو طلب کیا۔ جو مصر سے حسب فرمان ہرقل اعظم خارج کیا گیا تھا، وہ آیا تو اُسکی پوری توقیر و عزت کی گئی۔ اور وہ اپنے منصب قدیمہ پر فائز کیا گیا۔ اسی پر اکتفا نہ کی۔ بلکہ مجلس شوریٰ مین اُسکو شریک کرکے رکنیت کا اعزاز بھی اُسے بخشا۔ بطریق کی اس عزت افزائی سے تمام اہالی مصر نے ایک گہرا اثر مسلمانون کی ممنونیت کا دلون مین محسوس کیا، اور مسلمانون کو اپنے حق مین برکت آسمانی سمجھنے لگے۔

نظامِ سلطنت کے باب مین ملک کے ارباب تدبیر اور سیاسی دماغ والون کو مشورہ کا آزادانہ حق دیا گیا۔ نظم و نسق جدید مین ملک کی تقسیم چند صوبون پر کی گئی۔ اور ہر صوبہ پر ایک قبطی گورنر مقرر کیا گیا جنھین فصل خصومات و سیاسی معاملات مین بلحاظ حالات مختص الامر والمقام اقتدارات وسیع عطا کیے گئے۔

ابواب آمدنی پر ہلکے ہلکے خراج کی تشخیص کی گئی جسکا محصّل بھی ایک قبطی ہی بنایا گیا جو بہ اوقات معینہ بلا کسی نزاع و فساد کے اقساط کی رقم وصول کرلیتا تھا، حسابی محکمہ قائم ہوا، اور ایک قبطی محاسب اُسپر مقرر ہوا۔ ان تمام محکمہ جات کی زبان بھی قبطی ہی رکھی گئی۔

مختصر یہ کہ قبطیون کے ساتھ عربون کے یہ وہ مراعات تھے کہ رومانی حکومت کے زمانہ مین جسکے کبھی اُنھون نے خواب بھی نہ دیکھے تھے یہی وہ نکتہ تھا، جس نے اُنھین عربون کا گرویدۂ احسان اور اُنکے استحکام اثر کا دل سے خواہان بنا دیا تھا، جس کا ثبوت اُسوقت ملا جب مسلمانون پر رومیون نے اسکندریہ کی واپسی پر زور دیا تو اہل مصر نے اس خوف سے کہ مبادا! مصر پھر اُنھین کے اثر حکومت مین نہ جارہے اور ملک کو پھر اُسی بدبختی کا سامنا ہو عربون کے معاون بن کر رومیون کی مزاحمت کی۔

فتح مصر سے آخر عہد خلافت راشدہ تک امن و آزادی کے یہی اسباب اہل مصر کے لیے مہیا رہے۔ خلافت راشدہ کا زمانہ منقضی ہوا۔ اور بنی امیہ کی حکومت کا دور شروع ہوا، ارکان حکومت کے ساتھ ساتھ طرز حکومت کا پلٹنا بھی لوازم انقلاب سے تھا۔

دولت بنی امیہ و بنی العباس اور اہل قبط من ابتدائے سلطنت تا نہایت شئہ

وہ حکومت جو کہ جس مین شاہ و گدا کے حقوق یکسان سمجھے جاتے تھے اور جس کا مقصد صرف اہل دنیا کو امن و آزادی کی شاہراہ بتانا اور انصاف کا قانون سکھانا تھا طلب جاہ اور خواہش دولت سے ممزوج متاصد کی حکومت کا آغاز ہوا جس نے آسان اور سیدھے انتظامات مین صدہا تغیرات اور ہزارہا رکاوٹین پیدا کردکھائین رعایا کے حقوق آسایش تلف اور ملکے خراج مین بیش قرار اضافے کرلے۔ جن عمال نے ابواب آمدنی مین اس طریقہ پر اضافے کر دکھاے اونھین اپنی کارگزاریون کی داد ملی۔

عہد معاویہؓ سے ان امور پر توجہ شروع ہوی۔ چنانچہ سب سے پہلے جب معاویہؓ نے عمرو بن العاص کے غلام وردان کو ذریعۂ فرمان حکم دیا کہ مصر مین ہر ہر فرد پر بقدر ایک قیراط کے جزیہ کی رقم بڑھادی جاے۔ عمرو بن العاص زندہ تھے۔ وردان نے آقا کے معاہدات کا ادب ملحوظ رکھتے ہوے صاف جواب لکھ بھیجا کہ زیادتی کی کیا صورت ہوسکتی ہے جبکہ ہمارے اُنکے درمیانی معاہدات اور تہ نامون مین عدم اضافہ کی شرط موجود ہے بہرحال ان رعایات کا پاس و لحاظ عمرو بن العاص کی حیات تک رہا۔ بعد اُنکی وفات کے چونکہ کوئی روک امویین کے لیے باقی نہ رہی اسلیے اُنھون نے من مانے اضافون کا قرارداد (ٹھہراؤ) جزیہ و خراج کے ابواب پر کردیا

عبدالعزیز بن مروان برادر خلیفہ عبدالملک نے اپنی تولیت مصر کے زمانہ مین ان معاملات پر بیحد تشدد کیا اضافون کے علاوہ جو اشخاص مثل کہنہ (جمع کاہن) وغیرہ کے جزیہ سے مستثنےٰ تھے اُن پر بھی جزیہ باندھدیا اسکے بعد عبداللہ ابن الحجاب نے جو خلیفہ ہشام ابن عبدالملک کی طرف سے ۱۰۵ھ سے ۱۲۵ھ تک متولی مصر رہا۔ اس سے بھی زیادہ سختی روا رکھی، ہر ایک قبطی پر بلا رُو رعایت بمقابلہ ایک دینار کے ایک قیراط کا اضافہ کردیا۔ چونکہ آبادی مصر کا بیشتر حصہ قبطیون ہی کا تھا اسلیے اسکی تاب نہ لاکر وہ سب کے سب چیخ اُٹھے بدامنی اور مقابلہ و مجادلہ تک نوبت پہنچی۔ بہت لوگ قتل و غارت ہوے۔

اسامہ ابن زید متولی خراج کے زمانے مین بھی ایک بار اسی طرح نقض امن کی نوبت آئی۔ اس زمانے مین لوگ رہبانیت کی طرف زیادہ مائل ہورہے تھے۔ اُس نے اسمین دست اندازی کرکے اسکی روک کرنی چاہی کیونکہ اس سے جزیہ کی آمدنی کو ایک خطیر نقصان کا اندیشہ پیدا ہوگیا تھا اُس نے دیر اور کلیساؤن اور اُسمین راہبون کے شمار کو محدود کرنے کا حکم دیا اور ہر ایک راہب کے گلے مین ایک ایک تختی لوہے کی ڈلوادی اور اُنھین اُسکا نام اور کلیسا کا نام اور تاریخ آغاز رہبانیت درج تھی اور حکم دے دیا کہ جو شخص اسکے خلاف پایا جاے فوراً اُسکے ہاتھ قلم کردیے جائین خراج ادا کرنے پر محکمہ متولی خراج سے ہر شخص کو اُسکی رسید دیجاتی تھی

اسکی حفاظت بھی ضروری تھی جسکے پاس رسید نہ ہوتی اُس سے دس دینار جرمانہ وصول کرکے دوسری رسید دیجاتی
ان مظالم کے بانی اکثر عمال خود ہی ہوا کرتے تھے پیشگاہ خلافت تک اسکی بھنک بھی نہ پہنچتی تھی چنانچہ ہشام
ابن عبدالملک کو جب ان مظالم کی اطلاع ہوئی۔ تو اُس نے عامل مصر کے نام نہایت سختی سے فرمان بھیجا کہ مصریون کے
ساتھ سابقہ رعایات ملحوظ رکھی جائین۔ اور اہل ذمہ سے جو معاہدات ہوئے تھے وہ حکم مناسب کے لیے فوراً بھیجدیے
جائین۔ اس حکم سے اُنکو کچھ طمانیت و آزادی کے لیل و نہار دیکھنے نصیب ہوئے۔ لیکن چند روز بعد جفا پیشہ عمال نے
امن و انصاف کی راہ مین روڑے اٹکاکر ظلم اور بدعات کی راہین پھر صاف کردین۔ اور فرمان خلافت کو بالائے طاق
رکھدیا۔ اس مرتبہ ان جفا جوئیون اور ستم رانیون مین سب سے دراز دست حنظلہ بن صفوان تھا جسکی سخت
گیری اور ظلم نوازی کا یہ عالم تھا کہ ہر نصرانی کے گلے مین اُس نے ایک ایک تختی ڈلوادی تھی جس پر شیر کی شبیہ
کندہ تھی، اور حکم عام دیدیا تھا کہ جس نصرانی کے گلے مین یہ تختی نہ ہو فوراً اُسکے ہاتھ قطع کردیے جائین۔ جزیہ اور
خراج کی مقدار مین بھی بے دریغ اضافہ کردیا تھا تحصیل وصول کے اوقات پر انواع و اقسام کی قہرناک سزائین
علے الاطلاق دی جاتی تھین جسکی کہین داد فریاد نہ تھی۔

طرفہ یہ کہ اُن تمام بے اعتدالیون کا شکار صرف غیر مسلم ہی بنتے تھے۔ مسلمون سے زکوٰۃ یا خراج کے وصول
تحصیل مین اسکے عُشر عشیر اعتنا کو بھی کام مین نہ لاتے تھے۔ حالانکہ مذہباً دونون کو ایک قسم کی اہمیت
حاصل ہے۔

بہرحال عُمال کی ان بدسلوکیون سے تنگ ہونے پر مظلوم قبطیون کے لیے جلاوطن ہونے یا اسلام قبول
کرنے کے سوا دوسری راہ نہ تھی۔

ملوک جلاوطنی زیب گلو کرنے سے پہلے چونکہ پشتہا پشت کے علائق عالم اسباب کو خیرباد کہنا ہوتا ہے اس لیے
عالم انسانی کے بہت کم افراد اپنے مفر کی دوسری صورت رکھتے ہوے اس راہ پر آتے ہین۔ اسی وجہ سے قبطیات
مصر بھی اس پرآشوب زمانہ مین جلاوطنی پر تبدیل مذہب کو ترجیح دیتے ہوے جوق در جوق مذہب اسلام مین
داخل ہونے لگے اور اتنے قبطی مسلمان ہوگئے کہ جزیہ کی ایک بڑی مقدار گھٹ گئی۔ عُمال نے اس نکتہ کو سمجھکر
نومسلمون سے استثنا کا حکم قطعاً اُٹھالیا، اور اب اسکے بعد اُنکے لیے کوئی راہ فرار نہ تھی۔

ادھر حرمین یہ شور و واویلا برپا تھا اُدھر تخت گاہ خلافت کے طاق والیوان قال اللہ وقال الرسول
کی پرشوکت صداؤن سے گونج رہے تھے۔ اورنگ نشین عمر بن عبدالعزیز جلیل القدر مدبر تعلیمات نبوی کا

متبع کامل اور عمر بن خطاب رض کا مثل تھا۔

یہ صدا مین اسکے گوش سماعت تک پہنچین جس پر برہم ہو کے عامل مصر کے نام حکم لکھا،

"اما بعد فقد بلغنی کتابک وقد ولیتک خیلا وانا اعرف ضعفک وقد امرت رسولی بضربک علی راسک عشرین سوطا فضع الجزیۃ عمن اسلم قبلہ الله رایک فان الله بعث محمدا ھادیا ولم یبعثہ جابیا" الخ

(ترجمہ) تمھاری عرضداشت پہنچی تھا کہ عامل عرینات جانے کی عرض غایت انتظام تھی۔ مگر تمھاری بدنظمیان طشت از بام ہو رہین، اسلیے قاصد کو حکم ہے کہ تم پر بیس ضرب تازیانہ کی سزا کی فوری تعمیل کرے۔ آیندہ سے جزیہ کی رقم اسلام لانے والون سے قطعاً ساقط کی گئی جناب رسول اللہ صلعم کی بعثت غرض ہدایت تھی نہ برآے سختی، وغیرہ۔

اس عہد مین خلیفۂ وقت کے حزم کامل اور گوش برآواز رہنے سے امن رہا۔ مگر اس عہد معدلت کا زمانہ قلیل مدت سہ سالہ پلک مارتے گزر گیا۔ اور وہی پہلی سی بداعتدالیان پھر ہونے لگین، عہد بنی امیہ مین وصول خراج کی سختیان اور مار دھاڑ ایک طرف رہی، مصریون کی اس بڑی خصوصیت کو فنا کرکے انکی قومیت کو سخت ناقابل تلافی نقصان پہنچایا گیا کہ دفتر کی زبان جو اسوقت تک قبطی تھی بجاے اسکے عربی کردی گئی۔ دفاتر مین بجاے قبطیون کے عربون کو جگہین دی جانے لگین، سر دفتری (ہیڈ کلرکی) پر اہل حمص مین سے ایک شخص مقرر کیا گیا دستاویزین اور عرائض جو عربی کے سوا دوسری زبان مین ہون ناقابل قبول قرار دی گئین۔ ان تبدیلیون کا عملدرامد عبدالملک ابن مروان (۶۵ھ الی ۸۶ھ) کے عہد سے کچھ کچھ آغاز ہوکر تدریجاً جاری و شایع ہوگیا۔

اس تبدیلی سے خود بخود قبطیون کو عربی سیکھنے کی ترغیب ہوی تمدن و معاشرت کے دوسرے مظاہر مین بھی عربی جلوے نمایان ہونے لگے۔ بہرحال عربیت کی شان کو رسوخ اور قبول عام اور قبطیت کے اثرات کو زوال ہوتے ہوتے آج اسی مصر کی یہ حالت ہوگئی کہ کلیسا مین چند مذہبی رسوم اور عبادات کی ادائی کے وقت کے سوا قبطی زبان کی گویا انھین قسم ہوگئی اور زمانہ کی نیرنگی نے اس طور سے قبطی زبان اور تمدن کو مردہ تمدن و زبان کے شمار مین رکھ کے ازیادرفتہ بنادیا۔ ؎

دیروز حزین از وے و صلش دل و جان سوخت　　امروز ز محرومی دیدار خرابم

---

لہ سن ۱۰ھ سے ۹۹ھ تک یہ واقعہ ہے مگر اس سے اہل عرب پر الزام نسیان نہیں آتا۔ اسلیے کہ ہر فاتح قوم اپنی قومیت و زبان حتی کہ مذہب کے رسوخ کی ممالک مفتوحہ مین طبعاً خواہاں ہوتی ہے۔ اس دشمن زمانہ مین از شرق تا غرب اسکی صدہا نظیرین پیش نظر پاوگے ۱۲

مختصر یہ کہ بنی امیہ کے عہد مین عموماً اہل مصر خصوصاً قبطیون کو آزاد اور مطمئن زندگی بہت کم نصیب ہوی اکثر ہدف مظالم بنے رہے اگر کبھی ایک قسم کی آفات سے عہدہ برآ ہوے بھی تو دوسری بلیات گلوگیر تھین۔

زمانہ مین عروج وزوال دونون دوش بدوش ہین۔ یہی قانون قدرت زبردست سی زبردست سلطنت کے مُہرے ہٹا کر دوسری قوم کے مُہرون کو جماتا ہے۔ بادۂ حکومت کی سرمستیان جن دماغون مین صدہا برس سے جاگزین ہین۔ زوال آتے ہی اُنھین سست خواب سحر بنا کے سلا دیتا ہے۔ اسی نیرنگ قدرت نے بنی امیہ کے آفتاب حکومت کو گہن مین چھپا کر بنی العباس کے ستارۂ اقبال کو اوج فلک پر نمایان کیا۔ یہ انقلاب مصر مین اہل قبط کے لیے بھی مثل اور رعایا کے گو نہ بہتر ہوا۔ مگر تختگاہ خلافت سے اُنکی دوری اس دور مین بھی رنگ لاے بغیر نہ رہی اُنکی قسمتین علے الاطلاق نہ سہی اقتدارات حاصلہ تک ہر عمّال کے ہاتھ مین رہین۔ جو نرم آیا اُس نے نرمی کی اور جو گرم آیا اُس نے بیداد۔ البتہ خلیفہ مامون الرشید عباسی کے عہد مین نسبتاً اس لحاظ سے امن رہا کہ خلیفہ نے خود بنفس نفیس مصر کا دورہ کیا اور اس علوہمتی کے ساتھ کہ دادخواہون کی درخواستین دست بدست لین بالمواجہ ہر ایک کی فریادین سُنین اور اُنکے دلون کے زخم چارہ فرمائی کے مرہم کافوری سے مندمل کیے۔ خلیفہ فلک وقار کی تشریف بری پر بھی اُسکے اعتماد معدلت کی وجہ سے قبطیون کو جو شکایت کبھی پیدا ہوی۔ اُنھون نے پیشگاہ خلافت تک اُسے جا پہنچایا جس کی داد لے ہی کر آے۔

یہ دور بھی گزر گیا سرد و گرم ہوائین پھر شروع ہوئین۔ خلیفہ معتز بن متوکل کا عہد تھا اور ابن المدبر عامل مصر ابن المدبر کی سخت گیری کی یہانتک نوبت پہنچی کہ اُس نے قسیس اور رُہبان پر پھر جزیہ قائم کیا اور جزیہ کی وصولی بطریق کے سرڈالی کہ وہ فرداً فرداً وصول کرکے داخل کیا کرے۔ اسکے علاوہ اور بھی شدائد کیے۔ اس کا پانی جب سر سے اونچا ہوگیا۔ تو دو شخص قوم کے نمایندے بن کر دربار خلافت مین پہنچے اور اپنی تباہی کا افسانہ بادشاہ کو سُنایا۔ خلیفہ معتز نے اُنکی رفق و مدارات سے عزت افزائی فرمائی۔ اور ابن المدبر کے نام انسداد مظالم کی نسبت سخت احکام بھیجے۔ جنکی تعمیل کے بغیر ابن المدبر کو چارہ نہ تھا لیکن خلیفہ معتز کا عہد معدلت بھی جلد گزر گیا۔ اور پھر وہی روز بد قبطیین کو پیش آیا۔ ؎

پائی نہ تیغ ظلم سے ہم نے کہین پناہ
پہنچے حرم مین تو ہوے قربانیون مین ہم

"عالی" (ندوی)

# سارا جہان ہمارا

میدان کربلا مین تھا امتحان ہمارا
مردانگی مین کوئی ثانی کہان ہمارا

خشکی مین بھی چلائے ہم نے جہاز اپنے
پہلو مین تھا ہمارے بحر رواں ہمارا

فارس کی آگ مین ہو باغ خلیل پیدا
اللہ رے ابر تیغ معجز نشان ہمارا

دل مین مسیحیون کے ڈالی تھی جان ہم نے
خضر زلال حیوان تھا کاروان ہمارا

ابر حسام سے ہم تھے برق ریز پیہم
نیسان خامہ بھی تھا گوہر فشان ہمارا

ساری زمین مغرب مشرق بنی ہوی ہے
ہر ذرہ سے ہے اب تک سوج عیان ہمارا

فاتح نپولین سا کرتا تھا رشک ہم پر
گبن سا بھی مورخ ہے مدح خوان ہمارا

پھٹتا تھا تیرا سینہ دل مین تھا تیرے لرزہ
جب اے زمین جبل تھا آتش فشان ہمارا

جاگے دلون کے مردے سنکر ہمارے نعرے
صور نشور تھا یا شور اذان ہمارا

قرآن کا ایک شوشہ اب تک نہ مٹنے پایا
ہم کیا مٹین گے ہے وہ تعویذ جان ہمارا

صدق و صفا بیان مین سوز و اثر فغان مین
اے شمع کوئی کیونکر ہو ہم زبان ہمارا

اس پر بھی ہم ہین راضی اے مادہ پرستو
سارا جہان تمہارا اور جان جان ہمارا

سلطان ہند کا ہے دار الخلافت اجمیر
پھر کیون نہ ہم کہین گے ہندوستان ہمارا

بغداد کی خلافت جاتی رہی تو کیا غم
دربار کر رہا ہے محبوب جان ہمارا

ہم ایسے صلح جو تھے درگزرے اپنے حق سے
خلق حسن تھا حسن امن و امان ہمارا

پشت فرس پہ ہم مین ہنس ہنس کے بیٹھتے تھے
تھا نفس مطمئنہ روح روان ہمارا

چھوڑا نہ ساتھ اپنے آقا کا غار مین بھی
عیسے سے کرئی پوچھے صدق نہان ہمارا

مستون نے اسکے سارے عالم کو کر دیا پست
تھا آفتاب تابان ساقی جان ہمارا

تلوار پر تھا قبضہ حق پر تھا دل کا تکیہ
شاطر فقط جہان کیا تھا لامکان ہمارا

عبد الرحمن شاطر مدراسی

# سنہ ۱۹۱۲ء مین محمود نے کیا کہا تھا؟

(سلسلہ کے لیے نمبر ۳ باب سی سنہ ۱۹۱۳ء ملاحظہ ہو)

باب تیسرا

"نصیبن - آج کیا دن ہے؟"

"بی بی - آج منگل ہے"

"لوگ کہتے ہین کہ منگل کا دن بڑا منحوس ہوتا ہے"

"بی بی - سُنتے تو ہین کہ منگل کے دن سَو بلائین آسمان سے نازل ہوتی ہین"

زبیدہ - (سہم کر) سَو بلائین! خدا نہ کرے کہ کوئی میرے پیچھے پڑے - (دل مین) پڑے گی ضرور - آثار ایسے ہی نظر آتے ہین - کیونکہ آج اُنکی پارٹی کا دن ہے اور میرا وعدہ ....."

نصیبن - (بڑی محبت سے سر پر ہاتھ پھیر کر) "بٹّن بُرا نہ ماننا - مین نے تم کو گودون مین کھلایا ہے تمھارے دل مین کوئی بات ضرور ہے جو تم مجھ سے چھپاتی ہو - کیا نواب دولھا نے کوئی بات کہی ہے جو آج کئی دن سے ایسی چپ چپ ہو - اور کھانا بھی پیٹ بھر کر نہین کھایا جاتا - کبھی مین اپنے دل مین سوچتی ہون کہ ہائے اللہ میری بچی کو کیا ہوگیا جو اس طرح سوکھی چلی جاتی ہے - بیگم صاحب کو مین یہ حال لکھکر ضرور خبر کرون گی"

زبیدہ - (جلدی سے) "نہین نہین - ایسا ہرگز نہ کرنا - مین بہت اچھی ہون - لیکن ..... لیکن سچ بتاؤ کل تم سے چھدّو باہر کھڑا ہوا کیا کہہ رہا تھا؟"

نصیبن - (بہت سنجیدہ صورت بناکر) "کچھ نہین بی بی - وہ یون ہی خرافات بکتا ہے - اور ملّو کو چیان بھی سب سے کہتا پھرتا تھا دکان کے قریب آہستہ سے کہ دشمن دور پار - نواب دولھا ایک دن بیگم صاحبہ کو سر پاپا مُنہ کھلائے نکلے تھے - مین نے کہا لو جی اُنکے دشمن - اور کہنے والے کے مُنہ مین سانپ بچھو کا ٹین"

زبیدہ - (مسکرا کر اور ماما کے بازو ہلا کر) "ہان سچ تو ہے نصیبن - مین ایک دن سر بازار کھلے مُنہ نکلی تھی"

ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے نصیبن کے گولی ماردی - "اوئی میّا" کہکر اُسکی آنکھون کے ڈھیلے باہر نکل آئے اور زور سے اپنا سینہ کوٹ لیا ..... جب ہی کل مجھ سے ڈپٹی صاحب کی بی بی بلا کر

پوچھتی تھین کہ کہو یہ کیا ماجرا ہے۔ شہر کا بچہ بچہ تمھارے گھر کی دھنڈوری پیٹ رہا ہے کہ میان اپنی بی بی کو تخنیون کی طرح باہر لیے پھرتے ہین۔" بی بی! تم خود پڑھی لکھی ہو۔ سمجھ سکتی ہو۔ تمھارے گھرانے کا تو یہ حال ہے کہ سیدانیان اُنکے دامنون پر نماز پڑھتی ہین۔ بیگم صاحبہ کو پوچھو تو اُنکی لونڈی باندی کی آنکھ اگر کسی نامحرم سے چار ہوجاے تو اُسکے دیدے نکلوائے بغیر نہ چھوڑین۔ یا غضب خدا کا یہ اندھیر کہ آج کو اُنکی عزت دو کوڑی کی ہوگئی (گال پر ہاتھ مار کر) توبہ توبہ مین اپنی زبان سے کوئی بدکلمہ میان کے حق مین نہین نکالتی مگر یہ شریفون کا کام نہین ہے۔ بلایت (ولایت) سے یہی سیکھ کر آئے ہین (طیش مین آکر) جاکے اپنی بہنون اور سگے سوتون پر پہلے آزمائش کرین پھر آکر باتین بنائین (زبیدہ کو گلے لپٹا کر پیار کرتی ہے) جب ہی تو مین کہتی تھی کہ میری بچی کا منھ کیون ایسا اوتر گیا ہے۔ ارے گھلا گھلا کر مار ڈالے گا۔ مین ابھی جاکر چھوٹے میان سے یہ سب قصہ کہتی ہون۔" نصیبن اُٹھنے والی تھی کہ زبیدہ نے ہاتھ پکڑ کے بٹھالیا اور منت سے کہنے لگی۔ "نہین نہین خدا کے لیے تم بھائی جان سے نہین نہ کہنا۔ وہ کل رات ہی کو آے ہین۔ بڑے برانگیختہ ہونگے۔ اور اچھی اناتم جاکر باورچی سے کہو کہ ٹھیک آٹھ بجے دعوت کا کھانا تیار ہوجاے۔"

اتنے مین ایک تیز اور حاکمانہ آواز کمرہ کے اندر سے آئی۔ "بیگم ادھر آؤ۔ چاے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔"

زبیدہ نے چونک کر اپنے پائنچے سمیٹے اور دوپٹہ کو سنبھالتی ہوی جلدی سے کھانے کے کمرے کی طرف چلی گئی یہان ایک چھوٹی سی میز پر صاف چادر بچھی ہوی تھی اور چاے کا چاندی کا سامان رکھا ہوا تھا۔ ایک آرام کرسی پر محمود بیٹھا ہوا اخبار کا مطالعہ کر رہا تھا۔ بی بی کو آتے دیکھکر اُٹھ کھڑا ہوا اور کرسی سامنے کردی۔ زبیدہ نے سلیقہ کے ساتھ کیک ٹوسٹ اور چاے کی پیالی بھر کر سامنے کردی۔ تھوڑی دیر بعد محمود نے اُسکی طرف نظر اُٹھا کے دیکھا اور ملامتانہ لہجہ مین کہنے لگا۔ "بیگم تم ماما سے اتنی دیر تک کھڑی ہوی کیا باتین کر رہی تھین؟"

زبیدہ۔ (نظر نیچی کرکے ڈرتے ہوے) کچھ نہین۔ مین اُسکو دعوت کا انتظام بتا رہی تھی۔"

محمود۔ "خیر اگر یہ تھا تو مجھے شکایت نہین۔ مگر یاد رکھو کہ نوکرون چاکرون سے بے تکلف نہ باتین کرنا تہذیب کے خلاف ہے۔ کیونکہ اُنکی صحبت کا اثر خیالات پر خراب پڑتا ہے۔ مین نے اسی لحاظ سے تمھاری کسی ماں بہن یا ممانی وغیرہ کو پاس نہین رکھا کہ اُنکے دقیانوسی خیالات کا اثر مین تمھارے دل سے قطعاً مٹا دینا چاہتا ہون (گفتگو کا رخ بدل کر) ہان یہ تو بتاؤ یہ تمھارے بھائی صاحب آج صبح یہان کیسے آموجود ہوے۔ مجھکو اطلاع دیے بغیر اور بلا سبب اُنکا یہان آنا کیا معنے رکھتا ہے۔ کیا تم نے انکو کچھ لکھا تھا؟"

زبیدہ ۔ "نہیں سچ کہتی ہون کہ مین نے اُنکو ایک حرف نہین لکھا۔ بلکہ آج ہفتہ دو ہفتہ ہے دلی میرا کوئی خط نہین گیا۔ شاید اسی وجہ سے امان جانی نے پریشان ہوکر بھیا کو یہان بھیجدیا ہوگا۔"

محمود۔ (تذبذب کے لہجہ مین) "اور یہ بھی تمھین معلوم ہے کہ یہ حضرت اس وقت کہان تشریف لیگئے ہین؟"

زبیدہ ۔ "جی ہان۔ مجھ سے کہتے تھے کہ ڈپٹی صاحب سے ملاقات ہے۔ اُنکا آدمی بلانے آیا تھا۔ شاید وہین گئے ہونگے۔"

محمود۔ (غصہ سے کھڑا ہوگیا) "ڈپٹی واجد حسین نہایت بدسلیقہ آدمیون مین ہین۔ مجھے معلوم ہے کہ انکے دل مین میرے متعلق کیا خیالات ہین۔ تمھارے بھائی کو ہرگز اُنکے یہان نہ جانا چاہیے تھا۔ مگر خیر کچھ پروا نہین۔ مین اپنے افعال کا ذمہ دار ہون نہ کہ دوسرے اگر ایک نہین ہزار ڈپٹی رسولانا اور مرزا وغیرہ میرے سدراہ ہون تو کیا کرسکتے ہین۔ (مسکراکر) زبیدہ تم سے مین نے اُس دن کا واقعہ تو بیان ہی کیا تھا۔ ایک لمبا سا خریطہ لکھکر میرے پاس آیا اور پھر مولوی صاحب اور اُنکے ساتھی کیسے بے سروپا بھاگ گئے۔ افسوس کہ تم موجود نہ تھین ورنہ بڑا تماشا دیکھتین۔"

زبیدہ ۔ "مگر یہ لوگ ہمارے خاندان سے تعلقات رکھتے ہین۔ انکو ناحق آپ نے دشمن بنایا۔ کہین ابا جان سے شکایت نہ کرین۔"

محمود۔ (جوش کے ساتھ) "مجھے انکی دشمنی کی کچھ پروا نہین۔ جتنا جی مین آئے مالیان بجائین۔ میری نظر مین یہ اُنکی ننگ خیالی اور کم ظرفی ہے۔ یاد رکھو جس اصلاح کے لیے ہم دونون نے کمر ہمت چست کی ہے اسکے مخالف اگر پرانی تعلیم کے لوگ ہون تو کچھ ہرج نہین۔ ہمارے مخاطب وہ نوجوان اور سمجھدار لوگ ہین جنھون نے جدید تعلیم و تربیت پائی ہے اور انھین کو مین اپنے دائرہ مین شامل کرنے کی کوشش کررہا ہون۔ نہ کہ ان بوسیدہ دماغ اور متعصب لوگون کو جن سے آجکل مجھے سابقہ پڑا ہے ..... ہان۔ مین تم سے اس وقت نہایت سنجیدگی کے ساتھ کچھ کہنا چاہتا ہون۔ غور سے سنو۔ اور میری ہدایات پر آنکھ بند کرکے عمل کرو۔ آج کی رات بہت بڑی آزمایش کی ہے۔ میرے دو پرانے اور رفیق دوست یہان آئین گے۔ مسعود اور محفوظ۔ میرے پرانے ساتھی ہین۔ علیگڈھ مین ساتھ پڑھتے تھے اور ولایت مین بھی ہم تینون ایک ساتھ شیر و شکر ہوکر مدت تک رہے ہین۔ مجھ سے اور مسعود سے وہان ایک دن ہندوستان کے پردہ کے متعلق بہت بڑی بحث ہوئی تھی۔ اُنکا یہ قول تھا کہ ہم مین سے کوئی اپنے اصولون پر پرانے خاندانی اثرات اور رسوم کی وجہ سے عمل نہین کرسکتا۔ مین نے کہا تھا کہ مین اسکو کرکے دکھاؤن گا۔ اس پر اُنھون نے کہا کہ یہ ناممکن ہے۔ میرے اصرار پر اُنھون نے ہاتھ پر

ہاتھ مار کر کہا کہ واہ اگر تم نے یہ کر دکھایا اور اپنی شادی ہونے پر بی بی کو اس قابل بنا دیا کہ وہ غیر مردوں کی صحبت مین بلا تکلف بات چیت کر سکین اور دلچسپی بھی ظاہر کرین اور اپنے کو بے وقوف بھی نہ بنائین تو دوسرے ہی دن مین اپنی بی بی، دونون بہنون، ممانی اور خالہ جان کا پردہ توڑ کر باہر نکالون گا خواہ میرا خاندان کتنا ہی بدنام کیون نہ ہو۔ مگر شرط یہ ہے کہ بی بی ممالک متحدہ کی ہو اور سال بھر سے زیادہ شادی کو نہ گزرا ہو۔ مین نے اس شرط کو فوراً قبول کر لیا اور آج ....."

اس پر زبیدہ بے ساختہ ہنس کر بولی "اور فرض کرو کہ تم ہار گئے؟"

محمود۔ "مین ہرگز نہین ہارون گا۔ یہ محال ہے۔ دس مہینہ سے مین تم کو مان باپ سے علیحدہ کر کے کیا یون ہی دن رات پکڑ دیتا رہتا ہون مجھے تم پر پورا بھروسا ہے۔"

زبیدہ۔ (چلبلے پن سے) "مگر آخر پھر بھی۔ مین سُننا چاہتی ہون کہ اگر تم ہار گئے تو کیا ہوگا؟"

محمود۔ (ہنس کر) "مسعود نہایت شریر اور ظریف آدمی ہین۔ اُنھون نے ایک ہیودہ جرمانہ میرے لیے مقرر کیا ہے۔"

زبیدہ۔ (متعجب ہو کر) "وہ کیا ہے آخر؟ مجھے ضرور بتائیے۔"

محمود۔ (اپنی گھڑی جیب سے نکال کر) "اس سونے کی گھڑی کو دیکھتی ہو۔ اسمین جو ہرات جڑے ہین اور نہایت بیش قیمت ہے۔ یہ میرے والد مرحوم کی نشانی ہے اس لیے مین اسکو جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا ہون۔ مسعود کو حق حاصل ہوگا کہ یہ گھڑی مجھ سے لے کر اسے فروخت کر ڈالے اور جو قیمت ملے اُس کے نصف روپیہ سے ایک پمفلٹ شایع کر کے عوام کے سامنے میرا کچا چٹھا کھولے اور نصف سے ایک ایسا کلب قائم کرے جس کا منشا یہ ہو کہ اُن لوگون کو راہ راست پر لایا جاے جو پردہ توڑنے کے حامی ہین۔"

زبیدہ بیساختہ اس پر ہنس پڑی اور شرارت کی نظرون سے اپنے شوہر کی طرف دیکھنے لگی۔ محمود نے اپنی چاے کا ایک گھونٹ پی کر سلسلۂ تقریر کو پھر اس طرح شروع کیا "خیر یہ تو مذاق تھا۔ مسعود کا لڑکپن تھا مگر واقعی امر یہ ہے کہ مجھے بہت خوشی ہوگی اگر آج تم نے کوئی بات بے قاعدہ نہ کی اور مین اپنی شرط جیت گیا کیونکہ اس صورت مین مسعود کو مین مجبور کرون گا کہ وہ اپنے خاندان سے پردہ اُٹھا دے اور اُسکی مدد سے مجھے اس اصلاح کے کام مین بڑی مدد ملے گی۔ ہم دونون ہندوستان مین تہلکہ ڈال دین گے۔"

زبیدہ۔ (بھولے پن سے) "مگر گھر مین تو کوئی بُرا نہ کہے گا؟ مین سچ کہتی ہون کہ غیر مرد کے سامنے مجھے

جاتے بڑا ڈر لگتا ہے۔ ابھی اُس دن کی بات تازہ ہے کچھ بھول تو گئی نہیں۔ مجھے راتوں کو ڈراونی صورتیں نظر آتی ہیں۔ اُف۔ اچھا آج نہیں کسی اور دن اپنے دوستوں کی دعوت کرنا۔"

محمود۔ (خشمگین ہوکر) "پھر تم نے اپنی واہیات ضد نکالی۔ میں دعوت کو کیسے ٹال سکتا ہوں۔ دو دن سے زیادہ یہ لوگ رہیں گے نہیں کیونکہ شکار کھیلنے آئے ہیں اور خیموں میں رہتے ہیں۔ ہاں اسپر مجھے یاد آیا کہ کل ہم سب ایک عمدہ سی "پکنک پارٹی" کریں گے۔ مسعود نے مجھے اور تم کو دعوت دی ہے اور تازہ تازہ ہرن کے گوشت کے کباب کھلانے کا وعدہ کیا ہے۔"

زبیدہ۔ (بے ساختہ اور ایک ناز کی ادا سے) "اوئی۔ میں تو وہاں نہ جاؤں گی۔ شیر بھیڑیوں کے جنگل میں اگر اُن کو دعوت کرنا ہے تو ہمارے گھر پر کھانا بھیجدیں۔"

محمود۔ (پیار کے لہجہ میں اُسکے سر پر ہاتھ رکھکر اور پیشانی کا بوسہ لے کر) "بیگم تم میں ابھی تک بڑا لڑکپن ہے۔ میں اپنے دفتر جاتا ہوں۔ چند خطوط لکھتا ہوں۔ مگر دیکھو پیاری تم آج میری بات رکھنا۔ دل کو مضبوط کرلینا ڈرنا نہیں۔ جیسی تم انسان ہو ویسے ہی وہ لوگ ہیں۔ آنکھ نیچی کرکے باتیں نہ کرنا۔ بلند لہجہ سے بات کا جواب دینا۔ میری پیاری۔ مجھے تم سے اگر اس قدر محبت نہ ہوتی (بوسہ لے کر) تو میں تم کو اپنا ہم خیال بنانے کی ہرگز کوشش نہ کرتا۔ اور نہ یہ چاہتا کہ آزادی۔ اچھی تربیت اور عمدہ عادات اور معاشرت کے اعلےٰ طریقے تم کو حاصل ہوجائیں۔ مجھے تم پر پورا بھروسا ہے اور وہ دن میری آنکھوں کے سامنے ہے جبکہ ہندوستان کی تمام عورتیں میری پیاری بی بی پر فخر کریں گی اور تمھاری عمدہ معاشرت اور "پبلک اسپرٹ" کی ہر طرف سے تعریف و توصیف ہوگی اور تمھارا شوہر ان باتوں پر خوشی سے پھولا نہ سمائے گا۔"

افسوس ہے کہ ہمارا پُرجوش ریفارمر اپنی اس تقریر کا اثر دیکھے بغیر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ ورنہ اُس حسین زیرک اور ذکی الحس لڑکی کے چہرہ پر اُن چند لحظوں میں جو تغیرات ہوئے تھے اُن سے اُسکو بڑا سبق حاصل ہوتا۔ اور اتنے بڑے انقلاب کو وہ ایسے کمزور ہاتھوں کے سپرد کرتے ہوئے پس و پیش کرتا۔ تھوڑی دیر کے لیے اُسکی شرمگیں آنکھیں نیچے بچھے ہوئے قالین کے پھول بوٹوں کو دیکھتی رہیں۔ چائے کا پیالہ ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر گیا اور کرسی کی جھالر سے اُسکی نازک انگلیاں دیر تک بے پروائی کے انداز سے کھیلتی رہیں۔ پھر اُس نے نظر اُٹھا کر اُس طرف دیکھا جہاں محمود چلا گیا تھا تو اُسکے چہرہ پر جوش محبت و وفاداری کی ایسی رنگینی اور تمتماہٹ پیدا ہوگئی کہ گویا پاک سے پاک روحانی جذبات نے اُسکو اپنی روشنی سے

یکایک منور کر دیا۔ لیکن آنکھیں بتا رہی تھیں۔ ابروؤں کے بل اور چٹونوں کے انداز پتہ دے رہے تھے کہ اُسکے دل میں مختلف اور متضاد جذبات باہم ایک بڑی جنگ کر رہے ہیں اور شاید۔ ایک لحظہ کے لیے۔ ایک ذرا سے لحظہ کے لیے۔ جوشِ الفت نے طبیعت ثانیہ پر فتح پاکر اسکے کمزور دل کو اس بات کے تسلیم کرنے پر آمادہ کر لیا کہ جو کچھ اُس کا شوہر کہہ گیا ہے وہ سب ٹھیک اور درست ہے اور وہ خود بڑی ناسمجھ اور ضدی ہے اور اُس نے تہیہ کر لیا کہ اب اپنے پُرانے خیالات اور توہمات کو بالائے طاق رکھکر وہ ایک نیا جسم اختیار کرے گی۔ مگر پیارے ناظرین ٹھہرو۔ دیکھو ایک تیز رو اور تند رفتار موج اُسکے بعد ہی آتی ہے اور سیلاب کی طرح ان سب خیالات کو بہالے جاتی ہے۔ زبیدہ کو اپنی ماں کی غمگین صورت یاد آگئی۔ باپ کا پُرخشم چہرہ سامنے نظر آنے لگا اور بہن بھائیوں کی رنج و لفریب سے بھری ہوئی نگاہیں اُسکی طرف گھورنے لگیں۔ سولہ سترہ برس کی تعلیم و تربیت نے جن خیالات کو طبیعت ثانیہ بنا دیا تھا وہ سب کے سب یکایک اُبھر آئے اور طوفان بپا کرنے لگے۔ کم عمری کی ناسمجھی نے خوف سے دل کو بھر دیا۔ اور عزت و ناموسی کی تصویر خیالی خواہ وہ فطری ہو یا مصنوعی مگر جو بد و شعور سے ہمیشہ اُسکے سامنے رہی اور اُسکی سب باتوں پر تسلط کیے ہوئے تھی اس وقت بُری طرح زبیدہ کو نفرین و ملامت کر رہی تھی۔ ان خیالات کے مجموعی اثر نے اُسکے چہرہ کی سرخی کو زردی سے بدل دیا۔ آنکھیں یوسانہ انداز سے سامنے کی طرف تکنے لگیں۔ نوک مژہ پر موتی کی طرح ڈبڈبائے ہوئے آنسو جھلک دکھانے لگے۔ اور اُس نے بگڑی ہوئی طبیعت کو سنبھالنے کے لیے کئی مرتبہ اپنے گرم رخساروں اور خشک ہونٹوں پر بیچینی کے ساتھ ہاتھ پھیرا۔ پھر دل کو تھام کر وہ کرسی سے ٹیک لگا کے ہانپنے لگی اور ایک آہ جگر سوز بھر کر بھرائی ہوئی آواز اور دردناک لہجہ میں یہ الفاظ اُسکی زبان سے ادا ہوئے "یا اللہ! میں کیا کروں کہ میاں مجھ سے ناراض نہ ہوں!" مگر اس سے اضطراب میں کوئی کمی اور دل کو ذرا بھی تسلی نہ ہوئی اور وہ جلدی سے اُٹھکر کھڑی ہو گئی اور بے سوچے سمجھے محمود کے کمرہ کی طرف بڑھی کہ اتنے میں سامنے کا دروازہ کھلا اور اُسکا بھائی احمد مرزا اندر داخل ہوا۔ زبیدہ سہم گئی اور بے ساختہ پکار اُٹھی "ہیں۔ بھیا تم کہاں۔ میں سچ کہتی ہوں کہ تم نے تو مجھے ڈرا دیا۔ یوں بھی کوئی آتا ہے"

احمد مرزا۔ (ہنس کر) خوب۔ یہ بھی ایک ہی ہوئی۔ میں بھی کوئی ہوا ہوں (قریب آکر اور اُسکے چہرہ کو غور سے دیکھکر) یہ تمھارے چہرہ پر آنسو کیسے؟ بھائی جان نے کچھ کہا ہے۔ خدا کی قسم میں ابھی جاکر اُنکی خبر لیتا ہوں۔

زبیدہ (جلدی سے اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑکر) نہیں نہیں۔ انھوں نے کچھ نہیں کہا۔ تمھیں قسم ہے بھیا ابھی وہاں

نہ جانا"

احمد مرزا۔" آخر کیون۔ (ہاتھ چھڑا کر سنجیدہ اور غضب آلود نگاہون سے محمود کے کمرہ کی طرف دیکھکر) مجھے اُن سے تخلیہ مین کچھ باتین کرنا ہین اور بہت ضروری باتین ہین۔ مین نے ابھی ڈپٹی صاحب کی زبانی ....." اسپر زبیدہ نے بیتاب ہوکر اس کی اچکن کا دامن پکڑ لیا اور جلدی جلدی ٹوٹے ہوے لفظون مین کہنے لگی" نہین۔ نہین۔ بھیا یہ سب جھوٹ ہے۔ مین قسم کھا کر کہتی ہون (ایک ناقابل بیان ہراس اسکے دل پر چھا جاتا ہے) ٹھہرو ٹھہرو کہان جاتے ہو (وحشت سے) مین سچ کہتی ہون۔ میرا قصور.... نہین نہین اچھا تمھاری گھڑی مین کیا بجا ہے؟" اس بے ساختہ سوال پر احمد مرزا کسی قدر مسکرا دیا بہن کی طرف حیرت سے دیکھکر اُس نے گھڑی جیب سے نکالی اور کہا چھ بجنے مین دس منٹ ہین"

زبیدہ۔" تو دو گھنٹے اور رہ گئے"

احمد مرزا۔" کس بات کے؟"

زبیدہ۔" دعوت کے"

احمد مرزا۔" دعوت کیسی؟"

زبیدہ۔ (التجا کرکے)" میرے بھیا۔ تم میرا ہی خون پیو جو اس دعوت مین آج شریک ہو۔ خدا کے لیے کہین چلے جاؤ۔ مولوی صاحب نے تم کو بلا بھیجا تھا۔ وہین اس وقت چلے جاؤ۔ میرے اچھے بھیا۔ اس طرح مجھے گھور کر نہ دیکھو۔ خفا نہو"

احمد مرزا۔ (چین بجبین ہوکر)" آخر کیون۔ مین تو یہین رہون گا۔ یہ تم مجھسے پہیلیان کیون بجھواتی ہو۔ کیا مین جانتا نہین۔ ذرا مین جاکر ان حضرت کے منھ سے بھی تو اقرار کرا لون۔ پھر تم سے بھی مجھے دو ایک باتین کرنا ہین"

یہ آخری جملہ کچھ ایسے لہجہ سے کہا گیا تھا کہ زبیدہ نے سمجھا اُسکی چوری پکڑی گئی اور بھائی کو تمام واقعات معلوم ہوگئے۔ اور جب احمد مرزا غصہ سے دامن چھڑا کر مسٹر محمود کے کمرہ کی طرف بڑھا تو وہ بیچاری ہانپتی کانپتی ایک کونچ پر اپنا سر پکڑ کے بیٹھ گئی اور بے اختیار ہوکر کہہ اُٹھی" الٰہی! میری مدد کیجیو رے مولا مشکل کشا۔ اے پنجتن پاک۔ آج میری آبرو تمھارے ہاتھ ہے"

"ناظر"

# نوائے ذہین

بیم جفائے دہر سے جاکر کہان رہے
ہین آفتین جہان کی انسان جہان رہے

شمشیر ہو نیام مین جبتک - امان رہے
قابو مین چاہیے کہ ہمیشہ زبان رہے

جب تحفۂ اقرب اس نے کہا مل گیا پتہ
کیون دل کے ہوتے اُسکا مکان لامکان ہے

دل اور عرش دونون اُسی کے مکان ہین
مرضی ہے اُسکی چاہے یہان یا وہان رہے

بیکس نواز تیرے سوا اور کون ہے
اللہ! بس ہے تو ہی اگر مہربان رہے

راضی رہے جو تیری رضا پر وہ قلب دے
خواہش نہ سود کی ہو نہ رنج زیان رہے

توفیق وہ عطا ہو کہ کوئی نہ کام ہو
ہر وقت تیرا نام ہی ورد زبان رہے

دورنگیِ جہان مین رہا ایک سا نہ حال
غمگین رہے کبھی تو کبھی شادمان رہے

غمخوار یہ قدیم ہے کیونکر نکال دین
دل مین خوشی جو آئے تو ماتم کہان رہے

افسردگی سے کس کو یہان سیر کی ہوس
گلزار مین بہار رہے یا خزان رہے

کھولی زبان تو خون ہی مینا کا بہ گیا
اچھے رہے جو بزم مین پنبہ دہان رہے

افسوس ہے کہ جائے نہ آئے کبھی شباب
کچھ دن بہار باغ مین کچھ دن خزان رہے

اسکندر اب نہ جم ہے نہ آئینہ ہے نہ جام
نامی رہے جہان مین نہ اُنکے نشان رہے

پھر میزبان کی نظرون مین اُسکا نہین وقار
خاطر پہ بار ہو کے اگر میہمان رہے

زخم سنان سے زخم لسان ہی بڑھا ہوا
قابو مین وقت غیظ بشر کی زبان رہے

منزل پہ ساتھ والے تو کب کے پہنچ چکے
ہم ایسے سو گئے کہ پس کارروان رہے

اب گوش دل سے کون سُنے ذکر رفتگان
"دنیا مین اگلے لوگ ذہین اب کہان رہے"

سید غلام مصطفیٰ ذہین

# شاعری اور تقلید

اردو شاعری فارسی کے قدم بقدم چلنے والی اور اُسکا مدار تقلید پر ہے۔ وہی عاشق وہی معشوق وہی گل وبلبل وہی شمع و پروانہ وہی ساقی وہی پیمانہ۔ بحور و اوزان بھی وہی۔ اصناف سخن بھی وہی۔ سعدی۔ حافظ۔ خسرو۔ جامی کی طرح اُردو مین بھی میر۔ درد۔ مومن۔ غالب دلّی کا نام روشن کرنیوالے اور آتش لکھنؤ کے چراغ ہین۔ متاخرین مین امیر و داغ پر دور ختم ہوگیا آجکل کی اکثر غزلسرائی ان دونون کے دائرۂ تقلید سے باہر نہین ہے۔

زمانے کی رفتار۔ مغربی تعلیم کے اثر نئی روشنی کے دور مین قومی اخلاقی نیچرل شاعری جدت و تقلید دونون پہلو لیئے ہوے ہے تقلید کا مادہ انسان کی فطرت مین داخل ہے جیسی تعلیم جیسی صحبت کا اثر اُسکے دل و دماغ پر پڑتا ہے شاعری بھی ویسا ہی قالب بدلتی رہتی ہے۔ ہر زمانے کی تقلید سے اُسکی نت نئی شان جلوہ گر ہوتی رہتی ہے۔

دلّی کا رنگ میر اور غالب کا انداز خصوصاً فطری جذبات کی تاثیر سے خالی نہ تھا اسلیے ان دونون کی تقلید روز افزون ترقی پر ہے۔ شعر کی تعریف یہ ہے کہ سُننے والے کے دل پر مستقل اثر چھوڑ جاے۔ ایسے اشعار اُسی دل سے نکل سکتے ہین جو میر کے سینے مین تھا یا اُسی دماغ سے پیدا ہو سکتے ہین جو غالب کے سر مین تھا۔ اسکا یہ مطلب نہین کہ سب کچھ انھین دونون کے لیے پہلے ہی تھا اور قیامت تک رہے گا جسکے دل و دماغ مین کم و بیش ایسا مادہ موجود ہے اور بس کو فطرت نے اس قابل پیدا کیا ہے وہ کچھ نہ کچھ سوز و دلکش جذبات کے حصے لے سکتا ہے۔

میر و غالب کے خصوصیات کلام سے اتنا پتا چل سکتا ہے کہ کامیابی تقلید مین پوری کامیابی مشکل سے ہو سکتی ہے۔ الفاظ۔ ترکیبین مجازی قالب مین آجائین مگر پیکر الفاظ مین معنی کی روح پھونک دینے والی شاعری اصلی و حقیقی شان کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے کسی تصویر مین سارے خط و خال بلا فرق سر مو کھینچ آئین مگر ایک شاعر کہہ گیا ہے۔

گر ہمہ بر صورت آن جان جان ذرہ کشید ۔۔۔ جیرتے دارم کہ نازش را چسان خواہد کشید

اثر مین ڈوبے ہوے جذبات تاثیر سے بھرے ہوے خیالات جو کسی شاعر کے فطری مایۂ میر ہوتے ہین صرف مشق یا زور طبع سے نہین حاصل ہوتے۔ یہ دولت کسبی نہین وہبی ہوتی ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست  تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حسن سخن کے لیے ممتاز شعرا کے قدم بقدم چلنا اچھا ہے، صرف تقلید کے نکات سمجھنے والا اور زبان سلیس رکھنے والا مقلد چاہیے۔ کوئی باکمال زمانے کے اثر یا کسی سبب سے سخیف یا متبذل شعر کہہ جائے تو اسکی تقلید مستقل نادیدہ ہے قلب انسانی کا خاصہ ہے جس قسم کے اثر سے متاثر ہوتا ہے وہی خود دوسروں پر اپنے کلام سے پہنچانے میں کامیاب ہوتا ہے جس طرح اگلوں کے جذبات سے متاثر ہو کر میر و غالب کے موثر کلام نے قبولیت پائی ہے اب بھی دل و دماغ رکھنے والے اس سلسلے کو جاری رکھ سکتے ہیں۔

یہ بحث کہ ممثل اساتذۂ سخن کے مقبول و دلکش کلام میں خصوصیات ممتازہ ہیں، ذوق این مے نہ شناسی نجد یا چشمی کے مطابق محض خامہ فرسائی سے سمجھ نا مشکل ہے ہر اجمال کو تفصیل کی ضرورت ہوتی ہے اسلیے مشتے نمونہ از خروارے ملاحظہ ہوں۔

میر

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے  عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

صبح گزری شام ہونے آئی میر  تو نہ بیتا اور بہت دن کم رہا

سادگی کے سوا اس قسم کے اشعار میں کچھ نہیں معلوم ہوتا مگر سہل ممتنع ہونے اور ضرب المثل بن جانے کی خصوصیت کیا کم ہے

اشک آنکھوں میں کب نہیں آتا  لہو آتا ہے جب نہیں آتا

گریۂ اشک و خون کے مضامین بہت شعرا لکھ گئے ہیں اور لکھتے جاتے ہیں۔ مگر یہ مضمون کہ اشک کب آتا ہے اور لہو کب آتا ہے اس صفائی و بے تکلفی کے ساتھ شاید ہی کسی نے ادا ہوا ہو۔

پاس ناموس عشق تھا ورنہ  کتنے آنسو پلک تک آئے تھے

ضبط گریہ کا کتنا اچھا سبب پاس ناموس عشق ہے پھر تصویر کیسی پاکیزہ دکھائی گئی ہے آنسو پلکوں تک آنے سے پھر بھی باز نہ آئے۔ کتنے کے لفظ نے بھی خاص بلاغت پیدا کی ہے۔ یہ انداز انھیں کا حصہ ہے۔

مجھے کام رونے سے اکثر ہے ہمدم  تو کب تک مرے منھ کو دھوتا رہے گا

اکثر کے ساتھ کب تک قابل غور ہے پھر غمخواری کی تکلیف کا خیال اپنے رونے دھونے سے زیادہ ہے کیا کہنا!

میں وہ رونے والا جہان سے چلا ہوں  جسے ابر ہر سال رونا رہے گا

ایسی بیکسی و حسرت کا رونا جس پر ابر کو بھی روئے بغیر چین نہ آئے اور پھر ہر سال استمراری تمید لگا دی ہے۔

ہنستا ہی مین پھرون جو مرا کچھ ہو اختیار پر کیا کرون مین دیدۂ بے اختیار کو

بے اختیاری کا رونا کس پہلو سے کیسے لطیف کنائے کے ساتھ بندھا ہے جس کی تعریف نہین ہو سکتی۔

دل اسقدر شکستہ ہوا تھا کہ رات میر آئی جو بات لب پہ وہ فریاد ہو گئی

شکستگی دل کا اثر اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتا ہے کہ جو بات لب پر آئی فریاد ہو گئی، بیساختگی دیکھیے۔

اُسکے ایفاے عہد تک نہ جیے عمر نے ہم سے بیوفائی کی

معشوق نے ایفاے عہد مین اتنی دیر کی جس کی شکایت نہین اپنی ہی عمر کی بیوفائی کا افسوس ہے۔ ان خیالات کا کیا کہنا!

بیہوشی سی آتی ہے تجھے اُسکی گلی مین گر ہو سکے اے میر تو اُس راہ نہ جا تو

اور خوبیون سے قطع نظر کر ہو سکے قابل غور ہے بے اختیاری کا پہلو بیان بھی فہمائش مین منظر ہے، سبحان اللہ!

بیکلی بے خودی کچھ آج نہین ایک مدت سے وہ مزاج نہین

اس وہ کی تعریف نہین ہو سکتی ذرا سا اشارا کہان سے کہان پہنچتا ہے؟

گیا شاید اُس شمع رو کا خیال کہ اب میر کے مُنھ پہ کچھ نور ہے

محاورے کی رعایت معنوی کا خیال رکھا گیا ہے شمع رو کی رعایت لفظی صرف لفظون مین دکھائی گئی ہے۔ مُنھ پہ نور یعنے رونق و آب و تاب اُسی وقت تک رہتی ہے جبتک کسی شمع رو کی یاد مین کوئی گھُل نہ گیا ہو۔

اب تو جاتا ہی ہے کعبے سے تو بتخانے کو جلد پھر آئیو اے میر خدا کو سونپا

سبحان اللہ کعبے سے بتخانے کو جاتے وقت دعا بھی کیا خوب دی گئی ہے اُس پر جلد پھر آئیو کا لطف علاوہ ہے۔

ہماری زبان سے ہے صیاد خوش ہمین اب امید رہائی نہین

سب شعر لکھتے ہین کہ صیاد ظالم خفا ہو گیا اب قفس سے رہائی مشکل ہے خفگی مین دوہری قیدین لگائیگا مگر یہان یہ خصوصیت جدت کے ساتھ قابل غور ہے کہ ایسے طائر خوشنوا کو صیاد کیونکر بند قفس سے رہا کر سکتا ہے جس سے دلبستگی ہو گئی ہو اور جس کی پیاری بولیون سے اُسکا دل بہلتا ہو۔

ہم ہین مجروح ماجرا یہ ہے وہ نمک چھڑک کے مزا یہ ہے آگ تھی ابتداے عشق مین ہم اب ہوے خاک انتہا یہ ہے

نمک برجراحت کے معمولی مضمون نے چھوٹے چھوٹے مصرعون مین بندش کی خوبی و طرز بیان کی خوش اسلوبی سے مزا دیا ہے ابتدا و انتہاے عشق کی کچھ اس طرح بتا دی گئی ہے کہ آگ اور خاک کے دو عنصر پیدا ہو گئے ہین سبحان اللہ

اس شعر کا کیا جواب ہو سکتا ہے جس پر بیساختہ یہ مصرع یاد آتا ہے ؎ شعر کیا شاعری کا جوہر ہے۔

شکر اُسکی جفا کا ہو نہ سکا اپنے دل سے ہمیں گلا ہے یہ

گلہ بھی ہو تو ایسا ہو کہ جس سے بڑھکے شکریہ بھی نہیں ہو سکتا جو مضمون ہے اپنی نوعیت میں امتیازی شان رکھتا ہے

کس کو مرے حال سے تھی آگہی نالۂ شب سب کو خبر کر گیا

اخفائے راز کے ساتھ عشق کا اظہار نالۂ شب سے کیا گیا ہے جس کے لطف کو عاشق مزاج ہی سمجھ سکتا ہے ذرا ذرا سے مصرعوں میں کیا کیا جذبات قلبیہ کی تصویریں کھنچ جاتی ہیں۔

دیں عمر خضر موسم پیری میں تو نے مرنا ہی اس سے خوب ہے عہد شباب میں

بات صرف اتنی ہے کہ بڑھاپے کی زندگی سے جوانی کی موت اچھی مگر کتنی بلیغ کر کے شعر کے پیرائے میں لائی گئی ہے۔

میر صاحب کو دیکھیے جو بنے اب بہت گھر سے کم نکلتے ہیں

ضعف پیری شکستہ حالی وغیرہ خدا جانے کتنے آخر عمر کے حسرتناک منظر در پردہ ایک مقطعے میں دکھائے گئے ہیں اس بہت اور کم کو دیکھیے پھر زبان کا خاص انداز "دیکھیے جو بنے" کچھ اور ہی حسرت انگیز ہے۔

میر صاحب زمانہ نازک ہے دونوں ہاتھوں سے تھامیے دستار

اُس زمانہ سے بڑھ کے نازک اور کون سا زمانہ ہو سکتا ہے جب سر کی پگڑی سنبھالتے آدمی کو نہ بنے دونوں ہاتھوں سے تھامیے دستار" خاص انداز ہے جس پر بیساختگی بیساختہ قربان ہوا چاہتی ہے۔

زیست اک ماندگی کا وقفہ ہے یعنی آگے چلیں گے دم لے کر

زندگی کی مدت اس سے بہتر شاید ہی کسی نے بتائی ہو۔ ماندگی کا وقفہ کہنے کے بعد آگے چلنے کا لطف کچھ چھپے اور پھر "دم لے کر" میں جو خوبی ہے اپنا جواب نہیں رکھتی۔ یہی شعر ہے جو لاجواب شاعری کے ثبوت کو تنہا کافی ہے۔

کل پاؤں ایک کاسۂ سر پر جو آ گیا یک مرد ستخوان شکستہ سے چور تھا
کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر میں بھی کبھی کسی کا سر پُرغرور تھا

قطعہ کا ہے کو عبرت کا کارنامہ ہے جسم فانی کی فنا کا حسرت خیز سبق ہے، بے خبر کہکے ہشیار کرنا گویا غافلوں کے لیے تنبیہ کا تازیانہ ہے، پُرغرور کی صفت مغرور کو ٹھوکر سے جگانے کے لیے پوری سرزنش ہے۔ سننے والا سوا اسکے کہ اُف اُف کہکر قالب خاکی کی بے ثباتی پر افسوس کرنے لگے اور کیا راہ دے سکتا ہے۔

چلا نہ پھر اُسی کوچے کو چھپکے چھپکے میر ابھی میں اُسکی گلی سے پکارلایا ہوں

بار بار معشوق کی گلی میں جانا پھر چپکے چپکے جانے پر بھی تقاضائے صبر کا رہ جانا اور یہ نہ ماننا کتنے خیالات دو مصرعوں میں ادا کیے گئے ہیں اشتیاق کوے جانان کی اس سے بہتر تصویر کیا کھینچ سکتی ہے۔ ایک شعر جذبات عشق کا دفتر ہے پکار اٹھنے کے بعد چپکے چپکے جانے کو غور کیجیے۔ زبان کی صفائی انداز بیان کی برجستگی کو دیکھیے خدا جانے کیا کیا کہہ جاتے تھے کہنے والا ہی سمجھ سکتا ہے کہ ایسے شعر کس طرح کہے جاتے ہیں۔

میر کے ہمعصر مرزا سودا قصیدہ گوئی میں اپنا مثل نہیں رکھتے تھے اور زمانے کی بدمذاقی نے ہجو گوئی کا تمغا بھی گلے لگا دیا تھا غزل سرائی میں اپنے ممتاز ہمعصر سے جداگانہ انداز رکھتے تھے یہاں وضاحت کے ساتھ دونوں کے فرق مراتب کا اظہار نہیں ہو سکتا اسلیے حضرت استاذی آسیر مینائی کے مقطع پر اکتفا کرنا مناسب ہے۔

سودا و میر دونوں تھے کامل مگر آسیر ۔۔۔ ہے فرق واہ واہ میں اور آہ آہ میں

میر کے تتبع یا تقلید کا فخر کتنے شعرا کو حاصل ہوا اسکی تفصیل بھی طوالت کی محتاج ہے حسن اعتقاد تو سبھی رکھتے تھے۔

غالب پیارا [illegible] آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں

متاخرین میں قبلہ امیر نے فصاحت آبھی میر کے اتباع کا اعتبار حاصل ہوا ہے پسندیدہ اشعار جو محفوظ حافظہ میں لکھے جاتے ہیں اس وقت کوئی دیوان موجود نہیں اور اشعار پر کسی قسم کی رائے دینے کی جرأت نہیں کرتا اس لیے کہ شاگردی کی نسبت طرفداری کا داغ لگنے سے ڈراتی ہے:۔

(امیر مینائی)

پوچھی امیر سے کل میں نے دل کی حالت ۔۔۔ سینے پہ ہاتھ رکھکر بے اختیار رویا

عادت تو آہ اپنی ہے فریاد و فغاں کی ۔۔۔ پر شیوۂ تسلیم و رضا اور ہی کچھ ہے

کہتے ہو کہ ہم نہیں ہیں عاشق ۔۔۔ صورت تو امیر اپنی دیکھو

[illegible] ۔۔۔ چپ ہو رہے غریب سے ہے بات بات کو

اوروں پہ [illegible] تک کب تک ۔۔۔ تم بھی تو کچھ آپ کو سنبھالو

[illegible] ۔۔۔ کیا ناز و تمکنت سے ہیں

کیوں کر نہ تیغ یار کو ہم آب کہیں ۔۔۔ آنسو مرے منہ کو دھو رہے ہیں

زانو پہ آسیر سر کو رکھے ۔۔۔ یہ دن گزری کہ رو رہے ہیں

وہ نیرنگ پرداز ہے عمر انسان — دکھاتی ہے یہ تین شکلین بدل کر
جہان سے مجھے لائی تھی میری عمر — وہین سر دکھلا کے پہنچا گئی
لاش پر عبرت یہ کہتی ہے امیر — آئے تھے دنیا مین اس دن کے لیے
پڑا ہے دست اجل لاکھ بار مجھپہ مگر — نکل گیا ہون تڑپ کر وہ بیقرار ہون مین
فرقت مین کیون نہ تھا کسی کروٹ مجھے قرار — کیا دونون پہلو دون مین دل ناصبور تھا
وصال مین بھی تو مٹتا نہین ہے شوق وصال — بغل مین تو ہے مگر پھر ہے جستجو تیری
مشرب عشق مین کیسی ہین یہ اُلٹی باتین — دل کے جانے کو کہا کرتے ہین آنا دل کا
گزر سرم مین نہین ہے تو دیر کر چلیے — امیر کام کہین بند ہے خدائی کا
امیر جاتے ہو بت خانے کی زیارت کو — پڑے گا راہ مین کعبہ سلام کر لینا
رات دن زیر زمین لوگ چلے جاتے ہین — نہین معلوم تہ خاک تماشا کیا ہے
اپنے مرنے کا تو کچھ غم نہین اسکا غم ہے — اے عزیزو ملک الموت نے گھر دیکھ لیا
آئے تھے دنیا مین رہنے کو امیر — سیر کر لی اور اپنے گھر چلے

(باقی آیندہ)

## شفق عماد پوری

اے دوست تا بناظم از کلفت جدائی — جانم رسید بر لب وقت است باز آئی
دل دادۂ بغیرے - با غیر آشنائی — خون کردۂ دل ما تو خوب دلربائی
افسانۂ دل ما از دیگران مگوئی — با غیر ہمنشینی - با غیر ہم نوائی
اے شوخ عشق چشمت دانی مین چہ کرد — دل در دو آشنا شد جان نذر کج ادائی
مدہوش جام عشقم از خود خبر ندارم — بر پا جہان تو کردی خوش خود نما خدائی
دل نقد خوب بودہ کردم نثار رویت — لیکن ز تو نہ دیدم جز جور و بے وفائی
حال دلم کہ خون شد از دیگران چہ گویم — بر من ببیب من زد صد تیر کج ادائی
از گردنم جدا کن این حلقۂ غلامی — حُریّت جفا کش! کے آئی تو کجائی
اے رحمت دو عالم بر من بکن نگاہے — مقبول دو جہانی محبوب کبریائی
اے عندلیب از گل حالم چرا نہ گوئی — من ہیچ و مستمندم تو مرغ خوش نوائی

# بہار جوش (تنقید)

عالی جناب راجہ مہیشور پرشاد جوش رئیس اعظم مظفر پور کا دیوان بہار جوش حضرت حفیظ جونپوری کی سعی سے حکیم رحیم صاحب کے مطبع مین چھپ کر شایع ہوگیا ہے۔ اور بغرض ریویو ہمارے دفتر مین بھی آیا ہے کھائی چھپائی اور کاغذ نہایت عمدہ ہے۔

ایک مستند شاعر کی نگرانی مین جو کلام طبع ہوا سے عمدہ اور صحیح ہونا چاہیے لیکن افسوس ہے کہ یہ قیاس دیوان بہار جوش پر صادق نہین آتا۔ کلام مین جا بجا نحو اور زبان کی غلطیان موجود ہین۔ ہمارا خیال ہے کہ اب اردو مین صحیح تالیفات و تصنیفات بکثرت شایع ہونے کی ضرورت ہے نہ ایسی تصنیفین جن سے غلط اردو پھیلے اور عام طبایع پر برا اثر پڑے۔

دیوان اس حمدیہ شعر سے شروع ہوتا ہے ؎ منور ترے جلوے سے ہر اک کو اے صنم پایا ۔ خلاصہ یہ تجھی کو رونق دیر و حرم پایا۔ یہ مطلع ضرور قابل تعریف ہے مگر اب اسی غزل کا دوسرا شعر ملاحظہ ہو ؎ ہمین دیر و حرم کی جستجو سے کیا غرض ہم تو ۔ وہان سجدہ کیا جس جا ترا نقش قدم پایا۔ مصرعہ اولی مین "ہم نے تو" کی جگہ پر صرف "ہم تو" کسی طرح صحیح نہین۔ یہان حرف فاعل یعنی "نے" کا لانا ضروری ہے۔ ؎

حسینون کا اک مشغلہ کھیل ہے یہ ۔ اسے آزمانا اسے آزمانا

مشغلہ یا کھیل دونون مین سے ایک لفظ حشو اور برائے بیت ہے۔ ایک دوسری غزل کا مطلع ملاحظہ فرمائیے ؎

جوش پر ہے کیا شباب آیا ہوا ۔ ہائے رے سینہ یہ گدرایا ہوا

حضرت جوش کو شاید یہ خبر نہین کہ زمانے کا مذاق بدلتا رہتا ہے۔ اس مہذب دور مین کہ نئی روشنی نے دنیا کو جگمگا دیا ہے ایسے گندہ مذاق کی داد نہین مل سکتی۔ ہمارے خیال مین یہ شعر اور اس قسم کے تمام شعر ہا علل نکال ڈالنے کے قابل تھے۔

اور ملاحظہ فرمائیے ؎ "کھا کے تیر ناز محفل سے اٹھا تو یہ کہا ۔ دیکھیے دل مین جو ارمان لے چلا" شعر سے یہ بات ظاہر نہین ہوتی کہ تیر ناز کھا کر محفل سے کون اٹھا اور کس نے کہا کہ دیکھیے دل مین ... الخ

اس زمین مین یہ شعر قابل تعریف ہے ؎

رہگئے داغون کو دل کے دیکھکر حسرت سے ہم ۔ باغ کے پھولون سے جب وہ بھر کے دامان لیجا

اور سنیے ؎ تڑپنے مین کیا تیلیون کا لحاظ ۔ قفس بھی نشیمن ہے صیاد کا

شعر کا مطلب یہ ہوا کہ نشیمن مین تیلیون کا لحاظ چاہیے نہ قفس مین حالانکہ یہ بالکل خلاف واقع اور غلط ہے نشیمن مین تیلیان ہوتی ہی نہین۔ اور فرماتے ہین ؎ ہم جو کچھ اور تپے کی کہین ۔ عرق آجاے گا شرمائیے گا" "کہین" کی جگہ مصرعہ اولی مین "کہدین گے" چاہیے اسلیے کہ ردیف "گا" موجود ہے۔ اب اس غزل کا مقطع دیکھیے ؎

جوش سے چشم وفا کی امید ۔ دیکھیے دیکھیے پھپتائیے گا

"چشم وفا کی امید" چہ معنی دارد! چشم کے معنی خود ہی امید کے ہین۔ لہذا لفظ امید حشو اور مصرعہ مہمل ہے "صرف چشم وفا" یا

امید وفا چاہیے۔ ایک بڑا عیب یہ ہے کہ شاعر عاشق ہو خود اپنے کو بیوفا ظاہر کرتا ہے حالانکہ بیوفائی معشوق کی صفت ہونی چاہیے۔ ؎ تم نے کی دو بات جس سے ہو گیا دیوانہ وہ ۔ تم نے تاکا جسکو وہ بندہ تمھارا ہو گیا +

"تم نے کی دو بات" بالکل غلط اور خلاف محاورہ ہے۔ جب مفعول مؤنث اور ایک سے زیادہ ہو تو فعل اور مفعول دونوں کا جمع لانا لازمی ہے لہذا "تم نے کین دو باتین" چاہیے ؎

جب سُنا ہم نے کسی سے دل گیا ۔ آنکھ بھر آئی کلیجا ہل گیا

جمع کی جگہ واحد کا استعمال ٹھیک نہین۔ آنکھین بھر آئین کہنا چاہیے۔ یہ ممکن نہین کہ صرف ایک ہی آنکھ بھر آوے ؎

آہ سے پھوٹے جگر کے آبلے ۔ ٹھیس کھا کر زخم دل کا چھل گیا

آبلے کو زخم کہنا اور پھوٹنے کو چھلنا کسی طرح صحیح نہین ہے ؎

تم لاکھ قسم کھاؤ پہ باور نہین آتا ۔ وعدہ کبھی ایسون سے وفا ہو نہین سکتا

لیکن کے معنے مین "پر" کی جگہ "پہ" عرصہ سے متروک ہو چکا ہے۔ اب اسے صحیح و فصیح نہین کہہ سکتے ؎

پریشان روح کرتی ہین صدائین شور ماتم کی ۔ قیامت ڈھا رہی ہے ہر ادا اُس زلف پرخم کی

اول تو پہلے مصرعہ کو دوسرے سے کوئی لگاؤ ہی نہین۔ زلف برہم کی اداؤن سے شور ماتم کی صدائین پیدا ہونا اور پھر روح کو پریشان کرنا نئی بات ہے جو دیوان جوش کے سوا دوسری جگہ نہین مل سکتی۔ دوسرے یہ کہ "روح کو پریشان کرتی ہین" کی جگہ پر "روح پریشان کرتی ہین" کسی صورت سے جائز نہین ہو سکتا۔ اور اگر یہ کہا جاے کہ "پریشان روح" ترکیب مقلوب کے ساتھ فاعل صفتی ہے "آوارہ مزاج" کی طرح تب بھی مصرعہ فصاحت سے دور رہے۔ اور سنیے ؎

جو دیکھا پی کے تو کیفیت ہے اور ہی کچھ ۔ غلط یہ لوگ کہتے ہین دوا ہے دافع غم کی

"دافع غم" کی دوا ہونا یہ عیب بے معنی بات ہے۔ کیا دافع غم بھی کسی بیماری کا نام ہے۔ حرف اضافت "کی" جو اس زمین مین ردیف واقع ہوا ہے موجود ہے تو پھر دافع کی اضافت غم کی جانب کیسی؟ اور اگر بلا اضافت پڑھا جاے تو مصرعہ موزون نہین ہوتا۔ اور بحالت موجودہ سرے سے مصرعہ ہی مہمل ہے۔

ناظرین پر واضح رہے کہ ہم اپنی کم فرصتی کی وجہ سے پورا دیوان مطالعہ نہ کر سکے۔ صرف دو چار غزلین ردیف الف مین اور دو چار ردیف یا رہی مین دیکھ سکے لہذا بمصداق "قیاس کن زگلستان من بہار مرا" انھین چند غزلون سے سارے دیوان کی نوعیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ناحق شناسی ہوگی اگر اس موقع پر یہ بھی نہ کہدیا جاے کہ بہار جوش مین صرف خیوب ہی نہین بلکہ بیشتر اشعار دلچسپ اور قابل داد بھی موجود ہین۔ تمثیلاً یہ چند شعر ملاحظہ ہون ؎

ہم اسیرون کو بہار باغ سے مطلب ہی کیا ۔ کیون قفس صیاد اب سوے گلستان لے چلا

کہیں بھی تم رہو لیکن مری نظرون مین پھرتے ہو ۔ یہ چشم شوق وہ ہے جس سے پردا ہو نہین سکتا

تسکین سے جگر کی تڑپ اور بڑھ گئی — سچ ہے کوئی علاج نہیں اضطراب کا
قفس میں تڑپتے کٹی فصل گل — اب آگے کہوں تجھ سے صیاد کیا
مدارات دشمن سے فرصت کہاں — کروگے ہمیں بھول کر یاد کیا
کیا غضب ہے پوچھنا یہ اُس تغافل کیش کا — ہائے یہ کیا حال دو دن میں تمہارا ہوگیا
حال دل اُن کو فسانہ ہوگیا — نیند آنے کا بہانا ہوگیا
دل ہلانا لوں سے میرے اُس ستم ایجاد کیا — بھر گیا تاثیر سے دامن مری فریاد کا
جہاں اُنکے پاؤں کی آہٹ ملی — خوشی سے کلیجہ اوچھلنے لگا

مختصر یہ کہ کلام جوش باوجود دلچسپ و مزہ دار ہونے کے مزید اصلاح کا محتاج ہے۔ امید ہے کہ حضرت مصنف ہماری اس جائز نکتہ چینی سے کوئی بُرا اثر نہ لیں گے۔

قیمت کتاب پروریج نہیں۔ حضرت مصنف ممدوح یا جناب حفیظ جونپوری سے مل سکتی ہے۔

محمد حسین محوی

# غزلیات

روح تڑپے گی دو یہ کہکے جو گریبان ہونگے — مرنے والے ترے دل میں بہت ارمان ہونگے
مٹکے ہم عشق میں تعذیر پہ نازان ہونگے — خاک یوں ہونگے کہ خاک درجانان ہونگے
سب تو بیچین ہیں محفل میں تری شوخی سے — جو تڑپتے نہیں دو چار وہ بے جان ہونگے
ہوکے آزاد بھی آزاد نہ ہون گے صیاد — قید سے چھوٹکے ہم بندۂ احسان ہونگے
حال بربادی اغیار کا میں کیون کہتا — کیا خبر تھی مجھے اتنا وہ پریشان ہونگے
خون دل غم سے بچا کچھ تو دکھائے گا بہار — غنچہ گل کی طرح سرخ وہ پیکان ہونگے
شمع پروانے کو روتی ہے تو وہ کہتے ہین — کوئی مرجائے مگر ہم تو نہ گریان ہونگے
پی کے میخانے سے نکلے ہین نہ چھیڑو رندو! — منھ چھپائے ہین کوئی مرد مسلمان ہونگے
وہ جو روٹھے ہین شب وصل تو آہین کرون — اور بگڑین گے اگر بال پریشان ہونگے
اشک خون بہ کے جنون خوب دکھائیگا بہار — سرخ مثل رگ گل تار گریبان ہونگے
ہم کو آشفتگی دل کا علاج آتا ہے — جان دیدینگے زیادہ جو پریشان ہونگے
اے جنون زخم مزا دینگے جو روئین گے ہم — ذرۂ ریگ بیابان نمک افشان ہونگے

سیر دیکھین گے ہمارے دل کے جلانے والے
پھول اُنکو شررِ نالۂ سوزان ہونگے

قطرۂ خونِ عناد کبھی چھپنے کے نہین
رنگ ہین بنکے رخِ گل سے نمایان ہونگے

عوضِ نامۂ اعمال جنون حشر کے دن
تنکے کچھ ہاتھ مین کچھ تارِ رگ جان ہونگے

کیا قیامت ہے وہ کہتے ہین مرے دفن کے بعد
ہم نئی قبر پہ شوخی سے خرامان ہونگے

باغ جنت مین فضا لطف سخن آئے گا
ساتھ ہم حضرت مومن کے غزلخوان ہونگے

شیخ محمد عالیجاہ فضا لکھنوی

بت نا آشنا تجھ سے محبت کرکے پچتائے
عبادت کی بہت لیکن عبادت کرکے پچتائے

نہ اُنکے کام کا دل ہے نہ وہ ہین دل کے مطلب کے
یہ غارت ہو کے پچتایا وہ غارت کرکے پچتائے

سوا مُنھ چوم لینے کے نہین کچھ بھی جواب اسکا
وہ ہنس کر پوچھتے ہین کیون محبت کرکے پچتائے

بلائے جان ہوی ہیدا تیرے وصل کی حسرت
اسی حسرت نے مارا ہم یہ حسرت کرکے پچتائے

ستم یاد آئے اپنے رو دیے دل بھی تڑپ اُٹھا
مزار کشتگان کی وہ زیارت کرکے پچتائے

وہ فرماتے ہین شاکی ستم ہو با وفا ہوکر
دل بے صبر ہم اُن سے شکایت کرکے پچتائے

تبسم لب پہ ہے وہ شرم سے گردن جھکائے ہین
ہم اُنکے سامنے اظہار حسرت کرکے پچتائے

بُرا تھا یا بھلا تھا جی تو فرقت مین بہلتا تھا
دل مضطر کو ہم پہلو سے رخصت کرکے پچتائے

ستم کرنے کی عادت ہے جفاؤن کا وہ خوگر ہے
جگر ایسا نہو تجھپر عنایت کرکے پچتائے

محمد افتخار علی جگر صدیقی

ہمدم گلے پہ خنجر قاتل کو دیکھنا
پھر میرے جان نثاری کے حاصل کو دیکھنا

مجنون جمالِ دوست کو بس دل مین دیکھنا
ہرگز نظر اُٹھا کے نہ محمل کو دیکھنا

بسمل بنی ہوی ہین تمنائین سیکڑون
مقتل کا دیکھنا ہے مرے دل کو دیکھنا

جانا جو اُس گلی مین کبھی اے صبا ذرا
ذرون مین میرے خاک شدہ دل کو دیکھنا

سُنتے ہین بن گئے ہین تماشائی آئینے
اک دن ہمین بھی ہے تری محفل کو دیکھنا

کعبہ مین بھی یہ کافرِ الفت ہے نالہ کش
ناقوس بن گیا ہے مرے دل کو دیکھنا

کچھ غم نہین اگر ستلاطم ہے بحرِ عشق
مشرب مین میرے کفر ہے ساحل کو دیکھنا

لپٹا لیا ہے غنچہ کو سینہ سے باغ مین
خود رفتگی عاشق بے دل کو دیکھنا

آخر محیط عشق کا کچھ اور چھور ہے
اے ناخدا ذرا تو ہی ساحل کو دیکھنا

صوبہ بہار کی ایک بستی سے ایک ادبی رسالہ لسان العصر کے نام سے شایع ہونا شروع ہوا ہے۔ جسکے ایڈیٹر سید وحی بلگرامی ہین۔ ہمارا جی نہین چاہتا کہ اس رسالہ کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کرین تاکہ سلیے کہ حقیقت و واقعیت کے بیان سے ہم جھجکتے ہین بلکہ اس خیال سے کہ جس سرزمین مین یہ درشت لگایا گیا ہے اُسکو رفتار ترقی کے لحاظ سے اپنے ہم پایہ صوبون کے مقابلہ مین وہ منزلت حاصل نہین ہوسکی حیثیت و مرتبہ کے مناسب حال ہو اور اسلیے جو کوششین اور جد و جہد وہان کے باشندے کرتے ہین اُن مین اُنکی حوصلہ افزائی اور اعانت کرنا ہم اپنا فرض جانتے ہین۔ ایسی صورت مین اندیشہ ہے کہ ہماری صاف بیانی سے صاحب رسالہ بدل اور پست ہمت نہون۔ تاہم چونکہ غلط راہ چلنے مین اکثر و بیشتر نقصان ہی کا خطرہ ہے اور نفع و فلاح شاذ و نادر ہی ممکن ہے اسلیے ہم یہ مشورہ دینے کی جرات کرتے ہین کہ مسٹر وحی لسان العصر نکالنے کے بجاے اگر پہلے کچھ روز کسی اخبار یا رسالے کے دفتر مین کام کرلیتے تو اُنکو اس قسم کے کام کا کافی تجربہ ہوجاتا۔

اگر رسالہ کے یہی معنی ہین کہ چند مضامین و غزلیات کو بغیر کسی ترتیب و نظم کے ایک مجموعہ کی صورت مین چھاپ دیا جائے اور اگر ایڈیٹر بننے کے لیے صرف اسی قدر اہلیت درکار ہے کہ انسان کسی مضمون پر چند سطرین لکھ سکے یا چند ابیات موزون کرسکے تو بلاشبہ لسان العصر ایک رسالہ اور مسٹر وحی اُسکے ایڈیٹر کہے جانے کے مستحق ہین لیکن ہم سمجھتے ہین اور تمام ارباب ذوق سلیم جانتے ہین کہ رسالہ کی تدوین و تیاری مین ایڈیٹر کی ذمہ داریان اس سے بہت زیادہ اور بہت بلند ہین۔

لسان العصر کے سرورق مین سب سے ممتاز موقع پر "ادب اُردو کا ایک بہترین رسالہ" لکھا ہوا ہے لیکن پہلے ہی صفحہ مین "حسن اُردو کا حجاب اُٹھانے" کے لیے جب نگاہ بڑھتی ہے تو علم غیبی "یہ گرانمایہ نعمت کرامت" کرتا ہے۔

ہان اے قلم روان ہو کہ تو برق طور ہے — ہے طبع وجد مین مجھے لکھنا ضرور ہے
جدول ہے کہکشان کا بین السطور ہے — قرزن ہے استخوان کا کہ اعضا رحور ہے

شہ دتمام خلق مین اپنے سخن کا ہے
کاغذ کا یہ ورق ہے کہ تختہ چمن کا ہے

اور بے اختیار یہ کہنے کو جی چاہتا ہے کہ جناب بلگرامی ترا شعر گفتن چہ ضرور؟

افسوس ہے کہ ہمارے ملک مین اسقدر بدمذاقی پھیلی ہوی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی نافہمی و کم بینی سے ذرا سی دوڑ دھوپ اور محنت کے بعد چند اوراق کا ایک مجموعہ پریشان شائع کرکے بزعم خود ایڈیٹر بن کر بیٹھ جاتا ہے تو لوگ بدمذاق اور بے تمیز لوگ تعریفون کے وہ پل باندھتے ہین کہ اُسکے رہے سہے ہوش بھی گم ہوجاتے ہین اور پھر وہ ایک لمحہ کے لیے بھی یہ ماننے کے لیے تیار نہین ہوتا کہ جو راہ اُس نے اختیار کی ہے وہ غلط اور سراپا غلط ہے۔

ہم مسٹر وحی بلگرامی سے اس تلخ گفتاری کے لیے خفا خواہ ہون اور امید کرتے ہین کہ وہ اپنے اوپر حسن ظن کی خدمت کرنے کا اُنھین شوق ہے اُسپر اور زیادہ سنجیدگی قوم پر رحم فرماکر اس کام سے دست بردار ہوجائینگے اور اگر روپیہ کا کوئی دوسرا مصرف نہین ہے تو پھر کوئی تنخواہ دار ایڈیٹر نوکر رکھکر اس کام لین یا کسی غریب اُستاد کی خدمت مین نذرانے غائبانہ کرین اور اس روپیہ کو اُسکی خدمت مین بطور نذر پیش کردین۔

# کتاب مفت مندرجہ

ہر انسان اپنی زندگی کو تندرستی اور آرام کے ساتھ گزارنا چاہتا ہے اگر تندرستی حاصل نہین تو ایسی زندگی کو بے سود جان کر اس سے مرجانا بہتر سمجھتا ہے پس اگر تندرستی کے کامل بھید ون سے آپ واقف و ہمیشہ تندرست طاقتور نوجوان بنے رہنا چاہتے ہون تو ہماری کتاب

## کام شاستر

ہم سے بلا قیمت مفت منگوا کر مطالعہ کیجیے۔ جو انگریزی۔ اردو۔ گجراتی۔ برہمی۔ کنریز۔ تامل۔ مرہٹی۔ تیلوگو۔ بنگالی مختلف زبانون مین چھپی ہوی موجود ہے اسکا محصول بھی ہم ہی ادا کرینگے پتہ ذیل مین درج ہے۔

## غیبی امداد آتنگ نگرہ گولیان

مریض آیندہ دیدہ و دانستہ موت کے منہ مین جانے کا ارادہ ہرگز نہ کرے اسکے مقصد مین کامیابی بخشنے والی ہماری آتنگ نگرہ گولیان غیبی امداد اسکے حق مین ہین یہ گولیان ہر قسم کی کمزوری اور مادۂ تولید کی خرابیون کو دور کر کے انکی زندگی کو آرام سے گزارنے والی ہین ایک مرتبہ امتحاناً منگوا کر استعمال کرنے سے خود بخود اسکی صداقت کا تجربہ ہو سکتا ہے نباتانی اجزاسے مرکب ہین فوراً اثر دکھلاتی ہین قیمت ۳۲ گولیون کی ڈبیہ ایک روپیہ عہ،

## خارجی علاج طلاء واجی کرن

جملہ نقصانات ظاہری جو بے اعتدالیون سے پیدا ہو جاتے ہین انکو دور کرنے مین اس طلاء سے بڑھکر دوسری دوا آپ کو ملنا مشکل ہے فی شیشی نصف تولہ پانچ روپیہ دہ کمیشن ہر نی شیشی پر ایک روپیہ عہ، دیا جاے گا

## ۲۳ تصاویر رنگین بزرگان اہل ہنود کا البم

اسکے درشن سے آپ بیحد خوش ہونگے بلکہ آپ کے دوست احباب بھی اسکے دیکھنے کی آپ سے تمنا کرینگے قیمت محصول معاف۔ وی پی خرچ ایک آنہ زائد۔

## ویدشاستری منی شنکر گووندجی جام نگر کاٹھیاوار

# مولانا ابوالکلام ایڈیٹر الہلال کلکتہ:

کی لکھی ہوی اُردو زبان میں سرمد شہید کی پہلی سوانح عمری جسکی نسبت سیدی خواجہ حسن نظامی صاحب کی رائے ہے کہ باعتبار ظاہر اس سے اعلیٰ اور شاندار الفاظ آجکل کوئی نہیں جمع کرسکتا اور باعتبار معانی یہ سرمد کی زندگی و موت کی بحث ہی نہیں معلوم ہوتی بلکہ تمام درویشی پر ایک مستانہ اور البیلا خطبہ نظر آتا ہے۔ قیمت ۳ر

## آئینہ انقلاب

کے جاننے کا شوق ہو تو حکیم جاماسپ کی نایاب کتاب جاماسپ نامہ کا ترجمہ منگا کر دیکھیے جو ملا محمد الواحدی صاحب ایڈیٹر نظام المشائخ دہلی نے نہایت فصیح اور سلیس اُردو میں کیا ہے۔ پانچہزار برس پہلے آئین حساب جفر و نجوم تاریخ کی بابت جسقدر پیشین گوئیاں لکھی گئی تھیں مثلاً بعثت آنحضرت صلعم معرکہ کربلا۔ خاندان تیموریہ کا عروج و زوال وغیرہ وغیرہ وہ سب ہو بہو پوری اُتری ہیں۔ قیمت ۳ر

## فیضان سنوسی

از سیدی خواجہ حسن نظامی صاحب جسمیں حضرت الشیخ کے وظائف و اعمال شاہ نعمت اللہ ولی کے مکمل قصیدے روی اور چینی مسلمانوں کے انقلابی حالات۔ مولانا شاہ محمد حسن راحب امروہی کی مدتوں پہلے دی ہوی عجیب و غریب خبریں حیدرآباد کے ایک پوشیدہ نسخے کے حصے درج ہیں قیمت ۰۶ر

## اسلام کی برکتیں

مصنفہ مولوی ظفر علی خان صاحب بی۔اے ایڈیٹر زمیندار۔ جوش و خروش کا سیلاب۔ دل کی آگ کے شعلے۔ آپ نہ منگائیں تو عمر بھر افسوس کریں قیمت ۳ر

## شکوہ و فریاد

اللہ اور اللہ کے رسول سے راز و نیاز کی باتیں (۱) ڈاکٹر اقبال اور (۲) مولانا سیماب اکبرآبادی کا پُرجذب کلام قیمت ۳ر

## بزم فرید

شیخ المشائخ بابا فریدالدین گنجشکر کے ملفوظات مرتبہ سلطان الاولیا خواجہ محبوب الٰہی رح کا ترجمہ اور ملا محمد الواحدی صاحب سے اور آنکھوں پر رکھنے کے لائق چیز۔ قیمت ۹ر

## درد دل

لوی سرفراز حسین صاحب عزمی (سیاح جاپان) کا وہ رسالہ جس کا شہرہ انگریزی ترجموں کے ذریعہ یورپ و امریکہ پہنچ چکا ہے قیمت ۰۲ر

ملنے کا پتہ

منیجر رسالہ نظام المشائخ و درویش پریس دہلی

# تسخیر فرانس

## پرولوگ (تمہید)

(کورس[1] آتا ہے)

کاش میرے شعلہ پیکر شاہین تخیل کے شہپر پرواز مین اتنی قوتِ رسا ہوتی کہ آسمان جدت و معانی سے مضامین تازہ و تر کے روشن اور تابندہ تارے توڑ لاتا اے کاش کوئی رفیع الشان سلطنت ہماری تماشا گاہ کا کام دیتی جسمین شہزادگانِ والا دودمان تو ایکٹر، اور تاجورانِ جلیل القدر اس بلند و دل نشین سین کے اسپیکٹیٹر ہوتے! پھر دیکھتے کہ ہمارا ہنرمند ہیری اُس شیر بیشۂ شجاعت ہنری انگلستان و فاتح فرانس کا اس خوبی سے پارٹ ادا کرتا، کہ بعینہٖ بہرام فلک کی صورت آنکھون مین پھرنے لگتی! افلاس اور قتل و غارت کے تیز و تند تازی زنجیر اطاعت مین بندھے ساتھ ساتھ ہوتے، کہ اشارہ پاتے ہی دشمن پر ٹوٹ پڑین۔ مگر اے ناظرین باتمکین، ہمارے پر خطا اور کند و نارساذہن کوتاہ کو معاف فرمائیے گا، جس نے آپ صاحبون کے سامنے اس محدود و مختصر سے ناکافی مقام مین اسقدر مہتم بالشان مہم کا مرقع کھینچنے کی جسارت کی۔ کیا اقلیم فرانس کے وہ فراخ و وسیع میدان اس پالی مین، اس دڑبے مین سما سکتے ہین؟ اور کیا اس اونی گنبد چوبی مین اُن بہادران آہن پوش کی معرکہ آرائی کا مہیب منظر دکھایا جا سکتا ہے، جنھون نے ایجن کورٹ کے میدان جنگ مین اپنے

---

[1] ملکۂ الیزبتھ کے زمانہ مین معمول تھا کہ تماشا شروع ہونے سے پہلے صبح پر ایک شخص آتا تھا اور ناظرین کو تماشے کے معاملے سے اجمالاً آگاہ کر دیا کرتا تھا، اُسے کورس کہتے تھے۔

شیرانہ حملون سے افواجِ فرانس ہی کو منتشر و پراگندہ نہین کیا، بلکہ افواج ہوا کو بھی تہ و بالا کر کے چھوڑا۔ معزز ناظرین دیکھیو، ایک حقیر اور لاشے صفر کسی عدد پر زیادہ ہوجانے سے اُسکی قدر و قیمت کس قدر بڑھا دیتا ہے۔ اسی طرح ہم بیچارے بھی اپنے معمولی بیان سے آپ صاحبون کی قوت متخیلہ کو متحرک کر کے آپ کے دلون مین اُس سرمایۂ ناز و افتخار مہم کی یاد تازہ کرنے مین مدد دینگے۔ تھوڑی سی دیر کے لیے فرض کر لیجیے کہ اس تنگ چار دیواری مین دو عظیم الشان سلطنتین یعنی قلمرو فرانس اور کشور انگلستان واقع ہین جنکے مقابل کے سواحل کو جو بہت بلند اور قریب قریب بالکل یکگیر متصل ہین، ایک تنگ اور خروش آبنائے جدا کرتا ہے۔ ہماری کوتاہیون اور فروگزاشتون کی اپنے نکتہ رس اور دور بین خیالات سے اس طرح تلافی کیجیے کہ سٹیج کا ایک ایکٹر آپ کی نظر مین گویا ہزار ہنر آزماؤن کا ایک دستہ ہے، جو عرصۂ کارزار مین ہمت و جوان مردی کے جوہر دکھا رہا ہے۔ اور نیز جب ہم گھوڑون کا ذکر کرین، تو سمجھ لو کہ وہ سچ مچ ہماری آنکھون کے سامنے موجود ہین، اور انھون نے اپنی خارا شکن ٹاپون سے سرزمین فرانس کو نرم اور گداختہ کر کے اُسپر گویا فتح و فیروزی کی مُہرین لگا دی ہین۔ اپنی آنکھون پر تصور کی عینک لگا کر دیکھیے کہ ہمارے سٹیج کے بادشاہ کبھی تو ملبوس شاہی در بر، تاج زرین بر سر عجب تزک و احتشام سے دار السلطنت مین سریر آرائے اورنگ فرمان روائی ہین اور کبھی خود زرہ بکتر پہنے، چار آئینہ لگائے، ہتھیار سجے، اونچی بنے دیو ہیکل گھوڑون پر سوار، تیغ بکف، لشکر و سپاہ، بہیر و بنگاہ سمیت ایک مقام سے دوسرے مقام کو نقل و حرکت کر رہے ہین۔ اسی طرح وقت کے بحر بے پایان کو بھی کشتیٔ وہم و فکر کی مدد سے باتون باتون مین عبور کر جائیے اور فرض کر لیجیے کہ کئی سال کے واقعات گویا چند گھڑیون مین ہمارے دیکھتے دیکھتے واقع ہو رہے ہین۔ آپ کی اجازت سے یہ ناچیز کوروس سوانح ہنری خامس شروع کرتا ہے اور آپ حضرات سے توجہ و تعمق اور حسن سماعت و منصفانہ داد کا امیدوار ہے۔

[جاتا ہے]

---

لہ جب ہاپ پڑی خاک سے پیدا ہوا پانی، (میہ انیس) یہ مضمون شیکسپیر نے بالفاظ ذیل ادا کیا ہے:-

*Think, when we talk of horses, that you see them*
*Printing their proud hoofs i, the receiving earth;*

ظاہر ہے کہ اگر اس مصرعہ کا ترجمہ صرف لفظ بلفظ کر دیا جاتا تو مصرعہ اسقدر ضعیف ہوتا جس قدر کہ گھوڑون کے نقوش پاے تم کو "فتح و فیروزی کی نشان" سے تشبیہ دینے سے ہوگیا ہے۔ ترجمہ کو پُر لطف بنانے اور اصل سے زیادہ قریب تر ہونے مین جو کاوش کی گئی ہے اسکا اندازہ وہی اصحاب کر سکتے ہین جنکے پیش نظر یہ نکتہ بھی ہو۔ اس قسم کے تعقید لفظی اور کوتاہی عبارت کو ہم نے جائز رکھا ہے تاکہ ترجمہ زبان اُردو کے معیار سے بے گرنے پاے۔

# ایکٹ پہلا، سین پہلا

## محل سرائے شاہی  ایوان بارگاہ کا پیش دالان

[آرچ بشپ آف کنٹربری اور بشپ آف ایلی داخل ہوتے ہیں]

**آرچ بشپ** "جناب من، آپ نے سنا، اسی بل[1] پر پھر زور ڈالا جا رہا ہے، جو شاہ مرحوم کے عہد حکومت کے گیارھویں برس پیش ہوا تھا، اور اگر زمانہ کے نازک و ناملائم واقعات اُسے معرض التوا میں نہ ڈال دیتے، تو اسکا ہمارے خلاف منظور ہو جانا بعید نہ تھا۔"

**بشپ** "قبلہ و کعبہ اسکے تدارک کی بھی کوئی صورت ہے کہ نہیں؟"

**آرچ بشپ** "یہی امر تو غور طلب ہے۔ اگر اسکی منظوری صادر ہوگی تو بس ہمیں اپنے نصف مقبوضات سے ہاتھ دھونا پڑیگا کیونکہ ہم سے پھر وہ سب اراضی چھین لی جائے گی، جو دینداروں نے کلیسا کے نام وقف کی ہے اور تفصیل اسکی یہ ہے کہ پندرہ نوابوں، ڈیڑھ ہزار غازیوں، چھ ہزار دو سو مجاہدوں کے جو مصارف بادشاہ سلامت مناسب سمجھیں گے وہ سب ہمیں سے دلائیں گے۔ ہمارے مسکین اور اپاہج لوگوں کی امداد کے لیے سو خیرات خانوں کی جملہ ضروریات اور ساز و سامان مہیا کرنا بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔ اسی پر اکتفا نہیں، بلکہ خزانۂ شاہی میں بھی پندرہ ہزار روپیہ سالانہ داخل کرنا ہوگا!"

**بشپ** "اللہ غنی! یہ بل تو کلیسا کے ساغر مال و زر کو بالکل چڑھا جانا چاہتا ہے!"

**آرچ بشپ** "جی ہاں، بلکہ ساغر سمیت!"

**بشپ** "آخر اس کی روک تھام کیونکر ہوگی؟"

**آرچ بشپ** "اس بات سے کچھ امید بندھتی ہے کہ بادشاہ سلامت کے مزاج میں لطف و احسان بہت ہے"

**بشپ** "اور بالخصوص مقدس کلیسا کے تو دل سے حامی و بہی خواہ ہیں"

**آرچ بشپ** "حالانکہ عالم شباب میں اُنکے حالات اور انداز و حرکات دیکھکر تو اسکی کچھ بھی توقع نہ تھی۔ باپ کے طائر روح نے قفس عنصری سے پرواز کر کے ابھی دیر نہ گزری تھی کہ جوش آوارگی اُنکی طبیعت میں خود بخود نہ صرف دب گیا

---

[1] ایک سیاسی مسئلہ پارلیمنٹ میں منظور ہونے اور قانون بننے سے پہلے بل کہلاتا ہے۔

بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ فنا بھی ہوگیا۔ اور فی الفور فرشتۂ بصیرت بھی نازل ہوا اور سینے ... سے خباثت بشریت کی آلایش و آلودگی کو دھو دھلا کر اُسے مثل جنت الفردوس کے پاک وصاف کردیا۔ تاکہ اُسپر انوار روحانی و تجلیات فیوض ربانی پرتو فگن ہوسکیں۔ ایک بے پروا اور بے علم شہزادہ کا ... یک بیک ایسا عالم باعمل بن جانا میرے سننے میں تو کبھی آیا اور نہ کسی کے دریاے طبیعت میں دفعتہً اصلاح و خیر کی ایسی پرجوش طغیانی پائی گئی جس کی سربلند اور پرزور لہروں نے تھپیڑوں نے خطا و عصیان کو خس و خاشاک کی طرح کنارہ پر پھینکدیا۔ اور پند اور خشونت کا خیرہ سر اور شورہ پشت بھوت بھی جس طرح آناً فاناً اس بادشاہ کے سر سے اُتر بھاگا ہے نہ دیکھا نہ سُنا"

**بشپ** "یہ تغیر مزاج کا ہے کوہے ہم لوگوں کی خوبی قسمت ہے ؎

ہمایون منزلے کان خانہ را ماہے چنین باشد  مبارک کشورے کان عرصہ را شاہے چنین باشد

**آرچ بشپ** "اگر تم اُسے الہیات میں استدلال کرتے ہوے سُن لو تو عش عش کرنے لگو۔ اور بے اختیار تمھارا دل پکار اُٹھے کہ ہمارے بادشاہ کے لیے بجاے تخت کے ممبر زیادہ موزون ہوتا۔ امور مملکت میں بحث کرتے ہوے سنو تو کہو کہ سیاست مدن کا یہ ہمیشہ غور و فکر سے مطالعہ کرتا رہا ہے اور جب وہ فنون حرب بیان کرنے لگے تو لڑائی کا ہیبت شور و ہنگامہ گویا جنگی باجے کی دل بڑھانے والی آواز سے مل کر تمھارے کانون میں گونج اُٹھے۔ اور اگر اُسکے سامنے کوئی سیاسی مسئلہ پیش کیا جاے، خواہ وہ کیسا ہی دقیق اور پیچیدہ کیون نہ ہو، وہ تمھارے اس عقدۂ لاینحل کو بھی اس آسانی سے کھول دیگا، جیسے اپنی تلوار کے دوڑے کو اور جب وہ باتین کرتا ہے، تو اُسکے شیرین اور شہد بھرے دلاویز کلمات کو سننے کے لیے آزاد طبع، شوخ رفتار رقاصۂ صبا بھی ٹھہر جاتی ہے اور آس پاس کے سُننے والے بھی دم بخود اور ہمہ تن گوش ہوکر اُسکی طرف متوجہ ہوجاتے ہین الغرض اُسکا طرز عمل اور عنوان زندگی کچھ ایسا معقول اور پاکیزہ ہے کہ اُس سے شائستہ زندگی کے اصول اخذ کیے جاسکتے ہین۔ اور یہی بات تعجب اور حیرت مین ڈالنے والی ہے، کہ بادشاہ سلامت کے مزاج مین دفعتہً یہ انقلاب عظیم کیسے واقع ہوا۔ حالانکہ کچھ زیادہ عرصہ نہین گزرا،

---

لہ میر انیس جنھون علی اکبر کے سن صوت کو یون نظم فرماتے ہین ؎ ... بھو تی سن سے اکبر مہر نے دی اذان .....

چپ تھے طیور جھومتے تھے وجد مین شجر  تسبیح خوان تھے برگ و گل و غنچہ و ثمر

محو ثنا کلوخ و نبات و درخت و در  پانی سے مُنھ نکالے تھے دریا کے جانور

اعجاز تھا کہ دلبر شبیر کی صدا

ہر خشک و تر سے آتی تھی تکبیر کی صدا

کہ وہ دن بھر بیہودہ ولایعنی مشاغل مین مصروف رہا کرتا تھا، اُسکے ہم جلیس جاہل محض اور نالائق وکم ظرف تھے۔ اُسکے اوقات اکثر مستانہ ہنگامون، عیاشانہ ضیافتون اور طفلانہ کھیل تماشون مین بسر ہوا کرتے تھے کسی نے اُسے نہین دیکھا کہ آوارہ گردی اور اوباشون کی صحبت سے مُنھ موڑ کر کبھی تو تعلیم وتادیب یا غور وتامل کی طرف ملتفت ہوتا"

**بشپ** "جس طرح ولایتی شہتوت کا پودا خاردار بیل کے سایہ مین پھولتا پھلتا ہے اور اُسکا لذیذ وخوشگوار ثمر اُس نکمّی اور کم قدر جھاڑی کے قرب مین سرسبز ہوتا اور پکتا ہے، اُسی طرح ہمارے شہزادۂ والاتبار نے بھی اپنی غیور طبیعت کے جوہر کو آوارگی کی نقاب مین چھپائے رکھا، جو اس طرح چپ چاپ نشوونما پاتا رہا، جیسا کہ موسم گرما کا سبزہ رات کی تاریکی مین بڑھتا ہے"

**آرچ بشپ** "بے شک یہی بات ہے، صدور معجزات تو اب موقوف ہوگیا اسلیے ہمین لازم ہے کہ واقعات کی تفتیش وتحقیق کرین اور بعدہ نفس الامر یقین لے آئین"

**بشپ** "لیکن قبلہ وکعبہ اس بل کے زور کو کیونکر توڑا جاے جسے مسبوئین (Commons) نے اس شد ومد سے پیش کیا ہے۔ بادشاہ سلامت تو اسکی منظوری پر آمادہ نہین پائے جاتے؟"

**آرچ بشپ** "وہ تو کچھ بے پروا سے دکھائی دیتے ہین۔ بلکہ محرکان بل کی تائید کرنے کے بجاے اُنکو ہماری رعایت زیادہ تر ملحوظ خاطر ہے، کیونکہ مین نے اُنکو فرانس کے بعض خاص امور کی طرف توجہ دلائی تھی اور سردست کلیسا کی جانب سے ایسی بیش قرار رقم دینے کا تہیہ ظاہر کیا ہے، جو اب تک اہل کلیسا نے کسی سابق بادشاہ کو نہین گزرانی"

**بشپ** "تو حضور نے اس پیش کش کو کس نظر سے دیکھا؟"

**آرچ بشپ** "جہان پناہ نے بہت کچھ پسندیدگی ظاہر فرمائی۔ اور اگر وقت کافی ہوتا، تو اُن صاف وصریح اسناد کے مطالب کو بھی بخوشی خاطر سماعت فرماتے، جن کی رو سے سلطنت فرانس کی نہ صرف بعض بلکہ تاج وتخت بھی حضور انور کو اُنکے جد بزرگوار ایڈورڈ سوم کے سلسلہ مین پہنچتا ہے"

**بشپ** "تو پھر اسکے گوش گزار کرنے مین کیا بات مانع آئی؟"

**آرچ بشپ** "سبب یہ ہوا کہ عین اُسی وقت سفیر فرانس نے باریابی چاہی۔ خیر اسکا وقت اب آپہنچا۔ چار بج چکے؟"

**بشپ** "جی ہان"

**آرچ بشپ** "آیئے اب اندر چل کر سفیر کا پیام سنین۔ مگر ممکن ہے مین تو قبل اسکے کہ اُس فرانسیسی کی زبان سے ایک لفظ بھی نکلے، اُسکی سفارت کے مطلب کو ابھی بتا سکتا ہون"

بشپ "دین بھی قبلہ وکعبہ کے ساتھ رہوں گا۔ مین اسکے سننے کا بہت مشتاق ہوں"
[جاتے ہین]

## دوسرا سین

لندن بارگاہ شاہی

[کنگ ہینری، ڈیوک آف گلاوسٹر، ڈیوک آف بیڈفورڈ، ڈیوک آف ایگزیٹر، امل آف وارک
ول آف ویسٹ مارلینڈ اور خدام دولت]

**کنگ ہینری** "ہمارے فضیلت مآب آرچ بشپ آف کینٹربری تشریف لائے؟"

**ایگزیٹر** "حضور ابھی نہین"

**کنگ ہینری** "عمو جان، تو ذرا اُنکو بلوا بھیجیے"

**ویسٹ مارلینڈ** "جہان پناہ، سفیر فرانس بھی باریابی کا امیدوار ہے، اجازت ہو"

**کنگ ہینری** "برادر عزیز، قدرے توقف کیجیے، مین چاہتا ہون، پہلے اُن امور سے فارغ ہولون جنکا فرانس سے تعلق ہے اور جنکا خیال ایک عرصہ سے ہمارا دامن گیر ہے" [آرچ بشپ آف کینٹربری اور بشپ آف ایلائی داخل ہوتے ہین]

**آرچ بشپ** "وہ مالک الملک اور اُسکے ملائکہ مقربین اس سہارک و متبرک اورنگ شاہی کو اپنے حفظ وحمایت مین رکھین اور زمانہ دراز تک اسے حضور اقدس کے جلوس میمنت مانوس سے زینت ملتی رہے"

**کنگ ہینری** "انشاءاللہ، ہمارے تقدس مآب پادری صاحب، از روے انصاف وایمان ارشاد فرمائیے کہ قانون سلیقیہ جو فرانس مین پایا جاتا ہے، ہمارے دعاوی مین مانع تو نہ آے گا، لیکن ہمارے مغز و فاضل پادری صاحب ایسا نہ ہو کہ جناب اپنے بیان مین تصنع، تصرف یا مبالغہ کو کام فرمائین۔ اور اپنی بامیز وذی شعور روح کو دیدہ ودانستہ ایسے پادر ہوا اور بے سروپا حقوق کی سنگین ذمہ داری سے گرانبار کرلین جو صدق ودرستی کے خالص رنگ مین رنگے ہوے نہ ہون، کیونکہ جناب جس امر کا ہمین جوش یا مشورہ دلائین گے اُسکی تعمیل مین وہ عالم الغیوب ہی بہتر جانتا ہے، کہ کتنے تنفس جو اس وقت رخت ہستی پہنے ہوے ہین خاک وخون مین آغشتہ وغلطان ہونگے۔ پس خود ہماری جان کو معرض خطر مین ڈالنے، اور ہماری خواب ناز مین غافل سوتی ہوئی شمشیر جوان آشام کو ہشیار کرنے مین ذرا حزم واحتیاط کو کام فرمائیے گا۔ یہ کبھی نہین ہوا کہ دو ایسی زبردست سلطنتین برسرپیکار ہون

اور ہزارہا بندگان خدا کے سر تن سے جدا نہ ہون۔ اُن بے گنا ہون کے خون کا ایک ایک قطرہ بجاے خود درد و الم کی تصویر ہوگا، اور اُس شخص کے دامن اعمال پر ظاہر ہو کر فریاد و زاری کرے گا، جسکی غلط کاریوں نے اُن تلوارون کو سان پر چڑھایا، جنھون نے اس چند روزہ باغ حیات کے سینکڑون پھلے پھولے شجر بیدریغ کاٹ پھینکے پس پادری صاحب آگاہ ہو جائیے کہ جو کچھ جناب کی زبان مبارک سے نکلے گا، اُسے ہم گوش ہوش سے سنین گے اور دل مین جگہ دے کر اس بات پر یقین لے آئین گے کہ وہ جناب کے ضمیر منیر سے ایسا خالص اور بے لوث ہو کر نکلا ہے جیسا کہ استباع سے معصیت کی آلودگی و رغبت دھل جاتی ہے"

آرچ بشپ "اے شاہ ذیجاہ، اور اے امراے نامدار جنکی معزز خدمات اور بیش قرار جانین اس اورنگ گردون حشم سے وابستہ ہین، میری طرف متوجہ ہون۔ حضور انور کے دعاوی فرانس مین کوئی رکاوٹ حائل نہین، مگر وہی جس کو اہل فرانس شاہ فیری منڈ سے منسوب کرتے ہین "کہ کوئی عورت ارض سلیقیہ مین وراثت کی حقدار نہین" اور غلطی سے کہتے ہین کہ ارض مذکور مقبوضات فرانس سے ہے، اور یہ کہ اس قانون کا نافذ کرنے والا اور طبقۂ اناث کو توریث سے محروم کرنے والا، فیری منڈ تھا۔ لیکن خود اُن ہی کے اہل قلم صاف صاف لکھتے ہین کہ ارض سلیقیہ دریاے ایلب اور سالا کے مابین جرمنی مین واقع ہے، جہانکہ چارلس اعظم نے سیکسن قوم کو مغلوب کر کے کچھ فرانسیسیون کو وہان آباد کر دیا تھا، اور اُنھون نے جرمن عورتون کو اُنکی بعض بدطواریون کی وجہ سے حقیر جان کر یہ قانون جاری کیا کہ ارض سلیقیہ مین کسی عورت کو حق وراثت نہین پہنچے گا۔ حالانکہ یہ سرزمین، جیسا کہ مین ابھی ابھی بیان کر چکا ہون دریاے سالا اور ایلب کے درمیان جرمنی مین واقع ہے اور آجکل مائیزن کے نام سے موسوم ہے اور لطف یہ کہ ارض مذکور ۵۲۶ء مین شاہ فیری منڈ جسے وہ زبردستی اس قانون کا واضع سمجھتے ہین کی وفات کے تین سو اُناسی برس کے بعد فرانسیسیون کے قبضے مین آئی، اور چارلس اعظم نے سیکسن لوگون کو مغلوب کر کے فرانس کے نواآبادون کو دریاے سالا کے اُس پار ۸۰۵ء مین بسایا تھا۔ ماسوا اسکے، اُنکے مورخ کہتے ہین کہ کنگ پے پن جس نے چلڈرک کو معزول کیا تھا، بسلسلۂ بلیتھ رلڈ دختر گلوتھیر، اپنا حق وراثت جتا کر فرانس کے تخت و تاج کا دعویدار ہوا۔ اسی طرح ہیوکیپٹ نے بھی چارلس اعظم کے صحیح النسب وارث، چارلس ڈیوک آف لارین کا تخت غصب کر کے، کسی قدر راستی و صداقت سے اپنا حق قائم کرنے کے لیے، اپنے سلسلۂ نسب کو لیڈی لنگیر سے جا ملایا، جو بیٹی تھی چالیمین کی اور وہ بیٹا تھا نشاہ لوی کا اور وہ بیٹا تھا چارلس اعظم کا۔ علی ہذا القیاس کنگ لوی کے دل کو بھی، جو غاصب کیپٹ کا اکلوتا وارث تھا، تاج فرانس کو زیب سر کر کے اُسوقت تک

قرار نہ آیا بجبتک یہ اطمینان نہ ہوگیا کہ اُسکی دادی ملکہ ازابلہ، لیڈی ارمنگیر، مذکورہ بالا چارلس ڈیوک آف لارین کی بیٹی کی اولاد سے تھی ..... پس یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے کہ کنگ پے ٹن کا خو ہیوکیپٹ کا حق وراثت، اور کنگ لوئی کا اطمینان قلبی، سب کے سب مورثان اُمناث کی طرف منتہی ہوتے ہین باین ہمہ وہ لوگ جہان پناہ کے استحقاق کی مخالفت مین جو حضور کو بسلسلہ نسائیہ پہنچتا ہے اُس قانون کی ضرور آڑ لین گے،،

**کنگ ہینری** ،،تو کیا ہم استحقاق کامل اور نیت خالص کے ساتھ فرانس کا دعوی کر سکتے ہین؟،،

**آرچ بشپ** ،،اے محتاط و مآل اندیش بادشاہ اسکا بارگناہ میرے سر پر۔ کتاب مقدس مین لکھا ہے کہ جب کوئی اولاد ذکور چھوڑے بغیر مرجاے، تو اُسکی میراث بیٹی کو پہنچے گی، اے صاحب اقبال بادشاہ، حصول حق کے لیے اُٹھ کھڑا ہو، خون افشان نشان جنگ کو بلند کر، اور اپنے نامی گرامی بزرگون کا نام لے۔ اے پُرہیبت بادشاہ اپنے جد عالی قدر کے مرقد پر جسکے سلسلہ مین تجھے مملکت فرانس پہنچتی ہے، جا اور اُسکی روح پُرفتوح سے اعانت طلب کر۔ ہان اپنے عم بزرگوار ایڈورڈ بلیک پرنس کے مقبرہ پر بھی جا، جس نے فرانس کی ساری سپاہ کو زک دے کر صفحہ کارزار پر شمشیر آبدار کو خامۂ خون چکان سے قتل و خونریزی کا دردناک اور پُرالم مرقع کھینچ دیا، اور جسکا اُسکا جلالت مآب باپ ایک بلند و مرتفع مقام پر کھڑا ہوا اپنے شیر دل فرزند کو امرای فرانس کا نقش ہستی مٹاتے ہوے دیکھکر مسکرا رہا تھا، مرحبا اور صد آفرین ہے اُن انگلینڈ کے مایۂ ناز بہادرون پر جنھون نے محض نصف فوج سے تو فرانس کے سر پُرغرور کو پاؤن تلے کچل ڈالا، اور نصف تلوار نیام مین کیے الگ تھلگ کھڑی ہوئی فرانسیسیون کی نامردی پر خندہ زن ہوتی رہی!،،

**بشپ** ،،اُن حوصلہ مند شہسواران بحر شجاعت کی جوش بڑھانے والی یاد کو تازہ کر، اور اپنے شہزور بازوون سے اُنکے کارہاے نمایان مین از سر نو جان ڈال دے۔ تو اُنھین کا لخت جگر ہے۔ یہ تخت جس پر تو جلوہ افروز ہے، اُنکے پاؤن کو بھی بوسہ دے چکا ہے۔ تیری رگون مین بھی وہی خون اور وہی جرأت و شہامت دوڑ رہی ہے، جس نے اُنکو چار دانگ عالم مین مشہور اور سرخرو کیا تھا۔ اور اے ہمارے اولوالعزم و عالی ہمم ولی نعمت، ماشاءاللہ تو تو اُن سے بھی بدرجہا زیادہ دلیر اور جوان مرد ہے، اور بنام خدا شباب کے ولولہ خیز عالم مین ہے۔ جرأت و جانبازی کے جوہر دکھلانے کا بھلا اس سے بہتر اور کون سا زمانہ ہوسکتا ہے؟ ؎

تیغ مبازران بہ کند در میان قصم　　چندان اثر کہ ہمت کشور کشائے تو

ایگزیٹر "جہان پناہ! کل تاجوران عالم کی آنکھین اسی طرف لگی ہوی ہین کہ اس خانوادہ کے شرف آفتاق شاہان ماضیہ کی طرح حضور بھی شہرت و ناموری کا علم بلند کرینگے"

ویسٹ مارلینڈ "اُنھین معلوم ہے کہ حق جہان پناہ کی طرف ہے۔ علاوہ اسکے قوت و وسائل بھی موجود ہین اس مین شبہ ہی کیا ہے؟ ابتک تخت انگلستان پر کبھی ایسا بادشاہ نہین بیٹھا جسکے امرا ایسے دولت مند اور رعایا ایسی وفا شعار و عقیدت مند ہو۔ اُنکے شہباز دل تو آشیانہ جسم کو چھوڑ کر اشتیاق صید مین ابھی سے فرانس کے دشت و جبل مین منڈلاتے پھرتے ہین"

آرچ بشپ "کیا اچھا ہوتا، اگر اسی طرح اُنکے پیکر خیمغم سیر بھی وہان پہنچ گئے ہوتے اور برزشمشیر تیرے حقوق کو حاصل کرتے۔ ہم اہل کلیسا بھی بطور نصرت کے ایک ایسی کثیر رقم دینے پر آمادہ ہین جس کی نظیر عہد ماضیہ مین نہین مل سکتی"

کنگ ہینری "ہمین نہ صرف فرانس پر حملہ آور ہونے کی تیاری کرنی چاہیے، بلکہ اہل اسکاٹلینڈ سے اپنے ملک کی حفاظت کا بھی بندوبست کر لینا چاہیے، اور نہ ہماری غیبت مین وہ اپنی پوری قوت سے ضرور ہمارے ملک پر چڑھ دوڑین گے"

آرچ بشپ "ے اے چو وہم از افتتاح آزمایش دورین + وے چو عقل از ابتدائے آفرینش کاردان لے سکندر دولت بادشاہ، اُن اُٹھائی گیرون کے دفعیہ کے لیے ہمارے سرحدی قبائل سد سکندری سے بھی زیادہ مضبوط ہین"

کنگ ہینری "ہمین اُن بھگوڑے لٹیرون ہی کا خیال نہین بلکہ اسکاٹلینڈ کی تمام فوجی قوت کا اندیشہ ہے یہ ہمارے حق مین ہمیشہ مار آستین رہا ہے۔ تاریخ اُٹھا کر دیکھ لو کبھی ایسا نہین ہوا کہ ہمارے جد امجد نے فرانس پر فوج کشی کی ہو اور اہل اسکاٹلینڈ ہمارے بے حفاظت ملک پر بے بے دریغ کی طرح نہ ٹوٹ پڑے ہون جس طرح سمندر کی غضبناک لہرین اپنی مجموعی قوت وحشیانہ تندی اور طاغی و سرکش جلون سے ٹکرا کر ساحل پر ٹکرا ٹکرا کر اُسکے پرخچے اڑا دیتی ہین اُسی طرح ہمارے اس بند قدم پڑوسی نے بے پناہ شہرون اور بے مزاحمت قلعون کا محاصرہ کر کے ہمارے پیارے ملک کو تباہ کر دیا ہے"

آرچ بشپ "اور انگلستان کو اسکاٹلینڈ سے کبھی اتنا نقصان نہین پہنچا، جتنا کہ اسے خوف رہا ہے۔ بطور مثال کے عرض کرتا ہون جبکہ اسکے سنگجو سپوت سب کے سب فرانس مین حق جوانمردی ادا کر رہے تھے اور جبکہ امرائے نامدار کے داغ مفارقت نے اسے مقدور بھر بے چین کر رکھا تھا، ایسی حالت مین بھی اسکے کنار عاطفت مین

پلنے والے شیرون نے اسے صرف بچایا ہی نہین بلکہ اُسکی فوجون کو بکریون کے گلہ کی طرح منتشر و پراگندہ کردیا اور اُسکے بادشاہ کو گرفتار و پابجولان کرکے فرانس مین کنسور کنگ ایڈورڈ کے پاس باصل زنجیر بھیجدیا جس سے اطراف و اکناف عالم مین اُسکی شہرت کا غلغلہ گونج اُٹھا تاریخ کے صفحے اُسکے کارنامون سے ایسے ہی مالامال ہین جیسا کہ سمندر کا دامن اپنے بے انتہا خزانون اور غرق شدہ زر و جواہر سے پُر ہے۔

ویسٹ مارلینڈ — لیکن ایک مقولہ ہے بہت قدیم اور صحیح اگر تم فرانس کو تسخیر کرنا چاہتے ہو تو ابتدا اسکاٹلینڈ سے کرو اسلیے کہ جب کبھی انگلستان جستجوے صید مین نکلتا ہے تو اسکاٹلینڈ کا موذی نیولا چپ چاپ اُسکے آشیانے مین آگھستا ہے اور اُسکے پیش قرار انڈون بچون سے کچھ کھاتا ہے اور کچھ تلف کرتا ہے موش کی طرح جو بلی کی غیبت مین پہلے پہل تو خوب اُچھلتا کودتا ہے اور پھر اتنا کھاتا نہین جتنا کہ نقصان کرتا ہے"

ایگزیٹر — تو اس سے آپ کی یہ مراد ہوی کہ ہمی گھر سے باہر ہی نہ نکلے۔ مگر اسکی ضرورت ہی کیا ہے جبکہ چیرسبت کی حفاظت کے لیے ہمارے پاس قفل اور صندوق موجود ہون اور ان ناچیز چکیون کے پکڑنے کو پھندے بھی تیار ہون۔ ممکن ہے کہ ایک ہی وقت مسلح و پرزور بازو تسخیر ممالک مین اپنی قوت دکھا رہا ہو اور مدبر و صائب رائے دماغ خود اپنی حفاظت مین مصروف رہے پس اسکاٹلینڈ نے حمایت فرانس مین اُسکی شہ پاکر زور اُٹھایا اور اقبال شاہ سے منھ کی کھائی۔ بادشاہ کی طرف دیکھکر ؎

کے رہا نہ خصم را از قصہ تو اندیشہ ہم — منع آتش کے تواند پر نیان از پرنیان

جس طرح آواز کے مختلف شعبے مثلاً زیر و بم اُتار چڑھاؤ خاص اصول کے مطابع ہو کر خوش آیند و دلپذیر نغمہ پیدا کرسکتے ہین اُسی طرح گورنمنٹ کے مختلف ڈپارٹمنٹ کی ایک انتظام وقاعدہ کی موافقت سے عمدہ اور خوشگوار نتائج مستنبط ہوتے ہین ؎

نواے مطربے نشنوکہ صوت راحت افزایش — بزیر و بم چو ناہید آورد در چرخ کیوان را

آرچ بشپ — وہی یہ متقن قدرت نے نوع بشر کے مختلف النوع فرائض قرار دیے ہین تاکہ سب اپنے اپنے مفوضہ کاروبار مین مشغول و انگاز مشغول رہین اور ان اطاعت و خدمتگزاری کو قبلہ مقصود اور اصل مرد سمجھین۔ شہد کی مکھیون کا طرز عمل بھی ایسا ہی ہے جو باوجود ناچیز مخلوق ہونے کے اپنے فطری الہام کے ذریعہ سے انسانی سلطنت کو نظم و نسق کا سلیقہ بتاتی ہے ؎

وحی نے اُسکو سکھاے ہین حکومت کے اصول — ہو رہی ہے نخل سے بھی قدرت حق آشکار

اُسکے چھتے مین بادشاہ بھی ہوتا ہے اور دوسرے عہدہ دار بھی، جن مین بعض تو بطور مفتی و قاضی کے حکامی انتظام و سیاست مین منہمک رہتے ہین، بعض بطور تاجرون کے بازار گرمی کرتے پھرتے ہین، بعض بحیثیت سپاہی کے نیش ہاے قدرتی سے لیس ہوکر موسم گل مین پھولے پھلے باغات پر دھاوا کرتے ہین، اور کامیابی کا ڈنکا بجاتے ہوے مال غنیمت کو بیت المال سلطانی مین لاکر جمع کردیتے ہین، جہان کہ سلطان بصیوب امور شاہی مین بھی مصروف رہتا ہے اور یہ بھی دیکھتا رہتا ہے کہ کہین تو ہشاش بشاش معمار منسی خوشی چھتہ کی سنہری جالیان بنا رہے ہین کہین منجیدہ و دامن پسند رعایا شہد بنا رہی ہے، کہین غریب و جفاکش مزدور بھاری بھاری بوجھ اُٹھاے حق جوئی تنگ و دوڑ مین داخل ہو رہے ہین اور کہین متین و بارعب محتسر یٹ عتاب آمیز نگاہ سے مجہول و نمیاز دکش کھٹو کھیون کو سخت گیر عمال کے حوالے کر رہا ہے۔ یہ ہے باہمی موافقت کی برکت ؎

از اتفاق مگس شہدی شود پیدا　　خدا چہ لذت شیرین در اتفاق نہاد

اسی طرح ممکن ہے کہ اکثر امور مختلف عنوان سے کیے جائین، مگر مقصد و نتیجہ انکا صرف ایک ہو۔ دیکھو بہت سے تیر گو مختلف اطراف و جوانب سے پھوڑے جائین، مگر پہنچتے ہین ایک ہی نشانہ پر، بہت سے مختلف راستے ایک ہی شہر مین پہنچتے ہین، بہت سے شیرین اور مصفا و تازہ دریا ایک ہی کھاری سمندر مین جاکر گرتے ہین، دھوپ گھڑی کے خطوط سب کے سب ایک ہی مرکز پر ملتے ہین۔ علیٰ ہذا القیاس بشرکہ غایت و غرض کے مختلف سو کام ایک ہی وقت عمل مین لاے جا سکتے ہین اور بغیر باہمی کے بوجہ احسن انجام کو پہنچتے ہین ؎

چاہیے ایک سب کا ہو مقصود　　گو ہون سب کے جدا جدا اغراض

پس ؎　خسرو و عاج بخش تخت نشان　　بر سر تاج و تخت گنج فشان

در جہان گیری و جہانبانی　　ہست ہم وقت و سکندر ثانی

فرانس پر فوج کشی کرنے کے لیے کمر باندھ سپاہ انگلستان کے چار حصے کرنا، ایک حصہ اپنے ساتھ لیجانا جس سے تو فرانس کو بیخ و بن سے ہلا سکتا ہے اور اگر بقیہ تین حصون سے ہم اُن نگاہ اسکاٹلینڈ کو اپنے دروازون سے نہ دھتکار سکین، تو ہماری سزا یہی ہے کہ ہم ستاے جائین اور ہماری قوم سے شجاعت و تدبر کا تمغہ چھین لیا جاے"

کنگ ہینری "ڈافن کے ایلچیون کو بلواؤ"　　[جمدھر بدر جاتے ہین]

"اب ہمارا ارادہ پختہ ہوگیا۔ اے عمائد سلطنت تم ہمارے قوت بازو ہو۔ تمھارے بزرگ و نوابا کی تائید توفیق اور تمھاری رفاقت و سعی سے فرانس ہمارا ہے۔ یا تو اب ہم نے اُسے اپنا حلقہ بگوش بنا لیا یا اُسکی اینٹ سے اینٹ

یا کہ چھوڑی یا تو رفیع الشان کشور فرانس کے تخت پر متمکن ہوکر اُسکی شاہانہ ریاستون پر بھی جنمیں ہے ہر ایک بجاے خود ایک اقلیم ہے ہمارا حکم جاری ہوگا؛ یا ہماری لاشین کمین ایسی جگہ پیوند خاک ہوجائین گی جس پر نہ کوئی مزار ہوگا نہ کسی قسم کی یادگار اور یا تو تاریخ ہمارے کارنامون کی تعریف و توصیف مین رطب اللسان ہوگی، یا ہماری تربتین نقش دیوار کی طرح بالکل ساکت و صامت ہونگی۔ انکے سرہانے نہ کوئی لوح نصب کی جاے گی اور نہ کوئی تعویذ رکھا جائیگا ؎

سبزے کی سبز چادر مرقد پہ اک چڑھی ہو　　پھولون کے بدلے جس پر حسرت برس رہی ہو
سنگ لحد سے تصویر اک یاس کی کھڑی ہو　　جاے چراغ جس پر تاریکی چھا رہی ہو
سر پیٹتی ہو حسرت اور نوحہ خوان ہو ارمان
ماتم کرے تمنا، ہو شوق مرثیہ خوان

سنسان مقبرہ ہو ہر سو ہو ہو کا عالم　　اور لہلہا رہا ہو سبزے کا ایک پرچم
ہر پھول داغ غم ہو، ہر نخل غم ہو ماتم　　آنسو بہا رہی ہو تربت پہ میری شبنم
تنہائی ہو محافظ خاکی مکان کی میرے
اور بیکسی ہو دربان اُس آستان کی میرے

[استقبال فرانس ظاہر ہوتا ہے]

ہم اپنے برادر عزیز ڈافن ولیعہد فرانس کا منشاء و مرضی سُننے کو تیار ہین مین نے سُنا ہے کہ تم خاص ڈافن کی طرف سے پیام و تحائف لے کر آئے ہو، بادشاہ کی طرف سے نہین؟

سفیر اول: حضور کی اجازت ہے کہ ہم اپنی مشن آزادانہ اور من و عن بیان کرین یا محض اُسکا مفہوم اور لب لباب گوش گزار کیا جائے؟

کنگ: "مین کوئی جابر و ظالم نہین، بلکہ ایک مسیحی بادشاہ ہون نفس ہمارا ایسا ہی مطیع و منقاد ہے، جیسے کہ ہمارے ذلیل و ناچار قیدی۔ پس ڈافن کے پیام کو بے کم و کاست، بلا دھڑک، صاف صاف بیان کرو ؎

من آن کس نیستم کز غرور و خشم　　زبے چارگان روے درہم کشم

سفیر اول: اچھا تو مختصر عرض کرتا ہون۔ کچھ زیادہ عرصہ نہین گزرا کہ حضور نے چند سفیرون کو بھیجکر اپنے پردادا کنگ ایڈورڈ سوم کے سلسلہ مین فرانس کی بعض ریاستون کا دعوی کیا تھا جس کے جواب مین ہمارے آقاے ولی نعمت شہزادہ مدلی عہد بہادر فرماتے ہین کہ تم جیسا لنگیلا، لہو و لعب رقص و سرود کا متوالا، اور فرانس کی ریاستون کا دعوی آپ کے سایان شان تو یہ سوغات ہے، اسے لیجیے اور پھر کبھی اُن ریاستون کا نام زبان

نہ لائے، یہ ہے ہمارے شہزادے کا پیام"

سر جان ہینری "عم نامدار کیا سوغات ہے؟"

ایگزیٹر "حضور، ٹینس بال!"

کنگ ہینری "ہم بہت خوش ہین کہ ڈافن ہم پر اسقدر مہربان ہین۔ اُنکی سوغات اور تمھاری زحمت کا شکریہ جب ہم اپنے ٹینس بیٹ سے ان گیندون کی دھجیان اُڑا چکین گے، تو فرانس کے میدان جنگ مین اُسکے والد مرحوم کے تاج شاہی کو بھی اپنے چوگان ہمت سے اچھال کر بفضلہ اُسے زک دین گے۔ اُس سے کہنا تونے ایسے مشاق کھلاڑی کو چیلنج دیا ہے، جو فرانس کے کسی پالے کو لیے بغیر نہ چھوڑے گا۔ یہان کچھ کچی گولیان نہیں کھیلی ع ہمین میدان ہمین چوگان ہمین گوے" شاید وہ ہماری گزشتہ آزوانہ روش پر بھولا ہے اور یہ خیال نہین کیا کہ ہم نے اُس سے کیا کیا سبق حاصل کیے۔ بات یہ ہے ڈانیگلینڈ کے ناچیز جزیرہ کی ہم نے کبھی کچھ حقیقت ہی نہین سمجھی، اسلیے اکثر آزادیون اور بے فکریون مین مبتلا ہوے۔ عام قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی شے کو اچھا نہین سمجھتا، تو اُس سے ہمیشہ غافل و بے پروا رہتا ہے۔ ڈافن سے کہو کہ مین شان و شکوہ سوقت اختیار کرون گا جبکہ مین بادشاہ اُسوقت سمجھونگا اور میری عظمت و اقتدار کا پھریرا اُسوقت لہرائے گا جبکہ مین تخت فرانس پر جلوہ گر ہون گا۔ اسی لیے تو مین نے ظاہری کروفر کو ترک کر رکھا ہے، اور کشور کشائی و ملک گیری کے دنون کی تیاری کے لیے ایک معمولی شخص کی طرح محنت و مشقت جھیلی ہے۔ ہان ہمارے سپہر جلالت و اقبال کا نیر تابان وہان اس آب و تاب سے چمکے گا، کہ تمامی فرانس کی آنکھین خیرہ ہو جائین گی، اور ڈافن کو تو اتنی بھی تاب نہ ہوگی کہ اُسکی طرف آنکھ پھیر کر بھی دیکھ سکے ہمارے زندہ دل اور خوش مذاق شہزادہ سے جا کر کہنا کہ تیرے تمسخر نے ان گیندون کو تو پہ گولیون مین بدل دیا ہے جنکی تباہی اور غارت گری کا گناہ اور عذاب تیری روح پر ہوگا کیونکہ تیرا تمسخر ہزارہا عورتون کو اُنکے سرتاج شوہرون سے جدا کر دے گا، ہزارہا بھری گودیان خالی ہو جائین گی، بستیان ویران اور قلعے مسمار ہو جائین گے۔ ہان! تیرے اس تمسخر کے طفیل آنے والی نسلین ہمیشہ تیرا نام حقارت سے لیا کرین گی اور تجھپر لعنت و پھٹکار کیا کرین گی۔ لیکن یہ سب خدائے قدیر کے تصفیۂ اختیار ہین ہے، مین اُسی کی طرف رجوع کرتا ہون۔ ڈافن سے کہو، ہتھیار ہو جائے، مین اُسی قادر مطلق کا نام لے کر، تیری اس گستاخی کی سزا دینے اور بزور بازو اپنا حق حاصل کرنے کو فوج کشی کرتا ہون۔ تم لوگ صحیح و سالم واپس ہو جاؤ اور ڈافن کو جتلا دو کہ تیری دل لگی پر اتنے لوگ ہنسے نہ ہونگے، جتنے کہ روئین گے، اُسوقت تیری ساری شیخی کرکری ہو جاے گی اور تو

دست تاسف مل کر کہے گا ع اے روشنی طبع تو برمن بلا شدی..... اچھا خدا حافظ" [سفیر جاتے ہین]

انگزیٹر "یہ پیام تو عجب لطف آمیز پیام ہے!"

کنگ ہینری "دیکھنا، انشاء اللہ وہ کسقدر نادم اور منفعل ہوتا ہے۔ اے افسران فوج، دیکھو ایک قیمتی لمحہ بھی ہاتھ سے نہ جانے دو۔ ایسا نہ ہو کوچ مین تاخیر ہوجاے۔ اب یا تو مجھے تسخیر فرانس کا خیال ہے، یا خدائے بزرگ و برتر کا جسے مین اپنے تمام ارادون سے مقدم سمجھتا ہون۔ ضروری فوج فی الفور تیار ہوجاے۔ تمام امور پر غور کرلیا جاے تاکہ روانگی معقول طریقہ پر اور مناسب وقت پر عمل مین آسکے۔ خدائے قوی و توانا کی مدد سے ہم اس ڈافن کو خود اُسی کے ملک مین نیچا دکھائین گے۔ ہان ہر شخص جنگ کے لیے تیار ہوجاے"

## ایکٹ دوسرا

[کورس آتا ہے] پرولوگ تمہید

ایلو! تمام نوجوانان انگلستان کے سینون مین اشتیاق جنگ کی آگ نے بھڑک کر انکی رگ وپے مین جوش اور چستی و چالاکی کی برقی قوت دوڑادی ہے۔ تعیش و تکاہل اور آرام طلبی و جامہ زیبی، ملبوسات حریری کے ساتھ تہ کرکے الماری مین رکھدی گئین اسلحہ فروشون کی بن آئی ہے۔ سب کے دلون مین حصول عزت و ناموری کی اُمنگین موجزن ہین۔ سرفروشان بازار شجاعت، بادپایان جنگی کی خریداری مین املاک و زمینین فروخت کررہے ہین، تاکہ مسیحی تاجدارون کے سرتاج، خضر طریقت ہینری کے قدم بقدم پیروی کرکے تن دہی اور جان فروشی کی پوری پوری داد دین۔ نشاہ امید فرانسہ کی فضاے دلکشا مین اورنگ وعدہ فرمائی پر جلوہ افروز ہے، دست رعنا مین ہینری اور اُسکے جانباز سپاہیون کے انعام کے لیے ایک جڑاؤ شمشیر لیے ہوے ہے، جو تمام و کمال قبضے سے لے کر پھیلہ تک مکلل بجواہر افسران خسروانہ، فرمان تاجداے شاہانہ اور مزیب کلاہاے امیرانہ سے جگمگا رہی ہے۔ فرانسیسی اس زبردست جنگی تیاری کی صحیح اور بروقت خبر پاکر سہمے جاتے ہین اور اس فکر مین ہین کہ کسی نہ کسی طرح اہل انگلینڈ کا بنا بنایا کھیل بگاڑ دین۔

اے مادر انگلستان، بفحوائے ع ہر چہ قامت کہتر بقیمت بہتر، تو اپنی عظمت و بزرگی کی آپ ہی مجسم مثال ہے اگر ترے فرزند سب کے سب سپوت اور رشید ہوتے، تو تجھ سے ایسا کیا کچھ ظہور مین نہ آتا؟ جس سے تیری عزت و کامرانی اور بھی زیادہ ہوجاتی! لیکن ذرا اپنا نقص بھی تو دیکھ! بادشاہ فرانس نے تیرے بعض ایسے کم ظرف

پیرٹ کے ہلکے، ناخلف کپوت ڈھونڈھ نکالے، جنکو اُس نے سیم وزر کا لالچ دے کر اپنی پردغا روباہ بازی مین اپنا ہم آہنگ بنالیا۔ وہ نااہل کون ہین؟ ایک تو رچرڈ ارل آف کیمبرج، دوسرے ہینری لارڈ سکروپ آف ہیشم، تیسرے سر ٹامس گرے نائٹ آف نارتھمبرلینڈ۔ یہ تینون کور باطن سکہ فرانس کی تحریص مین آکر جس سے اُنکے قلب اور نیّت کا کھوٹ ثابت ہوتا ہے، اُس سلطنت کی خوفناک سازش مین شریک ہوگئے تاکہ آرائی کشتی وطغیان اور مکر وفریب چل جائے، تو بقصد فرانس جہاز مین سوار ہونے اور ساؤتھمپٹن مین داخل ہونے سے پہلے حضرتِ اقدس واعلےٰ کے دشمنون کا کام تمام کردین۔

ناظرین، عنان تحمل تھامے رہین ہم زمین کی طنابین کھینچ کر مسافت کی صعوبت کم کیے دیتے ہین اور دور دراز طول طویل واقعات کا سین کہا دکھائین گے۔ گویا دریا کو کوزہ مین بھر دین گے۔

رشوت دیدی گئی باغی راضی ہوگئے۔ بادشاہ سلامت لندن سے روانہ ہوچکے۔ اب ساؤتھمپٹن کی طرف سین منتقل ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو وہان بیٹھا ہوا فرض کر لیجئے۔ وہان سے آپ کو صحیح وسالم فرانس لے جائینگے اور پھر تنگ آبنائے پر کچھ ایسا پڑھکر پھونکدین گے کہ آپ صاحبون کو بآرام عبور کرکے واپس لے آئین۔ انشاءاللہ کسی کو قے ہوگی نہ متلی۔

[کورس جاتا ہے]

## سین پہلا

لندن، ایک گلی

کارپورل نم اور لفٹنٹ بارڈلف باتین کرتے ہوے آتے ہین

**بارڈلف** "وہ آہا! کارپورل نم۔ خوب ملاقات ہوی اس وقت"

**نم** "گڈ مارننگ، لفٹنٹ بارڈلف"

**بارڈلف** "تم یہ تو بتاؤ، ابھی تم مین اور پسٹل مین دوستی ہے؟"

**نم** "مجھ سے پوچھتے ہو، تو مجھے اسکی کچھ بھی پروا نہین۔ مین بڑے بول نہین بولا کرتا۔ موقع پر دیکھ لینا مین اُسکی کیا آو بھگت کرتا ہون۔ خیر دیکھ لیا جاے گا۔ لڑائی کا جوش مجھ مین ہو نہ ہو، لیکن ایک دفعہ آنکھین بند کرکے تلوار کھینچ ہی لون گا، پرانی دھرانی ہونے سے کیا ہوتا ہے، اسکے مُنھ کو تو لہو لگا ہوا ہے، اور جو کاٹ کسی اور کی تلوار مین ہوگا، وہی اسمین بھی ہے۔ خیر سمجھ لون گا"

**بارڈلف** "مین تم دونون مین دوستی کرانے کے واسطے ایک جلسہ دیتا ہون۔ ہم تینون بھائی بن کر فرانس چلین گے۔ سمجھے کارپول، وقت پر نہ اینٹھ جانا"

**نم** "ایمان کی قسم! مین اکیلا ہی بھلا یقین جانو، جب مجھے اُس سے دوستی کیے بغیر ہی نہ بن پڑے گا، تو جیسی مصلحت سمجھون گا کرون گا اس بارے مین میرا ہی فیصلہ ہے اور اسی پر مین چلون گا بھی سُنا تم نے؟"

**بارڈلف** "کارپورل کیا یہ بات سچ ہے؟ کرنیلی کو کلی نے پسٹل سے شادی کر لی ہے، آمین شک نہین، اُس نے تم سے بیوفائی کی، کیونکہ وہ پہلے سے تمھاری منسوبہ تھی"

**نم** "مجھ سے کیا کہتے ہو جی، جو ہونا تھا ہوا جب آدمی سویا ہوا ہوتا ہے، تو اُسے سر پیر کی خبر نہین ہوتی کوئی گلے پر خنجر ہی کیون نہ پھیر دے! ہونے والی بات بھلا کب رک سکتی ہے؟ تحمل کی چھری کند ہوی تو کیا؟ وہ ایک دن اپنا کام کر کے رہے گی نتیجہ اسکا جو کچھ ہوگا دیکھ لینا۔ زیادہ زبان کیون کھلواتے ہو؟" [پسٹل اور کرنیلی کو کلی آتے ہین]

**بارڈلف** "یہ تو پسٹل اور اُسکی جورو دونون چلے آرہے ہین، دیکھو نم، بچھڑنا دھرنا مت۔ کہو میان بھٹیارے صاحب خیریت سے؟"

**پسٹل** "پاجی، پلاکمین کا! ہمین بھٹیارا کہکے پکارتا ہے۔ اسی سر کی قسم اس لفظ سے مجھے کو سخت نفرت ہے، اب میری نیلی بھی مسافرون سے سروکار نہ رکھے گی"

**بھٹیاری** "ہان، ہان، تمھاری جان کی قسم کبھی نہین [تم تلوار کھینچتا ہے]... ارے لوگو، اللہ کی دہائی، دوڑو ارے دوڑو! تلوار کھنچ گئی! دن دہاڑے قتل ہوا چاہتا ہے [پسٹل بھی تلوار کھینچ لیتا ہے]

**بارڈلف** "ہان، ہان، کیا کرتے ہو۔ لڑائی جھگڑا کچھ نہ ہونے پائے، نہین تو مجھسے بُرا کوئی نہین"

**تم** "ہشت!"

**پسٹل** "پلید کتے! ہشت! مردود، نامعقول نجس! ہشت!"

**بھٹیاری** "اچھے کارپول۔ للہ آپ ہی تامل کیجیے۔ بس اب اس موئی تلوار کو میان مین بھی رکھو کہ نہین"

**پسٹل** "پرے ہٹ، تیرا علاحدہ ہی رہنا بہتر ہے"

**نم** "علاحدہ! دوزخی، ملعون، دوزخی، علاحدہ تیرے مُنھ مین، تیرے سلخ مین، تیرے ناپاک جبڑون مین، تیرے پیٹ مین، خبیث کہین کے! قسم خدا کی، علاحدہ تیرے گلیذ مُنھ مین! علاحدہ کو تیری انتڑیون مین نگھسیڑ دیا ہو تو سہی! دیکھ پستول کا گھوڑا چڑھا ہوا ہے۔ ابھی داگ نہ دیا تو نام بدل دینا"

# کتب مندرجۂ ذیل منیجر الناظر بک ایجنسی لکھنؤ سے طلب کیجیے

**المامون** - (ہر دو حصہ) مولانا شبلی کی مشہور تصنیف جسمین مامون رشید کی زندگی کے واقعات دلچسپ پیرایہ مین درج ہین قیمت - عہ

**فلسفۂ ازدواج** - کے متعلق خواجہ حالی کی تحریر فرماتے ہین میرے نزدیک ہر متاہل اور غیر متاہل شخص کا فرض ہے کہ اس کتاب کو اول سے آخر تک بار بار پڑھے اور اُسکی ہدایتون پر عمل کرے اور جس ہدایت پر خود نہ عمل کر سکتا ہو اُسپر اپنے متاہل دوستون اور عزیزون کو اور اُن نوجوانون کو جو عنقریب اس جوے کو اپنی گردن پر رکھنے والے ہین اُنپر عمل کرنے کی تاکید کرے کیونکہ یہ ہدایتین ماؤن اور بچون کی صحت اور اُنکی بقاے نسل کے لیے ایسی ضروری ہین کہ اُنسے کسی طرح مفر نہین قیمت عہ

**ریاض سحر** - شیخ امان علی سحر کا دیوان قیمت ... ۸ر

**دیوان بحر** - شیخ امداد علیصاحب بحر کا دیوان قیمت عہ

**دیوان وزیر** - خواجہ وزیر صاحب کا دیوان قیمت ۱۲ر

**دیوان صبا** - میر وزیر علیصاحب صبا کا دیوان قیمت ۸ر

**الاحسان** - جسمین لفظ صوفی کی تحقیق اور تصوف کی ابتدا اور اُسکی نشو و ارتقا ترقی کا ذکر کیا گیا ہے اور آخر مین تصوف کے تمام شعبون اور اسلام سے تطبیق اور اُسکی حقانیت اور اصول پر بحث کی گئی ہے قیمت ۸ر

**نظم نگارین** - حکیم سید ضامن علی صاحب جلال لکھنوی کا چوتھا دیوان ..... عہ

**نظم بے نظیر** - شمس العلماء ڈاکٹر نذیر احمد مرحوم کی نظمون کا دلچسپ مجموعہ قیمت ..... عہ

**سرور رنگون** - رنگون کے باشندون کی معاشرت اور اخلاق کی حالت کا آئینہ قیمت ..... عہ

**نرالا پھوپا** - علیگڈھ کالج کے متعلق سید سجاد حیدر بی اے کے مزے دار نظم قیمت ..... ۱ر

**حالات آزاد** - ولایت مین پڑھنے والے بیٹے کے دلچسپ خطوط اپنے پدر بزرگوار کے نام مولانا آزاد کی عجیب و غریب دلکشی ہے ہندوستان مین ڈنر جسن کی مالیخولیا جنجال کونسل کی کارروائی اور دیگر مزہ دار مگر نتیجہ خیز مضامین قیمت عہ

**انشاے اُردو** - دلچسپ اور پُر از نصائح مکتوبات کا مجموعہ جس مین مولانا ذکاء اللہ نواب محسن الملک اور ہندوستانی بیگمات کے خطوط ہین قیمت ۸ر

**اُردو لشکر** - ترکیب بند مین اُردو کی سرگزشت خود اُردو کی زبان سے نہایت دلچسپ پیرایہ مین زبان پاکیزہ قیمت ..... ۴ر

**بی جی کی خوشی** - زنانہ میلاد شریف لڑکیون اور بی بیون کے پڑھنے کے قابل قیمت فی جلد ..... ۱ر

**ایک نادان دوست** اور **دنیادار کی کہانی** - مصنفۂ سرسید مرحوم - لڑکون اور لڑکیون - چھوٹون اور بڑون سب کے پڑھنے کے قابل اسکے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلی نیکی کس کو کہتے ہین قیمت فی جلد ..... ۱ر

**آئینۂ مشاعرہ** - مرزا غالب کی مشہور غزل (چوتھری بزم سے نکلا سو پریشان) کی طرح پر عبوپال مین ایک عظیم الشان مشاعرہ ہوا جس کے واسطے ہندوستان کے تمام اساتذہ نے نہایت زوردار غزلین لکھی تھین یہ اُسی کا پُر لطف مجموعہ ہے قیمت .. ۴ر

**حسن تخیل** - حضرت ارشد تھانوی کی نیچرل نظمون کا لطیف مجموعہ مع تصویر مصنف ..... ۸ر

**بیاض ارشد** - موصوف کا ابتدائی کلام اور رنگ تغزل کے نمونے ..... ۴ر

**عروس سخن** - مشہور شعراے اُردو کی بہترین غزلون کا لاجواب انتخاب ار

**مرقع لیلےٰ و مجنون** - مرزا محمد ہادی بی اے رسوا کا بے نظیر ڈراما قابل دید ہے ..... ۴ر

اسکے علاوہ ہر قسم کی مطبوعہ کتابین بھیجی جاتی ہین۔

## مولانا آزاد دہلوی مرحوم کی تصنیفات

دربار اکبری۔

سخندان فارس۔ شعرائے فارسی کا جامع و مفصل تذکرہ عہ

آب حیات۔ مستند شعرائے اردو کا تذکرہ و تعریف سے بالاتر۔ عہ

دیوان ذوق۔ مرتبہ آزاد مع مقدمہ و سوانح عمری ذوق عہ

نظم آزاد۔ کل نظموں کا مجموعہ عہ

نیرنگ خیال۔ استعارہ کے لطیف مضامین۔ ۷ر

قند فارسی۔ ایران کی مروجہ حال زبان۔ ۸ر

نصیحت کا کرن پھول عہ

مکتوبات آزاد۔ ۶ر

بیاض عشاق۔ زوجۂ آخری شاہ اودھ کا دیوان۔ عہ

دیوان شگفتہ۔ دہلی کے مشہور شاعر نسیم دہلوی کا پورا دیوان ۱۲

## حکیم محمد علی کی لاجواب تصانیف

عبرت جان و منہ ریا کا لطیف قصہ بنیل ناول مکمل تین حصے ہے

نصیحت۔ عورتوں کی تعلیم ہے۔ عہ

نتائج تعلیم۔ دو حصے عہ

جعفر و عباسہ۔ ہارون رشید کے زنا کا قصہ پردہ نہ کرنے کے بُرے نتائج ..... عہ

نیل کا سانپ۔ ملکہ حسن کلکتہ کی پرورد داستان کلیجہ تھام کے جب سنو گے .... عہ

حسن سرور۔ میلے ٹھیلے جانے کے نقصانات لطیف طرز ادا کے ساتھ مکمل تین حصے .. ہے

گورا شاہ حسین۔ عقد بیوگان کی ضرورت پر بنیل ناول۔ عہ

مسیحائے عالم .... ۸ر

اہرام مصر ..... ۲ر

دیول دیوی۔ اسلام کے ایک جاہل فاتح علاؤالدین سکندر ثانی کا طرز حکومت و حسن انتظام وغیرہ عہ

## آغا لصاد دیہ۔ سرسید مرحوم کی نہایت مشہور اور بہت سی تصنیف

مع نقشہ جات عمارت دہلی عہ

ترجمہ تاریخ فرشتہ نہایت مستند و مفصل و معتبر تاریخ ۔ ہے

قیصر التواریخ۔ یعنی سلاطین اودھ کی مبسوط و مکمل تاریخ .. عہ

ترجمہ تاریخ مصر۔ یعنی مصری طرز تمدن جو بہت قابل دیدو ہے عہ

اُردو ترجمہ حیاۃ الحیوان۔ جانوروں انسانوں اور دنیا کے تمام دیگر مخلوقات کے تاریخی حالات دو جلد فی جلد عہ

ترجمہ منتخب التواریخ۔ ملا عبدالقادر بدایونی کی مشہور تصنیف کا اردو ترجمہ .... عہ

دبستان مذاہب۔ دنیا کے مختلف مذاہب زبان فارسی ... عہ

سوانح عمری اورنگ زیب۔ مصنفہ محمد لطیف صاحب بی اے ۔ ۱۲ر

سوانح عمری اکبر۔ اکبر کے غیر متعصبانہ اور عادلانہ طرز حکومت کا بیان ۸ر

شاہجہان نامہ۔ شاہجہان بادشاہ کے دور حکومت کے مفصل حالات ہے

مطلع العجائب مترجمہ نواب محسن الملک مرحوم باتصویر۔ عہ

فسانۂ برطانیہ۔ انگلستان کی معاشرتی اور سیاسی زندگی کی حالت قیمت ..... ۱ر

مصائب زوجہ۔ حالات غدر مفصل ترجمہ مولوی نذیر احمد ہوئی

معلم السیاست۔ انگلستان کے مشہور فلسفی مصنف مل کی کتاب متعلق سیاست ملک جسمیں مستوفی حکومت اور امور سیاسی پر علاوہ دیگر مفصل بحث کی گئی ہے۔ عہ

اعمال مسلمہ۔ ہندوستان کے تمدنی حالات اور معاشرتی کیفیات اور سیاسی تغیرات کا صحیح نقشہ ہے

طلسم فرنگ۔ انگریزوں کے عجیب شعبدوں کا بیان عہ

عقل و شعور۔ لڑکوں لڑکیوں مردوں عورتوں کی تعلیم کے لیے دلچسپ افسانہ کے پیرایہ میں فصیح حکیمانہ و فلسفیانہ بغیر ختم کیے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا عہ

اردوئے معلی۔ یعنی حضرت غالب کے رقعات نثر طرز تحریر کے بے مثل نمونے ... عہ

عود ہندی۔ بشرح صدہا لٹریچر اسٹر معروف بہ مکالمہ انگریزی طرز پر اردو میں فن خطوط نویسی ۸ر

دبدبۂ امیری۔ یعنی سوانح عمری امیر عبدالرحمن خان امیر کابل عہ

آئین اکبری۔ علامہ ابوالفضل کی فصیح تصنیف جسمیں اکبر کی ذاتی خوبیاں اور تاریخ کے حالات و سوانح عمری درج ہیں فارسی ۱۲عہ

خطوط منشی امیر احمد حسین حضرت امیر کی سوانح اور انکے کلام پر ریویو اور سوانح امیر و دفاع بھی شامل ہیں عہ

[illegible] یعنی معرفۃ العلوم ۸ر

# النّاظر

نمبر ۵ جلد ۹ — یکم اگست سنہ ۱۹۱۳ء


| | | |
|---|---|---|
| تاریخ اندلس کا ایک باب | مولوی عبدالحق بی اے | ۱ |
| جذباتِ مسلم (نظم) | مولوی محمد مسلم عظیم آبادی | ۱۴ |
| طبقات الارض | سید ہاشمی (علیگ) | ۱۵ |
| کتاب ہستی | سید فضل الٰہی قریشی | ۲۰ |
| بہار (نظم) | سید محمد جعفر قدسی جائسی | ۲۱ |
| مرزا بیدرد کی شاعری | مولوی محمد مسلم عظیم آبادی | ۲۳ |
| ہوائی جہاز (نظم) | محمد سعید خان ندوی | ۳۰ |
| عمر قید سے کس طرح رہائی اور نتیجہ | سید سلطان حیدر جوش (علیگ) | ۳۱ |
| رباعیات شفق | مولانا شفق عمادپوری | ۴۱ |
| خاتون اماندہ | ا۔ ع شرر کاکوروی | ۴۳ |
| مے نوشی و مے فروشی | شیخ نورالدین گوجرانوالہ | ۴۶ |
| نظرے خوش گزرے | | ۴۹ |
| تسخیر فرانس (ڈراما) | مسٹر سید تفضل حسین ناظر | ۱۷ - ۳۲ |

۳۰ برس سے تمام ہندوستان مین لاکھون آدمیون کی آزمایش کی ہوی وہی مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوی

# فصلی بخار و طحال کی دوا

آجکل سیکڑون اشتہار فصلی بخار و طحال کے دوا کا آپ دیکھتے ہونگے ان مین عموماً کونین رہتی ہے اسلیے یہ دوائین بخار کو کچھ وقت تک روک دیتی ہین لیکن آرام نہین کر سکتین ایسے بخار کے لیے ڈاکٹر ایس کے برمن کی فصلی بخار کی دوا چند روز مین ایکدم آرام کرنے کا دعوی رکھتی ہے اور عوام کا فائدہ مدنظر رکھکر قیمت بھی کم رکھی ہے۔ اسکے مین خاص صفتین ہین (۱) یہ ملیریا کے کیڑون کو مار دیتی ہے۔ اسلیے چار پانچ خوراک کے استعمال سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے۔ (۲) دوسرے یہ خون کو گاڑھا کرتی ہے۔ اور اسکے خرابیون کو مٹاتی ہے (۳) یہ قلبی کو کلا دیتی ہے قیمت شیشی کلان ۱۴ر چودہ آنہ محصول ڈاک ۶ر چھے آنہ شیشی خورد ۸ آنہ ۸ر محصول ڈاک ۲ر دو آنہ۔ ۵ر دو شیشی ۱۶ر سولہ آنہ

## داد کامرہم == داد کامرہم

کھجلانے سے آرام کرنا بہتر ہے

اسکے لگانے سے کسی قسم کی تکلیف نہین ہوتی ایک مرتبہ لگانے سے کھجلی اچھی ہو جاتی ہے۔ دو تین مرتبہ کے استعمال سے بالکل اچھا ہو جاتا ہے۔ جب کسی دوا سے فائدہ نہین ہوتا تو اسکی بھی آزمایش کیجیے دیکھیے مہاراجہ بہادر دربھنگہ سرمہاراجہ کمار سریان کمار بہادر شکر پورہ ضلع بلند شہر لکھتے ہین کہ یہ دوسرا اتفاق ہے کہ آپ کے دوا کے استعمال سے ہمارے جاڑو کا اثر کیا جس سے ہمیشہ وقت کی پریشانی سے نجات پائی آپ کا تہ دل سے شکر گزار ہون۔ فی ڈبیہ ۴ر محصول ڈاک ۲ ڈبیہ تک ۵ر ۱۲ ڈبیہ ۶ر

نوٹ۔ ہر جگہ مین ایجنٹ یا مشہور دوا فروش کے یہان ملتی ہے۔

## ڈاکٹر ایس کے برمن ۶۹ تا ۶ ہاجرہ اسٹریٹ کلکتہ

# الناظر

نمبر ۵ جلد ۹ — یکم اگست ۱۹۱۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# تاریخ اندلس کا ایک باب

۷۵۰ء مین جب خاندان بنو اُمیہ کے آخری خلیفہ مروان ثانی نے مصر مین جہان وہ پناہ گزین تھا انتقال کیا تو بنی عباس جو غاصب تخت و تاج تھے ہاتھ دھو کر اُسکے اہل خاندان کے پیچھے پڑ گئے اور اُنکے نیست و نابود کرنے پر آمادہ ہوگئے خلیفہ ہشام کے پوتے کے ہاتھ پاؤن کاٹ ڈالے گئے اور گدھے پر سوار کرکے سارے شام مین شہر شہر اور گاؤن گاؤن اُسے پھرایا۔ ساتھ ساتھ اُسکے نقیب تھا جو بلند آواز سے کہتا جاتا تھا کہ "یہ ابان ابن معاویہ ہے۔ یہ وہی شخص ہے جو بنی امیہ مین سب سے کامل اور لائق مانا جاتا تھا" آخر یہان تک ستایا کہ اسی طرح اُسکا دم نکل گیا۔ ہشام کی بیٹی شاہزادی عبدہ نے جب اپنے خزانون کا پتہ دینے سے انکار کیا تو فوراً اُسکا کام تمام کر دیا گیا۔

لیکن یہ ایذا رسانی اور ظلم و ستم ایسا شدید تھا کہ اُسکی شدت کی وجہ سے امین کامیابی نہوی۔ بہت سے امویین بھاگ گئے اور بدوون مین مِل جُل کر چھپ گئے۔ جب اُنھون نے دیکھا کہ شکار ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ تو اس قتل و غارت کے کام کو جاری رکھنے کے لیے اُنھون نے دغا و فریب سے کام لیا اور اپنے خلیفہ ابوالعباس کی طرف سے ایک اعلان شایع کرایا جسمین اپنی بے اعتدالی کا اعتراف کیا اور تمام زندہ امویین کو امن دینے کا

عدہ کیا۔ ستر سے زیادہ اس جھانسے مین آگئے اور لکڑیون سے پیٹ پیٹ کر اُنکو ہلاک کیا۔ دو بھائی یحییٰ اور عبدالرحمٰن جو خلیفہ ہشام کے پوتے تھے اس خوفناک قتل و خونریزی سے بچکر نکل گئے تھے جب خلیفہ عباس کا اعلان شایع ہوا تو یحییٰ نے اپنے بھائی سے کہا "ابھی ہمین انتظار کرنا چاہیے۔ اگر کوئی اندیشہ کی بات نہوی تو ہم ہروقت عباسی فوج مین جو ہمارے قریب جوار مین ہے شریک ہوسکتے ہین۔ لیکن اسوقت مجھے اُنکی اس جان بخشی اور امن دہی پر اعتبار نہین ہین ایک ایسے شخص کو لشکر مین بھیجتا ہون جو ہمین اطلاع دے سکے گا کہ ہمارے بھائی بندون سے کیسا سلوک ہو"

قتل و خونریزی کے بعد وہ شخص جسے یحییٰ نے لشکر مین بھیجا تھا فوراً یہ وحشت ناک خبر لے کر آیا۔ لیکن سپاہی اس شخص کے پیچھے پیچھے تھے جنھین حکم تھا کہ وہ یحییٰ اور عبدالرحمٰن کو قتل کر ڈالین۔ یہ خبر سُن کر یحییٰ کے ہوش و حواس جاتے رہے اور ابھی اُسکے اوسان بجا نہونے پائے تھے کہ وہان سے بھاگ نکلنے کی کوشش کرے اتنے مین سپاہیون نے اُسے گرفتار کرکے قتل کر ڈالا۔ عبدالرحمٰن اسوقت شکار کو گیا ہوا تھا۔ وہ اس وجہ سے بچ نکلا اُسکے وفادار ملازمون نے اُسے بھائی کی دردناک موت کی خبر دی وہ رات کے اندھیرے مین اپنے مکان کو واپس آیا اور اپنی دونون بہنون کو اطلاع دی کہ مین اپنے اُس مکان مین پناہ گزین ہوتا ہون جو اُس گاؤن مین ہے جو دریاے فرات سے قریب ہے اور اُنکو تاکید کی کہ میرے بھائی اور بیٹے کو لے کر تم بھی بہت جلد وہین آجاؤ۔

یہ نوجوان شاہزادہ بغیر کسی حادثہ اور تکلیف کے اُس گاؤن مین پہنچ گیا جس کا پتہ اُس نے اپنی بہنون کو دیا تھا اور تھوڑے ہی دنون کے بعد اُسکے خاندان کے لوگ بھی اُسکے پاس پہنچ گئے۔ اُسکا ارادہ وہان مدت تک ٹھہرنے کا نہ تھا کیونکہ اُس نے افریقہ جانے کی ٹھان لی تھی لیکن چونکہ اُسے یقین تھا کہ اُسکے دشمن آسانی سے اُسکی جاے پناہ کو نہین معلوم کرسکتے لہذا وہ کسی عمدہ موقع کا منتظر رہا تاکہ وہ بطویل سفر بغیر کسی خوف و خطر کے طے کرسکے۔ ایک روز عبدالرحمٰن کی آنکھین آئی ہوی تھین اور وہ ایک اندھیرے کمرے مین سو رہا تھا کہ اتنے مین اُسکا بیٹا سلیمان جو صرف چار برس کا تھا اور دروازہ کے باہر کھیل رہا تھا کمرے مین ہانپتا کانپتا اور خوف زدہ دوڑتا ہوا آیا اور باپ کی چھاتی پر گر پڑا۔ باپ نے کہا "بیٹا! مجھے نہ ستاؤ تم جانتے ہو مین بیمار ہون۔ مگر یہ تمھارا حال کیا ہے؟ تم اتنے سہمے کیون جاتے ہو" بچے نے پھر اپنا سر باپ کی بغل مین چھپایا اور رونے اور سسکیان لینے لگا شاہزادہ نے کہا "یہ معاملہ کیا ہے" دروازہ کھولا تو دیکھا کہ دور سے سیاہ جھنڈے نظر آرہے ہین.... بچے نے یہی جھنڈے دیکھے تھے۔ اُسے وہ دن یاد تھا جبکہ اُنکے پرانے گھر مین یہی جھنڈے آئے تھے اور اُسکے چچا کا خون بہانے

گیا تھا..... بہت ہی کم وقت تھا اُس نے بمشکل کچھ دینار اپنی جیب مین ڈالے اور اپنی دونون بہنون کو خدا حافظ کہا اور کہا کہ "مین اب جارہا ہون۔ مہربانی کرکے میرے آزاد کردہ غلام بدر کو میرے پاس بھیجدینا۔ وہ مجھے فلان مقام پر ڈھونڈھ لے گا۔ اُس سے کہنا کہ وہ میری ضرورت کی چیزون کو ساتھ لیتا آے۔ اگر خدا کی یہی مرضی ہوی کہ مین اس بلا سے نجات پاؤن تو میرے کام آئین گی" ادھر جب عباسی سوارون نے گاؤن کا محاصرہ کرنے کے بعد اس گھر کی تلاشی لینی شروع کی جو خاندان امیہ کی جاے پناہ تھا اور جہان اُنھون نے صرف دو عورتون اور ایک بچے کو پایا۔ ادھر عبدالرحمن اپنے بھائی سمیت جسکی عمر اٹھارہ سال کی تھی گاؤن سے کچھ فاصلے پر جا کر چھپا۔ اور یہ اُسکے لیے کچھ مشکل نہ تھا کیونکہ وہ تمام مقام ایک گھنا جنگل تھا جب بدر وہان پہنچا تو وہ دونون بھائی پھر چل کھڑے ہوے اور ساحل فرات پر پہنچے یہان ایک شخص ملا جسے شاہزادہ پہلے سے جانتا تھا اُس سے درخواست کی کہ وہ جاکر چند گھوڑے اور رسد خرید کرکے لادے۔ یہ شخص بدر کو ساتھ لے کر روانہ ہوا اور اس کام کے انجام دینے کا وعدہ کیا۔

بدقسمتی سے یہ ساری گفتگو ایک غلام نے سُن لی یہ نمک حرام ہیوفا انعام کے لالچ مین سیدھا عباسی کپتان کے پاس دوڑا گیا اور سارا بھانڈا پھوڑ دیا۔ یکایک یہ دونون بیکس مفرور گھوڑون کی ٹاپون کی آہٹ سے چونک اُٹھے بمشکل سے انھین اتنا وقت ملا کہ وہ پاس کے ایک باغ مین جا چھپے لیکن سوارون کی نظر سے نہ بچ سکے جنھون نے فوراً باغ کا محاصرہ کرلیا۔ بس ایک دو منٹ ہی کی کسر تھی کہ یہ دونون بھائی آب شمشیر سے ہمیشہ کے لیے سیراب کردیے جائین۔ بچاؤ کی صرف ایک ہی تدبیر تھی اور وہ یہ کہ دریاے فرات مین کود جائین اور تیر کر پار نکل جانے کی کوشش کرین۔ دریا کا پاٹ بہت چوڑا تھا تدبیر بہت خطرناک تھی لیکن مایوسی کے عالم مین وہ مطلق نہ جھجکے اور خدا کا نام لے کر بے تحاشا دریا مین کود پڑے۔ سوارون نے جب دیکھا کہ ہاتھ مین آیا ہوا شکار نکلا جاتا ہے تو اُنھون نے آواز دی کہ "لوٹ آؤ۔ لوٹ آؤ۔ ہم تمھین کچھ نہ کہین گے" عبدالرحمن ان وعدون کا مطلب خوب سمجھتا تھا۔ اُس نے اور تیز تیز تیرنا شروع کیا۔ جب وہ منجدھار مین پہنچا تو ایک لمحہ کے لیے ٹھہر گیا اور اپنے بھائی کو بلانے لگا کہ جلدی چلو لیکن افسوس کہ وہ نوجوان عبدالرحمن جیسا تیراک نہ تھا۔ کچھ تو ڈوب جانے کے خوف سے اور کچھ سپاہیون کے وعدہ پر یقین کرکے وہ کنارہ کی طرف لوٹ گیا۔ عبدالرحمن بہتیرا چلایا کیا کہ "میرے عزیز بھائی واپس آجا۔ اور ان سپاہیون کے وعدہ پر نہ جا" مگر اُس کا چلانا بیکار تھا۔ سپاہی آپس مین کہنے لگے "یہ ایک ہاتھ سے نکل گیا" اُن مین سے جو زیادہ پھرتیلا تھا کپڑے

فرات پر اُسکو دنے کو تیار ہو گیا مگر دریا کا پاٹ دیکھکر ہمت نہ پڑی۔ اسلیے عبدالرحمن تعاقب سے بچکر صحیح وسلامت دوسرے کنارہ پر جا پہنچا۔ لیکن جب اُس نے یہ دیکھا کہ سنگدل وحشی سپاہی اُسکے چھوٹے بھائی کا سر کاٹ رہے ہین تو وہ دل پکڑ کے رہ گیا۔

جب وہ افریقیہ پہنچا تو اُسکا وفادار غلام بدر اور اُسکی بہن ام الاصبغ کا آزاد کردہ بندہ سالم اُس سے آملا اور اُسکے واسطے درہم و دینار اور قیمتی جواہرات ساتھ لایا۔ اسکے بعد وہ اُن دونون کو ساتھ لے کر افریقیہ روانہ ہوا جہان عباسیون کی حکومت ابھی تک تسلیم نہین کی گئی تھی۔ اور جہان اس سے پیشتر کئی اموین پناہ گزین تھے۔ وہ وہان بغیر کسی حادثہ اور ناگوار واقعہ کے پہنچ گیا۔ وہان پہنچکر اگر وہ چاہتا تو عافیت اور راحت سے بسر کر سکتا تھا لیکن وہ اس طبیعت کا شخص نہ تھا جو معمولی اور گمنام زندگی بسر کرتا۔ اس عمر ہی مین جو بیس سال سے زیادہ نہ تھی اُسے ہمیشہ جاہ و ثروت کے خواب نظر آتے تھے۔ ایک تو وہ ویسے ہی مضبوط۔ قوی اور بہادر تھا۔ دوسرے تعلیم بھی بہت اچھی پائی تھی۔ اسپر اُسکی لیاقت معمول سے کہین زیادہ تھی۔ لہذا اُسکا دل گواہی دیتا تھا کہ وہ بہت بڑا آدمی ہونے والا ہے طبیعت مین بیباکی اور بڑے سے بڑے کام مین ہاتھ ڈال دینے کی چونچ تو تھی ہی اس خیال نے اُسے اور اکسایا اور اُبھارا۔ اور بچپن کی یاد کو جس کے بعد سے وہ غریبانہ زندگی بسر کر رہا اور مارا مارا پھر رہا تھا نازہ کر دیا۔ اہل عرب اس بات کے معتقد تھے کہ ہر شخص کی قسمت اُسکی پیشانی پر لکھی ہے۔ عبدالرحمن بھی اور لوگون کی طرح اسکا قائل تھا اور زیادہ تر اسلیے کہ اُسکے دادا مسلمہ نے جو بہت بڑا قیافہ شناس سمجھا جاتا تھا اُسکے متعلق کچھ ایسی ہی پیشین گوئی کی تھی جیسے آج کل اُسے خواب نظر آرہے تھے اُس کی عمر کوئی دس برس کی ہوگی جب اُسکے باپ معاویہ کا انتقال ہو گیا۔ لوگ ایک روز اُسے اور اُسکے بھائیون کو لاکر صافہ لے گئے یہ علاقہ قنسرین کا ایک شاندار گاؤن تھا اور خلیفہ ہشام وہان اکثر جا کر رہا کرتا تھا۔ ابھی یہ بچے محل کے دروازے ہی پر تھے کہ اتنے مین مسلمہ وہان پہنچا اور اُس نے اپنا گھوڑا ٹھہرا کر پوچھا کہ یہ بچے کون ہین؟ گورنر دوالی نے جواب دیا کہ "یہ معاویہ کے بیٹے ہین" مسلمہ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے "غریب بچے" اور اُسکی آنکھون مین آنسو ڈبڈبا آئے۔ اور وہ اُن سب بچون سے ملا۔ مگر عبدالرحمن سے ملکر وہ بہت خوش ہوا اُسے اپنے زین کے آگے بٹھا لیا اور خوب پیار کیا۔ اسی اثنا مین خلیفہ ہشام محل سے برآمد ہوا اور اپنے بھائی سے پوچھا کہ "یہ کس کا بچہ ہے" مسلمہ نے جواب دیا کہ "یہ معاویہ کا بیٹا ہے" اور پھر بھائی سے کان مین جھک کر کہا "عنقریب ایک بہت بڑا واقعہ ہونے والا ہے۔ یہ بچہ جو تم دیکھتے ہو ایک ایسا بڑا آدمی ہوگا جس کا تخت غطار ہے" ہشام نے

پوچھا "کیا تمھین پورا یقین ہے" مسلمہ نے جواب دیا "مین نے اسکے چہرہ اور گردن کی علامتین خوب دیکھ لی ہین۔"
عبدالرحمن کو یاد تھا کہ اس وقت سے اُسکے دادا نے خاص طور پر عنایت کرنی شروع کی اور اکثر اُسے تحفے تحائف بھیجا کرتا تھا جسمین دوسرے بھائیون کا کوئی حصہ نہوتا۔ اور ہر مہینے اُسے اپنے محل مین بلا بھیجتا۔

اُن پراسرار الفاظ کا کیا مطلب تھا جو مسلمہ کی زبان سے نکلے تھے؟ یہ ٹھیک ٹھیک عبدالرحمن کو بھی معلوم نہ تھا لیکن جس وقت مسلمہ نے یہ الفاظ کہے تھے تو اس وقت اس قسم کی اور بھی کئی پیشین گوئیان ہوی تھین۔ بنو امیہ کی قوت مین بہت کچھ انحطاط پیدا ہوگیا تھا اور توہم پرست بادشاہ (جیسا کہ عام طور پر اہل مشرق ہوتے ہین) قیافہ شناسون منجمون اور کاہنون، غرض اُن تمام لوگون سے جو کسی نہ کسی طرح اسرار غیب کے بتانے کا دعوی کرتے تھے بڑے اصرار سے ان امور کے متعلق سوال کرتے تھے۔ یہ ہوشیار علم غیب کے مدعی نہ تو چاہتے تھے کہ انکی امیدون پر پانی پھر جاے اور نہ یہ چاہتے تھے کہ انھین ایسی امیدین دلائین جنھین بعد کے واقعات غلط ثابت کردین لہذا انھون نے اُسکے بین بین یہ بات پیدا کی کہ بنو امیہ کی حکومت کو زوال تو ہوگا لیکن اس امور خاندان کا ایک پودا دوسری جگہ جاکر جڑ پکڑے گا۔ مسلمہ کے دل مین بھی یہی خیال جما ہوا تھا۔

اس بنا پر عبدالرحمن کو یقین تھا کہ کسی روز وہ تخت سلطنت پر جلوہ گر ہوگا۔ لیکن کہان اور کس ملک مین؟ مشرق ہاتھ سے جاچکا تھا۔ لہذا وہان کوئی امید باقی نہین رہی تھی۔ اب صرف اسپین اور افریقہ باقی تھے۔ اور ان دونون مقامات مین فہری خاندان اپنے قدم جمانے کی کوشش کر رہا تھا۔

افریقہ مین یا یون کہنا چاہیے کہ اُس حصۂ ملک مین جو ابتک عربون کے زیر فرمان تھا (کیونکہ مغربی حصہ تو پہلے ہی خود سر ہوچکا تھا) ایک شخص فرمانروائی کر رہا تھا جس سے ہم اسپین مین مل چکے ہین۔ جہان اس نے امیر بننے کی بہت کوشش کی لیکن وہ ناکامیاب رہا۔ یہ شخص قبیلہ فہری کا عبدالرحمن بن حبیب فہری تھا جو اسپین کے گورنر (والی) یوسف کا رشتہ دار تھا۔ چونکہ ابن حبیب نے عباسیون کی حکومت کو تسلیم نہین کیا تھا لہذا وہ چاہتا تھا کہ اپنی اولاد کے لیے افریقہ بطور ایک آزاد سلطنت کے چھوڑ جاے۔ اور اُس نے اپنی نسل کی آیندہ حالت کے متعلق بہت بیچینی کے ساتھ مشورہ کرنا شروع کیا۔ ابھی عبدالرحمن کو اُسکے دربار مین داخل ہوے تھوڑے ہی دن ہوے تھے کہ ایک یہودی نے جو مسلمہ کے دربار مین رہ چکا تھا اور جسے مسلمہ نے علم غیب سکھایا تھا ایک پیشین گوئی کی کہ شاہی نسل کا ایک شخص جس کا نام عبدالرحمن ہوگا اور جسکی ہر کنپٹی پر بالون کی ایک ایک لٹ ہوگی وہ ایک ایسے خاندان کا بانی ہوگا جو افریقہ پر حکمران ہوگا۔ اسکے جواب مین ابن حبیب نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو افریقہ کا فرمان روا تو مین ہی ہون

اور میرا نام بھی عبدالرحمٰن ہے۔ اب صرف مجھے کنپٹی پر بالوں کی ایک ایک لٹ اور بڑھا لینی چاہیے تو پیشین گوئی بالکل مجھ پر صادق آجائے گی۔ یہودی نے کہا "نہیں۔ تم وہ شخص نہیں ہو۔ کیونکہ تم شاہی خاندان سے نہیں ہو اور اس پیشین گوئی کی سب شرائط تم میں نہیں پائی جاتیں"

بات معقول تھی ابن حبیب نے اُس وقت تو عبدالرحمٰن کی زندگی پر ہاتھ نہ ڈالا۔ مگر نہ صرف اُسکی طرف سے بلکہ اُن تمام امویین کی طرف سے جو اُسکے ملک میں پناہ گزین ہوئے تھے بدگمان ہوگیا اور یہ سمجھنے لگا کہ ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو کسی روز اُسکی تباہی کا باعث ہونگے اور اسلیے وہ اُنکی حرکات و سکنات پر بڑے غور اور بے صبری کے ساتھ نظر رکھنے لگا۔ ان شہزادوں میں خلیفہ ولید ثانی کے دو بیٹے بھی تھے یعنے لوی اور عاص جو اپنے باپ سے کچھ کم نہ تھے۔ ولید ہمیشہ عیش و عشرت میں بسر کرتا اور اپنے آشناؤں کو مسجد میں امامت کے لیے بھیجتا اور تیر کمان کی مشق کرتے وقت قرآن کو آماجگاہ بناتا تھا اور کہتا تھا کہ اے قرآن تو خدا کے پاس میری شکایت کرنا۔ اُسکے بیٹے بھی اس دیار غربت میں چین کرتے تھے۔ ایک شب کو جبکہ دور نیند چل رہا تھا اور آپس میں گپ شپ ہو رہی تھی اُنمیں سے ایک بول اُٹھا "کیا حماقت ہے! کیا ابن حبیب یہ سمجھتا ہے کہ اس ملک کا امیر ہمیشہ وہی رہے گا اور ہم جو خلیفہ کے فرزند ہیں اُسے یوں ہی امن و بے فکری سے حکومت کرنے دینگے"۔ ابن حبیب نے جو کواڑوں کے پیچھے کھڑا یہ باتیں سُن رہا تھا اُسی وقت سے یہ ٹھان لی کہ ان خوفناک مہمانوں کا چپ چاپ کام تمام کر دینا چاہیے۔ اور اب وہ ایک مناسب موقع کی تاک میں رہا کہ یا تو اُنکی موت کو کسی اتفاقی حادثہ سے منسوب کرے یا ذاتی انتقام سے اسلیے اُس نے اپنے ملنے جلنے کے طریقہ میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کی اور وہ جب اُس سے ملاقات کے لیے آئے تو اُن سے اُسی اخلاق و مہربانی سے پیش آیا جیسے وہ پہلے ملتا تھا۔ لیکن جو اُسکے رازدار تھے اُن سے اُس نے نہیں چھپایا کہ وہ ولید کے بیٹوں کی تاک میں ہے کیونکہ وہ اُنکی زبان سے ایسے الفاظ سُن چکا ہے جو خلاف مصلحت اور دانشمندی تھے۔ ان رازداروں میں بنو امیہ کا ایک خفیہ طرفدار بھی تھا جس نے ان دونوں شاہزادوں کو مشورہ دیا کہ والی کے غضب سے بچنے کے لیے تم یہاں سے بھاگ جاؤ۔ انھوں نے فوراً اُسپر عمل کیا لیکن جب ابن حبیب کو اُنکے اس طرح سے بھاگ جانے کی خبر ملی تو چونکہ اُسے وجہ تو معلوم تھی نہیں یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بربری یا عرب قبائل کو میرے خلاف بھڑکائیں اسلیے اُس نے اُنکے پیچھے سوار دوڑائے۔ سوار اُنھیں پکڑ کر واپس لائے۔ اب اُسے حیلہ ہاتھ آگیا۔ ایک تو اُنکی وہ گفتگو دوسرے اس طرح سے بھاگ جانا اُنکے مجرمانہ خیالات کا کافی ثبوت تھا۔ لہذا وہ قتل کر دیے گئے۔

اسکے بعد سے اُس نے بنو اُمیہ کی غارت گری پر کمر باندھ لی جسکی خبر اُنکے طرف داروں نے اُنھیں پہنچادی اور اُنھوں نے وہان سے بھاگنا اور خود مختار بربری قبایل مین پناہ ڈھونڈھنی شروع کی۔

عبدالرحمن تمام شمالی افریقہ مین ایک سرے سے دوسرے سرے تک قبیلے قبیلے اور قریے قریے پھرا کیے دنون تو وہ برقہ مین چھپا رہا اور اُسکے بعد نبی رستم شاہان تیہرت کے دربار مین پناہ لی بعد ازان زناتہ کے بربری قبیلہ سے پناہ کی التجا کی۔ اسی طرح پانچ سال گزر گئے۔ اور اس طویل عرصہ مین کوئی بات ایسی نہین معلوم ہوی جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ وہ اسپین مین اپنی قسمت آزمائی کرنا چاہتا تھا۔ مگر ہان یہ جاہ طلب شخص جسکے پاس نہ روپیہ تھا نہ دوست آشنا افریقہ کی حکومت کی تمنا رکھتا تھا۔ رات دن سازش کرنے اور ہر طرح اور ہر طریقہ سے اپنے دوستون اور طرفدارون کی جماعت قائم کرنے مین مصروف تھا لیکن جب زناتہ والون نے اسکا پیچھا کیا تو وہ بربری قبیلۂ Nefza کے ہان پہنچا جسکے قبضہ مین شمالی حصہ تھا اور جو Ceuta کے پڑوس مین آباد تھا۔ جب اُس نے دیکھا کہ افریقہ مین دال گلتی نظر نہین آتی تو اُس نے سمندر کے اُس پار نظر دوڑائی اسپین کے متعلق کچھ کچھ معلومات اُسکے اپنے ایک آزاد کردہ غلام سالم سے پہلے ہی حاصل تھین کیونکہ وہ موسیٰ بن نصیر یا اُسکے بعد کے زمانہ مین اسپین مین تھا اور وہ وہان کے معاملات مین اُسے بہت کچھ مدد دیتا۔ لیکن وہ اُس سے پیشتر ہی ملک شام کو واپس چلا گیا تھا۔ وہ ایک ایسے جاہ طلب بوالہوس کے ساتھ آوارہ پھرتے پھرتے بیزار ہوگیا تھا اور اس فکر مین تھا کہ کوئی موقع ملے تو اُس سے پیچھا چھڑا کر چلدے۔ اس سے پہلے کہ وہ خود کوئی تدبیر نکالے عبدالرحمن نے اُسے موقع دیا جسکی کیفیت یہ ہے کہ ایک روز وہ سو رہا تھا اور اُسے خبر نہ تھی کہ اُسکا آقا اُسے بُلا رہا ہے اسپر بگڑ کر عبدالرحمن نے پانی کا بھرا گلاس اُسکے مُنھ پر کھینچ مارا۔ اسپر سالم نے کہا "چونکہ تم مجھ سے ایک کمینے غلام کی طرح برتاؤ کرتے ہو اسلیے مین اب تم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہوتا ہون۔ تمھارا مجھپر کچھ احسان نہین ہے کیونکہ تم میرے سرپرست یا آقا نہین ہو البتہ تمھاری بہن کا مجھپر حق ہے اور اب مین اُسکے پاس واپس جاتا ہون"

اب اُسکے ساتھ صرف ایک ملازم (آزاد کردہ غلام) رہ گیا اور یہ وہی وفادار بدر ہے (جس کا ذکر پہلے آچکا ہے) اُسی کو اُس نے اسپین بھیجا تاکہ وہ وہان جاکر دمشق اور قلنسرین کے چار پانچ سو اُمویون سے جو Seville اور Tadmir مین آباد تھے جاکر ملے اور اُنھین اپنے آقا کا خط دے جسمین عبدالرحمن نے لکھا تھا کہ وہ پانچ سال سے ابن حبیب کے تعاقب سے بھاگتے بچنے کے لیے مارا مارا پھر رہا ہے۔ اور ابن حبیب خاندان امیہ کا دشمن اور اُس خاندان والون کی جان کا لاگو ہو رہا ہے۔ اسکے بعد اُس نے لکھا کہ "اے میرے خاندان کے اطاعت گزارو امیری

ہے عمر آرزو ہے کہ مین تمھارے پاس آؤن اور تمھارے ساتھ رہون کیونکہ مجھے یقین ہے کہ تم میرے ساتھ حق و فاداری
و دوستی ادا کروگے لیکن افسوس مین اسپین نہین آسکتا کیونکہ اسپین کا والی بھی مجھے اسی طرح پھانسنے کی کوشش کریگا
جیسے والی افریقہ نے کی۔ وہ مجھے اپنا دشمن نیز مدعی حکومت سمجھے گا۔ اور کیا درحقیقت مجھے حق نہین پہنچتا ہے؟ مجھے
جو خلیفہ ہشام کا پوتا ہون؟ اور جبکہ مین اسپین مین ایک معمولی آدمی کی طرح نہین آسکتا تو مین مدعی ہوکر آؤن گا۔
مجھے صرف تمھارے جواب کا انتظار ہے اور اگر تم نے مجھے اپنی وفاداری کا یقین دلایا تو مین وہان پہنچ جاتا ہون۔
اب مجھے صرف اُسی ملک مین کامیابی کا موقع ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ تم مقدور بھر میری تائید کروگے۔ اور میرے
حق کو اپنا حق سمجھوگے۔" آخر مین اُس نے اپنے طرفدارون سے وعدہ کیا کہ اگر وہ اُسے پوری پوری مدد دین گے
تو وہ اُنھین اعلےٰ اعلےٰ عہدون پر مقرر کرے گا۔

بدر نے اسپین پہنچ کر خط عبیداللہ اور ابن خالد کو دیا۔ یہ دونون دمشقی جماعت کے سردار تھے۔ خط پڑھنے
کے بعد ان دونون سردارون نے مشورے کے لیے ایک تاریخ مقرر کی اور قیسون جماعت کے سردار یوسف ابن بخت
کو بھی دعوت دی کہ وہ اس موقع پر آنے کی تکلیف گوارا کرے۔ روز معینہ پر اُنھون نے اپنے قبیلہ والون سے مشورہ
کیا کہ اس معاملہ مین کیا کرنا چاہیے۔ اگرچہ معاملہ نازک تھا لیکن سب نے اتفاق کیا کہ یہ کام کرنے کے قابل اور
ضرور کوشش کی جاے۔ اس امر کے فیصلہ کرنے مین اُنھون نے عربی خیال سے ایک حقیقی فرض کو ادا کیا کیونکہ طوق
اطاعت ایک ایسا معاہدہ ہے جو کبھی فسخ نہین ہوسکتا۔ اور ایک آزاد کردہ غلام کی اولاد پر واجب ہے کہ وہ اُس شخص کے
وارثون کا ہر حال مین ساتھ دے جس نے کسی خاندان کے بانی کو آزادی عطا کی لیکن قطع نظر اور باتون کے اس
فیصلے مین خود اُنکا فائدہ بھی تھا۔ عرب خانوادون کی حکومت خاندانون کے لحاظ سے ہوتی تھی۔ بادشاہ کے عزیز و
اقارب اور آزاد کردہ غلامون کی اولاد بڑے بڑے عہدون پر مقرر کی جاتی تھی۔ اور اسلیے عبدالرحمن کے لیے جو دو
کوشش کر رہے تھے اُسمین اُنکی اپنی بہبودی بھی متصور تھی۔ لیکن اسے عمل مین کیونکر لائین اسپر اتفاق نہین ہوتا
تھا۔ لہذا یہ صلاح ٹھہری کہ صمیل بن حاتم سے مشورہ کیا جاے (جو اس وقت سرقسطہ مین محصور تھا) اور اس سے
پہلے اس بارہ مین کچھ نہ کیا جاے۔ لوگ جانتے تھے کہ وہ یوسف سے ناراض ہے اس لیے کہ وہ مدد کو نہین پہنچا تھا
اور لوگون کو یہ خیال تھا کہ وہ بنو امیہ والون کی طرف مائل ہے۔ جو اسکے خاندان کے قدیم محسن ہین۔ بہرحال
لوگون کو اسکی رائے پر اعتماد تھا کیونکہ وہ ایک شریف آدمی تھا اور لوگ جانتے تھے کہ اگر اُس سے رازمین کوئی بات
پوچھی گئی تو کبھی اُسے افشا نہ کریگا۔ بنداُس سے مشورہ کے لیے تیس امویین بدر کے ساتھ ہوے۔ رستے مین اُنھین

کچھ قیسی ملے جو صمیل کی مدد کو جا رہے تھے۔ ہم اسکا ذکر پہلے کر چکے ہین کہ قیسیون کو پوری کامیابی ہوی۔ اب جہان سے ہم نے قصے کو چھوڑا تھا وہان سے پھر شروع کرتے ہین۔ اور یہ وہ موقع ہے جبکہ بنو امیہ والون نے تخلیہ مین گفتگو کرنے کی اجازت چاہی جو قیسیون نے انکی درخواست قبول کرلی تو انھون نے سب سے اول اُس سے یہ کہا کہ جن امور کا ذکر ہم آپ سے کرنے والے ہین انھین آپ بالعلانیہ مین رکھین۔ اور جب اُس نے اسکا وعدہ کرلیا تو عبیداللہ نے بدر کے آنے کی اطلاع دی اور عبدالرحمن کا خط پڑھکر سُنایا۔ اور اسکے بعد نہایت عجز و انکسار کے ساتھ یہ کہا "اب براہ کرم ہمین حکم دیجیے کہ ہم کیا کرین۔ ہم آپ کے احکام کے تابع ہین۔ جو آپ کہین گے ہمین منظور ہے۔ اور جس بات کو آپ منع کرین گے اُسکا کبھی نام نہ لین گے" صمیل نے تفکر کے لہجہ مین جواب دیا "معاملہ نازک ہے۔ خدا کے لیے مجھسے فوراً جواب طلب نکرو مین اسپر غور کرون گا اور بعد ازان اپنی راے سے تمھین اطلاع دون گا"

بدر صمیل کے سامنے پیش کیا گیا۔ صمیل نے بغیر کوئی وعدہ کیے اُسے تحفے تحائف دیے جیسے کہ اُس نے دوسرے لوگون کو جو اُسکی امداد کے لیے آئے تھے دیے تھے۔ اسکے بعد وہ قرطبہ آیا۔ وہان اُس نے دیکھا کہ یوسف باغیان سرقسطہ کی تنبیہ و سرکوبی کے لیے فوج جمع کر رہا ہے۔

مئی ۷۵۵ء مین جب وہ کوچ کرنے کو تھا تو اُس نے شام کے وقت سرداران بنو امیہ کو بلایا اور جب سے بنو امیہ کی خلافت جاتی رہی تھی وہ انھین اپنی رعایا سمجھنے لگا تھا۔ جب وہ اسکی خدمت مین حاضر ہوے تو اُس نے کہا "جاؤ۔ ہماری رعایا (بنو امیہ والون سے) سے کہو کہ انھین ہمارے ساتھ چلنا ہوگا"

عبیداللہ نے جواب دیا "خداوند۔ یہ ناممکن ہے۔ کئی سال سے ملک مین قحط ہے اور انھین اتنی سکت نہین ہے کہ یہ کام کرسکین۔ جو اس قابل تھے وہ پہلے ہی صمیل کی کمک کو گئے ہوے ہین۔ اور موسم سرما کے لمبے لمبے کوچون نے انھین تھکا دیا ہے"

یوسف نے کہا "کیا کوئی ایسی تدبیر ہوسکتی ہے کہ انھین پھر قوت آجاے۔ لو یہ ہزار دینار لین۔ انھین دو کہ وہان کا غلہ خریدین"

"ایک ہزار دینار پانچ ہزار آدمیون کے لیے جنکے نام درج رجسٹر ہین۔؟ یہ بہت کم ہے خصوصاً ایک ایسے زمانہ مین جب کہ اس قدر مہنگا ہے"

"اب تم جو چاہے کرو۔ مین اس سے زیادہ نہین دون گا"

"تو پھر آپ اپنا روپیہ بھی اپنے ہی پاس رکھیے۔ ہم آپ کا ساتھ نہین دے سکتے"

امیر کے پاس سے آنے کے بعد عبید اللہ اور اُسکے دوستون نے آپسمین مشورہ کیا۔ اُنھون نے کہا" روپیہ کا لے لینا ہر حال مین بہتر ہے۔ وہ ہمارے کام آئے گا۔ مگر یہ ہمین سمجھ لینا چاہیے کہ ہمارے ہم قبیلہ یوسف کے ساتھ نہین جائینگے بلکہ اپنے اپنے گھرون مین رہینگے تاکہ ضرورت کے وقت کام آئین لیکن ہمین فوج سے غیر حاضری کے لیے کوئی حیلہ ڈھونڈھ رکھنا چاہیے۔ بہر حال جو روپیہ ہمین دیتا ہے وہ ہمین قبول کر لینا چاہیے۔ اسمین کا حصہ ہم اپنے ہم قبیلون کو دینگے جسے وہ بہت شکریہ کے ساتھ قبول کرینگے اور غلہ وغیرہ خریدینگے اور باقی روپیہ ہم اپنے منصوبون کے برلانے مین خرچ کرینگے"۔ چنانچہ وہ پھر والی کے پاس آئے اور اُس سے عرض کی کہ ہزار دینار جو آپ ہمین دیتے تھے ہم قبول کرتے ہین جب اُنھین روپیہ مل گیا تو وہ (Mahomet?) مین اپنے قبیلہ والون کے پاس آئے۔ اور یوسف کی طرف سے ہر ہر قبیلہ کو دس دس دینار دیے اور کہا یہ خفیف رقم غلہ خریدنے کے لیے دی گئی ہے اُنھون نے یہ نہین بتایا کہ یوسف نے اس سے بہت زیادہ رقم اُنھین دی ہے۔ اور اُس کے دینے کا منشا یہ ہے کہ وہ سب کے سب اُسکے ہمرکاب چلین اور ہزار دینار گویا بطور تنخواہ کے ہین۔ ایک دینار کے بیس درہم ہوتے ہین تقسیم کے بعد انکے پاس تین چوتھائی رقم بچ رہی۔

جب یہ سب معاملے ہو رہے تھے یوسف تھوڑی سی فوج لے کر قرطبہ کی طرف روانہ ہوا اور اس سڑک پر ہولیا جو ملیطلہ کو جاتی ہے۔ اس لیے اُس نے اپنا پڑاؤ ضلع جیان کے اُس مقام پر کیا جس کا نام اس وقت وادی فاز تھا اور جو Guadalquivir کے شمال کی طرف واقع تھا۔ اور جہان سیرامورینا کے درون کو طے کرنے کے لیے وادی الکبیر سے پار اُترنا پڑتا تھا۔ اور اس وقت جہان ایک کشتی پڑی رہتی ہے جسے اُن واقعات کی وجہ سے جو جنگ ہیلن (سنہ ۱۱۹۱ء) سے پہلے واقع ہوئی یورپ مین ایک خاص شہرت حاصل ہو چکی ہے۔

یوسف یہان اُن فوجون کی آمد کا انتظار کر رہا تھا جو ہر ضلع سے آ رہی تھین اور وہ اُنھین تنخواہین تقسیم کر رہا تھا۔ بنو امیہ والون کے دونون سردار یہ معلوم کر کے کہ اُسے باغیان سرقسطہ سے پہلے پہنچنے کی جلدی ہے اور وہ زیادہ دیر نہ ٹھہرے گا فوراً اُسکے پاس حاضر ہوے۔ یوسف نے پوچھا" ہماری رعایا کہان ہے؟" عبید اللہ نے جواب دیا" اے امیر آپ اطمینان رکھین اور خدا آپ کو سلامت رکھے۔ آپ کی رعایا دوسرے لوگون کی طرح نہین ہے جسے ہم آپ سب جانتے ہین۔ اُنکی یہ تمنا ہے کہ چاہے کچھ ہو جاے آپ اپنے دشمنون سے ہمارے بغیر نہ لڑین۔ یہ بات اُنھون نے خود ہم سے کہی ہے۔ اور آپ سے یہ درخواست کی ہے کہ تھوڑی مہلت ہمین اور دی جاے۔ آپ کو معلوم ہے کہ آدمی ایسے ہین کہ اب کی فصل بیج بہت اچھی ہوگی۔ انھین سب سے بڑی فکر اپنے کھیتون کی ہے۔

لیکن امید ہے کہ وہ للیطلہ پر آپ سے آملینگے" شبہ کی کوئی وجہ ہی نہ تھی اسلیے جو کچھ عبید اللہ نے کہا اُسے یفین نہ
"اچھا۔ اب تم مہربانی کرکے اپنے ہم قبیلون کے پاس جاؤ اور ایسا انتظام کرو کہ وہ فوراً چل پڑین" اسکے بعد یوسف
نے اپنا سفر جاری رکھا۔ اور کوچ کرتا ہوا چلا عبید اللہ اور اُسکا ساتھی تھوڑی دور تک اُسکے ساتھ گئے اسکے بعد انھون نے
اجازت چاہی اور وعدہ کیا کہ ہم اپنے دوسرے ساتھیون سمیت عنقریب خدمت مین حاضر ہونگے۔ امیر سے رخصت
ہوکر وہ وادی فاران مین واپس آئے۔ رستے مین اُنھین صمیل اور اُسکے سوار ملے۔ رات اُس نے حسب عادت
عیش و عشرت سے بسر کی تھی اور ابھی یہ قیسی سردار سو ہی رہا تھا کہ یوسف نے کوچ کردیا۔ اُس نے جب ان لوگون کو
واپس آتے دیکھا تو کہا "این! واپس آگئے کیا کوئی خبر لائے ہو" اُنھون نے جواب دیا "نہین خداوند کچھ نہین۔ یوسف
نے ہمین واپس جانے کی اجازت دی ہے۔ ہم نے اُس سے دوسرے ساتھیون سمیت للیطلہ پر ملنے کا وعدہ کیا ہے
اگر آپ پسند کرین تو ہم تھوڑی دور تک آپ کے ہمرکاب چلین" صمیل نے جواب دیا "مجھے آپ کی صحبت سے بڑا
خوشی ہوگی۔ آئیے اور ضرور آئیے" ادھر اُدھر کی باتون کے بعد عبید اللہ نے صمیل کے قریب پہنچ کر کان مین کہا کہ مین کچھ تخلیہ
مین کہنا چاہتا ہون صمیل کے اشارہ کرنے پر اُسکے ساتھی الگ ہوگئے اور عبید اللہ نے کہنا شروع کیا "مین معاویہ کے
بیٹے کے متعلق آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہون۔ جسکے بارے مین ہم نے آپ سے مشورہ کیا تھا اُسکا قاصد ابتک ٹھہرا ہوا ہے"
صمیل نے جواب دیا "مین اُس معاملہ کو بھولا نہین ہون مین نے اسپر بہت غور کیا اور جیسا کہ مین نے آپ سے وعدہ کیا تھا
مین نے کسی شخص سے اسکا ذکر تک نہین کیا یہان تک کہ مین نے اپنے عزیز دوستون کو بھی اسکی خبر نہین کی۔ میرا جواب
اُسکے متعلق یہ ہے کہ میری رائے مین شخص معلوم حکومت کا اور میری تائید کا مستحق ہے۔ یہ ہے میرا جواب جو تم اُسے
لکھ سکتے ہو۔ اور خدا ہمارا مددگار ہے۔ اب رہا یہ بڈھا گنجا (یوسف کو اُس نے یہی لقب دے رکھا تھا) اُسے چاہیے کہ
مجھے میری رائے پر چھوڑ دے۔ مین اُس سے صاف کہدون گا کہ وہ اپنی بیٹی امہ سوی کا عقد عبد الرحمن سے کردے
کیونکہ اب وہ بیوہ ہے اور امارت آپہین کا خیال اپنے دل سے نکال دے۔ اگر اُس نے میری رائے پر عمل کیا تو ہم اُسکے
شکر گزار ہونگے۔ نہین تو ہم اپنی تلوارون سے اُسکے گنج کے پرخچے اُڑا دینگے۔ اور وہ اُسکے لیے بڑی شرمندگی کا ایسا
پُرزور جواب سُن کر یہ دونون سردار اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُسکے ہاتھ کو بوسہ دیا اور اظہار شکر و احسان مندی کے
بعد وادی فاران کی طرف روانہ ہوئے۔

بات یہ ہے کہ رات کی مینوشی اور بیداری کے بعد صمیل جب اُس روز صبح کو اُٹھا تھا تو اُسکا مزاج خواہ مخواہ یوسف
سے بگڑا ہوا تھا۔ اور اسی جھنجھلاہٹ مین وہ سرداران اہل بنو امیہ سے یہ سب کچھ کہہ گیا جسمین عزیز و فکر کا نام نہ تھا۔ وہ سبعاً

کاہل تھا اور اُس نے عبدالرحمٰن کے معاملہ میں مطلق غور نہیں کیا تھا۔ اب ان دونوں کو اسقدر امید دلانے کے بعد جو اُس نے معاملہ کے ہر پہلو پر غور کرنا شروع کیا تو یہ خیال بار بار اُسکے دل میں آتا اور دماغ سے ٹکراتا تھا کہ "اگر خاندان بنو امیہ کا شاہزادہ سپین کا فرمان روا ہوگا تو عربی قبائل کی آزادی کی کیا صورت ہوگی؟ ہمارے اور ان قبائل کے سرداروں کا کیا اقتدار رہے گا؟ یوسف کیسا ہی ہو اور اسکے خلاف کیسی ہی شکایتیں کیوں نہوں لیکن ہم اس وقت جو حالت ہے بہت غنیمت ہے اور اسے بدلنا مصلحت نہیں۔" اسکے ساتھ ہی اُس نے اپنے ایک غلام کو بلایا اور حکم دیا کہ بگ ٹٹ جاؤ اور دونوں شخصوں سے کہو کہ میرا انتظار کریں۔

اس اثنا میں وہ ایک فرسخ نکل گئے تھے اور مزے مزے سے اُن وعدوں کا ذکر کر رہے تھے جو صمیل نے اُن سے کیے تھے۔ اور ایک دوسرے سے کہتے جاتے تھے کہ مدعی (عبدالرحمٰن) بڑا خوش نصیب ہے۔ کہ اتنے میں عبیداللہ نے سُنا پیچھے سے اُسے کوئی پکار رہا ہے مڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک سوار گھوڑا دوڑائے آرہا ہے۔ پاس آکر کہا "براہ کرم میرے آقا کا انتظار کیجیے۔ وہ آرہے ہیں انھیں آپ سے کچھ کہنا ہے۔" اس پیغام کو سُن کر انھیں بڑی حیرت ہوی اور خصوصاً اس بات پر کہ بجائے ہمیں بلانے کے وہ خود ہمارے پاس آرہا ہے۔ ان دونوں کو یہ اندیشہ بھی ہوا کہ کہیں ایسا نہو کہ وہ ہمیں گرفتار کر کے یوسف کے حوالہ کردے۔ تاہم وہ لوٹے اور تھوڑی ہی دیر بعد اُنھوں نے دیکھا کہ صمیل اپنے سفید خچر حریر کا نام کوکب تھا پوئی چلا آرہا ہے۔ جب اُنھوں نے یہ دیکھا کہ اُسکے ساتھ سپاہی وغیرہ نہیں ہیں تو اُنکی جان میں جان آئی اور جب صمیل قریب پہنچا تو اُس نے کہا۔ "چونکہ تم میرے پاس معاویہ کے بیٹے کا خط لائے تھے اور تم نے مجھے اُسکے قاصد سے ملایا تھا۔ میں نے اکثر اس معاملہ پر غور کیا۔ صمیل نے سچ نہیں کہا یا اُسکے حافظے نے دھوکا دیا۔ لیکن وہ یہ نہ کہہ سکا کہ وہ اس اہم معاملہ کو بھول سا گیا تھا۔ مگر بیکا عرب تھا اور اُس نے جھوٹ بولنا نہ چاہا خواہ اسکا نتیجہ کچھ ہی ہوا اور جیسا کہ تھوڑی دیر پہلے میں نے تم سے کہا تھا میں نے تمھارے فیصلہ کو پسند کیا۔ اسکے بعد سے میں نے اسپر غور کرنا شروع کیا اور اب میری یہ رائے ہے کہ تمھارا عبدالرحمٰن ایک ایسے خاندان کا شخص ہے جو اسقدر زبردست ہے کہ" اسکے آگے صمیل نے ایک ایسا جملہ استعمال کیا کہ جو اگرچہ بہت پُرزور تھا مگر اسکا یہاں لکھنا خلاف تہذیب ہوگا۔ اسکے بعد اُس نے کہا "اب رہا دوسرا شخص وہ فطرتاً ایک اچھا بچہ ہے اور سوائے بعض مستثنیات شاذ کے وہ ہمیشہ صلاحیت کے ساتھ کام کرتا ہے۔ علاوہ اسکے ہم اُسکے بہت کچھ ممنون احسان ہیں اور اُس سے بیوفائی کرنا نہیں چاہتے۔ اسلیے جو کچھ تم کرنا چاہتے ہو اُسے پہلے خوب سوچ لو۔ اور اگر تم اپنے گھروں کو واپس جاسکنے کے بعد بھی اسی رائے پر قائم رہے تو میں بہت جلد تم سے آن کروں گا۔ لیکن یہ واقعات دوبارہ نہ ہونگے۔ یہ فیصلہ میرا قطعی ہے اور قسم کھاکے کہتا ہوں کہ پہلی تلوار

جو اُس مدعی کے خلاف نیام سے نکلے گی دیری ہوگی اب تم امن و عافیت سے اپنے گھروں کو سدھارو اور خدا تمھیں اور تمھارے آقا کو نیک ہدایت دے۔" ان الفاظ نے دفعتہً اُنکی امیدوں کو خاک میں ملادیا اور اس ڈر سے کہ کہیں اور نہ بگڑ جائے اُنھوں نے اُکساہٹ کے ساتھ یہ کہا "خدا آپ کو برکت دے ہماری رائے کبھی آپ کی رائے کے مخالف نہوگی۔" صمیل پر ان پُر اثر الفاظ کا بہت اثر ہوا اور اُس نے کہا "بہت خوب لیکن تمھیں یہ دوستانہ مشورہ دیتا ہوں کہ ملک کی موجودہ سیاسی حالت میں تغیر اور انقلاب پیدا کرنے کی کوشش نکرو۔ زیادہ سے زیادہ تم یہ کرسکتے ہو کہ تم اپنے آقا کو اس امر کا یقین دلاؤ کہ اُسے اسپین میں ایک معزز خدمت مل سکتی ہے اور اگر وہ امیر بننے کی تمنا نہ کرے تو میں اسکا ذمہ دار ہوں کہ یوسف اُس سے بڑی خاطر تواضع اور فیاضی کے ساتھ پیش آئیگا اور اپنی بیٹی بھی اُسکے نکاح میں دیدیگا اور اُسکے ساتھ مال و دولت بھی مل جائیگی خدا حافظ: سفر مبارک ہو۔"

یہ کہکر اُس نے کوکب (سفید خچر) کو ایک طرف موڑا اور ایڑ بتائی اور چلتا ہوا۔

اب جو اُنھوں نے دیکھا کہ نہ تو صمیل سے کوئی توقع ہے اور نہ معاویوں سے کیونکہ وہ عموماً ایسے معاملات میں اپنے سردار کے مطیع رہتے ہیں لہذا اب سوائے اسکے کوئی چارہ نہ رہا کہ وہ اپنی قوم بنی امیہ پر بھروسہ کریں اور اُنھیں معاویوں سے انتقام لینے پر مشتعل کریں۔ اُنھوں نے یہ ٹھان لی کہ خواہ کچھ ہوجائے ہم اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرکے رہیں گے چنانچہ اپنے گھروں کو واپس ہوتے وقت وہ اُن تمام بنی سرداروں سے ملے جن پر اُنھیں بھروسہ تھا اور اُنھیں عبدالرحمٰن کی تائید میں مخالفت کرنے پر آمادہ کیا۔ اسمیں اُنھیں توقع سے کہیں زیادہ کامیابی ہوئی جب بنی شقندہ کی شکست اور معاویوں کے زیر فرمان رہنے کا خیال کرتے تھے تو غیظ و طیش کے مارے آپے سے باہر ہوجاتے تھے اور اسلیے ذرا سے اشارہ پر موجودہ حکومت کی مخالفت اور بغاوت اور ہر مدعی کی حمایت کے لیے خواہ وہ کوئی ہو آمادہ تھے۔ بشرطیکہ اپنے دشمنوں سے انتقام لینے اور قتل و غارت کرنے کا موقع ملے۔

بنو امیہ والوں کو اپنے آقا کے بلانے کا یہ موقع بہت ہی اچھا ملا۔ کیونکہ ادھر تو بنی امیہ نے تائید کا وعدہ کیا اُدھر یوسف اور صمیل شمالی جانب مصروف تھے۔ اُنھوں نے جھٹ ایک جہاز خریدا اور پانسو دینار دے کر بھیجا کہ ایک حصہ تو شاہزادے کو دو اور باقی بربریوں کی نذر کرو کیونکہ بربری اپنے مہمان کو بغیر نذرانہ لیے نہ آنے دینگے یہ وہی روپیہ تھا جو یوسف نے بنو امیہ والوں کو دیا تھا کہ وہ باغیان شرط سے لڑنے کے لیے تیاری کریں۔ یہ روپیہ دیتے وقت یوسف کو وہم و گمان بھی نہ تھا کہ اس رقم کے ذریعہ سے ایک ایسا شاہزادہ ملک میں آئیگا جو امارت اسپین کے لیے اُس سے مقابلہ کریگا۔

(ترجمہ) عبدالحق

# جذباتِ مسلم

نرالی تو نے کی شانِ ستم جب میری جان پیدا
کیا ہم دل جلوں نے بھی نیا طرزِ فغان پیدا

اُڑی خاکستر صبر آہ پھر بادِ بہاری سے
پھر آتش خانۂ دل سے نہو کیونکر دھوان پیدا

اگر ہو نصرتِ فریاد کھینچوں وہ رسا نالے
ابھی ہو بامِ حریت کی خاطر نردبان پیدا

رہے جائے کوئی کیونکر وفاداری کے افسانے
کرے طبعِ رواں کوئی نیا طرزِ فغان پیدا

لٹا ہے قافلہ اسلام کا کیا منتشر ہو کر!
ابھی اب بھی کرے کوئی میرِ کاروان پیدا

انھیں بدمست رندوں کی جماعت سے عجب کیا ہے
کہ ہوں میخانۂ توحید کے پیرِ مغان پیدا

عجب کیا ہے بجھائے بادیِ آتشکدہ جس نے
کلیساؤں سے پورپ کے کرے شورِ اذان پیدا

مری ہستی مٹا دے کوئی عالم سے نہیں ممکن
اگر اک در نہیں دو لاکھ ہوں چنگیز خان پیدا

تری سفاکیاں اے چرخِ کہنہ کیا مٹائیں گی
ہے اپنے خون کے ہر قطرے سے عمرِ جاودان پیدا

دماغ اور دل ہے گر آزاد قیدوں کی کیا پروا
مرے کنجِ قفس سے ہے بہارِ بوستان پیدا

ہے اک سنبھلے توحید کو ہو تخت یا تختہ
خزاں میں بھی ہوں فصلِ گل کی سی سرسبزیاں پیدا

جو مسلم تخت کا طالب ہو اس گلشن سے اڑ جائے
کرے اپنے لیے اب اور کوئی آشیان پیدا

وہ دیعت ہے وہ جوہر ہم میں جو دیکھا نہیں جاتا
ہماری پستیوں سے بھی ہے اوجِ آسمان پیدا

وہ جذبِ انتعالی تم میں ہر موجود اگر سمٹو
تو ہو جائے انھیں قطروں سے بحرِ بیکران پیدا

دلوں میں گر رواں ہو جائے برقِ غیرتِ قومی
تو پھر مٹی کے پتلوں میں بھی ہو جرأت شیر ژیاں پیدا

یہ ہم کیا جانیں کیا ہے پالسی معلوم ہے اتنا
ہوئے ہیں صرف حق کہنے کو یہ کام و زبان پیدا

مبارک ہوں غزل گویوں کو اونچے گانے والے
کیا ہے طبعِ مسلم نے نیا طرزِ بیان پیدا

محمد مسلم عظیم آبادی

# طبقات الارض

برادرم عزیز سید ہاشمی صاحب نے جو اپنی آزاد خیالیون کے باعث چندماہ ہوے علیگڈھ کالج کی ابتدادی گرکوہ حکومت کے ہاتھون مدرسۃ العلوم سے خارج کردیے گئے ایک کتاب محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کو تھفہ دی ہے۔ اُسی مین سے یہ باب ناظرین الناظر کی ضیافت طبع کے لیے ہمارے پاس غرض طبع بھیجا ہے۔ جو نہایت شکرگزاری کے ساتھ درج ذیل کیا جاتا ہے

اپنی کتاب کے اس باب مین ہم کو علم طبقات الارض (جیولوجی) کے متعلق کچھ کہنا تھا۔ یہ نہایت دلچسپ علم ہے اگرچہ ہمارے ہان اور ہی کون سا علم ہے جو طبقات الارض ہوتا لیکن میرا خیال ہے کہ ہمارے ہان کے فیشن پرست اور عیش دوست امیرزادے تھوڑے دن کے لیے اپنی موٹر اور صوفے چھوڑکر اس طرف توجہ فرماین تو طبقات الارض کو اپنی نمایشی تفریحات سے زیادہ دلکش پائین۔ انسان قدرت کے اسرار سمجھنے کا طبعاً دلدادہ ہوتا ہے، آخر یہ لوگ بھی تو انسان ہین؟ جہان تک معلوم ہوا اس علم پر مسلمانون نے پہلے کبھی قاعدے کے ساتھ توجہ نہین کی۔ یہ علم ہے بھی بالکل جدید مگر روز بروز اسکے مشتاقون کی تعداد بڑھتی جاتی ہے روز نئی نئی تحقیقات اسکی وسعت کو بڑھا رہی ہین ہم اس موقع پر چاہتے ہین کہ مختصر طور پر اسکی تعریف اور غایت جو انگریزی کتابون مین ملی اپنے طور پر تحریر کردین:-

علم طبقات الارض اُس علم کا نام ہے جس سے کرۂ ارض کی تاریخ کا پتہ لگایا جاتا ہے۔ جب سے ہماری زمین علیحدہ سیارہ بنی (پہلے یہ ایک بڑے جسم کا جزو تھی) اُسوقت سے لے کر اب تک جو جو تبدیلیان اور تغیر اسمین ہوے اُنکا کھوج لگانا اس علم کا مقصد ہے اور زمین کے ان تغیرات اور ارتقا سے جو اثر اُسکے پہاڑ دریا سمندر اور قطعات خشکی پر پڑا، علم مذکور اُنکی حقیقت دریافت کرتا ہے وہ ان پیچیدہ اسباب کو بتاتا ہے جنھون نے ہمارے براعظمون کو موجودہ حالت مین متشکل کیا۔ پھر براعظمون سے گزرکر وہ ممالک، صحرا، جنگل، پہاڑیون، چٹانون دھاتون حتّٰی کہ ذرا ذرا سی چیز کی ترکیب ساخت اور سرگزشت کا تفصیلی پتہ لگاتا ہے اور وہ کچھ جمادات یا غیر حامیہ اجسام (ان اورگینک سبسٹانسز) تک ہی محدود نہین اس بات کے ثبوت فراہم کرنا بھی اس علم مین داخل ہین کہ حیوانات و نباتات کی موجودہ قسمین اُن اسلاف کی نسلین ہین جو کبھی ہماری زمین پر آباد تھے اور نوعیت مین موجودہ نسلون سے بالکل مختلف تھے۔

زمین کے مدارج ترقی کے ساتھ اسکے قدیم باشندون کے مدارج ترقی بتانا بھی ماہر طبقات الارض کا کام ہے زمین پر ہر دور کے آثار باقیہ پائے جاتے ہین وہ ان سے نباتات وحیوانات کی اُن اقسام کا کھوج لگاتا ہے جو ہر دور کی خصوصیات تھین۔ اگرچہ یہ آثار بالکل دھندلے اور مٹے مٹے باقی رہے ہین پھر بھی ان سے زمین کے مختلف دورون کی تاریخ کا مواد اور حیوانات ونباتات کی موجودگی کا ثبوت ملتا ہے۔

جغرافیے مین ہر ملک کے جانورون کا اور پیداوار کا جو اُس سرزمین سے مختص ہو بیان ہوتا ہے اسکی تائید کے واسطے بھی طبقات الارض کی شہادت درکار ہوتی ہے اور نیز یہ مفید علم فن تاریخ نویسی مین بھی ہماری اعانت کرتا ہے۔

اسقدر وسیع علم کے لیے یہ ضروری ہے کہ دوسرے علوم سے اسکا تعلق ہو اور وہ اُن سے مدد لے بلکہ جیولوجی کی تو یہ خصوصیت ہے کہ وہ ایسے ایسے علوم کے ذریعے اپنا کام نکالتا ہے جو بادی النظر مین اس سے مطلق علاقہ نہین رکھتے۔ مثلاً کرۂ ارض کی سب سے پہلی اور قدیم ترین حالت کے متعلق عالم طبقات الارض کو منجم سے مشورہ لینا ضرور ہے۔ اپنے اور دوسرے سیارون کی بناوٹ، باہمی تعلقات وغیرہ اسکے لیے بڑی کام کی باتین ہین۔ اسی طرح طبیعات دانون نے مادے اور قوت یا توانائی (انرجی) کے خواص معلوم کرنے مین جو تجربات کیے ہین اُن سے اور اُنکے نتائج سے جیولوجی کو بہت کچھ تقویت پہنچتی ہے علم کیمیا بکانیکس اور علم الحیات کے عالم بلکہ معمولی سیاح تک سے محقق طبقات معلومات حاصل کرنے مین دریغ نہین کرتا۔

گو یہ علم بہت سے مسائل مین علوم مختلفہ کا منت گزار ہے لیکن کرۂ ارض پر جو ہر طرف حجریات کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے وہ اسکی خاص مملکت ہے جس مین کسی غیر کو دخل نہین۔ اس حجری سلسلے کی ترتیب، ساخت، اسباب ساخت اسکی وقتاً فوقتاً تبدیلیان اور انقلابات ارضی کے اثر جو حجریات پر ہوے، جیولوجی کے مباحث خاص ہین، عناصر حجری کو اس طرح باقاعدہ تقسیم کرنا کہ کرۂ ارض کے انقلابات کے نشان اُس مین جھلک دکھائین ماہر طبقات الارض ہی کا کام ہے۔

اس غرض کے لیے چاہیئے کہ قدرت نے جو سامان مذکورہ مسائل کی تحقیقات کے واسطے خود بخود فراہم کر دیے ہین اُن سے فائدہ اُٹھایا جاے۔ اور اُنکی بنیاد پر طبقات الارض کے قواعد بناے جائین۔ مثلاً پہاڑون کی بلند چوٹیون پر سمندر کی امواج کا نشان ملتا ہے۔ یا جب جھیل یا تالاب سوکھ جاتے ہین تو آفتاب کی حدت

انکی دلدلی تہ کو جگہ جگہ سے چٹخا دیتی ہے۔ اسی قسم کی چٹخی ہوئی سطحین ریت کے ٹیلون کے نیچے ملی ہین اور اس بات کی گواہی دیتی ہین کہ پہلے یہان بھی جھیل کے پانی کا دور دورہ تھا۔ لیکن اس قسم کی تبدیلیون کا سلسلہ وار حال بیان کرنے مین ماہر طبقات الارض کے سب سے بڑے مددگار قدیم پودون اور جانورون کے وہ اجسام ہین جو چٹانون کے نیچے دبے ملتے ہین، ان اجسام مین تشعبے وار نظم بھی پایا جاتا ہے اور انکی خاص خاص انواع خاص خاص پہاڑون یا چٹانون کے سلسلون سے مختص معلوم ہوتی ہین۔ یہان تک کہ جس طرح کسی ملک کی آب و ہوا دیکھکر (خواہ وہ امریکہ مین ہو خواہ ایشیا مین) اُس ملک کی پیداوار بتائی جاسکتی ہے اسی طرح چٹانون کی صورت اور پہاڑون کی ہیئت دیکھکر بھی بتایا جاسکتا ہے کہ اُنکے اندر فلان فلان اجسام دبے ملین گے یا خود اجسام کو دیکھکر کہا جاسکتا ہے کہ یہ فلان قسم کے پہاڑون سے لائے گئے ہین۔ کبھی ہمین کسی دودھ پلانے والے جانور کی ہڈیان یا منطقہ حارہ کی گھاس کے پتھے شمالی ممالک کی کسی کان کے اندر ملتے ہین، کبھی کسی جھیل کی تہ مین درخت بیٹھے ہوئے نکلتے ہین جنکے تنون مین گرگٹ گھیرے یا کٹ پھوڑے یا طوطے کے آثار باقیہ محفوظ نظر آتے ہین، کبھی اونچی اونچی پہاڑیون کے غارون پر سونگون اور گھونگھون کے ڈھیر دکھائی دیتے ہین اور اس طرح کی سیکڑون علامتین ہین جن سے جیولوجی دان کو ازمنۂ گزشتہ کے حیوانات و نباتات کا زمانہ وار حال بتانے مین بے حد مدد ملتی ہے۔

ظاہر ہے کہ ایسے پیچیدار مسائل حل کرنے کے واسطے مختلف علوم کی واقفیت لازمی ہے لیکن سب سے زیادہ لازمی اُن اسباب کا علم ہے جن سے خود ہمارے زمانے مین زمین کی سطح مین تبدیلیان پیدا ہو رہی ہین نیز اس عہد کے پودون اور جانورون سے اور انکی خلقت و ترکیب ساخت سے پوری واقفیت درکار ہے تاکہ اُنکے اسلاف کے حالات سمجھ مین آسکین۔ علمی دنیا مین یہ فقرہ ضرب المثل ہوگیا ہے کہ "زمانۂ حال زمانۂ ماضیہ کی کلید ہے" اور اسکے صحیح ہونے مین کچھ شک نہین۔ غور کرنے کی بات ہے کہ آج کل تحقیق و اکتشاف تفتیش و تجسس کا بازار گرم ہے وسائل جستجو قسم قسم کے ہمارے تصفیۂ قدرت مین ہین پھر بھی اشیا کی ماہیت کے متعلق ہمارا علم ناقص رہتا ہے اور ہم پوری پوری کیفیت سمجھنے سے عاجز رہتے ہین، تو پھر گزشتہ حالات کا علم کیونکر کامل ہوسکتا ہے جبکہ موجودہ آسانیان درکنار اشیاے قدیمہ کے آثار باقیہ تک غائب ہین، مشاہدے اور تجربے کی راہین مسدود ہین اور جو کچھ پتہ چل سکتا ہے وہ موجودات اور موجودہ قوانین فطرت پر قیاس کرنے ہی چل سکتا ہے لہذا ان قوانین کا مطالعہ طبقات الارض مین ایسا ہی ضروری ہے جیسا کسی عربی پڑھنے والے بچے کے لیے قاعدہ بغدادی کا پڑھنا

لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ موجودات کا علم اگرچہ ہماری عمارت تحقیق کا سنگ بنیاد ہے پھر بھی ہمین اپنی رائے گزشتہ اشیاء کے متعلق قائم کرنے مین نہایت محتاط رہنا چاہیے۔ یہ ضرور نہین کہ کرۂ ارض کو بدلنے والے اسباب جو آج ہماری نظر کے نیچے ہین ایک ہزار برس پہلے بھی وہی ہون، یا جس رفتار سے یہ تبدیلیان آجکل واقع ہوتی ہین وہی رفتار عہد ماسلف مین بھی ہو، اور یا یہ کہ جن اسباب نے ازمنۂ ماضیہ مین تغیرات پیدا کیے وہ اب بھی وہی تغیرات پیدا کر رہے ہون، اور اسی ترکیب سے جس سے دو ہزار برس پہلے کرتے تھے۔ کیونکہ یہ بات فراموش نہو کہ خود اسباب موجودہ کا علم ہمارے پاس ناقص ہے خصوصاً طبقات الارض کے کلیے بنانے مین تو ہم اور بھی معذور ہین طبقاتی تغیرات ہزارون برس مین جاکر واقع ہوتے ہین اب تاوقتیکہ ہزارون برس قبل کی شہادتین ہم کو نہ ملین کوئی قطعی رائے ہم قائم نہین کر سکتے اور ہزار برس پہلے کی شہادتین ملین تو کہان سے؟ اُسوقت تو علم طبقات الارض کا مفہوم بھی لوگ نہ جانتے تھے۔

غرض اس علم کی تحقیقات مین ایسی ایسی صدہا مشکلات پیش آتی ہین اور ماہر طبقات کو ان سب سے عہدہ برا ہونا پڑتا ہے۔ ان کوششون مین سہولت پیدا کرنے کے لیے حال مین طبقات الارض سات عنوانون مین تقسیم کیا گیا ہے جنکا مختصر ذکر ہم ذیل مین کرتے ہین:-

(۱) حالات کروی۔ انکی تحت مین اُن شہادتون کا ذکر ہوتا ہے جو طبیعات و علم نجوم کرۂ ارض کی حرکت اور شکل کے متعلق فراہم کرتے ہین نیز نظام شمسی اور دوسرے سیارون کی جسامت و ابتدا کے حالات سے بھی ہمین مدد لی جاتی ہے

(۲) علم ترکیب الارض (جیوگنوزی) کہ بجاے خود ایک مستقل علم ہے اور زمین کے اجزاے ترکیبی سے بحث کرتا ہے خشکی کے اندرونی اور بیرونی طبقون کے علاوہ ہوا اور پانی کا بھی، اسکے تحت مین بیان ہوتا ہے۔ سطح زمین جن دھاتون اور چٹانون سے بنی ہے انکو خصوصیت کے ساتھ جانچا جاتا ہے اور بعد ازان اُن اسباب و اجزا کی تحقیقات کی جاتی ہے جنسے یہ چٹانین اور دھاتین بنتی ہین۔ اس طرح نہ صرف موجودہ اجزاے ارضی ہم کو معلوم ہوجاتے ہین بلکہ انکے گزشتہ حالات پر بھی روشنی پڑتی ہے کیونکہ جب ہم اس بات کو جانچ لیتے ہین کہ فلان قسم کی چٹان فلان قسم کے ذرات سے بنی اور فلان وجوہ سے ٹوٹ پھوٹ کر پھر خاک ہوگئی اور اُس خاک کی صورت یہ ہوجاتی ہے۔ تو معمولی ذرات کو دیکھکر یہ معلوم کرلینا آسان ہوجاتا ہے کہ آج سے دو ہزار برس پہلے یہ خمیر مخلوق کسی جسم جوری کی جزو تھی اور وہ جسم فلان فلان قسم کی چٹانون سے تھا۔

(۳) جن تبدیلیون نے سطح ارض کو تہ بہ تہ کیا اور موجودہ شکل مین متشکل کر دیا اور جن عمل نے خشکی و تری کی

موجودہ تقسیم کی، وہ تیسرے عنوان مین زیر بحث لائی جاتی ہین، اور یہ تینون کے تینون عنوانات مل کر کبھی کبھی طبقات الارض (جیسی (فزیکل جیولوجی) کے نام سے موسوم ہوتے ہین۔

(۴) - بناء الارض، جب ہم پچھلے تینون عنوانات سے گزر گئے اور زمین کی سطح بیرونی کے اجزاے ترکیبی سے واقفیت پیدا کرلی تو اب اُن اجزا کی ترتیب کا مسئلہ پیش آے گا: یعنے یہ کہ جن چٹانون سے زمین بنی ہے اُنمین آخر کوئی ترتیب ونظام بھی ہے کہ نہین؟ ہے تو کیا؟ اسی ضمن مین طبقاتِ زمین کی ہمواری وغیر ہمواری کی بحث بھی آجاے گی اور انکے اسباب کا پتہ چلانا ہوگا۔

(۵) - طبقات الارض کی پانچوین شاخ علم باقیات الارض (پے لی اون ٹولوجی) کہلاتی ہے، اجسام قدیمہ کی صورت شکل پہچاننا اور پھر موجودہ حیوانات و نباتات سے اُنکو ملانا بھی اسی کے زیر عنوان آتا ہے۔ یہ علم نبات خود ایک بہت بڑا علم ہے کیونکہ دراصل اسمین حیوانات و نباتاتِ گزشتہ کی ترتیب وتشریح اسی طرح کرنی پڑتی ہے جس طرح موجودہ جانورون یا درختون کی۔

(۶) چھٹا عنوان طبقات الارض کی تاریخ کے متعلق مخصوص ہوتا ہے اسمین زمین کی سطح بننے کے زمانے اور طبقات الارض کی تبدیلیون کے وقت سے بحث ہوتی ہے مزید براں اسی کے تحت مین اُن نباتات وحیوانات کا درجے اور زمانہ وار تذکرہ ہوتا ہے جو ہر عہد اور ہر جگ مین زمین پر زندگی بسر کرچکے ہین اور جن کے صرف مٹے مٹے نشان کہین کہین باقی ہین۔ یہ مباحث سب سے زیادہ مشکل ہین کیونکہ مذکورہ تغیراتِ طبقاتی کا وقت متعین کرنا اور پھر اس پر شہادتین اور ثبوت لانا نہایت دقت طلب کام ہے۔

(۷) طبقات زمین کی تاریخ کے بعد عنوان ہفتم کے نیچے سطح ارض کی جغرافیائی تقسیم کی تحقیقات ہونگی یعنے جنگل پہاڑ دریا جھیل سمندر وغیرہا کی ماہیت اور تدریجی حالات کا پتہ لگا یا جاے گا کہ یہ کیونکر بنے مذکورہ امور کے ضمن مین ملک ملک کے جغرافیائی حالات بھی آجاتے ہین اور اُن اوقات کا بھی بیان کردیا جاتا ہے جن مین پہاڑ پہاڑیون نے اپنی موجودہ شکل اختیار کی۔

(باقی پھر کبھی)

سید ہاشمی

## اطلاع ضروری

ناظرین ومناظرات الناظرین سے جن کے پاس ممارباتِ صلیبی کے اوراق مکمل ہون وہ براہ مہربانی ایک کارڈ لکھکر ہم سے سرورق وغلاف نامہ ونقشہ جات طلب فرمالین جو اس ماہ مین چھپکر تیار ہوگئے ہین۔

منیجر

# کتابِ ہستی

میرے دوستون نے مجھے بہت سے القاب دے رکھے ہین جنمین اکثر محض تملقانہ ہین۔ انمین ایک لقب "کتاب کا کیڑا" بھی ہے۔ مین بھی اس امر واقع سے انکار نہین کرسکتا۔ کیونکہ مین دیکھتا ہون ہم سب کم از کم ایک کتاب مین خاص دلچسپی لیتے ہین اور وہ کتاب ہمارا "کارنامۂ حیات" ہے۔

اگر بنظر غائر دیکھا جاے تو ہم سب بحیثیت ایک مصنف کے ہین اور اپنی سوانح عمری ناقابل محو روشنائی سے برابر لکھ رہے ہین۔ جو بات ایک دفعہ معرض تحریر مین آگئی اسکا مٹایا جانا محال و ناممکن ہے۔ اور اس کی مثال "کالنقش فی الحجر" کی سی ہے ہمین اس کام مین بہت زیادہ محنت و مشقت بھی نہین برداشت کرنی پڑتی کیونکہ ہماری کتابین بالعموم بہت ضخیم نہین ہوتین۔ ہر سال ہم ایک نیا صفحہ شروع کرتے ہین۔ اور لکھنے مین مصروف ہوجاتے ہین۔ غور و فکر سے بے پروائی سے۔ آسانی سے۔ تکلیف سے خوشی سے۔ ناخوشی سے غرضکہ ہر حال مین لکھے چلے جاتے ہین۔

صفحے بعجلت تمام پلٹتے چلے جاتے ہین اور طفلانہ حروف کی جگہ مضبوط اور مردانہ تحریر لیتی ہے۔ مگر جب ہم صفحہ نمبر ۷ کے قریب پہنچتے ہین تو ہماری تحریر مرتعش اور لرزان ہونے لگتی ہے۔

ہم اسی طرح وقائع نگاری مین مشغول ہوتے ہین کہ وقت موعود آپہنچتا ہے۔ فقرہ ختم نہین ہونے پاتا کہ دفعتہً حروف بگڑنے لگتے ہین۔ اور قلم کمزور نحیف انگلیون کی گرفت سے آزاد ہوجاتا ہے۔ اُس وقت اتنی مہلت بھی نہین ملتی کہ آخر مین لفظ "خاتمہ" ایزاد کرسکین۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم صفحہ ۲۰ کے اختتام پر ہوتے ہین اور دل مین یہ سوچ سوچ کر خوش ہوتے ہین کہ اگیسواں صفحہ کیسا نفیس اور عمدہ ہوگا۔ مگر انجام کار ہمین معلوم ہوتا ہے کہ کتاب ختم ہوچکی ہے اور اس مین کوئی صفحہ باقی نہین رہا!

ہمارا فرض ہے کہ اس کتاب کے لکھنے مین غایت درجہ کے حزم و احتیاط سے کام لین۔ اور کوئی صفحہ ضائع نہ کرین۔ کیونکہ ایک دن یہی کتاب خدا کے حضور مین مواخذہ کے لیے پیش ہوگی۔ یہ کتاب نہ تو صرف نعرۂ شادمانی ہی پر مشتمل ہوگی اور نہ فقط ایک نالۂ غم آلود ہی پر۔ روشنی و تاریکی ہنسی مذاق۔ گریہ و زاری۔ ہر ایک بات اس افسانہ مین موجود ہوگی۔

آؤ۔ ہم سب کمر ہمت باندھ لین۔ اپنے قلم درست کرلین اور از سر نو لکھنا شروع کردین۔ خدا تعالیٰ کی رحمت کے زیر سایہ ہم یقیناً ایک ایسی کتاب لکھ سکین گے جو بارگاہ ایزدی مین جائۂ قبولیت سے سرفراز ہونے کا فخر حاصل کرسکے۔

(ماخوذ) فضل الٰہی قریشی

# بہار

پھر بہار آئی ہوا باد خزانی کا سفر
پھر ہوا صحن چمن رشک جنان سرتا سر

پھر ہوا قلب حزین محو تماشائے بہار
زہت لالہ دکھانے لگا پھر داغ جگر

دل کو یاد آگئی بھولی ہوی پھر صحبت عیش
سیر گلزار ہوی چشم کو پھر تازہ نظر

غول رندون کا چلا پھر طرف میخانہ
دخت رز چھپنے لگی شیشہ مین پھر شرما کر

شاخ پھر تازہ نہالون کی لچکنے لگی یون
جس طرح یار کی انداز سے بل کھاے کمر

پھر زر گل نے وہی لطف دکھایا گل مین
خوشنما خال سے جس طرح ہو رونے دلبر

گل و بلبل مین بہم ہونے لگے راز و نیاز
قمریان دھننے لگین شوق سے پھر سرو بسر

نہین معلوم ہے کس کی متجسس نرگس
بیخودی بڑھگی اتنی کہ نہین اپنی خبر

پھر نہالان چمن پھولے سماتے نہین آج
اپنے جامہ سے ہوے جاتے ہین ایسے باہر

اثر نامیہ پیدا ہوا ہر خطے مین
مخمل سبز کی بچھنے لگی ہر سو چادر

رنگ رخسار پہ لالہ کے خوشی سے دوڑا
تاج زرین گل صد برگ نے رکھا سر پر

نرگسی چشم کے دیدار سے نرگس بیمار
مسی مالیدہ لب یار کا سوسن مین اثر

عشق پیچان گرہ کاکل جانان مین اسیر
ہمہ تن مائل آشفتہ سری سنبل تر

رنگ طرفہ گل عباسی و داؤدی کا
سرخ چہرہ گل احمر کا طرب گاہ نظر

ہے چمک پر زر گل کی زر انجم قربان
چاندنی مین وہ مباحت ہے کہ شرمائے قمر

مثل خدام صنوبر ہے کمر باندھے کھین
باادب ہے کہ بن منہدی کا صف آراستہ لشکر

دیکھتا ہے کبھی اللہ کی قدرت کا سمان
سر نکالے ہوے پانی سے گل نیلوفر

ناز سے اور بھی اترانے لگے باغ مین گل
خوشخرامی سے کیا باد صبا نے جو گزر

گل ہین شاہانہ تجمل سے جو رونق افروز
ڈالیان حسن ارادت سے ہلاتی ہین چنور

دیکھکر گلشن ایجاد یہ دل کہتا ہے
صاف ظاہر ہے ہر اک چیز سے صنع داور

شوخ چشمون سے لڑانے لگی آنکھین نرگس
گل نسرین سمن انداموں کے چڑھنے لگا سر

گدگداتی ہے مگر موج نسیم سحری
لب غنچہ پہ نمایان ہین تبسم کے اثر

مخملی فرش نے پایا ہے عجب بخت رسا
لب جو آئینہ رویون کا لگا ہے بستر

دور کیا ہے جو کوئی فتنۂ محشر اٹھے
اک جگہ بیٹھے ہوے ہین ستم آرا دلبر

صف عشاق مین ہونے لگے بسمل صدہا
تیر کا کرنے لگی کام ہر اک شوخ نظر

تیرہ بختون کو رولاتا ہے کوئی صورت ابر
برق عاشق پہ گراتا ہے کوئی ہنس ہنسکر

مست بیٹھے ہین کسی گوشہ مین رند میخوار
کہین عشاق کا مجمع ہے بہ حال ابتر

خاک مین بادۂ انگور کے بیتاب کوئی
شوق مین دختر رز کے کوئی بیدل مضطر

ساتھ گل پیرہنون کے ہے کوئی محو سرور
جلوہ گر ہے کسی خورشید کے پہلو مین قمر

گلشن دہر مین ہر ایک کو ہے لطف حیات
ایک مین ہون کہ جدا مجھ سے ہے اور دلبر

سید محمد جعفر قدسی جائسی

## غزل حضرت حسرت موہانی

کون اُس نگہ ناز کے قابو مین نہین ہے
پھر دل کی خطا کیا ہے جو پہلو مین نہین ہے

دلہاے پریشان کی ہے رونق تری غم سے
اس زلف کی جا خاطر گیسو مین نہین ہے

تاثیر ہے اُس جلوۂ یکتا کی نمایان
رنگینی خوناب یہ آنسو مین نہین ہے

حیف اُس قدم شوق کی بے راہ روی پر
جو اُس گل رعنا کی تگاپو مین نہین ہے

رعنائی و زیبائی و محبوبی و خوبی
کیا بات ہے جو اُس قد دلجو مین نہین ہے

ہے کونسی ایسی وہ ادا دل شکنی کی
پنہان جو ترے گوشۂ ابرو مین نہین ہے

پھر اور کہان ہے دل گم گشتۂ حسرت
آخر جو ترے طرۂ گیسو مین نہین ہے

# مرزا بیدرد کی شاعرانہ زندگی

تیرھوین صدی کا اختتام ہے اور چودھوین صدی کا آغاز یہ چودھوین صدی روے زمین پر جہان اور سیکڑون انقلابات ساتھ لائی وہان اُس نے ہندوستان مین اُس مجتہد الفن شاعر کی آمد آمد کا مژدہ بھی سنایا جس نے دنیاے شاعری مین ایک طوفان برپا کردیا۔ سارے عالم مین کھل بلی مچادی۔ جس کے احسانات سے اُردو شاعری کی گردن اُسوقت تک جھکی رہے گی جب تک اُردو زبان کا نام ونشان دنیا مین قائم ہے۔ اُردو لٹریچر کی بدنصیبی ہے کہ ابتک ایسے ہیرو کے حالات قلمبند نہین کیے گئے۔ افسوس ہے کہ ایسے ایسے بزرگ ہندوستان کی گلیون مین نان شبینہ کے محتاج مارے مارے پھرین اور کوئی اُنکے نام سے بھی آشنا نہو۔

پھرتے ہین میر خوار کوئی پوچھتا نہین
اس عاشقی مین عزت سادات بھی گئی

مرزا بیدرد کی سوانح عمری کوئی معمولی چیز تو ہے نہین کہ قلم اُٹھایا اور لکھ مارا اور کسی مطبع کے حوالہ کردیا ایک ضخیم تذکرہ ہوگا جو اُنکی علمی۔ تمدنی اور معاشرتی کارنامون پر مشتمل ہوگا۔ جا بجا انتقادانہ نظر ڈال کر لارڈ میکالے کی طرح پتھر سے ہیرا نکالنا ہوگا۔ مجھے نہ اتنی فرصت نہ صلاحیت۔ بلکہ مین سمجھتا ہون کہ ہندوستان مین اسوقت شاید ہی کوئی شخص یہ خدمت باحسن وجوہ بجالا سکے۔ سب سے بڑی دقت یہ ہے کہ مرزا صاحب سے لوگ بالکل واقف ہی نہین۔ بجبور اً مدت کے انتظار کے بعد جب کسی نے قلم اُٹھایا تو میرا جی نہ مانا۔ کہا کہ لاؤ کم سے کم مرزا صاحب کی شاعرانہ زندگی تو قلمبند کردون جب لوگ واقف ہوجائین گے تو سب کچھ ہوجاے گا۔

تیرھوین صدی کے اختتام اور چودھوین کے آغاز سے میری مراد یہ ہے کہ ۲۹۔ ذی الحجہ سنہ ۱۳۰۱ ہجری کو جمعہ کے روز ادھر ۱۲ بجے کی توپ دغی ادھر مرزا تولد ہوے۔ تمام خویش واقارب نے انکے والد مرزا تبے کو مبارکبادی دی اور بعض بوڑھون نے اس عجیب وغریب وقت کی پیدایش سے مرعوب ومتاثر ہوکر مرزا کی نسبت مختلف پیشین گوئیان کین جسکی تفصیل کی یہان مین ضرورت نہین سمجھتا۔ مین جزوی حالات سے جو عام طور پر ہر شخص کو پیش آتے ہین بالکل قطع نظر کرکے صرف اُن واقعات کو جمع کرون گا جن سے مرزا کی محض شاعرانہ زندگی پر روشنی پڑے۔

مرزا کا نام مرزا حیدر علی بیگ رکھا گیا۔ لوگ بھولے مرزا بھولے مرزا کہتے تھے۔ ابتداے پیدایش سے

ان سے جو حرکتین سرزد ہوتین اُن سے خواہ مخواہ یہ قیاس کیا جاتا تھا کہ مرزا نہایت موزون طبع ہونگے بچپن مین روتے بہت تھے۔ اور جب روتے تو دو تین گھنٹہ تک مسلسل تار باندھ دیتے۔ رونے مین آواز کا چڑھاؤ اتار پھر آہستہ آہستہ دو دو تین تین منٹ کے وقفہ پر صدا نکالنا اُسپر سریلی آواز یہ سب باتین کچھ ایسے ضابطہ کے اندر اور وقت کی پابندی اور یکسان طور سے وقوع مین آتین اور سُننے والے کو ایسا مزہ دیتین کہ اُنکے رونے کے وقت گھر کے لوگون کا ہجوم ہوجاتا۔ اکثر قرابت دار لڑکے انکے رونے کے منتظر رہتے اور دوسرے محلون سے آآکر انکو چھیڑتے۔ تھے بھی یہ نہایت بلک رونے۔ غریب کو کیا خبر تھی کہ اُسکی روشنی طبع اُسی کے لیے بلا ہو رہی ہے۔ کسی نے مُنھ چڑھایا اور یہ رونے بھولے مرزا کے باپ کو بیٹے مین غیر معمولی جوہر نظر آتے تھے۔ خیر سے ابھی پانچ سال بھی پورے نہ ہوے ہونگے کہ پڑھنے کو بٹھا دیا۔ استاد بڑی تلاش سے ایسا مقرر کیا گیا جو شاعری سے مناسبت رکھتا ہو مگر تعلیم کی ابتدا ہوتے ہی دنیا کو حیرت ہوگئی۔ خلاف امید بالکل خلاف قیاس دو برس گزر گئے اور قواعد بغدادی تمام ہوتا تھے نہوے۔ بلا مبالغہ چھ مہینے تک الف سے یا تک مسلسل برزبان نہوسکا۔ خدا خدا کر کے قواعد بغدادی تمام ہوے اور پارۂ عم مین ہاتھ لگا آٹھ مہینے مین پارۂ عم تمام ہوا اور دو برس مین قرآن شریف۔ مگر کس طرح تمام ہوا یا ہوا بھی کہ نہین اس راز کو مولوی صاحب اور مرزا کے سوا کوئی نہین جانتا۔ اسی سے سمجھ لیجیے کہ مرزا سوا اپنے اُس قرآن کے جسمین انھون نے پڑھا تھا کسی اور قرآن کا ایک لفظ نہ پڑھ سکتے تھے اور اس اپنے قرآن مین بھی جا بجا سے پانچ سو تین یاد تھین انکے آگے الف۔ اتنی عرصہ مین لکھنا بھی انھین اتنا ہی آیا کہ بات کی تختی سے آگے نہ بڑھ سکے۔ باپنے سو جتن کیے کہ کسی راہ پر لگ جائین مگر کچھ پیش نہ گئی آخر مجبور ہوکر محمڈن انگلو عربی اسکول مین داخل کر دیا۔

اسکول کی تعلیم سے بھی اور کچھ تو فائدہ نہوا مگر نوٹدون کی صحبت نے رونے کی عادت چھوڑا دی۔ دس برس کے سن مین اسکول مین داخل کیے گئے تھے۔ خیر سے سولہ برس کی عمر آگئی۔ ترقی کرتے کرتے چوتھے کلاس تک تو بے روک ٹوک پہنچ گئے یا پہنچا دیے گئے لیکن یہان یہ حد فاصل بن کر ایسے جمے کہ تین برس تک پڑے رہے۔ یہان سے پھر چلے تو انٹرنس مین دم لیا اور اس سے ایسی محبت ہوی کہ پورے بارہ برس نباہ دیے۔ اس عرصہ مین انگریزی جو انھون نے سیکھی ہوگی وہ آپ خود قیاس کرلین۔ مگر ان حالات سے آپ سمجھین گے کہ ایسے کودن اور غبی شخص کی سوانح عمری لکھکر مین اُنکی ہجو کر رہا ہون۔ لیکن ابھی آپ رائے قائم کرنے مین جلدی نہ کرین۔ اگر آپ گولڈ اسمتھ کے عہد طفلی سے واقف ہونگے تو مجھکو یہ الزام نہین دے سکتے۔

اب مین آپ کو یہ بتا کر آپ کی حیرت رفع کرنا چاہتا ہون کہ اس عرصہ مین مرزا کا طریق زیست عجیب و

غریب رہا۔ لڑکون کے ساتھ کھیلنا تو دور اُنکی قربت بھی انھیں گوارا نہ تھی۔ راہ مین سب سے کنارے دوکانون کے پاس ہوکر چلتے یہانتک کہ اکثر دوکانین چھوجاتین۔ مگر تعجب ہے کہ حلوائی نے نظر اُٹھاکر انکی صورت دیکھی اور چپ ہورہا۔ انھین خبر بھی نہوی۔ چلنے مین ہاتھ اور انگلیان سر اور چشم و ابرو سب مین مخاص مخاص حرکتین نظر آتین۔ ادھر یہ گھر سے نکلے اور لوگون کی نگاہین اُٹھین۔ درجہ مین سب سے پیچھے کی تپائی پر تنہا بیٹھتے۔ نہ انکے پاس کورس کی کتابین نہ یہ معلوم کہ کس مقام پر سبق نہ استاد ان سے کچھ پوچھتے ہین۔ ایک سوتدے کی کاپی سامنے کھلی ہے۔ آنکھین بند ہین۔ تھوڑی تھوڑی دیر مین جب ہونٹ کچھ لکھ دیا۔ کوئی لڑکا پاس پھینکا، انھون نے کاپی بند کرکے زانو پر رکھلی۔

۱۹۰۴ء کا ذکر ہے کہ اسکول کے طلبا نے ایک مشاعرہ منعقد کیا۔ چار بجے شام کا وقت مقرر تھا۔ ہم لوگ وقت پر پہنچے اور مرزا کو بیٹھا دیکھکر سراپا استعجاب بن گئے کہ یہ آدم جلا یہان کہان۔ مرزا صاحب آج کدھر چاند نکلا ہے؟ انھون نے تو جواب نہین دیا مگر فراش سے معلوم ہوا کہ یہ دوپہر سے آئے بیٹھے ہین۔ مین نے مذاقاً پوچھا "غزل بھی لائے ہین" مجھکو یقین تھا کہ اس پاگل سے اور غزل سے کیا نسبت مگر لیجئے "ہان لایا ہون"۔ جلد معرضہ کے طور پر اتنا اور عرض کیے دیتا ہون کہ مرزا صاحب جب درجہ چہارم مین تھے تو مین ساتوین درجہ مین داخل ہوا تھا مین ترقی کرتا ہوا جب درجہ چہارم مین پہنچا تو ان سے ٹھ بھیڑ ہوی۔ مجھکو ابتدا سے ان سے ملنے کا اشتیاق تھا اب مین ان سے ملنا چاہتا ہون تو یہ حسب معمول بھڑکتے ہین ساری دنیا سے یہ خفا۔ زمانہ انکا دشمن۔ اور فی الحقیقت لڑکے اس معصوم شخص کو بہت تنگ بھی کیا کرتے تھے۔ مین نے برابر انکی حمایت کرکے انکی دوستی اور اعتبار حاصل کیا۔ ابھی میری انکی دوستی کو دو چار ہی روز ہوے ہونگے کہ یہ مشاعرہ منعقد ہوا مجھکو یہ اُٹھاکر الگ لیگئے اور کہنے لگے "یہی تم جانتے ہو کہ مین تمھارے سوا کسی کو دوستی کے لائق نہین سمجھتا۔ مین تم سے کچھ مشورہ چاہتا ہون"۔ مین نے کہا "خیر تو ہے جلد فرمائیے بات کیا ہے"؟

مرزا "شاید یہ کسی کو معلوم نہین کہ مین شعر بھی کہتا ہون"

مین "خوب! مگر مین تو آپ کے انداز سے صاف سمجھ گیا تھا کہ آپ شاعر اور فطری شاعر ہین دوسرے سمجھے ہون تو سمجھے ہون"

مرزا "واللہ سچ کہتے ہو؟ میرے سر کی قسم؟"

مین "تو آپ مجھکو جھوٹا سمجھتے ہین؟"

مرزا "نہین نہین" مگر آج تک مین نے آدمی پایا تو تمھین کو لیکن بات یہ ہے کہ کسی سے اصلاح نہین لی ہے اسی لیے

بڑھتے جی ڈرتا ہے۔ تم جی آخر شعر کہتے ہو اور اچھا کہتے ہو۔ اُستاد بھی رکھتے ہو۔ ذرا دیکھو تو سہی مگر کسی سے کہنا نہین کہ تم کو دکھائی ہے۔"

مین "کہین ایسا بھی ہوسکتا ہے۔ آپ خاطر جمع رکھین۔"

اس کے بعد مرزا نے غزل نکالی جو آپ مشاعرے مین خود انھین کی زبان سے سنین گے۔

مین نے سوچا کہ یہ غزل اس مشاعرے مین کچھ مزہ دے جاے گی۔ زور دن مین واہ واہ ہوگی۔ مرزا کی طبیعت بھی خوش ہوگی۔ آدمی کی صورت سے بھڑک کم ہوگی اور کچھ جنون کا علاج ہوگا۔ بہتر ہے کہ انکو اسی غزل کے پڑھنے پر آمادہ کیا جاے۔ اصلاح کا اب وقت ہے نہ مصلحت۔ خواہ مخواہ دشمن ہوجائین گے اور بیدلی جنون کو بھی بڑھائے گی۔ مین نے کہا "واہ سبحان اللہ آپ ایسا کہتے ہین۔ کسی کو کیا معلوم تھا کہ درین گرد سوارے باشد۔ آپنے اُستاد انہ رنگ کی غزل کہی ہے۔" کچھ ایسے بھولے کہ چل کر نہایت شان اور انداز سے مشاعرہ مین بیٹھے۔ غزلین پڑھی جانے لگین جب یہ آمادہ ہوے۔ مین کن انکھیون سے انھین منع کرتا کہ آپ آخر مین پڑھین۔ حاضرون مبہوت تھے کہ یہ ماجرا کیا ہے آخران کا وقت آیا۔ لوگ ہمہ تن گوش ہوگئے۔ فرمانے لگے۔

مقطع عرض کیا ہے (تمام لوگ زیر لب مسکرانے لگے)

دل مین مرے اُس طرحدار شوخ نے اڈا کیا ہے — جسکی بیوفائیون نے مجھے جان سے مارا ہے

شعر عرض ہے

مسیح آکے رو غن کوئی مالش کرے جان گئی — کہ کوے یار کے چکر مین کمر مین درد ہوا ہے

شعر تو یہ نکلا ہے۔

مجھسے جو آنکھین چار ہوئین وہ غش مین آگئے — ہمارا تیر نظر سنکیے کا کشتا ہے

نیچرل شعر ہے۔ جناب مسلم آپ کے سُننے کا ہے

چمن مین پھول ہنس ہنس کے کہتے ہین ہر دم — کہ ہم کو بھی مرجھانا ہے اور تم کو بھی مرنا ہے

تصوف مین کہا ہے

خدائے واسطے انصاف کو کام فرما ظالم — کہ موت سر پہ ہے اور ناپائیدار دنیا ہے

مطلع ملاحظہ ہو۔

شب وصال کے قصے مین کیا کہون بیدرد — نہ مجھکو تاب سخن نہ کوئی سُننے والا ہے

نعرہ ہاے داد وتحسین سے کمرہ کی چھت اُڑنے لگی اور مرزا بیدرد (آج سے وہ اسی نام سے مشہور ہو چلے) پھولے نہ سماتے تھے۔ چہرہ بشاش تھا۔ صورت سے فتح ونصرت کے انداز نمایان تھے۔ میرا خیال صحیح نکلا۔ اس داد کا نتیجہ انکی طبیعت پر بہت اچھا ہوا۔ انکی وحشت کم ہوی اور اب صرف بھی کو نہین بلکہ جو فرمایش کرتا اُسکو اپنا دفتر بے پایان نکال کر غزلین سُنانے لگتے۔

ایک روز مجھسے فرمانے لگے میری خواہش ہے کہ کسی مشہور شاعر کا شاگرد بن جاؤن ورنہ بے اُستادہ کہلاؤن گا۔ مین نے کہا آپ کو شاگردی واگردی کی ضرورت تو نہین معلوم ہوتی یون بے اُستادہ پن کے دھبے کو مٹانے کے لیے کسی سے نسبت دے لینے مین مضائقہ نہین۔ کہنے لگے شاد کا شاگرد بن جاؤن۔ مین نے کہا تو یہ کیجیے۔ کہان شاد اور کہان آپ۔ آپ خود اُنکو اصلاح دے سکتے ہین۔ بے انتہا مسرت کو دبا کر کہا تو داغ ہی سہی۔ مین نے کہا جب شاد نہین تو داغ کیا ہین۔ وہ بہت بھنبھنے مگر مین نے نہین مانا۔ ایک ہفتہ کے بعد وہ کہنے لگے "بھئی تم سچ کہتے تھے مین نے تمھاری راے کے خلاف داغ کے پاس ایک غزل اصلاح کے لیے بھیجی جو کل واپس آئی اور (خط نکال کر) دیکھو اسمین کیا لکھا ہے"

"مخدومی مرزا بیدرد صاحب عم فیضہ۔ آپ کا کلام اور میری اصلاح! آپ مجھے محجوب کرتے ہین۔ آپ ہندوستان مین یکتا ہین رشک ہے کہ ایسے شاعر کی طینت کا فخر پوروب کو حاصل ہوا ہے۔

آپ کا نیازمند مرزا خان داغ

مین نے غور کیا اور پایا کہ اُسی دن سے مرزا بیدرد اُبھرنے لگے۔ کوئی مشاعرہ بغیر انکے تمام نہوتا۔ آخر مین یہی پڑھتے۔ اسی طرح یہ مسلم اُستاد ہوگئے۔ یون تو بچپن سے اسوقت تک کبھی غیر موزون انھون نے کہا ہی نہین ہان عین اور حاے حطی اب تک کبھی کبھی گر جاتی ہے مگر وہ اسکی پروا نہین کرتے۔ انکا خیال ہے کہ فطری شاعر کے لیے ان پابندیون کی حاجت نہین۔

جب مشق پختہ ہوگئی تو طبیعت اجتہاد فن کی طرف متوجہ ہوی اور مختلف اوقات مین یہ اجتہادات کیے گئے

(۱) حروف علت کی طرح حاے حطی۔ ہاے ہوز اور عین کا گرانا جائز ہے۔

(۲) اُردو نظم مین قافیہ کے لیے صوت کا تشابہ کافی ہے۔ مثلاً مختص کا قافیہ ہے بس مجنس کا سونٹ۔ برہمن کا عصمت۔ رنگ کا بن۔ حاجت کا اب تک۔

(۳) مختلف بحور کے مختلف ارکان ملا ملا کر جو بحر چاہین مرتب کرلین۔ صرف ارکان سلامت رہین جیسے

فعلین مستفعلن مفاعلن متفاعلن ۔ مفاعلن مستفعلن فعلین مستفعل فاعلات ۔

(۴) شروع یا آخر یا درمیان مین جہان چاہین اور جب چاہین زحاف کرین ۔

اب زیادہ تر اسی خاص عروض کی پابندی کے ساتھ کلام نظم کرتے ہین اور تعجب ہے کہ اگرچہ کوئی دوسرا شخص اُسے موزون نہین پڑھ سکتا مگر خود موزون ہی پڑھتے ہین ۔ سُننے والون کو یقینی بحر نہین معلوم ہوتی ۔ بطور نمونہ مذکورۂ بالا غزل کے ایک شعر کی تقطیع ملاحظہ ہو ۔

(۱) دل مین میرے = مستفعلن ۔ اُس طرح = فعلن ۔ طاقچہ = فعلن ۔ منے اڈا = مفاعیلن ۔ کیا ہے = فعلین

(مستفعلن فعلن فعلن مفاعیلن فعلین

(۲) جس کی بے = مفاعیلن ۔ وفائیون = مفاعلن ۔ نے مجھے = فاعلن ۔ جان سے = فاعلن ۔ مارا فعلن ہے ۔ فع

(مفاعیلن مفاعلن فاعلن فاعلن فعلن فع)

غالباً ناظرین اب تسلیم کرینگے کہ یہ ایک محبتہ الفن شاعر ہے اور اُردو شاعری پر اسکا بڑا احسان اُسوقت ثابت ہوگا جب اسکی زیر تصنیف کتاب شائع ہوجائے گی ۔

مرنا پیدرد کی زندگی مین اب دوسرا انقلاب شروع ہوا ۔ انکے سارے پُرانے ساتھی ایک ایک کرکے اسکول سے نکل گئے ۔ الف اے پاس کیا ۔ بی اے ہوگئے اور اپنے اپنے پیٹ کے دھندون مین مشغول ہوگئے انکے والد نے بھی انکو اسکول سے اُٹھا لیا ۔ اب نہ انکے قدردان ہین نہ مزاج دان ۔ گھر کے ایسے خوشحال بھی نہ تھے یہ بے فکری کہانتک نبھتی ۔ خدا کے فضل سے اب کئی بچون کے باپ تھے ۔ لڑکی بھی سیانے ہو چلے تھے ۔ اودھر انکی روزی روزگار کا کوئی پتہ نہین ۔ کلکتہ گئے ۔ ٹریبوے مین کنڈکٹری مل گئی مگر شاعری کے خبط نے وہان سے نکلوا دیا خدا کے فضل سے آپ کے ہم مکتب بھی دفاتر سرکاری مین کہان کے تھوڑے ہین ۔ ریلوے مین جگہ دلوائی مگر بیکھپری مین دفتری کا کام کچھ دان کیا مگر چھوڑ دیا ۔ توکل کا یہ حال کہ چاہے چار فاقے گزر جائین کسی سے ذکر تک نہ کرینگے ۔ باوجود ایسے متوکل ہونے کے فضول خرچ بھی نہین ۔ پیسے پاس ہون تب بھی کھانے پینے کی پروا نہین جب دوست احباب ہر طرح سے تھک گئے اور افلاس نے انکا پیچھا نہ چھوڑا تو مل جل کر یہ تجویز ہوئی کہ ایسے [illegible] شخص کا بھوکھا مرنا ہمارے لیے نہایت ننگ کا باعث ہے ۔ پرانے قدردانون نے دو دو روپیہ ماہوار [illegible] کرکے بیس روپیہ ماہوار [illegible] تو [illegible] یہ [illegible] سے شہر کے [illegible] قدیم محلہ مین ایک [illegible] مکان کرایہ پر لے کر [illegible] گھر [illegible] ۔ [illegible] ہمسایون نے کسی کو خبر نہین کی

بیدرد کیا ہوگئے اور اب اُنکے جاننے والے بھی کتنے رہ گئے ہین - گھر مین ایک لایق بی بی ہین جنھین ہم لوگ بھابی جان کہتے ہین اور ایک شوخ چھوکری بھی رکھ لی ہے - چار یا پانچ سال کی دو لڑکیان ہین - ایک جوان لڑکی ہے جس کا بیاہ ہوگیا ہے سسرال مین رہتی ہے کبھی کبھی ہم لوگ بیچارے کے گھر آکر جمع ہوتے گرمی اور پوجا کے تعطیل کا ایک حصہ اس مکان مین اب بھی بڑے لطف سے گزرتا ہے -

مرزا صاحب کا معمول سُنیے علی الصباح اُٹھے - ضروریات سے فارغ ہوکر پنج سورہ کی تلاوت کی - اگر یاد رہے کہ اُسی قرآن مین جو بچپن مین پٹ پٹ کر پڑھا تھا - آج بھی وہ دوسرا قرآن نہین پڑھ سکتے نہ دوسری سورتین یاد ہین - اسکے بعد وہ عروض کی کتاب کا مسودہ لکھنے مین مشغول ہوے - یہ وہی نیا عروض ہے جسکے یہ پابند ہین - گیارہ بجے اُسکو بند کیا پھر دو بجے رات کی لکھی ہوی غزل لیکر بیٹھے - بی بی کو پکارا - بی بی بیچاری پکانے رندھنے مین یا بچون کے دھندے مین پھنسی ہے مگر کیا مجال کہ اُنکا حکم سُن کر ایک لحظہ اپنی جگہ پر ٹھہرے - گلاب (آپ کی دوسری عورت جس کا نام آپنے خود رکھا ہے) بھی بلائی گئی - آپنے غزل پڑھکر سُنائی - گلاب ہر شعر پر "باہ باہ کیسے مجے کا" کی صدا لگاتی ہے - بی بی چپ ہے - آخر مین بی بی سے پوچھتے ہین کہ تمکو کیسی غزل ہے" بی بی نے کہا "ہان اچھی تو معلوم ہوتی ہے" مرزا - "گلاب کی شاعرانہ سمجھ تم سے اچھی معلوم ہوتی ہے" مغرب کے بعد فکر سخن کا وقت افیون کی عادت بھی ہوگئی ہے غرض اسی طرح زندگی کا ایک ڈھرا بندھ گیا ہے اور یہ کولھو کا بیل یون اپنی عمر خاموشی کے ساتھ کاٹ رہا ہے -

کوئی کچھ کہے مگر مجھکو تو مرزا صاحب کی زندگی - طمانیت قلب - اور دلی خوشی پر رشک آتا ہے - انکو اٹلی وٹرکی بہار و ہلی کے انقلابات سے بحث نہین - ایک دفعہ گلاب نے داد دیدی اور روح باغ فردوس کی ہوا کھانے لگی - فرط انبساط سے آنکھین اُلٹ گئین - مرزا بیدرد کی خوش نصیبی پر زیادہ اُن شعرا کو رشک کرنا چاہیے جو رات دن ناقدری کا رونا روتے ہین خون جگر پی کر نظمین تیار کرتے ہین اور خاطر خواہ داد نہ پاکر دنیا کو صلواتین سناتے رہتے ہین - اور یون گوشہ مین عمر گزارتے ہین - ہمارا دیوانہ باؤلا ہیروان سے لاکھ درجہ بہتر ہے -

جو لوگ آجکل کے بے مایہ شعرا کے حالات پر نظر رکھتے ہین - اُنکو مرزا کی زندگی پر ہرگز تعجب نہ کرنا چاہیے - کم و بیش تمام ہندوستانی شعرا ایسی ہی وحشت مین گرفتار ہین اور مرزا بیدرد کی زندگی ایسے تمام شعرا کا کامل نمونہ ہے

مسلم عظیم آبادی

# ہوائی جہاز

اے ایر شپ اے انوکھے طائرِ چرخ آشیان　　کون دیکھیں جا کے چھو لیتا ہے پہلے آسمان
آج ہونے کو ہے اونچا میری آہوں کا دھواں

اے فلک پرواز انوکھے طائرِ مغرب نژاد　　آ، زمانے کو دکھائیں مل کے رنگ اتحاد
میرا دل بیتاب ادھر ہو تو اُدھر ہو پرفشاں

اے تحیّر خیز مرکزِ قوتِ پرواز کے　　لوگ کیوں در پے ہیں تیری انکشافِ راز کے
کون سی اعجوبہ طاقت تیرے اندر ہے نہاں

تو زمیں پر تھا ابھی یا تا فلک اونچا ہوا　　یا ابھی ٹھہرا تھا یا آیا نظر اوڑتا ہوا
کس پری سے تو نے سیکھی ہیں سبک پروازیاں

سوے بالا تو اُڑا جاتا ہے مانندِ نگاہ　　ہے زمیں سے تا فلک تیرے لیے دم بھر کی راہ
کوٹ کر بھر دیں مگر قدرت نے تجھ میں بجلیاں

اک طلسمِ قوتِ پرواز ہے تو سر بسر　　گرم پروازی کو تیری پائے کیا مرغِ نظر
شش جہت میں ہے تری پرواز کا سکہ رواں

کھل گئیں آنکھیں جہاں تو فعلت آرا ہو گیا　　آسمان سے جا ملا اتنا کہ تارا ہو گیا
اب فلک سے بھی گزر جانے کا دکھلا دے سماں

طائرِ بے پر میں کتنی قوتِ پرواز ہے　　اہلِ یورپ کا یہ طرفہ عیسوی اعجاز ہے
اُٹھکے اک بیجان کا کرنا اس طرح اٹھکھیلیاں

یاد ہیں لوگوں کے ہم پر مفحکے اس باب میں　　جب ہوائی قلعے باندھا کرتے تھے ہم خواب میں
لو مسخر آج انھیں قلعوں سے ہے سارا جہان

ہاں سعید زار پر اتنی عنایت کی نظر　　بہر پرواز اب کی گر تیرا بندھے رختِ سفر
عالمِ بالا کا نظارہ ہو اور یہ ناتواں

محمد سعید خان ندوی

# عمر قید سے کس طرح رہائی

اور

# نتیجہ

واقعہ نگار اولین نے "الناظر نمبر ۴۶ بابت ماہ اپریل ۱۹۱۳ء" مین مس فاخرہ کو مسز ماریسن بنا کر چھوڑا تھا؛ جسکی وجہ صرف یہ تھی کہ مس فاخرہ سے اعلےٰ درجہ تعلیم یافتہ ہونے کے لحاظ سے کم از کم اسقدر ضرور امید کیجاتی تھی کہ وہ سوسائٹی کے زبان زد ہونے کی وجہ سے عمر قید کو کسی نہ کسی طرح بھگتے گی۔ آج ترقی یافتہ دنیا مین کس قدر مائین ایسی ہین جو محض اپنی اولاد کے خاطر ناقابل بیان کا وشین اُٹھاتی ہین اور کس قدر بی بیان ایسی ہین جو گندم نما و جو فروش نوجوانون کی شکار ہوجاتی ہین اور محض سوسائٹی مین زبان زد ہونے کے خوف سے (Talk Talk) ٹیبل ٹاک بننے کے ڈر سے۔ اُف نہین کرتین، دم نہین مارتین؟ اسکا جواب میرا موجودہ سوشل حالون سے مل سکتا ہے یا خود لندن مین جاکر رہنے سے معلوم ہوسکتا ہے۔ مگر یہ مصیبت جھیلنے والی، اندر ہی اندر سلگنے والی وہ ہوتی ہین جنکو اپنی عزت کا لحاظ ہوتا ہے، اپنے پوزیشن کا خیال ہوتا ہے اور جو۔ ماں باپ کی لاج رکھنا نہین۔ سوسائٹی کا "ہدف تمسخر" (Laughing stock) بننا سخت ذلت جانتی ہین! مس فاخرہ کو بھی کم از کم اسقدر شریف الطبع ضرور سمجھا جاتا تھا۔ مگر آپ جانتے ہین "خدا پنج انگشت یکسان نہ کرد" وہ ضرورت سے زیادہ آزاد خیالین۔ آزاد یورپ کے طبقہ اعلےٰ و متوسط مین اس خیال کی ضرور ہوتی ہین مگر بہت کم اور خصوصاً ہمیشہ انگشت نمائی کا مرجع! گویا مس فاخرہ آزاد و ترقی یافتہ دنیا کے موجودہ عملدرامد کے لحاظ سے اُن چند نفوس مین سے تھین، جنکو سوسئٹی سرکل کی بھی پروا نہین۔ چنانچہ جو کچھ انھون نے کیا کوئی ایسی بات نہ تھی جو پرانے خیالات والون مین بھی ہوتی نہ رہی ہو، پابند دنیا کی عورتین شکار ہوکر یا تو محض شرافت آبائی کے مارے زندہ درگور ہوجاتی ہین یا بہت کم۔ ایسی بھی ہوتی ہین جو کسی نہ کسی طرح۔ باہمی رنجش، نان نفقہ کی طلب، مار پیٹ کی شکایت۔ غرض کسی نہ کسی رنگ مین عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاتی ہین اور آخرکار بہ ہزار بدنامی ہیچا چھٹانے مین کامیاب ہوجاتی ہین۔ ایسی وہ ہوتی ہین جنکو پابند دنیا اچھی نظرون سے نہین دیکھتی اور سچ پوچھیے تو آزاد دنیا کی اعلےٰ طبقہ کی نگاہین بھی اُن سے بچتی ہین! شریف الطبع عورتون کے لیے دراصل عمر قید سے چھٹکارا جیتے جی تو قریب قریب ناممکن کے ہے۔ پابند دنیا مین ہمیشہ سے اور آزاد دنیا مین کم از کم اب تک۔ ایک مین ماں باپ کی لاج

سرت خاندانی کا پاس : اور دوسری مین انگشت نمائی کا خوف، سوسائٹی کے تمسخر کا اندیشہ : کند چھری بنکر ذبح کرنے کے لیے تیار ہے ۔

مگر مس فاخرہ شریف الطبع مشکل سے سمجھی جاسکتی ہے ۔ وہ اُن مین سے نکلی جو کُتّے کے کاٹنے پر انتقام کے جوش مین خود بھی اُسکو کاٹنا چاہتے ہین چنانچہ خلاف امید اُس نے جو کچھ کیا وہ آپنے "الناظر نمبر ۴۸ بابت ماہ جون (صفحہ ۲۱)" مین پڑھ لیا ہوگا ۔ نقاد دوم نے مسز ماریسن کو مسز رضا کا لباس نہایت خوبی کے ساتھ پہنا دیا لیکن کچھ واقعات عجلت مین نظر انداز ہوگئے جنکا ناظرین الناظر تک نہ پہنچنا سخت ناانصافی ہوگی ۔ اسلیے مجبور ہونا پڑا کہ سے واقعات کو بھی پبلک کے سامنے لایا جاے اور مس فاخرہ کو انتہا تک پہنچایا جائے !

(۷)

(آغاز کے لیے الناظر ماہ اپریل اور سلسلہ کے لیے الناظر ماہ جون ۱۳ء نمبر ۵ ملاحظہ ہو)

مس فاخرہ خود ماریسن کے مُنھ پر کہہ چکی تھی کہ "ذلت و اہانت کے الفاظ ہرگز فراموش نہین کیے جاسکتے ... مین ضرور اسکا انتقام لونگی" اور واقعی اُس نے لیا ۔ اُسے معلوم تھا کہ اختر کے بھائی نے اُسے "ایک دوسری نظر سے دیکھا" وہ "اُس پیاری ترکیب کی" مداح تھی ۔ وہ اس "لطیف پیرایہ مین اپنے مافی الضمیر سے مطلع کرنے کی" دل ہی دل مین داد دیتی تھی، اور ؟ اور اُس دوسری نظر، اُس پیاری ترکیب اور اُس لطیف پیرایہ نے "بالکل خلاف توقع اُسے عالم آرزو مین داخل کردیا" جاننے والے جانتے ہین کہ اُسکی طبیعت کس چیز کی متلاشی، اُسکا دل کس مقصد کا خواہان اور اُسکی نظر کس "دوسری نظر" کی جویا تھی ۔ اب یہ دوسری نظر مسٹر رضا کے گوشہ چشم مین اُسے خدا خدا کرکے مل گئی تھی، کوئی وجہ نہ تھی کہ اب بھی وہ راضی بہ رضا نہوتی ! اس مرد وار تصورین، اس دلچسپ انہماک امید مین "قطعی نچرل نہا کہ اُسکے ہونٹون پر گم شدہ تبسم کے آثار پیدا ہوگئے" اُس نے ایک کھوئی ہوئی چیز پالی !

اس سے کچھ بحث نہین کہ مسٹر ماریسن کے بھندے مین پھنستے وقت تامل کی نظر خیرہ کرنیوالی چمک نے اُسے اس جال مین پھنسایا تھا ۔ اس سے بھی کچھ غرض نہین کہ وہ پھنستے وقت قطعی خود مختار اور آزاد تھی اُس سے بھی کچھ مطلب نہین کہ ماریسن نے خود اسکو اپنا نشانہ دغا بنانا نہین چاہا تھا بلکہ ایک عام اعلان اخبار مین دیکھکر وہ خود اپنی نظر سے اپنی ادائے اپنی ناہنجاری سے ماریسن کو فتکا کرنے کے لیے تیار ہوئی تھی ! اپنا عیب اپنی نظر کو مشکل سے معلوم ہوسکتا ہے اسلیے مس فاخرہ اگر اس بات کی مدعی تھی کہ اسکے ساتھ دغا کی گئی تو کون سا گناہ تھا ؟

ازمڈین پنل کوڑہ محض "مشغلہ تنہائی کے طور پر" اکثر دیکھا کرتی تھی اور بھول جاتی تھی ! اگر دفعہ ۴۱۵ تعزیرات ہند

جب اُسکی نظر سے گزری تو تھوڑی دیر کے لیے سطروں پر دوڑنے سے رُکی اور "ایک خیال۔ خیال کیا؟ شمۂ خیال۔ بہت خفیف۔ یوں ہی ذرہ برابر۔ برائے نام" ضرور پیدا ہوا اور مس فاخرہ نے دوبارہ اس دفعہ کو نہایت سمجھ بھکر ایک ایک لفظ کو غور کے ساتھ مارک کرتے ہوے پھر پڑھا۔ اب ایک عجیب انبساط۔ خلاف توقع امید۔ اُسکے دل و دماغ میں جلوہ فگن تھی "مُرجھایا ہوا چہرہ مائل بہ شگفتگی ہوگیا" دفعہ ۴۱۵ تعزیرات ہند کی عبارت نے "غور سے پڑھنے والی نظروں کے ذریعہ سے دماغ کو ایک مسرت آگین مفہوم سے مطلع کیا" اور اس نے پٹھوں کے توسل سے قلب میں ایک انبساطی حرکت پیدا کردی" اب کیا تھا وکلی ریورٹر وغیرہ وغیرہ کوئی چیز۔ کوئی موٹی کتاب۔ ایسی نہ تھی جسمیں آسانی کے ساتھ وہ غوطہ زن نہ ہوسکتی ہو اور ہر ایک میں دُرِ مقصود اُسے نہ مل جاتا ہو۔ اسکے بعد سے "کبھی کبھی۔ وہ بھی عالم تنہائی میں۔ سوسائٹی سے علٰحدگی کے وقت۔ بستر پر لیٹتے ہوے۔ اتفاقاً نیند اُچٹ جانے کی حالت میں" اپنے سب کچھ کر سکنے کا احساس اُسے عام اس سے کہ وہ "سکنڈ" کے ساٹھویں حصہ سے بھی کم عرصہ کے لیے رہتا ہو" یا رات رات بھر کاٹے کھانے والے بستر پر "ایک دوسری نظر" کی تلاش میں کسی کروٹ چین نہ آنے دیتا ہو۔ ہوتا ضرور تھا: "کیا میں کبھی اس قابل ہوجاؤنگی کہ اس بے حمیّت کو مزہ چکھا سکوں؟ مگر ایک سہارے کی ضرورت ہے۔ ایک .... کی تلاش! لیکن کیا میری نظریں میری دائمیں، میری زاہد فریبی، سب میں سے اثر جاتا رہا۔ نہیں۔ نہیں۔ یہ ایک نظر میں ختم ہوجانے والے مرد۔ یہ ایک اڈا پر مرمٹنے والے نوجوان! اونہہ! یہ کونسی مشکل بات ہے"

واقعی یہ مشکل ہی کیا تھی؟ مسٹر رضا جس حمیّت و ہمدردی کے لیے تیار ہوے وہ اُسی غلط انداز نظر کا نتیجہ نہیں تھا تو اور کیا تھا؟ یہ دقیانوسی خیالات والے حضرات اب بھی فرماتے ہیں کہ اگر مس فاخرہ خود بخود مسٹر مارسین کو دغابازی کی سزا دیتی تو بیشک یہ سمجھا جا سکتا تھا کہ اُس نے بلا کسی خاص لگاؤ کے اس سے پیچھا چھڑا لیا۔ مگر پہلے مسٹر رضا کے ارادہ سے آگاہ ہونا، پھر ذرا سا سہارا پاتے ہی یہ زور شور، آپ ہی سوچیے کہیں پانی مرتا ہے یا نہیں آجکل بھی آنکھ لڑجانے پر جاہل عورتیں اپنے نئے آشنا کے ساتھ بھاگ جاتی ہیں اور بعد میں کمینے اشخاص میں مقدمہ بازی اور لاٹھی بونگا سب ہی کچھ ہوا کرتا ہے۔ کیا مس فاخرہ کا ایک مضبوط کھونٹے کے بل پر اسقدر کودنا اور مقدمہ میں یہ زور دکھانا اُسی پرانے رنگ کی نئی صورت نہیں؟ ڈھانچہ میں تو وہی پرانی تیلیاں ہیں البتہ غلاف نیا اور انگریزی وضع کا ضرور ہے! مس فاخرہ کا۔ اور اُسکے معاونین کا۔ معمولہ ہے کہ "اس نے کبھی حرف شکوہ بھی زبان سے نہیں نکالا، محرومانہ زندگی بسر کرنے پر مستعد ہوگئی اور مارسین کے ناموس کی حفاظت کرتی رہی" مگر کب تک؟ صرف ایک سال۔ اور وہ بھی ایسا جسمیں دفعہ ۴۱۵ تعزیرات ہند کا مطالعہ برابر جاری تھا! اور کس

حالت مین؟ کس بیچارگی کے عالم مین کسی مددگار کے نہ ہونے کی حالت مین! یہ عصمت و ناموس کی حفاظت ہے یا "عصمت بی بی از بے چادری" کی مثال؟ اس آخری سوال کا جواب کسی قدر پیچیدہ ہے۔ دقیانوسی دماغ والے کچھ اور کہتے ہین، اور روشن خیال کچھ اور فرماتے ہین!

خیر کچھ بھی ہو ماریسن پر دعوی کر دیا گیا؟ روپے پیسے کی تنگی کا دعوی نہ ثابت کیا جا سکتا تھا نہ اُس سے رہائی نصیب ہو سکتی تھی: بُرے برتاؤ کا الزام بھی پورے حد تک مفید نہین تھا: اسلیے وہی سچا۔ دغا کا دعوی کیا گیا۔ اس دعوے کا جزو خاص ماریسن کی نا قابلیت اور مس فاخرہ کا اُسوقت تک غیر مستقل ہونا تھا! اس خاص بات پر جو تنقیح نکلی اُسکا ثبوت ظاہر ہے کہ کس کے ذمہ ہوتا؟ مدعی کے یا مدعا علیہ کے؟ مس فاخرہ کی طرف سے سٹر رضا بھی شہادت مین تھے۔ محض اس امر کی شہادت مین تھے کہ یہ راز ان تک انکی ہمشیر کی زبانی پہنچا! اور خود مس اختر معاملہ کے لیے طلب تھین کہ وہ مس فاخرہ کی معالج رہ چکی تھین! ساتھ ہی ساتھ ڈاکٹری سرٹیفکٹ کی بھی ضرورت تھی؛ اور بڑی خیر یہ ہوی کہ ایک لیڈی ڈاکٹر وہان موجود تھین اور بجاے سول سرجن کے انکو معائنہ کی اجازت دیدی گئی ورنہ کسی قدر شرمہ برابر بڑے نام۔ دقت ضرور ہوتی! اگرچہ اس وقت کو مس فاخرہ خود محسوس نہ کرتین، لیکن وقت کو سوائے وقت کے اور کیا کہا جا سکتا ہے! خیر سرٹیفکٹ حاصل ہو گیا! پیشی کے روز جسقدر عدالت متعلقہ پر ہجوم تھا اُسکا لحاظ کرنا ایک فضول سی بات ہے! سٹر رضا سے اُسی اخبار والی "پیاری ترکیب" پر کینہ کہ فریق مخالف کی طرف سے وہ اخبار بھی پیش کیا گیا تھا۔ وکلا کی جرح سُننے کے قابل تھی! اگرچہ مہربان عدالت نے بہت سے سوالات غیر متعلقہ ٹھہرا کر روک دیے لیکن پھر بھی مسٹر رضا مس اختر۔ اور مس فاخرہ کو جن جن سوالات کے جوابات دینے پڑے وہ واقعی قابل تعریف تھے! عدالت کا کمرہ بالکل بھرا ہوا تھا۔ اور مشتاق نگاہین اور بے چین کان خدا جانے کیا کیا سُن رہے تھے، اور کیا کیا دیکھ رہے تھے! جرح ایک بُری بلا ہے۔ اور خصوصاً ایسے معرکہ کے وقت۔ جن پر گزر چکی ہو اُن سے پوچھیے کہ وکیل بیرسٹر اُس کٹھرے مین اچھے اچھون کو رولا دیتے ہین! بہرحال یہ سب باتین ایک فضول سی چیز تھین! دقیانوسی خیالات والے اسکو شرمناک واقعہ کہین یا اور کسی بُرے خطاب سے یاد کرین مگر سچ یہ ہے کہ مس فاخرہ نے ماریسن کو سزا دے کر مانا۔ ہمکو بحث کرنے کی بھی کچھ ضرورت نہین کہ ایسی بدنامی اُٹھا کر ہر نفس۔ پُرانے خیالات والا بھی سب کچھ کر سکتا ہے! مشکل تو ایسی حالت مین شریف طبع اور پونہ چین کا لحاظ کرنے والے انسان کی بڑھ جاتی ہے۔ مگر فاخرہ "سوسائٹی اسکینڈل" Society Scandal کو کچھ نہین سمجھتی تھی! وہ خود کردہ را علاجے نیست کی قائل

نہ تھی: اور واقعی اُس نے جو کچھ کہا کر دکھایا! ماریسن نے زہر کھا لیا تو قطعی نیچرل! اور فاخرہ تیسرے ہی روز مسٹر رضا کے ساتھ نہایت شان و دلربائی کے ساتھ پارک مین ٹینس کھیلتی نظر آئین تو قطعی تہذیب و انسانیت کے موافق! جو کچھ بھی ہو ایک ہفتہ نہین بلکہ ایک مہینہ کے لیے ہفتہ وار اور روزانہ اخبارات کو اپنے ناظرین کے خوش کرنے کا مواد مل گیا! مگر واہ ری فاخرہ - اس نے اس عرصہ کے لیے اخبار چھونا بھی اپنے اوپر حرام کر لیا تھا، اور اگر کوئی - بیہودہ، بیہیز کوئی - کچھ کہہ گزرتا تو وہ اسکو بھی سُنی اَن سُنی کر کے ٹال جاتی! وہ پھر اپنی خود غرضی مین کامیاب تھی اور ان دقیانوسی فضولیات کو محض لغو سمجھتی تھی!!

(۸)

آج مرے کل دوسرا دن! چنانچہ ماریسن مر گیا اور یاد سے بھی گزر گیا! مس فاخرہ اب ایک دوسرا قدم بلکہ آخری قدم - بڑھانا چاہتی تھین! وہ اب آزاد تھین لیکن پھر پابند ہونا چاہتی تھین! ماریسن سے ہزار وقت پیچھا چھوٹ گیا تھا مگر مسٹر رضا کی آغوش محبت مین جانا ابھی باقی تھا!

لیکن "فاخرہ خود مختار فاخرہ آزاد فاخرہ" اب سوچتی کیا تھی؟ آرزو ہی اُسے حاصل مسٹر رضا اُسکے لیے منتظر مفقود وہ اسی خیال مین - دل خوش کن خیال مین مستغرق! پھر دیر کیون تھی؟ پس و پیش کیون تھا؟

محض اسلیے کہ "دودھ کا جلا چھاچھ پھونک پھونک کر پیتا ہے" عقلمند ایک دفعہ ٹھوکر کھا کر ہوشیار ہو جاتا ہے فاخرہ اُسی غلطی کو پھر نہین کرنا چاہتی تھی جس کی بدولت اُسے کامل ایک سال سخت سے سخت عذاب بھگتنا پڑا!

مگر مسٹر رضا مسٹر ماریسن تو نہین ہے؟ لیکن اگر وہی ویسا ہی صورت حرام نکلے تو! مگر مسٹر رضا تو میرے ساتھ جس شوق و جذبہ مین ڈوبا ہوا ملتا ہے اُس سے کچھ شبہ نہین کیا جا سکتا؟ لیکن سچ یہ ہے کہ مسٹر ماریسن بھی اپنے کورٹ شپ کے زمانے مین اسی طرح ملتا تھا! مگر یہ ایک تعلیم یافتہ، مہذب روشن خیال نوجوان ہے؟ لیکن کیا ماریسن کے تعلیم یافتہ اور روشن خیال ہونے مین کوئی شک کیا جا سکتا ہے! مگر وہ ایک خود غرض، دغا دینے والا شخص تھا جس نے "اپنے تئین سوسائٹی مین مرحوم بنانے کے لیے مجھے زندہ درگور کر دیا تھا؟ لیکن اس کا کیا ثبوت ہے کہ مسٹر رضا بھی ویسے ہی نہ ہون، ماریسن تو ایک مکار تھا جس نے امور واقعی کا اخفا کر کے مجھے دھوکا دیا"؟ مگر بہت ممکن ہے کہ مسٹر رضا بھی امور واقعی کا اخفا کرتے ہون!" یہ تھے وہ خیالات جو مس فاخرہ کے دماغ مین ہر وقت چکر کھاتے رہتے تھے!

خود مسٹر رضا سے جو کچھ گفتگو مسٹر مارسین کی بابت اکثر ہوئی تھی وہ اُسے خوب یاد تھی: مسٹر رضا کا یہ کہنا کہ "ناقابلیت اور کمزوری کی وبا بے احتیاطی اور غلط کاری کی وجہ سے نئے زمانہ کے نوجوانون مین پرانے زمانے والون سے بدرجہا زیادہ پھیل رہی ہے" اُسکے دل پر کالنقش فی الحجر تھا؛ فاخرہ سوچتی تھی کہ مسٹر رضا خود ایک لائق ڈاکٹر ہے وہ کوئی نقص اپنے مین نہین رکھ سکتا، مگر ساتھ ہی اُسے خود مسٹر رضا کے وہ الفاظ جو اُنہنے ایک موقع پر مارسین کے لیے کہے تھے یاد آجاتے تھے۔ کہ "ایسے امراض ایک حد پر پہنچ کر قطعی ناقابل علاج ہوجاتے ہین اور مریض مجبور ہوتا ہے کہ تمام عمر انکو کسی نہ کسی طرح پوشیدہ رکھے" یہ الفاظ فاخرہ کو اور زیادہ بھڑکاتے تھے۔ بہت ممکن ہے کہ مسٹر رضا بھی چھپاتا ہو، دھوکا دیتا ہو۔ ناقابل ہو۔ ڈیکل سرٹیفکٹ کا خیال بھی اُسے آیا، مگر وہ اپنی آنکھون سے دیکھ چکی تھی کہ مسٹر مارسین نے مقدمہ کے وقت سول سرجن سے اپنے موافق نہایت اچھا سرٹیفکٹ حاصل کرلیا تھا؛ اس سے تو کچھ بحث نہین کہ وہ سرٹیفکٹ زر کے زور سے حاصل کیا گیا تھا یا کسی اور طرح، بہرحال اب فاخرہ کی نگاہ مین ایسے سرٹیفکٹ کی کچھ وقعت نہ تھی!

مگر آہ! کیا اب پھر وہ کسی خود غرض کی چاپلوسی مین آکر اپنی زندگی کو برباد کردے؟ کسی گندم نما جو فروش کے پھسلاوون مین پھنس کر برباد ہوجاے؟ نہین نہین! اب وہ آنکھین بند کرکے اندھے کنوئین مین گرنے کو تیار نہ تھی! وہ کچھ کھوکر عقل حاصل کرچکی تھی! اور وہ "مارگزیدہ از ریسمان می ترسد" کے مصداق کسی پر بلاوقتی واقفیت وثبوت کے بھروسا کرنا حماقت سمجھتی تھی!

اس تمام کشمکش کا نتیجہ بالکل صاف تھا! وہ مجبور تھی کہ ہر طرح اپنا اطمینان کرے! اور سچ یہ ہے کہ اُس نے پورے طور پر خوب اچھی طرح دیکھ بھال لیا۔ پرکھ لیا۔ بلکہ اگر کسی کو ناگوار نہ ہو تو کسوٹی پر چڑھالیا! اب کیا دیر تھی؟ فوراً شادی ہوگئی اور خدا خدا کرکے فاخرہ نے مسز مارسین کی تکلیف دہ جھول اُتارکر مسز رضا کی پوشاک نہایت مسرت اور جذبۂ دل کے ساتھ زیب تن کی! چونکہ وہ تعلیم یافتہ تھی اور اپنی جنس کے ساتھ اُسے خاص طور پر محبت تھی، اس لیے اُس نے ایک سوسائٹی قائم کی جسمین باطنی اور اندرونی طور پر وہ کچھ تلقین کرتی ہو لیکن ظاہر طور پر یہی معلوم تھا کہ وہ شادی سے پہلے ڈیکل سرٹیفکٹ حاصل کرنے کی ترغیب دیتی تھی! چنانچہ آپ اسکو ایک پرچہ میں دیکھ چکے! یہ سوسائٹی زمانہ کی رفتار کے ساتھ بڑھتی رہی اور اپنا اثر ہر چہار طرف پھیلاتی رہی!

تمت

نئی دنیا نہ کہین ٹھہری ہے نہ ٹھہرے گی: نئی روشنی کا انسان نہ کسی حد پر پہنچ کر رکا ہے نہ رُکے گا! وہ سب سے کسی

پہلے ایک یقی مادہ میں آماس کی شکل میں ظاہر ہوی۔ گردش میں اپنی پہلی جگہ سے شرارہ کی طرح علیحدہ ہوی کچھ فاصلے پر قائم ہوکر خود چکر انے لگی۔ پھر اس سے ایک شرارہ نکل کر چاند بنا۔ اور؟ اور کیا۔ وہ ٹھنڈی ہوی، اُسپر پانی کے طوفان آئے، نا متناہی بارش کا سلسلہ جاری رہا۔ وہ سخت ہوی۔ اسپر چھلکا بنا۔ مدہ یا پیدا ہوے۔ پہاڑ نظر آئے درخت وجود میں آئے عجیب الخلقت مخلوق اسپر حاوی رہی۔ مگر وہ برابر اپنا روپ بدلتی رہی۔ بدل رہی ہے۔ اور بدلتی رہے گی یہ۔ یعنی انسان پر ولو پلازم کی ترقی یافتہ صورت۔ پہلے ایک مادہ تھا۔ پھر اسمیں احساس پیدا ہوا۔ پھر نمو شروع ہوی۔ پھر حیوان بنا۔ اور نئی نئی پوشاکیں پہنتا ہوا۔ بندر کے تمام مدارج طے کرکے انسانیت میں قدم زن ہوا۔ ہے اور رہے گا! نہ اُسکو قرار نہ اسکو چین! یہ بندر سے انسان بننے والی مخلوق اب انسانیت کے مدارج طے کر رہی ہے اور اسکے بعد کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ترقی کے زینہ میں کہاں پہنچے گی! بہت ممکن ہے کہ وہ بندر جو خوش قسمتی سے اب تک انسان نہیں بنے ہیں ہنستے ہوں اور حضرت انسان کی کشمکش کو دیکھکر انسانیت کے نام سے کانوں پر ہاتھ دھرتے ہوں۔ مگر یہ ایک فیکٹ ہے اور اس سے انکار خدا کے وجود کے انکار سے زیادہ ناقابل معافی گناہ اور حماقت ہے!

باوا آدم کی اولاد انسان تو ہمیشہ سے انسان ہی ہے۔ انسان کے علاوہ کسی اور روپ میں نہ وہ کبھی جلوہ فگن ہوا ہے اور نہ آیندہ ہونے کی امید رکھتا ہے! انسانیت کے دائرہ سے اُس نے نہ کبھی قدم باہر رکھا نہ رکھے گا! اس لیے وہ ایک خاص حد پر پہنچ کر قائم ہوجاتا ہے۔ رک جاتا ہے اور اپنے مذہب یا عقیدہ کو اپنی زندگی کے لیے بلکہ ہر ایک آنے والی نسل کی زندگی کے لیے کافی مان لیتا ہے: اُسکا خاص خیالات سے تجاوز نہ کرنا کچھ بھی تعجب نہیں۔ مذہب اسکو مانع۔ خدا اسکو مانع۔ اُسکا دل خود اسکو مانع، لہذا وہ اپنے عقیدہ کے موافق جائز حدود سے تجاوز کبھی کسی زمانہ میں نہیں کرسکتا! اگر پریولو پلازم سے بندر اور بندر سے انسان بننے والا۔ بلکہ انسانیت سے گذر کر خدا جانے اور کیا کچھ بننے کے لیے تیار۔ انسان نہ کہیں ٹھہرا ہے، نہ ٹھہرنا چاہتا ہے، نہ ٹھہرے گا۔ ترقی ایک لامحدود چیز ہے اور زمانہ برابر بڑھے جانے والی شے، خیالات تبدیل ہونے والی چیز اور تہذیب زمانہ کے موافق منقلب! لہذا کسی روشنی کے انسان کے لیے کوئی روک نہیں! یہ امید رکھنا کہ بغیر کسی عقیدہ مذہبی کے وہ خود بخود تہذیب کی حد سے نہ گزر جائیگا اسی قدر لغو ہے جس قدر کہ مہمل! کیونکہ وہی چیز جو آج خلاف تہذیب اور بری سمجھی جاتی ہے۔ وہی عادت جو آج معیوب اور بد تصور کی جاتی ہے۔ کل عین تہذیب، خوبی، اور نیکی سمجھی جاے گی! زمانے کی تاریخ اس امر پر شاہد عدل ہے! اس لیے کچھ بھی تعجب نہیں کہ فاخرہ کی بنیاد ڈالی ہوی سوسائٹی کا اثر زمانے کے ساتھ کہیں سے کہیں پہنچ گیا!

بیشک ایک پورا زمانہ ایسا گزرا جس مین فاخرہ کا ایجاد کردہ میڈیکل سرٹیفکیٹ برابر رائج رہا۔ مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ ایک اور نئی چیز بھی وجود مین آگئی۔ وہ یہ کہ اکثر متمول حضرات کے ہان اولاد نہونے پر جسکی وجہ اکثر دفعہ نے عورت کی ناقابلیت اور نقص بتایا۔ ایک سوسائٹی مردون کی طرف سے بھی قائم ہوی جس مین شادی سے پہلے عورت کے میڈیکل سرٹیفکیٹ حاصل کرنے پر زور دیا گیا۔ اب میڈیکل سرٹیفکیٹ کی وبا عام طور پر دونون طرف پھیل گئی مگر تمول اور روپیہ اسوقت تک اپنا اثر نہین چھوڑ سکتا جب تک کہ انسان احتیاج کا بندہ ہو۔ زر کے لیے "گر بر سر فولاد نرمی نرم شود" اب بھی اسی قدر صحیح تھا جس قدر کہ پرانے زمانے مین بیسیون بلکہ سینکڑون مرتبہ سرٹیفکیٹ محض زر کے زور سے حاصل کیے گئے اور بعد مین وہی عمر قید بھگتنی پڑی جسکے انسداد کے لیے یہ کچھ طومار باندھا گیا تھا۔ اس کا علاج صرف یہ سمجھ مین آسکتا تھا کہ "انجمن حفاظت نسوان" نے ایک قدم اور بڑھایا اور یہ پاس کیا کہ ہم جنس ہم جنس کے عیوب سچائی کے ساتھ ظاہر کرنا نہین چاہتا اسلیے نوجوانون کے وہ سارٹیفکیٹ قابل لحاظ سمجھے جائین جو بجاے کسی مرد سول سرجن کے ایک لیڈی ڈاکٹر سے حاصل کیے گئے ہون۔ علے ہذا مردون کی طرف سے اسکا برعکس پاس کیا گیا یعنی یہ کہ عورتون کے وہ سارٹیفکیٹ قابل لحاظ سمجھے جائین جو کسی مرد ڈاکٹر سے حاصل کیے گئے ہون۔ اس ساری جدت سے زر کا اثر اور احتیاج کی طرفداری تو یک لخت زائل ہو نہ سکی البتہ اسقدر ضرور ہوا کہ لیڈی ڈاکٹرون کی گرم بازاری شروع ہوگئی۔ موجودہ نسل نے ڈاکٹری کی سند حاصل کرنا ایک ضروری چیز سمجھ لی اور یہ وبا اسقدر بڑھی کہ اگر کسی بازار مین ایک پتھر بلا خاص نشانہ کے پھینکا جاتا تو وہ کسی کتے کے لگتا یا کسی ڈاکٹر کے۔

یہ تو صرف ایک خاص بات تھی۔ مگر اسکے علاوہ سوسائٹی آزادی و حقوق کے جوش مین عادات و اطوار کے لحاظ سے سر سے پیر تک بدل گئی تھی۔ زمانہ کے ساتھ ساتھ بہت سی باتین جو پہلے خوبی سمجھی جاتی تھین اب توہمات اور مہمل کی قطار مین آگئی تھین اور اکثر حرکات جو پہلے معیوب خیال کی جاتی تھین اب عین تہذیب تھین! میڈیکل سارٹیفکیٹ کا زور بھی کچھ بہت ایام تک نہین رہا یہ بھی اسی طرح بے سود اور لغو ثابت ہوا جس طرح عصمت کے تحفظ کا ڈھکوسلا! آزاد سوسائٹی جو اپنے معاملات مین کسی بزرگ یا جہان دیدہ شخص کی رائے کا اتباع بھی زبردستی سمجھتی تھی۔ ڈاکٹر پر اسقدر بھروسا کہان کر سکتی تھی! دنیا جس راستہ پر جارہی تھی اسمین کسی کا محتاج یا پابند بننا ایک سخت گناہ تھا۔ لہذا یہ بالکل نیچرل تھا کہ ہر ایک چیز کا امتحان ذات خود جب تک فریقین نہ کر لیتے انکا اطمینان نہین ہو سکتا تھا! مذہب دنیا سے کنارہ کرتا جاتا تھا، مساوات اور آزادی کا طوفان بڑھتا جاتا تھا، عیوب خوبیون اور خوبیان عیوب کا لباس پہنتی جاتی تھین، زمانہ

نہایت تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا، اور سوشلزم اپنی دلفریب خوبیوں کے ساتھ ہر چہار طرف پھیلتا جاتا تھا۔

معلوم نہیں نیچر کو اس ترقی کرنے والی مخلوق کے ساتھ کہاں کا بیر ہے کہ جس قدر یہ مشکلات سے پیچھا چھڑاتی ہے اسی قدر وہ اور زیادہ مشکلات حائل کرتی جاتی ہے۔ جب انسان نے پیدل چلنے سے قدم آگے بڑھا کر زین سواری شروع کی تو نیچر نے محض ٹھوکر لگ جانے سے آگے بڑھکر گھوڑے پر سے گر کر مرجانا پیدا کر دیا۔ پھر انسان نے گاڑی بنائی تو اسکا الٹ جانا اور زیادہ مہلک چیز وجود میں آئی۔ جب ریل نے دنیائے وجود میں قدم رکھا تو ریل لڑ جانے کا سخت مہلک حادثہ بھی ساتھ ساتھ پیدا ہوا۔ مختصر یہ کہ انسان جس قدر اپنے آرام و آسایش حاصل کرنے کے زور میں آگے بڑھتا جاتا ہے نیچر اسی قدر تکلیف اور مشکلات حائل کرتی جاتی ہے۔ یہی حالت سوسائٹی کی ہوئی وہ جس قدر آگے بڑھتی گئی پابندی اور دھوکے سے گلوخلاصی حاصل نہ کر سکی۔ مگر اسکی ترقی ابھی ختم نہیں ہوئی تھی ابھی وہ سوشلزم کی اس حد تک نہیں پہنچی تھی جہاں پہنچنا اسکا مقصد تھا۔ اب شادی کرنا اور تمام عمر کے لیے ایک مرد کا ایک عورت کے قبضہ میں یا ایک عورت کا ایک مرد کے قبضہ میں آکر قیدی بن جانا اُسے سخت جہالت آمیز پابندی نظر آتی تھی۔ اب وہ یہ چاہتی تھی کہ تمول و مفلسی کا فرق دنیا سے اُٹھا دے، محض اتفاق کی بدولت۔ اتفاق پیدایش کے بدولت۔ ایک کا امیر اور ایک کا فقیر ہونا دور کر دے، سب کو ایک سطح پر لے آئے۔ اس طرح نہیں کہ بے زر کو زردار بنا دے بلکہ اس طرح کہ زردار سے اسکا تمول علیحدہ کر دیا جاوے۔ اور سچ بھی یہی ہے کہ مکان بنانے سے گرانا زیادہ آسان اور ممکن الوقوع ہے۔ اب یہی سوسائٹی چاہتی ہے کہ دنیا سے فرق مراتب کھو دے، عزیز و اقارب کا جھگڑا باقی نہ رکھے، ہر شہر میں ایک پبلک فنڈ قائم کرے اور اسکا روپیہ سب کا روپیہ ہو، ہر شخص کو صرف ضروریات زندگی کے موافق اُس فنڈ سے بلا کسی خاص فرق کے ملا کرے، شادی کا وجود باقی نہ رہے، انسان قطعی آزاد ہو اور توسیع نسل انسان محض نیچرل طریقہ پر ہو، پیدا ہونے والے بچوں کے لیے ایک مکان پبلک کی طرف سے بنایا جاوے۔ پیدا ہونے والا اپنے ماں باپ تک سے بے خبر ہو، وہ کسی ایک کا بچہ نہ ہو بلکہ پبلک کا بچہ ہو، جو کچھ ہو وہ سب کا ہو اور ہر ایک کا ہو، اگر سب کے لیے محل نہ بنائے جا سکیں تو کسی کے لیے بھی محل باقی نہ رکھا جاوے کیونکہ سب کو جھونپڑوں میں دیکھکر محل کی آرزو کسی کے دل میں پیدا نہیں ہوگی۔ یہ ہیں وہ مقاصد جنکو ترقی یافتہ دنیا کی موجودہ ترقی کرنے والی سوسائٹی حاصل کرنا چاہتی ہے۔ یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ انسان کے فضول تعلقات خواہ مخواہ کی قیود اور فرق مراتب کے مشکب و حسد نے انسان کو بے حد غمزدہ اور تنگ بنا دیا ہے، اسکی زندگی تکالیف اور سرگردانیوں کا مجموعہ ہو گئی ہے، اور وہ کبھی مسرت حقیقی حاصل

نہین کرسکتا! یہ امید کی جاتی ہے کہ جب وہ تعلقات کم کرے گا تو اُس سے پیدا ہونے والے تفکرات کم ہوجائینگے؛ جب وہ تمام قیود کو توڑ ڈالے گا تو نہایت آزادی کے ساتھ اپنا اور اپنے وقت کا مالک ہوگا؛ اور جب فرق مراتب اُٹھ جائے گا تو انسان تسول حاصل کرنے کے جنون سے نجات پائے گا، اسوقت انسان کو حقیقی مسرت حاصل ہوگی اور اسوقت وہ فکر و غم سے قطعی نجات پائے گا۔ یہ سوشیلزم کی معراج کمال ہے اور اسی پر پہنچنے کے لیے تہذیب یافتہ دنیا سرگردان ہے! البتہ یہ بات غور طلب ہے کہ کبھی پہنچنا ممکن بھی ہے یا نہین؟ اور اگر فرض کرلیا جائے کہ دنیا اُس حد تک پہنچ بھی گئی تو اسکو فی الواقع آگے بڑھنا کہین گے یا پیچھے ہٹنا؟ سمجھ مین نہین آتا کہ وہ ترقی کرے گی یا پھر اُسی پہلے وحشی انسان کے مین مین ہوجائے گی! اور کچھ عجب نہین کہ اس مرتبہ پھر وہ انسان سے بندر کے قالب مین پہنچ جائے، کیونکہ بندر کو انسان سے بدرجہا بے فکری، مساوات، اور مسرت حقیقی حاصل ہے! خیر ابھی اس وقت کے آنے مین دیر ہے! ہان جس جگہ یورپ اب ہے ہندوستان بھی اسی جگہ پہنچ کر مانا، اور کیونکر نہ پہنچتا جبکہ مسز رضا نے صدیون برس پیشتر اس آزادی کا بنیادی پتھر ایک سوسائٹی کی صورت مین رکھا تھا اور حقوق نسوان کے حمایتی گروہ نے آستینین چڑھا کر مگر آنکھین بند کرکے۔ اس کو رائج کرنے کا بیڑا اُٹھایا تھا!

آہ انسان نہایت خود غرض ہے، از سر تا پا خود غرض ہے! پہلے وہ صنف نازک کا کفیل تھا، اسکو اپنی عزت، اپنی حرمت اپنی آبرو سمجھتا تھا: مگر اب وہ اسکو بھی باہر نکالنا چاہتا ہے، اسے دنیا کی کشمکش مین سرگرداں بنانا چاہتا ہے، اسکی امداد سے پہلوتہی کرتا ہے، اور جوش حماقت و جذبۂ جنون مین اس نازک گلاب کو اس آبدار موتی کو، تمازت آفتاب اور کشمکش بازار مین لاکر اُسکی دلکش عفت و عصمت برباد کرنا چاہتا ہے۔ کیون؟ یہ نہ پوچھیے! ہزارون پردون کی آڑ مین وہ اپنی خود غرضیان چھپاتا ہے، لیکن چھپ نہین سکین محض اسکا اپنا جوش وحشت و شعلۂ عیش پرستی ہے جس کے بجھانے کے لیے وہ اس صنف لطیف کو اُسکا حامی بن کر خراب کرنا چاہتا ہے!

ہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش  من انداز قدت را می شناسم!

آہ اُس کی خود غرضی، خود غرضی، خود غرضی ایک ایک فعل سے ٹپکی پڑتی ہے! اور دیکھنا یہ ہے کہ وہ عورت بیچارگی کے آغوش مین چولھے مین سے نکل کر بھاڑ مین تو نہین گرنا چاہتا!

ترسم کہ بکعبہ نہ رسی اے ہندی  کین رہ کہ تو مے روی بہ ترکستانست!!

سلطان حیدر

# رباعیات شفق

۱

## مذہب و سائنس

عاقل نہین مذہب سے نہو جو آگاہ — کس کام کی وہ عقل جو کردے گمراہ
سائنس تو منکر ہے خدا تک کا شفق — لاحول ولا قوۃ الا باللہ

ذرون کی ٹھہرتی نہین سورج پہ نگاہ — قطرون کو بھی دریا کی نہین ملتی ہے تھاہ
سائنس بھی تہ کو نہین پہنچا اب تک — مذہب کے وہ اسرار ہین اللہ اللہ

سائنس ہے پانی کا ہوا کا قائل — مذہب ہے فنا اور بقا کا قائل
علت سے بری وجود باری ہے شفق — اسلام ہے بے عیب خدا کا قائل

الجھے ہوے ڈورے کا سرا ہی نہ ملا — سائنس کو مذہب کا پتا ہی نہ ملا
سب راز کھلے راز خدا ہی نہ کھلا — عقدہ تو ملا عقدہ کشا ہی نہ ملا

رستا نہ ملا راہ نما بھی نہ ملا — گمراہ کو منزل کا پتا بھی نہ ملا
مذہب کو فرشتے بھی پیمبر بھی ملے — سائنس کو تو ایک خدا بھی نہ ملا

ذرون مین نظر آگیا صحرا آباد — تارون مین بھی دیکھی گئی دنیا آباد
سائنس کا وہ ملک ہے وہ راج شفق — بے شاہ کی ہے جس مین رعایا آباد

نادان نہ ازل کی ابتدا ہی سمجھے — غافل نہ ابد کی انتہا ہی سمجھے
مذہب کی جو تعلیم پہ ہنستے ہین شفق — سائنس کے بندون سے خدا ہی سمجھے

## وجود باری

ہے مسئلۂ وجود باری مشکل — اس عقدے کے حل سے رستگاری مشکل
منصور سے جس کا حق ادا ہو نہ سکا — اس راز کی ہے وہ رازداری مشکل

فانی ہے جو شے اسکو فنا ہے کہ نہین — باقی ہے جو ذات اسکو بقا ہے کہ نہین

حادث کو قدیم جو سمجھتے ہین شفق
کیا جانین وہ بندے کا خدا ہے کہ نہین؟

جب سوے عدم قافلہ راہی ہوگا
وا پردۂ اسرار الٰہی ہوگا
جب کچھ نہ تھا، سنتے ہین خدا ہی تھا شفق
پھر کچھ نہین ہوگا تو خدا ہی ہوگا

کس نظم پہ انتظام عالم ہے تمام
ناظم ہی نہین تو کیون ہے قائم یہ نظام
بے وقت طلوع ہو نہ بے وقت غروب
بے دن کی نہ رات ہو نہ بے صبح کی شام

چلتا ہوا پرزہ کوئی ڈھلتا ہی نہین
ڈھل کر کوئی سانچے سے نکلتا ہی نہین
ہوتا نہ خدا تو اس خدائی کا شفق
اتنا بڑا کارخانہ چلتا ہی نہین

کچھ عالم اسباب مین حکمت ہوگی
علت کی بھی آخر کوئی علت ہوگی
فطرت کو ہلنے نہین دیتی جو شفق
وہ بھی تو بڑے ہاتھ کی قوت ہوگی

## شفق عماپوری

کیا کہون لب پہ مرے کیون ترا شکوا نہ ہوا
یہ مری شان وفا تھی کہ جو ایسا نہ ہوا
تم سے کچھ طور پہ اے حضرت موسیٰ نہ ہوا
ایسے موقع پہ کوئی دیکھنے والا نہ ہوا
صدمے سہنے کے لیے عشق بتان مین دل و جان
وائے تقدیر کہ تجھ سا کلیجا نہ ہوا
دیکھکر حشر مین تنہا وہ مجھے کہتے ہین
کیا قیامت ہے کوئی آج بھی تیرا نہ ہوا
خیر پھر غیر سے گو لاکھ وفادار سہی
اپنا کہنے سے کوئی اپنا پرایا نہ ہوا
دل بھی کمبخت طرف دار انھین کا نکلا
ہاے اس عشق مین کوئی بھی ہمارا نہ ہوا
ہاے اس ضعف نے بالکل ہی بھرم کھو دیا
مجھ سے دل تھام کے بھی ہجر مین نالا نہ ہوا
برق اور برق جگر سوز گری ہے مجھپر
میرا جینا اسے فرقت مین گوارا نہ ہوا

عمر کی تو نے اسیر عشق مجازی مین حضور
تجھکو کم بخت کچھ اندیشۂ فردا نہ ہوا

## حضور نسیم مرادآبادی

# خاتون امانده

(ترجمہ)

حکیم سنیکا کا قول ہے کہ جو نیک نہاد شخص اپنی بدقسمتیون پر غالب آتا ہے وہ دیوتاؤن کا معبود خیال کیا جاتا ہے۔ قصۂ ذیل تمثیلاً پیش کیا جاتا ہے۔

یونان مین ایک معزز دولتمند شخص رہتا تھا۔ گردش زمانہ سے اسکی مالی حالت خراب ہوگئی اور مجبوراً اُسنے اپنی امیرانہ شان و شوکت کو کم کردیا۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ اس قسم کے مفلوک شریف نہایت غیرت دار ہوتے ہین چنانچہ اُس نے اپنے اعزا اور دوستون کی مدد کو قبول نہین کیا اور موجودہ حالت پر قناعت کی۔ اسکی بی بی نے جو نہایت باتمیز اور وفادار تھی اپنے شوہر کے ساتھ پہلے سے بہتر برتاؤ شروع کیا۔ اس خاتون پری جمال کو بہت ہی فریب آمیز ترغیبون کا مقابلہ کرنا پڑا مگر وہ وفاداری مین ثابت قدم رہی اور اس نے اشارۃً و کنایۃً کبھی اپنے شوہر سے ایسی باتین نہین کین جس سے اسکو خیال ہوتا کہ موجودہ فلاکت نے اُسے بددل کردیا ہے شوہر کبھی کبھی اچانک گھر پر پہنچ جاتا اُسوقت یہ عورت آنسو پونچھ ڈالتی اور اظہار بشاشت کرتی۔ اسکی بڑی حسین بیٹی جس کا نام خاتون امانده تھا جوان ہوچکی تھی۔ یہ خرچ کم کرنے کے خیال سے ایک گاؤن مین ایک دہقانی کے گھر بھیجدی گئی۔ یہ کاشتکار بہت باوضع و معتبر آدمی تھا اور اسکی شادی اُس عورت کے ساتھ ہوئی تھی جو امانده کی وفادار ملازم رہ چکی تھی۔ خاتون امانده کو ہر وقت یہ خوف رہتا تھا کہ عنقریب اُسکے والد کی حالت بالکل تباہ ہونے والی ہے۔ چنانچہ اُس نے اپنے ایک دوست کو خفیہ طور پر اس جانچ کے لیے معین کیا کہ وہ اُسکے خاندان کی حالت سے وقتاً فوقتاً اطلاع دیتا رہے۔

خاتون امانده کا عنفوان شباب تھا اور حسن و جمال کو ترقی ہوتی جاتی تھی اس اثنا مین اُس گاؤن کا زمیندار جو کاشتکار کی غرض سے آیا کرتا تھا اُس کاشتکار کے مکان پر آیا۔ وہان اُسکی نظر اُس پری جمال خاتون پر پڑی اور یہ نگاہ اول اُس پر فریفتہ ہوگیا۔ یہ زمیندار بہت فیاض شخص تھا لیکن نقص تعلیم کی وجہ سے عقد و مناکحت کو ناپسند کرتا تھا اُس نے اپنے دل مین ٹھان لی کہ اس خاتون کی عصمت پر ایک دفعہ حملہ کرونگا لیکن اس ارادہ کو اُس نے پردۂ راز مین پوشیدہ رکھا۔ اس معصوم لڑکی نے اُس امیر کے عمدہ برتاؤ اور توجہ سے

اپنے دل مین توقع کی کہ یکایک روز وہ اُس سے شادی کرے گا اور اُسکے خاندان کی مالی حالت درست ہوجائے گی۔ اتفاق سے یہ زمیندار جب آیا تو اُس نے دیکھا کہ حسین خاتون ایک خط پڑھتی جاتی ہے اور زار زار روتی جاتی ہے۔ بات یہ تھی کہ اُسکے دوست نے خفیہ طور پر اُسے اطلاع دی تھی کہ عنقریب قرضہ کی علت مین بقیہ جائداد بھی جانے والی ہے۔ عاشق نے اپنی معشوق کے خیالات کو مشکل سے دریافت کیا اور اُس نے اس قسم کی قرارداد کرنا چاہی جس کو اُس معصوم خاتون نے شرمناک خیال کیا۔ وہ اُسکے پاس سے فوراً اُٹھ گئی اور اپنے کمرہ مین چلی گئی اور اندر سے دروازہ بند کرلیا۔ زمیندار صاحب نے فوراً ایک خط قاصد کے ہاتھ اُسکے باپ کے پاس بھیجا۔ جس کا مضمون حسب ذیل تھا۔

صاحب من - مین نے آپ کی بدقسمتیون کا حال سُنا۔ آپ کی بیٹی سے یہ قرارداد کرنا چاہی کہ اگر وہ میرے ساتھ رہے تو اُسکو مین چارسو پونڈ سالانہ دیا کرون گا۔ اور جسقدر قرضہ آپ پر ہے وہ سب مین ادا کردون گا۔ یہ اسقدر نئی بات مین پیش کرتا ہون کہ مین نکاح کرنا نہین چاہتا۔ اگر آپ سمجھدار ہین تو اپنی بیٹی پر اس بات کا دباؤ ڈالیے کہ وہ میری تجویز کو پسند کرے جس سے موجودہ پریشانی رفع ہوسکتی ہے اور اُسکی آئندہ زندگی بآرام و آسایش بسر ہوگی فقط راقم ....

یہ خط خاتون اماندہ کی ماں کے ہاتھ مین پہنچا اُس نے اُسے کھول کر پڑھ لیا اور پڑھکر نہایت متردد و متوحش ہوئی۔ قاصد سے کہا دوسرے روز پھر آؤ تب جواب ملے گا۔ دوسرے روز اُس نے سب حال خط اپنی بیٹی کے نام لکھا۔

سب سے زیادہ پیاری بیٹی۔ ایک صاحب کا خط ہمارے پاس پہنچا ہے جس مین اُنھون نے اپنی محبت کا اظہار تمھارے ساتھ کیا ہے اور ایسی ہانت آمیز تجویز پیش کی ہے جو ہماری موجودہ بدقسمتیون مین ایک اور مصیبت اضافہ کرتی ہے۔ کیا یہ نامناسبت شخص یہ خیال کرتا ہے کہ والدین اپنی سب سے زیادہ پیاری لڑکی کو ذلت اور رسوائی کے لیے آمادہ کرینگے محض اس توقع پر کہ انکی مالی حالت اچھی ہوجائے گی اس نے اپنی ذلیل تجویز ایسے وقت مین پیش کی ہے جب وہ جانتا ہے کہ ہم بدبخت و بیچارہ مصیبت زدہ ہین۔ لیکن ہم ایسی بے عزتی کو کبھی روا نہین رکھ سکتے۔ تم کو ہوشیار کرتے ہین کہ اس شخص کے دام تزویر مین نہ آنا۔ تم کبھی یہ خیال نہ کرنا کہ ہماری مالی حالت مایوسی کے درجہ پر ہے ہم عنقریب تمھین اچھی خبر سُنائین گے۔ اس عرصہ مین ایک دن مین اپنے کمرہ کے اندر بیٹھی تھی کہ یکایک ایک شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کچھ روپیہ جو وہ کبھی مجھسے قرض لے گیا تھا ادا کرگیا۔ مین تم سے یہ بیان کرنا نہین چاہتی کہ تمھارا باپ آجکل کہان ہے اور کس عالم مین ہے مختصر یہ ہے کہ وہ عنقریب آزادی حاصل کریگا۔ اس خط کو

مین نے اس خیال سے اسے نہین دکھایا کہ ایک تو وہ یون ہی دل شکستہ ہی اور بھی رنجیدہ ہوگا آجکل کوئی بھی میرا رفیق نہین ہے سوائے تمھاری بہن منی کے جو میرے پاس کھڑی ہی اور میرے نشیب کو دیکھ رہی ہی اور تمھارے دیکھنے کے واسطے بیچین ہے وہ خیال کرتی ہی کہ تم غالباً علیل ہو اور اسلیے مین پریشان ہون اور مین تم سے بہت کہتی ہون کہ خدا کے لیے کوئی ایسی بات نہ کرنا جو مصیبت ہین اور بھی اضافہ کرے موجودہ مصیبت ہماری لائی ہوی نہین ہی ہم کو اُس قادر مطلق کی مدد پر دل سے بھروسا کرنا چاہیے جو ہمارا خالق مخلوق کو ورطۂ ہلاکت سے نجات دیتا ہے۔ وہ ہماری پریشانیون کو تمھاری بے عصمتی سے کم نہین کریگا دل کو مضبوط رکھو اسکی عظیم الشان قوت پر اعتماد کرو۔ والسلام تمھاری محبت والی ماں۔

قاصد نے باوجود وعدے کے براہ راست اس خط کو خاتون امانہ کے ہاتھ مین نہین دیا بلکہ اپنے آقا کو اس توقف دیا کہ وہ خود اپنی معشوقہ کے پاس جاکر اس خط کو پیش کریگا جس سے اُسے مسرت ہوگی۔ زمیندار نے جسے اپنی کامیابی کا سخت انتظار تھا اس خط کو جلدی سے کھول کر پڑھ لیا اور اسپر ایک خاص قسم کا اثر ہوا۔ اُسے مصیبت مین عصمت اور وفاشعاری کی تصویر ایسی درخشان نظر آئی کہ اسکو اپنی تجویز کی نامنظوری کا تعجب نہین ہوا۔ بہرحال اس نے اس خط کو چھپایا نہین بلکہ اُسے از سرنو سربمہر کرکے اپنی معشوقہ کے قیام گاہ پر لے گیا۔ اُس نے بہت کوشش کی کہ امانہ سے ملاقات کرے مگر اس نے اسوقت تک ملاقات نہین کی جبتک اسکو اپنی ماں کے خط آنے کا یقین نہین ہوگیا۔ عاشق نے اپنے معشوق کو اس شرط پر خط دیا کہ وہ اسکی موجودگی مین پڑھا جائے۔ القصہ اس معصومہ نے پڑھنا شروع کیا اور اس نے اسکے چہرہ پر نظر جمادی۔ اس حسین خاتون کا رنگ متغیر ہونا شروع ہوا اور رونے لگی اس نے اپنی معشوقہ کا رونے مین ساتھ دیا اور سخت متاثر ہوا اور اسوقت ظاہر کیا کہ وہ پہلے ہی کھول کر اسے پڑھ چکا ہے پھر بہت معذرت کی اور کہا کہ اس نے تکلیف کا مین باعث ہون۔ اب ناظرین اسکا دوسرا خط ملاحظہ کرین۔

معزز خاتون مجھے نہایت شرم ہی کہ مین نے ایسا بیحرمانہ خط لکھا مجھے اسوقت تک اطمینان نہوگا جبتک آپ معاف نہ کرین گی جو مین نے آپ کو دلی تکلیف دی ہی اسکے رفع کرنے مین مین ویسی ہی کوشش کرونگا جیسی کہ آپ کا بیٹا کرتا چونکہ خاتون امانہ آپ کی بیٹی ہی اسلیے مجھے کوئی چیز آپکے آسودہ اور خوش حال کرنے مین مانع نہین ہوسکتی فقط آپ کا فرمان بردار خادم ۔ ۔ ۔ ۔

اس خط کو اُس نے اپنے خاص معتمد خادم کے ہاتھ بھیجا اور بعد کو خود بھی گیا اور زبانہ تحریر کو اصالتاً پیش کیا اور اُسکی دوستانہ مروت سے امانہ کے باپ کی حالت درست ہوچلی۔ المختصر اس نے اُس خاتون کے ساتھ نکاح کرلیا اور سب مصیبت زدہ خاندان کی حالت درست ہوگئی اور آفتاب اقبال کی شعاعون نے حاسدنگا ہون کو پھر خیرہ کرنا شروع کیا اور دنیا نے یہ بات مان لی کہ عصمت اور وفاشعاری کو خدا نے وہ قدرت عطا کی ہی کہ بیک چشم زدن افلاس کو امارت سے تبدیل کرسکتی ہی مصیبت مین ثابت قدم رہنا ہر انسان کا شریف جذبہ ہونا چاہیے جو ہمیشہ زیر نظر رہنا چاہیے۔

ا۔ ع فخر رکاکوی

# مے نوشی و مے فروشی

شراب ام الخبائث ہے اسکا اثر تمام دیگر مسکرات کی طرح دماغ اور جسمانی قوی پر بہت برا پڑتا ہے۔ شراب کا استعمال جسمانی اور اخلاقی ہر قسم کا نقصان پیدا کرتا ہے اسی بنا پر اسلام نے اسکو قطعی حرام قرار دیا جیسا کہ قرآن شریف فرماتا ہے یا ایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ فھل انتم منتھون (س المائدہ پ ۷ ع ۱۱) مسلمانو شراب قمار بت اور حصہ کے تیر ناپاک اور شیطانی کام ہین ان سے پرہیز کرو تاکہ تم فلاح پاؤ شیطان چاہتا ہے کہ تم مین آپس مین شراب و قمار بازی مین بغض و عداوت ڈال دے اور خدا کی یاد اور نماز سے تمھین روک دے کیا اب باز آؤ گے؟

قرآن مجید کو تمام صحف انبیا پر جو امتیاز حاصل ہے اُسکی وجہ موجہ یہ ہے کہ وہ اپنا کوئی حکم بجبر نہین سنواتا بلکہ وہ اپنے ہر حکم کی مصلحت اور دلیل عقلی بھی ساتھ ہی بیان کرتا ہے۔ قرآن مجید نے شراب کو روحانی و اخلاقی ناپاکی قرار دیا ہے اور ساتھ ہی اسکی دو وجہین بیان فرادی ہین ایک یہ کہ شراب آپس مین بغض و عداوت پیدا کرتی ہے اور دوسرے یہ کہ شراب سے غفلت پیدا ہوتی ہے اور انسان نیکیون سے غافل ہوجاتا ہے۔

بعض پیروان تہذیب جدیدہ کا قول ہے کہ شراب اگر اسقدر کم مقدار مین پی جاے کہ نشہ پیدا نہ کرے تو کیا ہرج ہے۔ لیکن خوب یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام کا حکم عام ہے ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام جسکی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرے اسکی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔ اور یہ بالکل صحیح ہے کہ جس شے کی زیادہ مقدار مضر ہو اسکی قلیل مقدار بھی یقیناً مضر ہوگی۔ فرق صرف اسقدر ہوگا کہ مقدار کثیر کا نقصان بہت جلد اور مقدار قلیل کا نقصان مدت مدید کے بعد محسوس ہوگا۔ تاکید تحریم کے لیے اسلام نے نہ صرف شراب کا استعمال ہی حرام کیا بلکہ اسکی تجارت بھی ممنوع قرار دی ہے۔

تحقیقات جدیدہ نے ثابت کردیا ہے کہ شراب کا استعمال تم قاتل کا حکم رکھتا ہے یورپ کے مشہور محقق چارلس ڈارون نے لکھا ہے کہ انسان کی موت جسقدر مسکرات کے استعمال سے ہوئی کسی دوسرے مرض، آفت سے

نہین ہوی کیمسٹری کی تحقیقات نے شراب کو انسان کی بہترین غذا تسلیم کیا ہی پروفیسر کرپلین جو جرمنی کی میونخ یونیورسٹی مین دماغی امراض کے پروفیسر ہین وہ پچیس سال سے تحقیقات کر رہے تھے کہ مسکرات کا دماغ اور دیگر جسمانی امراض پر کیا اثر پڑتا ہے۔ وہ کامل تحقیقات کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہین کہ شراب شائستہ قومون کو تباہ و برباد کر رہی ہے۔ میسو کلاڈنی ممبر فرنچ اکیڈمی نے شراب کے نقصانات پر چند نوٹ لکھے ہین جن مین میسو موصوف نے باشندگان فرانس کو نصیحت کی ہی کہ وہ شراب کی کثرت کو روکین اور خواہش کی ہے کہ شراب خانون کی تعداد جہانتک ممکن ہو کم کی جائے کیونکہ فرانس مین جس قدر مے نوشی کی کثرت ہوتی جاتی ہے بیماری جنون ضعف قوی اور خودکشی بھی اسی نسبت سے بڑھتی جاتی ہی۔ ایک مشہور مضمون نگار نے لکھا ہی کہ اگر تم شفاخانے بند کرنا چاہتے ہو تو شراب خانون کو بند کردو۔ اس فقرہ پر اگر نظر غائر ڈالی جاے تو صاف معلوم ہوجاے گا کہ اس مین ان تمام امراض کی فہرست درج ہے جو مے نوشی کے نتائج ہین۔ ان ہی امراض کی وجہ سے عموماً شراب خوارون کی عمرین بہت چھوٹی ہوتی ہین۔ ان امراض کی اموات کے علاوہ شراب خوارون مین خودکشی کی وارداتین بہت زیادہ ہوتی ہین۔ اس بنا پر یہ کہنا بالکل واقعہ ہی کہ لوگ شراب خانون مین فرحت و سرور بڑھانے نہین جاتے بلکہ غم و الم بڑھانے جاتے ہین اپنے قوی کو تازہ کرنے نہین جاتے بلکہ اپنے قوی کے قلع و قمع کے لیے جاتے ہین۔

غور کرو محققین یورپ کی تحقیقات سے ثابت ہوتا ہی کہ شراب انسان کے قوی اور اخلاق کے لیے زہر قاتل ہے شراب کی تھوڑی مقدار بھی مضر ہی اور شراب کی تجارت بند کردینی چاہیے۔ گویا اسلام نے ساڑھے تیرہ سو برس پیشتر جن احکام کا اعلان کیا تھا یورپ اس نتیجہ پر آج پہنچا ہے۔

ملک ناروے مین مے فروشی کی قطعی انسداد کی تحریک نہایت زور شور سے جاری ہی۔ پارلیمنٹ کے کثیر التعداد اراکین اس تجویز کے سرگرم مؤید ہین بعض ممبران وزارت اور مشاہیر سیاست شراب سے بالکل محترز ہین۔ ریڈیکل پارٹی کے لیڈر موسیو کاسٹ برگ باوجودیکہ کلیتہً مجتنب نہین ہین مگر لوگون نے بھی ملک ناروے سے اس خطرناک دشمن کے قلع و قمع کا حلف اُٹھالیا ہے۔

مجلس واضعان آئین و قوانین پنجاب کے گزشتہ اجلاس مین جو مسودہ پنجاب اکسائز بل کے نام سے پیش ہوا تھا اسکی دفعات مندرجہ ذیل مے نوشی و مے فروشی کی تخفیف کی مؤید ہین:۔

(۲۸) کوئی شراب فروش لائسینس یافتہ اسکا ملازم یا کارندہ اس امر کا مجاز نہوگا کہ وہ کسی ایسے شخص کے ہاتھ جس کی عمر سولہ سال سے کم ہو اسکے اپنے یا کسی دوسرے شخص کے استعمال کے واسطے کسی قسم کی شراب یا نشہ اور مدہوش

کرے۔ خواہ یہ شراب ٹھیکہ دار کی دکان مین یا دوکان سے باہر استعمال کرنے کے واسطے خریدی جاے۔

(۲۹)۔ (الف) وہ شخص جس نے دکان پر ہی پینے کے واسطے انگریزی یا دیسی شراب کی بکری کا لائیسنس لیا ہو ان اوقات معینہ مین جنمین دکان کھلی رکھنے کی اجازت ہے مجاز نہین ہے کہ وہ کسی سولہ سال سے کم عمر کے لڑکے کو اپنی دکان یا احاطہ کے کسی ایسے حصے مین جہان شراب عام طور پر استعمال ہوتی ہو معاوضہ پر یا بلا تنخواہ ملازم رکھے یا حصول ملازمت کے واسطے داخل ہونے دے۔

(ب) وہ شخص جس نے دکان پر ہی پینے کے واسطے انگریزی یا دیسی شراب کی فروخت کا لائیسنس حاصل کیا ہو ان اوقات معینہ مین جنمین دکان کھلی رکھنے کی اجازت ہے کلکٹر کی تحریری اجازت کے بغیر مجاز نہین ہے کہ کسی عورت کو اپنی دکان پر یا احاطہ کے کسی ایسے حصے مین بھی جہان عام طور پر شراب استعمال کی جاتی ہو بلا تنخواہ یا معاوضہ پر ملازم رکھے یا حصول ملازمت کے واسطے داخل ہونے دے

شرائط مندرجۂ بالا سے بلاشبہ مے نوشی کی مضرتون مین نسبتاً کسی قدر کمی ہونا لازمی ہے لیکن ملک کی فلاح وصلاح اسی امر مین مضمر ہے کہ گورنمنٹ براہ کرم اہل ملک کے واسطے مے فروشی کو قطعاً ممنوع قرار دے۔ ایک سطحی خیال کا آدمی اعتراض کرے گا کہ مے نوشی اور مے فروشی کے امتناع سے مے نوشون کی حریت اور مے فروشون کی آزادی معاش کو صدمہ پہنچتا ہے جو سلطنت برطانیہ جیسی آزادی بخش حکومت کے لیے شایان شان نہین۔ لیکن اگر بنظر غور وتعمق دیکھا جاے تو یہ ایک نہایت عامیانہ اعتراض ہے۔ سوسائٹی اسی حد تک آزادی دے سکتی ہے جہان تک وہ ملک وقوم کے لیے مضر ثابت نہو۔ مے نوش اور مے فروش دونون کی یہ زیر بحث آزادی سلطنت ملک اور قوم کے لیے نہایت ہولناک مصیبت ہے مے نوش اپنے آپ کو اور مے فروش دوسرون کو نہایت بے رحمی سے برباد کر رہے ہین اس بنا پر سوسائٹی کو اس آزادی کے روکنے کا کامل حق حاصل ہے

**نور الدین** (از گجرانوالہ)

ہمارے حال پر لطف وترحم ہونے والا ہے
عطا پیر مغان کے ہاتھ سے خم ہونے والا ہے

کمی کرتا نہ چشم خون فشان آنسو بہانے مین
کہ ہر قطرہ ترا اک روز قلزم ہونے والا ہے

لگا کر ٹھوکرین کیون تنسب عاشق کو مٹاتے ہو
یہ تو وہ خاک کا تو خود بخود گم ہونے والا ہے

نواسنجان گلشن سے کہو خاموش ہو بیٹھین
ہمارا ساز دل محو ترنم ہونے والا ہے

کسی شیرین سخن غارت گر ایمان سے تو صادق
سُنا ہے آج سر گرم تکلم ہونے والا ہے

**محمد عبد الغنی صادق** (ماندیری)

# نظرے خوش گزرے

پریکٹیکل ٹرانسلیشن سیریز کا حصہ اول اور حصہ دوم ہمارے پاس آیا ہے۔ سید محمد رضی بی اے علیگ سابق ہیڈ ماسٹر مدرسۂ اسلامیہ اٹاوہ نے اُن دقتوں کو محسوس کرکے جو طلبا کو ترجمہ کرنے میں پیش آتی ہیں انگریزی طریقہ کو ملحوظ رکھکر یہ دو رسالے اُردو میں طیار کیے ہیں۔ انکی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اگر مدرسین تھوڑی سی توجہ سے لائق مصنف کی ہدایتوں کے مطابق طلبہ کو ہر باب کے ابتدائی حصے ذہن نشین کرادیں تو اُن کا قدم آگے کی طرف خود بخود بڑھنے لگے۔ بلکہ اسکی ترتیب ایسے عمدہ طریقے پر کی گئی ہے کہ اگر طالبعلم ہوشمند ہو اور اُردو کے قواعد سے واقف تو پھر حقیقتہً ماسٹر یا مدرس کی مدد بھی درکار نہوگی تدریجی تعلق مختلف ابواب میں ایسا ہے کہ جس طرح ایک زینہ سے گزرنے کے بعد خود بخود دوسرے زینے کی طرف پاؤں اُٹھ جاتا ہے ایک مشق پر عبور حاصل کرنے کے بعد دوسری مشق آسان ہوجاتی ہے اور اس حیثیت سے یہ کتاب محض ترجمہ کرنا نہیں بتاتی بلکہ بے اوستاد کے انگریزی زبان سیکھنے میں بھی بہت کچھ مدد دے سکتی ہے۔ اسکول کے طلبا تو اس سے فائدہ اُٹھائیں ہی گے لیکن اگر وہ اصحاب جو اسکول نہیں جاسکتے اور کسی مدرس سے بھی مدد لینے کا موقع نہیں رکھتے ضرورت بھر کی انگریزی ان سالوں کے ذریعہ سے حاصل کرسکتے ہیں۔ ہم مسٹر رضی کو اُنکی اس کوشش پر مبارکباد دیتے ہیں انگریزی زبان میں اس قسم کی بہت سی کتابیں موجود ہیں بلکہ دنیا کی کوئی ممتاز زبان ایسی نہیں ہے جسے بے معلم کے سیکھنا آسان نہ کردیا گیا ہو اور خود انگریزی سیکھنے کی غرض سے بھی بعض کتابیں انگریز مصنفین نے طیار کی ہیں لیکن ہمارے خیال میں یہ کتاب اُن سب سے کسیقدر مفصل ہے اور بہتر بھی۔ امید ہے کہ والدین اپنے بچوں کے لیے اور دوسرے شائقین انگریزی خود استفادہ حاصل کرنے کے لیے اسکی ضرور فرمائش کرینگے کتابوں کی قیمت کچھ زیادہ نہیں پہلا حصہ ۱۲ مرین اصدور اسرا صہ ۱۲ مرین انا ظر بک ایجنسی۔ فلاور مل لکھنؤ سے مل سکتا ہے۔

---

سیر دیہات۔ سردار محمد اسلم خان صاحب بلوچ رئیس سوکڑ و ایڈیٹر اخبار المعین (اب بند ہوگیا ہے) نے اس ناول میں زمینداروں کی شکستہ حالی مسلمان باشندگان دیہات کے تباہ کن مشرکانہ مراسم، سود خوار بنیوں کی عیاریاں۔ اہل کاران سرکاری کے مظالم اور عام طبقوں کی جہالت کے دردناک سین دکھائے ہیں۔ اس قسم کے صدہا ناولوں کی ہماری زبان کو ضرورت ہے مگر یہ کام ہر شخص کا نہیں ہے۔ وسیع تجربہ اور اعلےٰ تخیل کے ساتھ ساتھ زبان پر قدرت قلم میں جوش اور قوت۔ نظر تنقید اور دل میں سچے درد کی ضرورت ہے جو آسانی سے ایک شخص میں جمع نہیں ہوسکتے۔ اس کتاب میں

تحاس اور جوش - تجربہ اور واقفیت کے آثار نمایان ہین مگر طرز ادا دلکش اور عبارت پر زور نہین ہے تخیل اور تنقید کا پتہ نہین ملتا - تاہم اس قسم کی کتابین ملک مین جسقدر کم تصنیف ہوتی ہین اُنکے لحاظ سے یہ بھی بہت غنیمت معلوم ہوتی ہے کتاب کی قیمت عہ - ملنے کا پتہ حکیم ایم معراج الدین احمد کٹرہ باکر سنگھ - امرت سر ہے -

---

ایڈیٹر صاحب نظام المشائخ نے جب سے اپنا ذاتی پریس قائم کیا ہے ہمین وقتاً فوقتاً رسالے موصول ہوے ہین جن کو دیکھکر بے اختیار اُنکے مطبع کی خوش انتظامی اور اُنکی طباعی و ذہانت کی داد دینے کو جی چاہتا ہے - ایک رسالے مین جسکا عنوان اسلام کی برکتین ہین مولوی ظفر علی خان صاحب بی اے کا ایک دلچسپ اور سبق آموز مضمون مولوی شبلی کے مشہور نظم مسدس مدوجزر اسلام کے اسباب اور خواجہ حسن نظامی صاحب کا ایک لطیف مضمون دربار رسول کے نام سے یکجا کر دیے گئے ہین اور اسکی قیمت ۳ رکھی گئی ہے - دوسرے مین ڈاکٹر اقبال کی مقبول عام نظم شکوہ اور جناب سید اکبر الہ آبادی کی پُر درد نظم فریاد حرم کی گئی ہے اور اسکی قیمت ۲ ہے - ان مضامین اور نظمون کی کیا تعریف کافی ہے کہ ملا واحدی صاحب نے اُنکو منتخب کر کے شائع کیا ہے - شائقین دفتر نظام المشائخ دہلی سے طلب کر سکتے ہین -

---

تحفۃ المحبین المعروف بہ روایت سید المرسلین مین درود شریف کے فضائل - برکات اور طریقون کے متعلق مولانا حافظ احمد سعید صاحب دہلوی کے چار وعظ ہین جن کے مطالعہ سے ہر مسلمان کو سرور قلبی اور ہدایت حاصل ہوتی ہے وہ غلامان رسول جو درود شریف کی اسی عظمت اور ورد کے طریقون سے بیگانہ ہون اُنکے لیے یہ رسالہ نہایت مفید ہوگا - سید محمد مرتضیٰ صاحب باقی بجوار پرانی مدرسہ سید فتح علی شاہ - دہلی سے طلب کرین -

کفایت شعاری - سید محمد مرتضیٰ صاحب سٹی مجسٹریٹ ریاست بھوپال نے ڈاکٹر اسمائلس کی مشہور کتاب تھرفٹ کا نہایت خوبی کے ساتھ ترجمہ کیا ہے اور منشی شیخ احمد ارشد تھانوی نے ایک مختصر سا دیباچہ لکھکر اُسکے شروع مین شامل کرایا ہے کتاب کا موضوع اُسکے نام سے ظاہر ہے اور اس زمانے مین اس قسم کی کتابون کی جتنی ضرورت ہے اُس سے ہر شخص اتفاق کریگا - اس لیے سید مرتضےٰ صاحب کے ہم شکر گزار ہین کہ اُنھون نے اس رسالے کا مستند ایڈیشن چھپوایا - کاش ہمارے برادران وطن اس قسم کی مفید کتابون سے استفادہ حاصل کر کے اپنی زندگی کے اوراق سیاہ نہ کرین -

---

اسرار صوفی - [illegible] سے ارباب علم و فضل کے فیض صحبت سے مستفیض ہوے اور بعض [illegible]

اپنی تصانیف بھی بغرض ریویو عنایت فرمائین مگر دکن سے واپس آکر ہم کچھ ایسے مصروف اور پریشان رہے کہ ان کتابون کا مطالعہ کرنے اور اُن پر اپنی ناچیز رائے ظاہر کرنے کا موقع نہ ملا۔ اس ذخیرہ مین ایک کتاب اسرار سلیمانی مترجمہ ام علی بھی تھی۔ یہ الناظر کی ایک قدردان اور قدیم معاون بیگم صاحبہ ڈاکٹر خدیو جنگ بہادر کی محنت کا ثمرہ ہے خاتون موصوف جیسا کہ ناظرین الناظر کو معلوم ہے نواب عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی کی صاحبزادی ہین اور اپنی علمی قابلیت کی وجہ سے ہندوستان کی مسلمان خواتین مین خاص امتیاز رکھتی ہین۔ اس کتاب مین لائق مصنفہ نے قصے کے پیرایہ مین اُن تجربات کا اعادہ کیا ہے جو خود مصنفہ کو علم روحانی حاصل کرنے والون کی زندگی کے مشاہدہ سے حاصل ہوے تھے۔ جو لوگ روح کے منکر اور روحانی علوم کو شعبدہ اور کھیل سے زیادہ نہین سمجھتے اُنکو اسکے مطالعہ سے معلوم ہو جاے گا کہ وہ کس قدر خام خیال ہین۔ اور جو لوگ ریاضتون اور مجاہدون کے بغیر محض کسی بزرگ کی گدی پر بیٹھ جانے۔ خرقہ پہن لینے اور لمبے لمبے بال رکھنے والون کو فقیر اور درویش کامل جانتے ہین اُنھین بھی معلوم ہو جا سکتا ہے کہ وہ کس دھوکے اور مغالطہ مین پڑے ہوے ہین۔ اصل کتاب ہم نے نہین دیکھی جو ترجمے کے متعلق کوئی تفصیلی رائے دے سکین۔ البتہ یہ کہہ سکتے ہین کہ عبارت بامحاورہ اور سلیس و دلچسپ ہے۔ مگر کتاب اتنی غلط اور ناقص چھپی ہے کہ پڑھنے والا اُکتا جاتا ہے۔ ہمین امید ہے کہ نواب خدیو جنگ صاحب اسے دوبارہ صحیح چھپوا کر شایع فرمائین گے اور اگر اُنکا یہ ارادہ ہو تو ہم بعض مقامات پر عبارت کو زیادہ صاف اور واضح کرنے کی خواہش بھی کرینگے۔ زیادہ نہین مگر کہین کہین ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اصل مفہوم کو پوری طرح ادا کرنے کی کوشش مین سلاست اور صحت زبان کا خیال ہاتھ سے جاتا رہا۔ یہ کتاب اس وجہ سے اور بھی قابل قدر ہے کہ ایک خاتون کی کوشش کا نتیجہ ہے اور ہم بیگم صاحبہ کو ترجمے کی خوبی پر دلی مبارکباد دیتے ہین۔

---

ہمین حال ہی مین یہ معلوم کرکے دلی مسرت ہوی ہے کہ ہمارے مکرم مرزا مہدی خان صاحب جن کی گوناگون قابلیتون سے ناظرین الناظر واقف ہین علم طبقات الارض پر ایک کتاب تصنیف کرکے مولوی عبدالحق صاحب بی اے سکرٹری انجمن ترقی اُردو کے پاس بھیج چکے ہین اور صاحب موصوف یقین ہے کہ جلد اُسکو شایع کردین گے۔ یہ کتاب جس وقت شایع ہوگی تو اہل نظر جانین گے کہ مسلمانون مین بھی ایسے ایسے باکمال حضرات موجود ہین جو علوم جدیدہ کے متعلق عمدہ تصانیف تیار کرسکتے ہین۔ بلاشبہ ایسے حضرات کی تعداد بہت کم ہے مگر یہ نہین کہا جا سکتا کہ بالکل نہین ہین۔ اُردو زبان کی اعانت پر اگر ایسے دوسرے حضرات بھی متوجہ ہو جائین تو ہماری زبان چند ہی روز مین کافی ذخیرۂ علوم سے مالا مال ہو جاے۔ امید ہے کہ جب اس کتاب کی اشاعت کا شہرہ [illegible]

# الناظر بک ایجنسی نے

اپنے معزز اور علم دوست ناظرین و ناظرات کے لیے علمی و تاریخی و لٹریری کتابوں کا بہترین ذخیرہ بہم پہنچایا ہے جو آپ کی خاص توجہ کا مستحق ہے۔ الناظر کی اگر آپ کے دل مین قدر ہے تو ان مفید کتب کی عزت افزائی بھی ضروری جانیے کیونکہ خدا کی عنایت سے جس پایہ کا یہ رسالہ تسلیم کیا گیا ہے اُسی پایے کی یہ کتابین بھی ہین۔

الناظر کے ٹائیٹل کے صفحات پر اُن کتب کا اشتہار ہر مہینے چھپتا ہے غالباً آپنے اپنی عدیم الفرصتی سے اب تک ملاحظہ نہین فرمایا۔ یا شاید آپ اُسے بے ضرورت سمجھ بیٹھے لیکن ایسا نہین ہے براہ مہربانی اپنی پہلی فرصت مین اسکو شروع سے آخر تک دیکھ جائیے یقیناً اکثر کتابین آپکے کام کی اور آپکے علمی مذاق کی نکلین گی جن کا آپ کے علمی کتب خانے مین ہونا لازمی ہے لہذا میری گزارش پر فوری توجہ مبذول فرما کر خریداری پر آمادہ ہو جائیے۔

**آپ کا خادم منیجر الناظر بک ایجنسی لکھنؤ**


**بخار اور طاعون کی ابتدائی حالتین باٹلی والا**

کی بخار کی دوائی یا گولیان استعمال کیجیے قیمت ... عہ
ہیضہ کے لیے باٹلیوالا کا کالرل بہترین دوا ہے قیمت عہ
**باٹلیوالا کا خضاب** جسمین نئے اضافے ہوے ہین بھورے
بالون کو اپنے قدرتی رنگ مین لاتا ہے قیمت ... ۸ بہر
**باٹلیوالا کی مقوی گولیان** - اعصاب کی کمزوری اور
جسمانی بے طاقتی کو دور کرتی ہین قیمت ... عہ
**باٹلیوالا کا سفوف دندان** - دیسی اور ولایتی دواؤن
سے تیار ہوا ہے مایا پھل اور کاربولک ایسڈ کے مانند اجزا اس
مین شامل ہین۔ قیمت فی پیکٹ ... ۴ بہر
**باٹلیوالا کا کرٹون کا مرہم** - ایکزیما مین اچھا کر دیتا ہے قیمت ۴ بہر
یہ دوا ہر جگہ ملتی ہین اور منیجر سے بھی مل سکتی ہین

**ڈاکٹر ایچ باٹلیوالا۔ واری لیبوریٹری دادر بمبئی**

**پیم کہانی وارث جانی**

یہ وہ نادر کتاب ہے جس کا شہرہ قبل از طبع شائقین علم موسیقی مین ہو چکا ہے۔ اس سے ہر مذہب اور ہر مذاق کا آدمی لطف اُٹھا سکتا ہے درویشون کے لیے تصوف بھرا ہے عاشقون کے واسطے حسن و عشق کا اچھا نقشہ ہے خوش آوازون اور زندہ دلون کے لیے اس سے بڑھکر اور کیا ہو کر ہندی زبان ہے۔ ٹھمریان بھجن۔ اور بسنت وغیرہ اس سے بہتر گانے کے لیے اور کون سی چیز ہو سکتی ہے۔
اس کتاب کے مصنف حضرت سید شاہ امین صاحب قبلہ وارثی باخدا درویش ہین۔
یہ کتاب ذیل کے پتہ سے (عہ) کو مل سکتی ہے

**حیدرآباد دکن۔ عقب مسجد چوک۔ مکان**

**عبداللطیف عطر فروش**

# خدائی لشکر کا ایک رسالہ

اقلیم دل پر نفس و شیطان نے لام باندھا ہے۔ حرص و طمع کی پلٹنیں۔ غرور و تکبر کے رسالے حسد و عناد کے ہتھیار سنبھالے سائنس و فلسفہ کی رسد رسانی کے بھروسہ پر ایمانی سرحدیں گھسے چلے آتے ہیں۔ اور نفوس مطمئنہ اطمینان سے قصر روحانی کے دریچوں میں فکر آلہی کر رہے ہیں تو کیا یہ دشمن فتحیاب ہونگے؟ نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ جنود ربانی حرکت میں آئے ہیں۔ قدوسی فوجیں ضرب نفی اثبات کے حربے اٹھائے نعرہ ھُو لگاتی امڈی چلی آتی ہیں۔ اب تو بین گرجیں گی گولے گولیاں برسیں گی خون کی کیچڑ میں پاؤں پھسلیں گے نفس و خودی کے تمام لشکر آلہی کی ٹھوکروں سے پامال ہونگے۔ اگر کوئی اس پیش بینی کا ظہور دیکھنا چاہے تو خدائی لشکر کے ہر اول رسالہ نظام المشائخ دہلی کو منگا کر دیکھے۔ جو ہر قمری مہینے کی چھٹی تاریخ کو سیدی و مولائی خواجہ حسن نظامی صاحب خواہرزادۂ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی کی سرپرستی و نگرانی اور طاہر الواحدی کی اڈیٹری میں ۸۰ صفحوں پر دہلی سے شایع ہوتا ہے گویا ۹۰ صفحے ایک ہفتہ میں ایک بار الحاد و بیدینی کے کیمپ پر چھاپہ مارتا ہے یہ وہ رسالہ ہے جسکے یلغاروں کی ہندوستان میں دھوم ہے۔ یہ وہ رسالہ ہے جو علوم روحانی کی انگریزی سنسکرت اور عربی چھاؤنیوں سے بلا کر اپنے اردو کے خیمہ میں جمع کر رہا ہے۔ یہی وہ رسالہ ہے جس نے ہزاروں انگریزی تعلیم یافتوں کو جو مرکز تصوف سے ہٹ گئے تھے پھر دائرۂ وحدت میں سمیٹ لیا ہے۔ یہی وہ رسالہ ہے جس کی [illegible] حد شمار سے باہر ہیں اور جس نے دور جدید اور دور قدیم کے مضمون نگاروں کو ایک میدان میں طبع آزمائی کا موقع دیا ہے۔

صوفیانہ رزم بزم کے جلوے دیکھنے ہوں سیکڑوں برس گزشتہ کے نامور بزرگوں کی محفلوں کا کیف مشاہدہ کرنا ہو علوم جدیدہ کو علوم قدیمہ کے پاؤں پر گرتا دیکھنا ہو تو رسالہ نظام المشائخ طلب کیجیے۔ راحت دل۔ آب دیدہ۔ وقت خوش درکار ہو تو اس رسالہ کو پڑھیے جسمیں تسکین۔ سوز اور حیات جسمانی و روحانی کا عظیم الشان ذخیرہ جمع کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اب دوستانہ تحائف کے تبادلہ میں یہ رسالہ کام آتا ہے۔ بزرگ اپنے خوردوں کو پیر مریدوں کو اسی کا انعام دیتے ہیں۔ مریدوں کی جانب سے بھی مرشدین کی خدمت میں یہی رسالہ نذر ہوتا ہے۔ شریف مستورات کے مطالعہ کے لیے بھی اسی کی مانگ ہے۔ لہذا آپ کو بھی چاہیے کہ خدائی لشکر کے اس رسالہ کا خیر مقدم کر کے غازیان دین کے رجسٹر میں اپنا نام لکھوائیں

قیمت سالانہ مع محصولڈاک قسم خاص ۵ قسم اول ۴ قسم دوم ۳ عہ شششاہی عہ ۲ عہ ۱ عہ علی الترتیب نمونہ مفت ملتا ہے

**منیجر رسالہ نظام المشائخ و درویش پریس دہلی سے طلب فرمائیے**

# مقوی اکسیر گولیان

ہماری ایجاد کردہ اتنگ نگرہ گولیون کا نام شاید آپ نے نہین سُنا ہوگا یہ گولیان عجیب و غریب صفات سے بھری ہین بڑے بڑے نامی و گرامی ڈاکٹرون حکیمون و ویدون نے تجربہ کرکے اسکی تعریف مین ہمکو خطوط لکھے ہین۔ ہزارون سندین اور سارٹیفکٹ اسکے موجود ہین سینکڑون فرمائشین ان گولیون کی نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ملکون سے متواتر ہمارے شفاخانے مین پہنچتی رہتی ہین۔ اعصابی کمزوری کے دور کردینے مین اکسیر ثابت ہوی ہین اور مایوسون کو سراپا امید بنانا۔ اور مادۂ تولید کے تمام نقصانات کو دور کرنا۔ ذہن مین جودت۔ تیزی پیدا کرنا۔ حافظہ کو قوت دینا۔ جسم کو تندرست و توانا بنانا۔ مردہ دلون کو تازہ روح عطا کرنا اس کا ادنےٰ کرشمہ ہے۔ مردون اور عورتون کے ہر قسم کے ضعف کو دور کرنے اور عالم جوانی دکھانے مین یہ گولیان اکسیر کا کام دیتی ہین۔ اگر ان کو تندرست آدمی بھی کھائے تو بے شمار فائدہ جسم مین پائے۔ جن لوگون نے سرٹیفکٹ دیا ہے اُن سے دریافت کرکے اطمینان خاطر کرلیجیے۔ یا خود ایک بار تجربہ کرلیجیے **قیمت فی بکس** جسمین ۳۲ گولیان ہوتی ہین ایک روپیہ محصول بذمہ خریدار چار ڈبہ کے خریدار کو ایک ڈبہ مفت اور آٹھ ڈبہ کے خریدار کو دو ڈبہ اور نو کے خریدار کو تین ڈبہ کمیشن مفت دیا جاتا ہے مزید اطمینان کے لیے ہماری کتاب **کام شاستر** جو راز تندرستی کا حلیہ ہے ۴۴ صفحہ مین قریب قریب ہر زبان مین چھپی ہوی ہے صرف ایک کارڈ لکھکر ہم سے بلا قیمت طلب کرلین۔

## طلا رواجی کرن

اس طلا کا فانی ہماری نظرون سے ہنوز نہین گزرا یہ طلا بے مثل بلا چون و چرا ثابت ہو چکا ہے اعضا تناسل کے پتلی ہوئی جڑ کو موٹا کرنے مین اور سُستی اور نامردی کو جو بسبب ڈھیلا پڑجانے رگون کے درست اور صحیح کرنے مین مجرب اور بے مثل ثابت ہوا ہے اسکی شہادتین اور سرٹیفکٹ بھی ہمارے پاس موجود ہین چند اُمین سے کتاب مذکور مین درج کیے گئے ہین نی شیشی نصف تولہ صرف دو ہفتہ کا پانچ روپیہ ایک شیشی کے خریدار کو ایک ڈبہ اتنگ نگر کمیشن مفت۔

**ویدشاستری منی شنکر گووندجی جام نگر کاٹھیاوار**

نم "تم نے کیا میرے کو بھوت پریت سمجھ رکھا ہے، جو تیرے ان جنتون منتون اور جھاڑ پھونک سے جاویگا۔ خبردار ابھی کھڑے کھڑے تیری ساری شیخی نہ نکال دی تو میرے باپ کا نطفہ نہین۔ دیکھ بسٹل، اگر زیادہ بدمعاشی کی، تو چندیا پر ایک بال نہ چھوڑون گا، مارے جوتون کے حیقل کردون گا، حیقل، تو سمجھا کیا ہے؟ بچا سستا چھٹنا چاہتا ہے تو ابھی میرے سامنے سے چلتا پھرتا نظر آ۔ ہان کہدیا ہے بس"

پسٹل "حرام خور، مردود، سور! کچھ تیری موت تو نہین آئی۔ گڑھے مین سلادون گا، گڑھے مین، ارے مرد ہے تو نکال تلوار" [نم تلوار نکال لیتا ہے

بارڈلف "نہین سنتے مین کیا کہتا ہون؟ جس نے پیش دستی کی اُسکے پیٹ مین یہ تلوار قبضے تک بھونک دی تو کہنا" [تلوار کھینچ لیتا ہے

پسٹل "اوہو، یہ تو بڑی دھمکی ہے، اب ہمارے کو غصہ تھوک دینا چاہیے، اچھا تو لا اپنا ہاتھ، اپنا اگلا پنجہ بڑھا تو ہے تو بڑے دل گردے کا!"

نم "دیکھ مین پھر کہے دیتا ہون۔ ایک نہ ایک دن تیرا گلا نہ کاٹ ڈالا ہو تو مان کا جنا نہین"

پسٹل "گلا نہ کاٹ ڈالا! ہان، یہ بات ہے! مین پھر تیری مردار تھوتھنی پر تھوکتا ہون، نکال تلوار، پلید کتے تو میری جورو کو اڑانا چاہتا ہے، ایسا ہی ہے تو کسی محتاج خانے مین کیون نہین جاتا۔ کوئی خدا ہی کوڑھن ہو جائیگی منے سے بی بی بنا لینا تو ہی قابل ہے۔ میڈم کو کلی ہماری ہے اور ہمیشہ ہماری رہے گی۔ دنیا مین اسکا مثل نہین ہے۔ لے اب جاتا کیون نہین؟

[لڑکا (نوکر) آتا ہے

لڑکا "حضور نہ صاحب، نائٹ صاحب کے پاس چلو، ابھی ابھی، بی صاحب آپ بھی، اُنکا مزاج بہت خراب ہو رہا ہے۔ چاہتے ہین آپ آرام کرین۔ میان بارڈلف چل کے آپ بھی تو اپنا سرخ انگارا لال بھبوکا چہرہ اُنکے کپڑون مین ڈال دو، گرمی پہنچانے کو۔ ایمان کی قسم اُنکی حالت اسوقت از حد بگڑ گئی ہے"

بارڈلف "وے نہین جاتا ایمان سے بدماش کمین کا"

بھٹیاری "قسم اللہ کی، وہ اب اس دنیا کی زیادہ دنون ہوا نہین کھائین گے۔ بادشاہ سلامت نے بچارے کا دل ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ مین جاتی ہون، دیکھ جلدی آئیو" [بھٹیاری اور لڑکا جاتے ہین

بارڈلف "بس اب تم دونون مین دوستی ہو جاے۔ ہم تینون ایک ساتھ مل کے فرانس چلین گے۔ لاحول ولا ہم بھی

ایک دوسرے کے کیسے خون کے پیاسے ہو رہے ہین!"

پسٹل :۔ "خواہ مخواہ بھی، چاہے ادھر کی دنیا اُدھر ہو جاے یہ بات منظور نہین"

نم :۔ "تم میرے آٹھ شلنگ تو نہین دوگے جو مین تم سے شرطون مین جیتا تھا؟"

پسٹل :۔ "ایسی تیسی اسکی جو دے"

نم :۔ "اور مین بن پیے تمھارے کو چھوڑون گا نہین"

پسٹل :۔ "مرد ہو تو آؤ۔ دیکھو تو کیسے لیتے ہو" [دونون تلوار نکال لیتے ہین]

بارڈولف :۔ [تلوار کھینچ کر] "اسی تلوار کی قسم کھا کر کہتا ہون، جس نے پہلے ہاتھ اٹھایا، اُسے یہین ڈھیر کر دونگا"

پسٹل :۔ "تلوار کی قسم تو بڑی قسم ہے اُس کی مخالفت ہے جو ایسی قسم کے خلاف مین جرات کرے؟"

بارڈولف :۔ "تم لوگ دوستی کرتے ہو تو کرو، اگرچہ نہین تو جاؤ آج سے ہمارے ساتھ بھی تمھارا کوئی تعلق نہین دیکھو اب بھی کہنا مانو"

نم :۔ "شلنگون مین مین نے جو اس سے آٹھ شلنگ جیتے تھے پہلے وہ تو دلواؤ"

پسٹل :۔ "لو مین نے سات شلنگ تو اسی وقت دے دیتا ہون۔ اور کچھ شراب بھی پلواؤن گا، پھر ہم مین تم مین دوستی اور بھائی چارہ کا قائم ہو جاے گا۔ مین تم کے ساتھ رہون گا اور تم میرے ساتھ مین رہے گا، بڑے مزے سے گزرے گی۔ مین لشکرون مین نوکر لگاؤن گا۔ بڑا نفع ہوگا۔ ہا! ہا! ہا! الا یار ہاتھ تو ملا"

[مصافحہ کرتے ہین]

بھٹیاری :۔ "اگر تم عورت کے جنے ہو تو فلور ڈاسٹ صاحب کے پاس چلو۔ اللہ اس غریب پر رحم کرے، تپ سے بچارے کا یہ حال ہو گیا ہے کہ دیکھا نہین جاتا۔ لے پاؤن اُٹھا کے چلو"

نم :۔ "بات یہ ہے، حضور نے اُسکے اوپر بڑا ظلم کیا"

پسٹل :۔ "سچ کہتے ہو، اسی سبب سے غریب کا دل شکستہ اور بیحد مردہ ہو گیا ہے"

نم :۔ "بادشاہ سلامت یون بیت چھے ہین اگر قضاے الٰہی کو کون روک سکتا ہے ع وہی ہوتا ہے جو قسمت کا لکھا ہوتا ہے"

پسٹل :۔ "تو آؤ ہم تم مل کے چلین اور اُسکے دل کو تسلی و ڈھارس دلائین۔ اب تو ہم تم دو جان ایک قالب ہین ہر ہر وقت اور ہر جگہ ساتھ رہین گے ع تا کوئی نہ کہوے بعد مین مین اور ہون تو اور ہے۔

کا ترجمہ ہے۔ As ever you came of women.

# سین دوسرا

## ساؤتھیمپٹن ایوان شہری

[ڈیوک آف ایگزیٹر، ڈیوک آف بیڈفورڈ اور ارل آف ویسٹ مارلینڈ داخل ہوتے ہین]

بیڈفورڈ "خدا خیر کرے! بادشاہ سلامت ان باغیون کا اعتبار کرنے مین بڑی دلیری اور بے جگری کو کام فرما رہے ہین"

ایگزیٹر "ایک نہ ایک دن آخر یہ بھی لیے جائین گے، بچکر کہان جاتے ہین؟"

ویسٹ مارلینڈ "اور اپنے آپ کو مطمئن اور بے لگاؤ کیسا ظاہر کرتے ہین گویا دنیا بھر کی اطاعت مندی وفاشعاری انھین پر ختم ہوگئی ہے!"

بیڈفورڈ "انکے سارے منصوبون کی حضور کو کلی آگاہی ہوتی رہتی ہے اور اس طریق سے کہ انکے فرشتون تک کو خبر نہ ہو"

ایگزیٹر "اللہ اکبر! وہ شخص جو خلوت اور جلوت مین مانند ہمزاد کے اُسکے ساتھ لگا رہتا ہو اور جسکی کشت زار تشکر[1] احسانمندی کو اُس دریادل کی شاہانہ الطاف وعنایت کی متصل جھڑی اور انعام واکرام کی لگاتار بوچھار نے غرقاب کردیا ہو وہ ناسپاس بدگہر شخص اُس بحر عطا کے گران قدر اور انمول گوہر جان کو مکر وموت کی محک پر چڑھنے کے لیے نقد غیر کے بدلے بیچ ڈالے!"

[سلامی کا جہاز جاتا ہے، کنگ ہنری، لارڈ سکروپ آف مشہم
رچرڈ ارل آف کیمبرج، سر تھامس گرے اور خدمتگار آتے ہین]

کنگ ہنری "ہوا موافق ہے، ہمین اب سوار ہوجانا چاہیے۔ کیون، مائی لارڈ کیمبرج، مہربان اسکروپ اور ہمارے شفیق نائٹ سر تھامس گرے، تمھارا کیا خیال ہے؟ آیا جو فوجین ہم اپنے ساتھ لیے جاتے ہین وہ لشکر فرانس کو زیر مات دینے اور ہماری غرض وغایت کو پورا کرنے کے لیے کافی نہ ہونگی؟"

سکروپ "آقاے کامگار ممکن ہے بشرطیکہ ادنے فرض مین ہر شخص جان لڑادے"

کنگ ہنری "یقیناً ہم نے دل مین ٹھان لی ہے کہ اپنے ساتھی ایک بھی ایسے شخص کو نہ لے جائین، جو ہمارا ہم رائے اور ہم قدم نہو، اور نہ کسی ایسے کو پیچھے چھوڑ جائین، جو فہمندی اور کامیابی کا ہمارے جیو مین رہنا نہ چاہتا ہو"

کیمبرج "ایسا ہی ہونا چاہیے جشم فلک نے ابتک حضور کا سا بادشاہ نہین دیکھا، جس سے لوگ محبت بھی کرتے ہین

---

[1] یعنی جس طرح کثرت باران سے بعض کھیتیان مرجاتی ہین اُسی طرح بسبب بادشاہ کی افراط لطف وعنایت کے اس کمبخت مصاحب کی طبیعت سے احسانمندی کا احساس سلب ہوگیا اور کوئی قوت اُسے اپنے محسن کے خلاف سازش مین مشغول ہونے سے نہ روک سکی۔

اور ڈرتے بھی ہوں میں تو نہیں سمجھتا کہ رعایا میں کوئی ایسا شخص بھی ہے جو حضور کے منصفانہ عدل و داد کے خوشگوار سایہ کے نیچے دل تنگ یا پراگندہ خاطر ہو"

گرے "آمنا و صدقنا ہی نہیں، بلکہ جہان پناہ کے والد مرحوم کے دشمنوں نے بھی اپنے آئینۂ دل کو عناد و کینہ کے زنگ سے پاک کر کے اطاعت مندی اور خلوص کے پانی سے مجلی کر لیا ہے۔ اور اب فرض منصبی سمجھکر جوش اور سرگرمی کے ساتھ خدمت گزاری کا حق ادا کر رہے ہیں"

کنگ ہنری "یہ امر ہمارے لیے اطمینان بخش اور قابل شکریہ ہے، اگر ہم بھی کسی کی حسب استعداد و استحقاق مناسب قدر افزائی نہ کریں، تو یہ پرلے درجہ کی ناحق کوشی ہوگی"

اسکروپ "علے ہذا القیاس "خدمتگزاری" بھی فولادی بازوؤں سے کام لے گی۔ اور حضور کی خدمات کو لگاتار انجام دینے میں "محنت" اپنے آپ کو ہمیشہ شربت امید سے تازہ دم کرتی رہے گی"

کنگ ہنری "بیشک ہم کو تم سے یہی توقع ہے۔ چچا جان، کل جو شخص ہم پر حملہ کرنے کے جرم میں ماخوذ ہوا تھا، اسے رہا کر دو، ہمارا خیال ہے کہ اسوقت شراب کے نشہ سے وہ اپنے آپ میں نہ تھا! اور اب ہوش بجا ہونے پر ہم اُسے معاف کرتے ہیں"

اسکروپ "یہ حضور کی رحمدلی ہے اور قابل تعریف، لیکن اطمینان و استغنائے بے حد سے خالی نہیں۔ جہان پناہ، اُسے سزا ملنی چاہیے، ایسا نہ ہو کہ اُسکی برأت سے دوسروں کو بھی یہ جرأت ہو جائے"

کنگ ہنری "ہمارے لیے عفو و رحم ہی زیبا ہے"

کیمبرج "اس سے بہتر بھلا اور کیا ہو سکتا ہے، اگر ساتھ ہی کسی قدر رعب سیاست بھی مناسب ہے"

گرے "اگر دو جنتی بھیجو تو ادرک کے بعد حضور اُسکی جان بخشی فرمائیں، تو یہ بھی بڑی رحمدلی کا کام ہے"

کنگ ہنری "افسوس! تمھاری محتاط محبت اور دور اندیشانہ محافظت اُس خراب حال کے خلاف بہت زور ڈال رہی ہے۔ اگر خفیف خطاؤں سے جو محض نشۂ شراب اور بے اعتدالی مزاج کے سبب سے سرزد ہوئی ہوں چشم پوشی نہ کی جائے، تو بتاؤ جب ایسے سنگین جرائم ہمارے سامنے آئیں جن کا ارتکاب بہت غور و خوض اور بحث و پرس کے بعد ہوا ہو تو انکو کس نظر سے دیکھا جائے، خیر ہم اُس شخص کو رہا کیے دیتے ہیں، گو کیمبرج سکروپ اور گرے ہماری خیر و سلامتی کے لیے احتیاط و حفظ ماتقدم کے تقاضے سے اُسے مستحق سزا و سرزنش ٹھہراتے ہوں اب رہے امور فرانس، ہاں تو وہ کون ہیں جنکو ابھی خدمات تفویض نہیں کی گئیں؟"

کیمبرج "حضور ایک تو بیعذوی ہے۔ آج یاد دہی کے لیے ارشاد ہوا تھا"

اسکروپ "غلام سے بھی یہی فرمایا گیا تھا۔"

گرے "علے ہذا اس جان نثار سے بھی"

کنگ ہنری "اچھا تو ازل رحم کرے، لو یہ ہدایت نامہ تمھارے لیے ہے؛ لارڈ اسکروپ یہ تمھارے لیے ہے؛ سگر یہ تمھارے لیے۔ انکو پڑھو اور سمجھ لو۔ مجھ تمھاری قابلیت اور وفاداری خوب روشن ہے ۔ ۔ ۔

آہ! تجھ سے میرے خانۂ دل کا کوئی گوشہ پوشیدہ نہ تھا۔ اگر تو حصول اغراض کے لیے مجھے اپنی حیلہ ساز حرص کے آزکا تختۂ مشق بنانا چاہتا، تو سر سے پاؤں تک مجھے سیم و طلا میں ڈھال سکتا تھا۔ کیا یہ ممکن ہو سکتا تھا؟ کہ شہوت رقیب تیری ہوا و ہوس میں اتنا ہیجان پیدا کرتی جو تیرے شر و طغیان بھرے سینے سے ضرر کا کوئی شعلہ نکل کر میرے ایک موے بدن کو آنچ بھی پہنچاتا۔ اگرچہ یہ بات نور و ظلمت کی طرح واضح ہے، لیکن حیرت انگیز اسقدر ہے کہ مجھے کسی طرح باور ہی نہیں آتا! جس طرح دو ہم عنان شیطان اپنی باہمی پُر دغل اغراض میں ایک دوسرے کا اس صفائی سے ساتھ دیتے ہیں، کہ حیرت و استعجاب کو دم مارنے کا موقع نہیں ملتا، ایسے ہی عذر اور قتل کا بھی ہمیشہ سے چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ مگر تو نے[1] سادش اور قتل کو اپنی ذات میں جمع کر کے وہ کمال کیا ہے، کہ حیرت کو بھی سکتہ ہو گیا۔ اسمیں کوئی کلام نہیں، جہنم میں اُس حرّاف شیطان کا ضرور بول بالا ہو گیا ہوگا، جس کا چست فقرہ تجھ پر بھی کام کر گیا۔ دوسرے عیار اخوان الشیاطین جو فتنہ و شر کو فروغ دینے میں خوب مشاق ہوتے ہیں، بدی کے بھیانک چہرے کو اکثر ریا و ریا کے رنگ و روغن اور پارسائی و پرہیزگاری کے پوڈر سے رونق دے کر اُسکی رغبت دلایا کرتے ہیں لیکن جس نے تجھے رام کیا، اور تابع فرمان بنایا، اُس نے تجھے یہ تو بتایا ہوتا کہ اس باغیانہ سازش کی آخر کیا وجہ تھی؟ یا محض دنیا کو یہ دکھانے کے لیے کہ بغاوت اور نمک حرامی میں بڑا سورما اور مرد میدان ہونے کی حیثیت سے تجھ پر شقاوت کا خلعت کس قدر پھبتا ہے۔ ہاں وہی خبیث جن، جس نے تجھ پر مسلط ہو کر تجھے عقل و خرد سے یوں بیگانہ کیا، دنیا بھر کو چیخاں مارے، دوزخ میں لوٹ کر اپنے یاروں سے یہ ڈینگ مار کر کہہ سکتا ہے، کہ جس آسانی سے میرا فسون سکروپ پر کارگر ہوا ہے کسی اور پر نہ ہوتا۔ افسوس تو نے اعتبا کی حلاوت کو اشتباہ کی تلخی سے ناگوار کر دیا۔ اللہ اکبر! بعض لوگ دیکھنے میں کیسے پابند فرائض، سنجیدہ اور زی علم ہوتے ہیں، حسب اور نسب کے شریف، دیندار، خورد و نوش اور معاشرت میں پرہیزگار، سفلہ مزاجی سے دور، طیش اور تمسخر سے بعید، حوصلہ مند، نفس پر غالب، محتاط ایسے کہ بغیر کافی ثبوت کی گواہی کے آنکھوں کے اظہار کو قابل سماعت نہیں جانتے اور تاوقتیکہ اپنی قوت فیصلہ کو غلط فہمی اور پاسداری سے پاک نہ کر لیں، چشم و گوش کسی کا اعتبار نہیں کرتے ایسا ہی ہاں ایسا ہی منزہ تو بھی نظر آتا تھا؛ مگر اب تیری اس طرح قلعی کھل جانے سے ایک مہذب سے مہذب اور شائستہ سے شائستہ شخص کے دامن کو بھی کسی نہ کسی قدر مشتبہ قرار دینے کے لیے ایک قسم کا داغ باقی رہ جاتا ہے۔ مجھے تیری حالت زار پر رونا آتا ہے۔ تیری سرکشی نافرمانی ابلیس سے کم نہیں۔ ہاں انکے جرم ظاہر، قانون کی جوابدہی

[1] ٹیکسٹ میں بھی ان دو جملوں کا مطلب کچھ خبط سا معلوم ہوتا ہے۔

لے لیے ان کو گرفتار کر لو"

ایگزیٹر "رچرڈ ارل آف کیمبرج، مین تجھے بجرم سازش گرفتار کرتا ہون۔

"ہنری لارڈ سکروپ مین تجھے بجرم سازش گرفتار کرتا ہون

"سر طامس گرے نائٹ آف نارتھمپر لینڈ مین تجھے بجرم سازش گرفتار کرتا ہون"

سکروپ "اچھا ہوا جو خدا نے ہمارے منصوبے توڑ دیے، مجھے اپنے قتل ہونے کا اسقدر افسوس نہین، جسقدر کہ اس گناہ مین شریک ہونے کا۔ اور اسکے لیے مین جہان پناہ سے معافی کا امیدوار ہون۔ بھائی بخشش مین نقد جان بھی جاے تو کچھ بات نہین"

رچرڈ "مجھ سے پوچھا جاے تو مین ہوس ملا کی وجہ سے تو فرانس کے بھگانے مین آیا نہین۔ ہان مین نے اسکو اپنے مقصد کے جلد تکمیل کے پہنچانے کے لیے صرف ایک ذریعہ قرار دیا تھا، مگر خدا کا شکر ہے کہ اسکا بروقت انسداد ہو گیا، جس کا مین مرتے مرتے بھی خدا سے اور حضور سے معافی مانگتا ہوا خوشی مناؤن گا"

گرے "جسقدر مجھے اس وقت اپنی حالت پر ایک امر قبیح سے بچنے کی خوشی ہو رہی ہے، رعایا مین سے کبھی کسی وفادار شخص کو بڑی سی بڑی خطرناک سازش کا طلسم ٹوٹنے سے نہ ہوی ہوگی۔ شاہا غلام جان بخشی کا متمنی نہین، صرف جرم بخشی کا امیدوار ہے"

کنگ ہنری "خدا تم پر رحم کرے۔ اپنی سزا سنو۔ تم نے مابدولت کی جان لینے کے واسطے سازش کی اور ایک کھلے دشمن کا ساتھ دیا، اسکے خزانہ سے ہمارے خون کا بیعانہ لیا، تم نے اپنے بادشاہ کی جان بیچ ڈالی ہوتی، اسکے شہزادون اور امیرون کو غلامی کا طوق پہنا دیا ہوتا، اسکی رعایا کو مبتلاے ظلم و ذلت، اور اسکے ملک کو تاخت و تاراج کرا دیا ہوتا۔ مین اپنی جان کے لیے تم سے انتقام نہین چاہتا، لیکن ہمین اپنے ملک و رعایا کی فلاح عافیت کا، جسکی بربادی کا تم نے بیڑا اٹھایا تھا، اسقدر لحاظ ہے کہ تمھین اسی کے قانون کے حوالے کیے بغیر چارہ نہین، خراب حال مصیبت زدہ بدبختو، میرے سامنے سے دور ہو جاؤ۔ جاؤ موت کا پیالہ منھ سے لگاؤ جسکا مزہ چکھنے کی اور اپنی سنگین خطاؤن سے بصدق دل توبہ کرنے کی، خدا تمکو توفیق عطا فرمائے۔

[کیمبرج، سکروپ اور گرے حراست مین جاتے ہین

ہان اے امکان دولت اب فرانس کا تہیہ کرو۔ یہ مہم ہمارے اور تمھارے دونون کے حق مین مبارک ثابت ہوگی، نہایت بارآور اور نیک فال۔ کیونکہ خدا نے اپنے فضل و کرم سے اس خوفناک سازش کو جو ہمارے راستے مین حائل تھی یون بروقت فاش کر دیا کچھ

شبہ نہیں اب راستہ بالکل صاف ہوگیا ہے اور کسی قسم کی رکاوٹ باقی نہیں رہی پس اے عزیزان وطن کمربستہ ہوجاؤ ہم اپنی ہمت و توانائی کو ہدایت اور رہبری کے لیے خدائے قدیر پر چھوڑتے ہیں۔ ہاں تو خوشی خوشی سمندر کا رخ کرو نشان جنگ کھول دو۔ اگر ہم فرانس کے بادشاہ نہ ہوئے تو انگلینڈ کے بادشاہ بھی نہیں! تخت یا تختہ!"

## سین تیسرا

### لندن، کوچۂ ایسٹ چیپ، شراب خانہ، بورس ہیڈ کے سامنے

[پسٹل، بھٹیاری، ہم، بارڈولف اور لڑکا آتے ہیں]

**بھٹیاری** "اچھے، میرے ساتھ سٹینیر کو نہیں چلتے؟"

**پسٹل** "نہیں، میں نہیں جاؤں گا۔ میرا مضبوط دل مارے صدمے کے پھٹا جا رہا ہے۔ بارڈولف، تو ملول و مضمحل کیوں نہیں ہوتا؟ تم تیری آنکھیں نمناک اور رخسار کیوں نہیں ہوتیں۔ ابے لڑکے، تو دامن صبر و شکیب چاک کیوں نہیں کرڈالتا۔ اے ہیجر و فلسطاف کا انتقال ہوگیا۔ ہم کیوں رنج و ملال نہ کریں؟"

**بارڈولف** "افسوس اور بڑے افسوس کی بات ہے، شک میں بھی اس مرنے والے کے ساتھ ہوتا، اگرچہ کہیں بھی کیوں نہ سہی، دوزخ یا بہشت!"

**بھٹیاری** "نہیں صاحب، نوح اُسکے دشمن دوزخ میں جائیں، وہ تو یقیناً جنت میں گیا ہوگا۔ عقبیٰ اُسکی بخیر ہے اُسکا مرنا ایک معصوم دوشیزہ بچے کا سا مرنا ہے۔ بارہ اور ایک کے درمیان میں اُسکا دم نکلا، ٹھیک جبکہ لہر سکڑ رہا تھا۔ کبھی تو وہ اپنے بستر اور چادر کو اُلٹ پلٹ کرتا تھا۔ کبھی پھولوں کی سمت میں جو اُسکے پلنگ پر پڑے تھے، کھیلنے لگتا تھا۔ کبھی اپنی انگلیوں اور ناخنوں کی طرف کو دیکھکے ہنس دیتا تھا۔ کبھی دیکھوں کی طرح سے ہرے ہرے کھیتوں میں جانے کے واسطے پکڑا اُٹھتا تھا اُسکی یہ حرکتیں دیکھکے میں نے اپنے جی میں کہا کہ افسوس اب اسکا وقت قریب آگیا ہے میں نے پکار کے کہا نائٹ صاحب، اب آپ کی طبیعت کیسی ہے، صاحب آپ گھبراتے کیوں ہیں دل کو قوی رکھیے۔ میری آواز سن کر وہ اور بھی گھبرا اُٹھا اور خدا کو پکارنے لگا۔ میں چار بار اللہ اللہ کہا۔ پھر میں اُسکو تسلی دینے کے واسطے بولی کیوں صاحب اللہ اللہ، کیوں پکارنے لگے؟ مجھے تو امید ہے آپ کی صحت یابی کی بہت کچھ آس ہے۔ آپ ان باتوں سے اپنا جی تھوڑا نہ کیجیے۔ کہا میرے پاؤں پر اور کپڑا اُٹھا دو میں نے ہاتھ اندر ڈال کے اُسکے پاؤں کو چھوا، تو ٹھنڈے ہوگئے تھے پھر میں نے اُسکے گھٹنوں کو ہاتھ لگایا، وہ بھی سرد

اسی طرح اوپر اور اوپر ٹٹولتی گئی، تو سارا بدن ایسا ٹھنڈا پایا جیسا کہ برف"

نم "مین نے سُنا ہے کہ اُس نے شراب کی بہت بُرائی بیان کی"

بھٹیاری "ہان، کی تو تھی"

بارڈلف "اور عورتون کی بھی؟"

بھٹیاری "نہین یہ نہین"

لڑکا "کیون نہین، اُس نے عورتون کی بھی مذمت کی تھی اور کہا تھا وہ شیطان مجسم ہین"

بھٹیاری "دور ہو منڈی کاٹے، وہ کیون ایسا کہنے لگا تھا!"

لڑکا "ایک مرتبے اُس نے کہا تھا کہ شیطان عورتون کے لیے میرے کو اپنا وکیل بنانا چاہتا ہے"

بھٹیاری "بیشک وہ کبھی کبھار عورتون کا بُرائی سے ذکر کیا کرتا تھا، لیکن اسوقت تو وہ زبان مین بک رہا تھا اور سن کیتھولک لوگون پر زہر اُگلتا تھا"

لڑکا "کیا تمھارے کو یاد نہین رہا، ایک روز اُس نے بارڈلف کی سرخ ناک پر پیتو کو بیٹھا ہوا دیکھ کے کہا تھا، کہ ایک سیاہ بخت روح دوزخ کی آگ مین جل رہی ہے"

بارڈلف "ارے اب وہ دوآشتہ کہان؟ جو اس آگ کو برافروختہ کرتی ہے۔ ایک یہی ناک کی سرخی ہی تو ہے جس کے لیے مین اُسکا ممنون ہون"

نم "اچھا تو اب ہمارے کو رخصت ہونا چاہیے، بادشاہ سلامت تو ساوتھیمپٹن سے روانہ ہو گئے ہونگے"

پسٹل "ہان چلو، روانہ ہوئین۔ پیاری نیلی، لو آؤ گلے تو مل لین۔ دیکھو گھر بار، چیز بست سے ہشیار عقل سے کام لینا اور ہمیشہ اس مخولے پر امل کرنا، سچ کیا خوب دانعدہ ہے اس ہاتھ لے اُس ہاتھ دے۔ سُنا، بھروسہ کسی پر نہ کیجیو، اس واسطے کہ غل و غسم کچے دھاگے سے بھی زیادہ بودے ہوتے ہین۔ اور اسی طرح اہر و پان کو بھی کمڑی کے جالے کا سا کمزور جانیو، اور صبر و تحمل کے ساتھ رہیو، چوکس۔ لو خدا حافظ۔ آنسو پونچھ ڈالو..... بھائی سپاہیو، چلو فرانس کو کوچ کرین۔ جو کوّن کی طرح چوسنے کے لیے، خوب خون چوسنے کے لیے"

لڑکا "بعضے تو کہتے ہین، یہ غذا زیادہ خوشگوار نہین ہے"

پسٹل "پیاری نیلی کے ملائم رخسارون کو بوسہ دو اور کوچ کرو"

بارڈلف "دیپا، کرے، اللہ نگہبان نیلی، خدا کو سونپا، بس ہمیں دل تھوڑا نہ کرو"

نم "بوسہ تو میری قسمت مین کہان لکھا ہے، الوداعی کہہ لون"

پسٹل "دیکھین کس امدگی سے گھر بار سنبھالتی ہو۔ دروازہ بند رکھنا اور ہشیار رہنا

بھٹیاری "ے جون پشت کھاتے ہو وہین رخ بھی دکھانا ہو وان کھنا مری یاد کہین بھول نہ جانا" خدا حافظ"

# سین چوتھا

## فرانس، شاہی محل

بادشاہ، ڈافن، ڈیوک آف بیری ٹن اور سپہ سالار وغیرہ آتے ہین

**شاہ فرانس** "خوب! انگلستان، پوری قوت کے ساتھ ہم پر یورش کرنے والا ہے۔ ہمین چاہیے، اسے معمولی بات نہ جان کر مناسب مدافعت کرین۔ اسلیے اے میری بری مین، برابنٹ اور آرلینز کے نوابو! اور شہزادہ ڈافن تم بھی بکمال عجلت جنگی توقعون کو روانہ ہوجاؤ۔ اور کمزور نقاط کی مرمت کرکے سپاہیان آزمودہ کار اور سامان وافر سے پُر کردو۔ کیونکہ جس جوش و خروش سے سیلاب قعر دگرداب مین گرا کرتا ہے، اسی تیزی و تندی کے ساتھ انگلستان بھی حملہ آور ہوتا ہے۔ انگلستان کو ذلیل سمجھکر، ہم نے ہمیشہ اُس سے غفلت اور بے پروائی برتی ہے حالانکہ اُسکی شکست کشیون اور خونریزیون سے ہمین احتیاط اور ہشیاری کا سبق لینا چاہیے تھا"

**شہزادہ ڈافن** "والد بزرگوار، یہ نہایت ضروری ہے کہ ہم غنیم کے مقابلہ کے لیے عمدہ پیمانہ پر تیار ہوجائین۔ اس سکون سے تو سلطنت مین سستی اور ضعف پیدا ہوجاتا ہے۔ جنگ و فساد کا اندیشہ نہ بھی ہو، تاہم اسباب و نفقت لشکر و سپاہ، سامان حرب اور اسلحہ ہر وقت کافی مقدار مین موجود رہین۔ اسلیے مناسب ہے کہ ہم سب فی الفور روانہ ہوجائین اور ملک کے ضعیف اور ناکارہ مقامات کا معائنہ کرین۔ مگر یہ سب امور اس اطمینان اور مستعدی سے سرانجام ہون کہ خوف یا گھبراہٹ کا شائبہ تک نہ پایا جاے۔ ہمین جملہ حریف کی اتنی بھی پروا نہونی چاہیے، جتنی کہ اس خبر کے سُننے سے کہ وہ وسط سن مائیڈ مین بھی تنہا رہتا ہے اور ناچ رنگ کا لطف اُٹھا رہا ہے۔ ہین حضور الور، بات یہ ہے کہ آجکل تخت انگلستان پر ایک ایسا مجہول شخص متمکن ہے اور عنصاے سلطنت ایک ایسے شخص کے قبضہ مین ہے، جو بالکل نااہل، سست عقل، خاکسار اور چھچھورا نوجوان ہے۔ ایسی حالت مین اندیشہ کی کوئی وجہ نہین"

**سپہ سالار** "شہزادے صاحب، معاف فرمایئے، جناب کو اس بادشاہ کے بارے مین بہت غلط فہمی ہوی ہے۔ ذرا سفیرون سے دریافت فرمایئے کہ اُس نے کس تمکنت اور شان سے اُنکی سفارت کو سُنا تھا! اور اُسکے اردگرد کیا قابل شہر

اور نیز اندیش صلاح کار جمع ہین - اور وہ خود در دو قلح مین کیسا متین، اظہار نارضی مین کیسا ملائم اور ساتھ ہی اپنے مستقل ارادے مین کس قدر مضبوط اور کڑا ہے - جناب یقین فرمائین کہ عنفوانِ شباب مین جو غلطیان اُس سے سرزد ہوئین وہ رومن بروٹس کی طرح محض مبنی بمصلحت تھین اور اصل مین وہ جوہر فراست کو قبائے جہل کے نیچے چھپائے ہوے تھا - مثل باغبانون کے جو نازک اور جلد پھوٹنے والی جڑی بوٹی کو خس و خاشاک سے ڈھانپے یا کرتے ہین"

**شہزادہ ڈافن** "جناب من گو میرا ہی خیال ہے، لیکن اُسکا یہ مطلب نہین ہی جو آپنے سمجھا - حفاظت ملکی اور مدافعت جنگی کی صورتون مین یہی بہتر ہے کہ غنیم کو اُس سے بھی زیادہ زبردست قیاس کر لیا جاے، جتنا کہ وہ بظاہر دکھائی دیتا ہو اور اسی اندازہ سے مقاومت کی تیاری کرنا چاہیے - اُس بخیل اور کوتہ اندیش کی پیروی کے بجاے جو ذرا سا کپڑا بچانے کے لالچ مین سارا کوٹ خراب کر ڈالتا ہے"

**بادشاہ** "ہم بھی کنگ ہنری کو بہت زبردست سمجھ لیتے ہین - دیکھو اُسکے دفنیہ کا پورا بندوبست کیا جاے - اُسکے بزرگ بھی ہم پر حملہ آور ہو چکے ہین اور یہ اُسی خونی نسل سے تو ہے، جس نے ہمارے ہی ملک مین ہمارا خون بہایا ہے - ہماری اُس کبھی نہ مٹنے والی شرم کو یاد کرو، جو ہمین کریسی کی خونریز لڑائی نصیب ہوی تھی - ہمارے سارے شہزادے اُس سیاہ بخت کے ہاتھ مین گرفتار ہو گئے تھے، جسے بلیک پرنس کے منحوس نام سے پکارتے ہین - اثنائے جنگ مین اُسکا کوہ وقار اور بلند مرتبہ باپ پہاڑی پر کھڑا ہوا تھا - سرور شان اپنا زرین خود اُسکے سر پر اتارتا تھا اور وہ اپنے شجیع فرزند کو قدرت کے اُن نقش ہاے زیبا کو خراب کرتے ہوے دیکھکر مسکرا رہا تھا، جنکی تیاری اور تزئین مین نقاش ازل اور اہل فرانس کے بیس سال سے کم صرف نہوے تھے، یہ اسی شجر مظفر و منصور کی ایک شاخ ہے - ہمین اُسکی خداداد قوت و اقتدار سے ڈرنا چاہیے"

[ایک چوبدار حاضر ہوتا ہے

**چوبدار** "جہان پناہ، ہنری شاہ انگلستان کے سفیر حضور مین شرفیاب ہونے کے متمنی ہین"

**بادشاہ** "ہم اُنکو فوری باریابی کی اجازت دیتے ہین - جاؤ اور اُنھین لے کر آؤ"

[کچھ امرا درجہ بدرجہ جاتے ہین

دیکھتے ہو اس تقضیے نے کس قدر طول کھینچا ہے"

**شہزادہ ڈافن** "اک ذرا ڈانٹ بتایئے، ابھی چھپا چھپٹ جاتا ہے - جرکتے بزدل عوا کرتے ہین اُنکا یہی دستور ہے کہ للکار تو دور بھاگ جاتا ہے اور اُنکی بھونکتے بھونکتے آواز بیٹھ جاتی ہے - پس انگریزون کو موقع ہی نہ دیا جاے

اور اُنھین باور کرادیا جاے، کہ حضور کیسی زبردست سلطنت کے مالک و مختار ہین - پیر و مرشد خود غرضی اتنی معیوب نہین جتنی کہ خود فراموشی"

[امرا لارڈ ایگذیٹر کو لے کر واپس آتے ہین-

**بادشاہ** "کیا ہمارے بھائی شاہ انگلستان کی جانب سے آتے ہو"

**ایگذیٹر** "اُنھین کی جانب سے آرہا ہون- ہمارے آقاے عالیمقدار نے حضور کی خدمت مین کہلا بھیجا ہے کہ "مین اُس عالم ستر و خفی کا واسطہ دے کر تمنی ہون کہ جناب اپنے ہاتھ سے عصاے سلطنت کو رکھدین اور اس شاہی شان و شکوہ سے دست بردار ہوجائین جو منجانب خدا اور حسب قاعدۂ فطرت و قوانین اقوام میرا اور میرے ورثا کا حق ہے یعنی تاج و تخت اور جملہ اعواز سلطانی جو دستور ملکی اور مراسم قدیمی کی رو سے کشور فرانس کے ساتھ متعلق ہین سب میرے حوالے کردیجیے" نیز واضح رائے عالی ہو کہ یہ دعوی مہمل و باطل سمجھ کر یون ہی نظر انداز نہ کردیا جاے اس گمان پر کہ یہ قدامت کی فرسودہ کتاب کا ایک بوسیدہ ورق ہے، یا یہ کہ اسکی تصدیق ایک ایسی کہنہ و فراموش شدہ دفتر پر مبنی ہے جس کا امتداد زمانہ سے پتہ اور نشان تک نہین ملتا- بلکہ یہ جانیے، اُنھون نے یہ اپنا مسلم الثبوت نسب نامہ بھیجا ہے، جس کا ایک ایک حرف صداقت مین ڈوبا ہوا ہے- اس شجرے کو ملاحظہ فرمالیجیے اور جب خوب باور ہوجاے کہ وہ اپنے مشہور آفاق جدامجد ایڈورڈ سوم کا وارث حقیقی ہے، تو اس تاج و تخت سے جس پر جناب بجاے اُس سچے حقدار کے مسلط ہین- فوراً علیحدہ ہوجائین"

**بادشاہ** "ورنہ کیا ہوگا"

**ایگذیٹر** "نہایت خونریز جنگ! اس تاج کو جہان کہین بھی چھپاؤ گے وہ بے پتہ نہین رہے گا- طوفان آتشین کو ہمرکاب لیے جلاد فلک کی طرح بڑھا آرہا ہے، برق و زلزلہ اُسکے جلو مین ہے- آپ کے اقتدار مین ذرا بھی چون و چرا سے کام لیا، اور آفت آئی- اُنھون نے حضرت یسوع مسیح کے حلم و کرم کی تعلیم دے کر آپ کو تخت سلطنت کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اُن غریب رعیت پر ترس کھائیے، جنکے بچانے کے لیے یہ جنگ کی بھوکی ڈائن اپنے خونی جبڑے کھولے ہوے ہے بیواؤن کے آنسوؤن کا، یتیمون کی آہ و زاری کا، مقتولون کے خون کا اپنے باپ بھائیون اور شاد و نگیترون کے لیے جو اس لڑائی مین کام آئین گے- دوشیزگان اندوگین کے سوز نہانی اور نالۂ یتیم شبی ان سب کا عذاب آپ کی گردن پر ہوگا- یہ ہے اُسکا دعوے یہ ہے اُنکی تہدید اور میری تبلیغ ..... حضور ولیعہد بہادر شہزادۂ ڈوافن بھی یہان تشریف فرما ہین تو خاص اُنکے لیے بھی ایک پیام لایا ہون اور پھر مین اپنی خدمت سے عہدہ برا ہوجاؤنگا ع برسولان ہمہ جا سخت باشد دشمن"

**بادشاہ** "اس بارے مین ہمین ابھی مزید غور و فکر کی ضرورت ہے، جو کچھ ہمارا عندیہ ہے تم پر کل ظاہر ہو جائے گا، اپنے بادشاہ کے گوش گزار کر دینا"

**ڈافن** "پرنس ڈافن کے لیے کیا پیام لائے ہو، کہو ہم موجود ہین"

**ایگزیٹر** "اُنھون نے آپ کے لیے تحقیر و ملامت اور نفرت و ذلت کا موزون تحفہ بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر تمھارے والد بزرگوار نے مابدولت کے جملہ مطالبون کو پورا کر کے اُس نامعقول تمسخر کی بروقت تلافی نہ کر دی، تو ہم تم سے اس سختی کے ساتھ جواب طلب کرینگے کہ فرانس کے ٹھار و کہسار، دشت و در اور در و دیوار تک صدائے الامان الامان سے گونج اُٹھین گے، اور تیری شیخی و کامکاری پر لعنت بھیجین گے"

**ڈافن** "اپنے بادشاہ سے کہنا، بفرض محال، اس معاملہ مین والد بزرگوار نے ملاطفت و نرمی بھی برتی اور طرح دے گئے، تو یہ سراسر میری مرضی کے خلاف ہو گا، کیونکہ مجھے انگلستان سے بجز جنگ و پیکار کے اور کچھ سروکار نہین اسی غرض سے اور تمھارے بادشاہ کی تہی مغزی اور بد دماغی کی مناسبت سے مین نے اُسکو پیرس کی ٹینس بال بھیجے تھے"

**ایگزیٹر** "یاد رہے وہ تمھارے پیرس کے محلات کو ہلا ڈالے گا" اُنھین اسکی پروانہ ہو گی کہ یہ یورپ کی عروس البلاد ہے اور یقین جانیے آپ کو اُنکی نوعمری اور عہد موجود کی حالت مین فرق نمایان معلوم ہو کر بہت تعجب ہو گا، جیسا کہ ہم لوگون کو ہوا ہے۔ اب وہ وقت کے ایک لمحہ کو بھی رائیگان نہین جانے دیتا، اگر وہ یہان فرانس مین کچھ دنون ٹھہرے تو تمھین معلوم ہو جائے گا"

**بادشاہ** "کل تم کو ہماری جانب سے جواب شافی مل جائے گا"

**ایگزیٹر** "ہماری مراجعت مین تاخیر نہونے پائے۔ ایسا نہو کہ وہ خود یہان چلے آئین کیونکہ وہ اس سرزمین پر قدم رنجہ فرما چکے ہین"

**بادشاہ** "ہان ہان معقول جواب دے کر تم جلد رخصت کر دیے جاؤ گے۔ صرف ایک رات درمیان مین ہے جو ایسے اہم معاملات کے لیے کچھ بڑی مہلت نہین"

[پردہ گرتا ہے

## ایکٹ تیسرا

### تمہید

لیجیے اب ہمارا سین، صرف تصور کی مدد سے، مثل نساط سلیمانی کے چشم زدن مین دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے۔ فرض کرو

بندرگاہ ہیمپٹن شائر تمھارے سامنے ہے اور بادشاہ ہنری ساز و سامان سے درست، تڑکے و صبح شام، جہاز مین سوار ہوتا ہے۔ اور اُسکا جھنڈا ریڑہ اپنے ریشمی بادبانون سے اُفق مشرق پر مرتابان کے روے آفتابین کو ہوا دے رہا ہے۔ ان [illegible] شہنشاہون کی پیشوائی [illegible] اترتے ہین ان گوناگون آوازون اور شور و شغب مین کشتی بان کی پیشیا [illegible] اس طرح [illegible] فرائض سے آگاہ کرتا رہتا ہے۔ دیکھتے ہو، ہوا بادبانون کو پھلاے اونچی لہرون کو کاٹتی ہوئی جہاز کو تواچ سمندر مین کیونکر کھینچے لیے جاتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ عظیم الشان بیڑا گویا ایک متحرک شہر ہے جو مضطرب اور روان لہرون پر عجب انداز سے رقص کرتا ہوا سیدھا بارفلور کی طرف چلا جا رہا ہے۔ دیکھو تمھارے خیال سے بیڑہ کا ساتھ نہ چھٹنے پائے۔ سرزمین انگلستان کو ملکہ نیم شب کی طرح خاموش و مطمئن، بچے بالون اور بوڑھے ٹھیرون کی حفاظت مین چھوڑ جاؤ۔ کیونکہ جو گھرون مین رہگئے ہین وہ یا تو صنعت و جوانمردی تک نہین پہنچے یا قوت و پامردی سے متجاوز ہو چکے ہین۔ بھلا کون ایسا بزدل تھا، جسکے رخسارون پر سبزہ بھی آغاز ہوا اور وہان فردوس اور وطن دوست سپاہیون کا تسخیر فرانس مین ساتھ نہ دیتا۔ ہان اپنی کتاب تخیل کے ورق جلد جلد الٹو، اور اُسمین ایک محاصرہ کا نقشہ دیکھو، تو ہین اپنی اپنی جگہ نصب ہین اور اپنے آتش فشان مُنھ ہارفلور کی طرف کھولے ہوے ہین؛ اتنے مین فرانسیسی قاصد حاضر ہو کر عرض کرتا ہے، کہ شاہ فرانس اپنی دختر کیتھرائن کنگ ہنری کو حبالۂ نکاح مین پیش کرنے کے لیے آمادہ ہے، اور جہیز مین بعض حقیر و ناکارہ جاگیرین بھی دیگا۔ ہنری اسکو قبول نہین کرتا۔ جنگ شروع ہو جاتی ہے اور ڈرتو پچی اپنی آتش افروز چھری سے آگ برسانے والے اژدھے کو چھیڑتا ہے۔

[الارم۔ بارود کے کیس موچون کی طرف لے جائے جاتے ہین

مطلع دھوان دھار ہو جاتا ہے، اور کوہ شکن گولون سے قلعہ کی دیوارین شگافتہ ہو جاتی ہین۔ لیکن براہ کرم ہمارے بیان کی کوتاہی کی تلافی کرنے کے لیے ابھی اپنی قوت متخیلہ سے کام لیتے رہیے۔

تمید گوجاتا ہے

## سین پہلا

### ہارفلور کے سامنے

[الارم ۔ بادشاہ ہنری، لارڈ ایگزیٹر، بیڈفورڈ، کلاڈسٹر اور سپاہی سیڑھیان لیے ہوے

کنگ ہنری "شاباش میرے جان نثارو، شاباش! ایک بار اپنے کو پھر شگاف تک پہنچا دو اگر یہ دیوار

لاشوں ہی سے کیون نہ پٹ جاے۔ زمانۂ صلح مین ہم سپاہیون کے لیے زیادہ تر یہی زیبا ہے کہ فروتنی اور منکسرالمزاجی سے کام لین۔ لیکن جون ہی قرنائے جنگ کی آواز ہمارے کانون مین آئے، تو شیر کی طرح بپھر جائین، ہماری رگون اور پٹھون مین چستی دوڑ جاے، خون جسم مین بجلی کی سی تیزی سے مشتعل ہوکر کالی کالی بھوون کے نیچے ایسی ڈراؤنی معلوم ہون کہ تاریک گڑھون مین ہیبت ناک اژدھے ہین جو اپنے بھیانک منھون سے شعلے اگل رہے ہین۔ دانت پیس پیس کر، موچھون کو لبون مین دبائے، نتھنے پھلائے، بے جگر ہو کر دشمن پر جا پڑو۔ ہان بڑھو جوانمرد انگلستانیو! بڑھو، تمھاری رگون مین جو خون ہے، وہ تمھارے اُنھین بزرگون کا خون تو ہے، جن مین سے ہر ایک لڑائی کو کھیل سمجھتا تھا، جرأت و تہمتدی مین ثانیِ سکندر رہا۔ اُنھون نے میدانون من صبح سے شام تک تیغ زنی کی ہے اور جب تک لڑائی کو سر نہین کر لیا، تلوار کو نیام مین نہین کیا۔ دیکھو اپنی ماؤن کی عزت نہ ڈبو دینا، اُنکے دودھ کی قوت دکھانے کا اس سے بہتر موقع پھر کبھی نہ ملے گا۔ آج ثابت کر دو کہ تم اُنھین کے سپوت ہو۔ ہان ان فرانسیسی نامردون اور بزدلون کے سامنے اس شجاعت سے تلوار چلاؤ وہ دیکھ لین اور مان جائین کہ نبرد آزما ایسے ہوتے ہین۔ ۔ اور تم اے میرے اچھے دھقانیو، یاد رہے، تم نے انگلستان کی آب و ہوا مین پرورش پائی ہے، آج تمھارے دست و بازو کی قوت کا امتحان ہے۔ یون کار نہ کرو کہ آیندہ ہم لوگ تمھاری مردانگی کی قسم کھا سکین۔ مجھے تم سے یہی امید ہے۔ بیشک تم مین ایک بھی ایسا نامرد اور ڈرپوک نہین، جسکی آنکھون مین شجاعت کی چمک نہو۔ مین دیکھتا ہون کہ تم حملہ کے لیے بالکل تیار کھڑے ہو۔ تازیان میدان کی طرح جنکے گلے مین زنجیر پڑی ہوئی ہو اور وہ بار بار چھلانگنے کے لیے مچلتے ہون، تو خبردار ہو جاؤ شکار تمھارے سامنے ہے۔ یون نعرے مارتے ہوے اُسپر جا پڑو "خدا اور سینٹ جارج ہمارے بادشاہ اور ملک کا یاور ہو!"

## سین دوسرا

### قلعہ ہارفلور کے سامنے

[نم، بارڈلف، پسٹل اور لڑکا آتے ہین]

بارڈلف "بڑھے چلو! بڑھے چلو! شگاف تک بڑھے چلو!"

نم "اجی لفٹنٹ صاحب سنتے ہو، مین کیا عرض کرتا ہون؟ جان کی خیر چاہتے ہو، تو یہان سے ٹل چلو، معرکہ گرم ہے، مجھ سے پوچھتے ہو، تو میرے پاس دو چار جانین تو ہین نہین جیون مفت مین کھو دون۔

* کے ساتھ گردش کرنے لگے۔ اور مصلحت وقت ہمارے سطحی طور و لطافت کو نفین و غضب کا جامہ پہنا دے ہماری آنکھین۔

بات یہ ہے کہ ؎

آفت ہے یہ اپیادہ [illegible] ٹل چلے ۔۔۔ دن تھہرنے کا نہیں ہے یہ محل چل!

**پسٹل** "بھئی کہتے تو سچ ہو۔ بڑی گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے! لاشہ پہ لاشہ گر رہا ہے ؎

تلوار اور خنجر سیدان قتال مین ۔۔۔ کرتے ہین خون کتنے ایک ایک چال مین

اور ہوتی ہے اُن کو حاصل عالمگیر شہرت

**لڑکا** "اسوقت مین کسی لندن کے شراب خانے مین ہوتا تو واہ! واہ! کیا پوچھتے ہو پھر۔ ایک گھونٹ شراب پر سے ایسی سینکڑون شہرتین قربان!

**پسٹل** "بھئی کیا بات کہی ہے واللہ! ؎

قسمت جو ہوتی یار ہماری

برآتین فوراً تمنائین ساری

جاتا وطن کو چشم زدن مین "

لڑکا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہان! بلبل کی عرض گاہ تا چین مین

اور پھول بھی ہنستے میری خوشی پر "

جنرل فلولین آجاتا ہے!

**فلولین** "خدا کی مار تم مردودون پر! بدمعاش کہین کے! یہان کھڑے کھڑے گلچھپ اڑا رہے ہین فصیل کے پاس جاتے ہوئے موت آتی ہے لو اب آگے بھی بڑھو گے یا نہین؟" ڈھکیلتا ہے

**پسٹل** "رحیم فرماؤ، جنرل صاحب، رحیم، ہم تو آپ کے خاکپا ہین۔ اب تو معاف فرماؤ۔ خصوصہ ہو گیا۔ خدا آپ کو سلامت باکرامت رکھے۔ بس اب غلاموں کی جان بخشی بھی ہو جائے ہمارے اچھے جنرل صاحب دیکھو ہم عاجزی سے کہتے ہین ؎

صاحب ہو تم ہمارے بندے ہین ہم تمھارے ۔۔۔ موقوف رحم پر ہین دشوار کام سارے "

**فلولین** "واہ! واہ! کیسے اچھے افسر ہین۔ کل ان ہی کی تعریف ہو رہی تھی"

[سوائے لڑکے کے سب چلے جاتے ہین

**لڑکا** "مین ہون تو بھی کم نمک، پر ان شیخی خورون کو خوب پا گیا ہون۔ بڑے عیار ہین! میں ان (تمنون) کی

**المامون** (دہردوحصے) مولانا شبلی کی مشہور تصنیف جسمین مامون رشید کی زندگی کے واقعات دلچسپ پیرایہ مین درج ہین قیمت ..... عہ ۲ر

**فلسفۂ ازدواج** کے متعلق خواجہ حالی تحریر فرماتے ہین "میرے نزدیک ہر متاہل اور غیر متاہل شخص کا فرض ہے کہ اس کتاب کو اول سے آخر تک بار بار پڑھے اور اسکی ہدایتون پر عمل کرے اور جس ہدایت پر خود نہ عمل کر سکتا ہو اپنے متاہل دوستون اور عزیزون کو اور اُن نوجوانون کو جو عنقریب اس جہے کو اپنی گردن پر رکھنے والے ہین اُنپر عمل کرنے کی تاکید کرے کیونکہ یہ ہدایتین ماؤن اور بچون کی صحت اور اُنکی بقاے نسل کے لیے ایسی ضروری ہین کہ کسی طرح مضائقہ نہین قیمت صرف عہ

**ریاض سحر** شیخ امان علی سحر کا دیوان قیمت .... ۸ر

**دیوان بحر** شیخ امداد علی صاحب بحر کا دیوان قیمت .. عہ

**دیوان وزیر** خواجہ وزیر صاحب کا دیوان قیمت .. ۱۲ر

**دیوان صبا** میر وزیر علی صاحب صبا کا دیوان قیمت ۸ر

**الاحسان** جسمین لفظ صوفی کی تحقیق اور تصوف کی ابتدا اور اُسکی رفتہ رفتہ ترقی کا ذکر کیا گیا ہے اور آخر مین تصوف کے تمام شعبون اور اسلام سے تطبیق اور اُسکی حقانیت اور اصول پر بحث کی گئی ہے قیمت ۸ر

**نظم نگارین** - حکیم سید ضامن علی صاحب جلال لکھنوی کا دیوان قیمت ..... عہ

**نظم بے نظیر** شمس العلما ڈاکٹر نذیر احمد مرحوم کی نظمون کا دلچسپ مجموعہ قیمت ..... عہ

**اسرار رنگون** - رنگون کے باشندون کی معاشرت اور اخلاق کی حالت کا آئینہ قیمت ..... عہ

**مرزا چھوپیا** - علیگڈھ کالج کے متعلق سید سجاد حسین بی اے کی ایک مزے دار نظم قیمت ..... ۱ر

**خیالات آزاد** - ولایت مین پڑھنے والے بیٹے کے دلچسپ خطوط اپنے پدر بزرگوار کے نام - مولانا آزاد کی عجیب وغریب دلچسپیان خمارستان مین - ڈنر حسن کی مالیخولیا - خیال کونسل کی کارروائی اور دیگر فقرہ دار مگر نتیجہ خیز مضامین قیمت ..... ۴ر

**انشاے اُردو** - دلچسپ اور پر از نصائح مکتوبات کا مجموعہ جسمین مولانا ذکاء اللہ نواب محسن الملک اور ہندوستانی بیگمات کے خطوط ہین قیمت ۸ر

**اُردو لشکر** - (ترکیب بند) اُردو کی سرگزشت خود اردو کی زبان سے نہایت دلچسپ پیرایہ مین زبان پاکیزہ قیمت ..... ۴ر

**نبی جی کی خوشی** - زنانہ میلاد شریف لڑکیون اور نبی بیبیون کے پڑھنے کے قابل قیمت فی جلد ..... ۱ر

**ایک نادان دوست اور دنیادار کی کہانی** مصنفۂ سرسید مرحوم - لڑکون اور لڑکیون - چھوٹون اور بڑون سب کے پڑھنے کے قابل اسکے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلی نیکی کس کو کہتے ہین قیمت فی جلد ..... ۱ر

**آئینہ مشاعرہ** - مرزا غالب کی مشہور غزل (جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا) کی طرح پر بھوپال مین ایک عظیم الشان مشاعرہ ہوا جس کے واسطے ہندوستان کے تمام اساتذہ نے نہایت زور دار غزلین لکھی تھین یہ اُسی کا پر لطف مجموعہ ہے قیمت ۴ر

**حسن تخیل** - حضرت امداد تھانوی کی نیچرل نظمون کا لطیف مجموعہ مع تصویر مصنف ..... ۸ر

**بیاض ارشد** صوفی کا ابتدائی کلام اور رنگ تغزل کے نمونے ۴ر

**عروس سخن** - مشہور شعراے اردو کی بہترین غزلون کا لاجواب انتخاب ۱ر

**مرقع لیلیٰ ومجنون** - مرزا محمد ہادی بی اے رسوا کا بے نظیر ڈراما قابل دید ہے ..... ۶ر

# مژدہ

بیرونجات کے حضرات جو خاص لکھنؤ کی ساختہ اشیاء کے طلبگار ہوں یا چھوٹے ضلعوں اور قصبات کے بزرگ جنکو معمولی ضروریات زندگی بھی ارزاں اور بسہولت نہیں مل سکتیں اور مہنگی بھی ہیں تو خراب اور گراں۔ انکی تکلیف اور زحمت رفع کرنے کے لیے لکھنؤ ایجنسی قائم کی گئی ہے جو حکم ملنے آن حضرات کو تمام ضروریات کی چیزیں بہم پہونچا دینے کا ذمہ لیتی ہے اور صرف سرفی روپیہ کمیشن لیا جائے گا جو فرمائش کرنے والوں کی آسانی اور ایجنسی کے کارپردازوں کی محنت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ جو چیز آپ کو بھیجی جائے گی وہ یقیناً اس قیمت کی بہترین چیز ہوگی۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے۔ ایک دفعہ کوئی چیز منگا کر تجربہ کر لیجیے۔

کاروبار کی ترقی کا راز ہمارے خیال میں گاہکوں اور سرپرستوں کی خوشنودی مزاج حاصل کرنا ہے اور اس لیے فرمایش کی تعمیل میں ایجنسی کی طرف سے کوئی دقیقہ تلاش و محنت کا نہ اٹھا رکھا جائے گا۔

## فصلی میوے

لکھنؤ کا سفیدہ خربوزہ تمام ہندوستان کے شائقین کو مرغوب ہے اور اس ضلع کے تمام قصبات و مواضع میں اعلےٰ اقسام کا آم بکثرت پیدا ہوتا ہے۔ ترمنجت۔ سفیدہ۔ دسہری کی آمن لنگڑا مون بھوگ سرخہ۔ فجری۔ پرنس تیمور یہ وغیرہ بہترین آموں میں شمار ہوتے ہیں۔ چونکہ زمینداری کے تعلقات کی وجہ سے خربوزوں کے کھیت اور آموں کے باغ جنمیں اعلےٰ درجہ کے پھل پیدا ہوتے ہیں ہمارے اختیار میں ہیں اس لیے دونوں قسم کے پھل نہایت اعلیٰ درجہ کے اور نہایت کفایت سے روانہ کر سکیں گے۔ شائقین جملہ امور خط و کتابت سے طے کرالیں۔

کسی چیز کی فرمایش کرتے وقت اس کا لحاظ رہے کہ پوری تفصیل نہ آنے کی صورت میں یا تو فرمایش کی تعمیل نہ ہوگی یا ایجنسی کے کارپرداز اپنی رائے پر عمل کرنے پر مجبور ہوں گے مراسلت کے وقت صاف تحریر لکھیے تاکہ آپ کا مطلب سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔

**لکھنؤ ایجنسی نمبر ۴۳ امین آباد پارک۔ لکھنؤ**

رجسٹرڈ نمبر

اے ۴۷۸

هوالمستعان

# الناظر

جایست جہان نماے ہر صفحہ درین

۱۳۲۷ھ


اڈیٹر۔ ظفر الملک علوی

الناظر پریس واقع خیابان گنج لکھنؤ میں طبع ہو کر

دفتر رسالۂ الناظر فلاور ملز لکھنؤ سے شایع ہوا

قیمت فی پرچہ ۵/

# کتب مندرجۂ ذیل منیجر الناظر بک ایجنسی لکھنؤ سے منگوایئے

رسائل شبلی - مولانا شبلی کے مختلف مضامین کا نادر مجموعہ عہ

الکلام حصۂ اول - مولانا شبلی کی مشہور تصنیف .... عہ

ایضاً حصۂ دوم ... عہ

شعر العجم - مولانا شبلی کی تازہ تصنیف

شعرائے فارس کے کلام پر تفصیلی و تنقیدی نظر جلد اول .. عہ

جلد دوم .... عہ

جلد سوم ..... عہ

جلد چہارم .... عہ

مسدس حالی - قابل دید ۳ر

دیوان غالب - اردو ۳ر

کلیات نظم فارسی غالب ۱۴ر

مراۃ الغیب - ملک الشعرا امیر

مینائی کا پہلا دیوان ۱۰ر

قاسم و زہرہ - حضرت شوق

قدوائی کی بے اضافت دبے

بدل مثنوی .... ۸ر

مراۃ العروس - نذیر احمد

مرحوم دہلوی کی امور خانہ داری کے

متعلق مؤثر اور دلپذیر بحث

قصے کے پیرایے میں .. ۶ر

بنات النعش تعلیم قدیم نسواں

کے متعلق مولانا کا دوسرا قصہ

جبہین نہایت سلاست سے علوم

عقلیہ سمجھائے گئے ہیں ۶ر

توبۃ النصوح - نصیح کا خواب

اور اُسکے معاشرتی اصول پر

کتاب بھی فرد ہے ... ۶ر

بہشتی زیور - کل دس حصے

مولانا اشرف علی تھانوی کی

تصنیف مذہبی تعلیم کے لیے لاجواب

کتابیں فی حصہ ... ۳ر

خزینۃ الامثال - فارسی ۸ر

محاورات و امثال - زبان

عربی و فارسی و اُردو - ۸ر

خالصۂ طاہرہ بیگم - نہایت

اخلاقی اور از سرتاپا تربیت عہ

افسانۂ نادر جہان - مصنفہ کے

خود نوشت حالات عہ

پیاری سہیلی - بچپن زنانہ

طرز کے خطوط ... ۱ر

قصۂ گلاب چمیلی - عورتوں کے

لیے مہذب اور مفید بگمزہ و ۶

قصہ ..... ۸ر

کنیز فاطمہ - نہایت پُر اثر اور

عبرت خیز و مہذب ناول ۲ر

نشتر - بچا قصہ مرزا رسوا کا

ہیں ڈوبا ہوا ... ۶ر

مارا ستین - منشی جوالا پرشاد

برق بی اے جج عدالت خفیفہ لکھنؤ

آنجہانی کا نہایت عمدہ ترجمہ ۱۴ر

مرزا لتی - ایضاً بنگالی سے ترجمہ

دیکھنے کے قابل سننے کے لائق ۱۰ر

بنگالی دلہن - ایضاً ۱۲ر

الف لیلہ - بطرز ناول جادو و

نگار رتن ناتھ سرشار کی تصنیف

دجدت طرازی حصۂ اول عہ

ایضاً حصۂ دوم ... ۱۲ر

جام سرشار - دینی خریدنی عہ

معشوقۂ عرب اپنی لطافت

و سلاست کے اعتبار سے

اچھوتا ناول .... ۶ر

محبوس کنشت - ایک مجبور تمنا

کی دردانگیز داستان ۴

ہم خرما و ہم ثواب - دیکھیے اور

خط حاصل کیجیے ... ۱۴ر

بندۂ عشق - ایک یونانی لڑکی

کا قصہ جس نے اپنے حسن تدبیر

سے ایک وحشی کو مہذب

بنایا تھا .... عہ

جام زہر - ایک چھوٹا ناول

مصنفہ محمد احسن صاحب

وحشی نگری ... عہ ۱۲ر

رمان نصیب - منشی احد علی بی

اے - مرحوم کا پُر لطف ترجمہ عہ

خون ناحق - سراغ رسانی

پولیس اور دیگر پر لطف باتیں

قابل ملاحظہ ناول ہے ۱۰ر

مرقع اودھ - اسم با مسمّیٰ ۶ر

شباب لکھنؤ - شاہی زمانے کے

عجیب حالات انگریزی سے ترجمہ عہ

عروس ہزار - حضرت نادر

مرحوم کا کوروی کا بہترین ناول ۸ر

بہرے کی کہنی .... ۵ر

طلسم شر - عرف گلاب کنور

صاحبزادہ محمد مصطفےٰ علی خان شرر

کا دلفریب ناول ... ۱۲ر

شاہد جلالہ - ایک نرالا ناول کا

سلیس ترجمہ .. ۵ر

فریب نیرنگ - و فریب وفا

دلچسپ واقعات مصنفہ سید

عاشق حسین عاشق لکھنوی ۱۰ر

لال کپتان - نہایت دلچسپ

انگریزی ناول کا ترجمہ اسمٰعیل بے

ترکی وطنی جبل اسود کی جنگ ۱۱ر

شہید وفا - سر والٹر اسکاٹ کے

انگریزی ناول کا ترجمہ عہ

ناشاد .... ۶ر

انکے علاوہ ہر طرح کی کتابیں بھیجی جا سکتی ہیں -

# الناظر

نمبر ۵ جلد ۹ — یکم ستمبر سنہ ۱۹۱۳ء


| | | |
|---|---|---|
| فنِ خطاطی | شیخ ممتاز حسین جونپوری | ۱ |
| تضمین بر مناجات حضرت صدیق رض | سید محمد یوسف قیصر (بھوپال) | ۱۳ |
| الدین والکون (تنقید) | مسٹر عبدالماجد بی اے | ۱۴ |
| (نظم) تصویرِ حیرت | مرزا کاظم حسین محشر لکھنوی | ۲۵ |
| موت | سید کلب عباس نقوی جائسی بی اے | ۲۶ |
| علم (نظم) | محمد عبدالرحمن شاطر مدراسی | ۳۰ |
| عالمگیر خود کشی پر نظر | سید امین الحسن سہل رضوی (موہانی) | ۱۱ |
| گلۂ محرومی (نظم) | منشی رشید احمد صدیقی (تھانوی) | ۳۱ |
| سنہ ۱۹۱۲ء میں محمود نے کیا کیا تھا۔ | "ناظر" | ۳۴ |
| مرگِ حسین (نظم) | مسٹر بابو سط علی بابو سط (بسوانی) | ۴۲ |
| شعرِ سخن اور جنابِ احسن | سید کاظم علی شوکت (دگرامی) | ۴۳ |
| غزلیات | حضرت ثاقب لکھنوی۔ جناب جگر بدایونی۔ جناب اوج گیدوی جناب وفا شاگرد جلیل جناب ۔ عد جونپوری | ۵۳ |
| قواعد انجمن ترقی اردو | از سکرٹری | ۵۶ |
| تسخیر فرانس ڈرامہ (ضمیمہ) | سید تفضل حسین ناظر (حیدرآبادی) | ۳۳-۴۸ |

نیشہ کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کا بنایا ہوا

# امراض مستورات کی دوا + امراض مستورات کی دوا

عورتون کی بیماری مین نہایت مفید مارکین ملک کی مشہور دوائین دائی برنم اور ویدک کی قدیم زمانہ کی مشہور دوائین اسوک وغیرہ کئی ایک دوائین کو ملا کر یہ دوا طیار کی گئی ہے اور اسکی آزمایش بھی واقعی طور سے ہوتی آتی ہے۔

یہ ہر قسم کے امراض مستورات کی دوا ہے۔ کمزور رحم (بچہ دان) کو طاقت دیتی ہے اور صاف رکھتی ہے۔ اس لیے رحم کی کل بیماریون مین فائدہ کرتی ہے۔ اس سے حیض کی خرابی یعنی کم یا زیادہ دنون مین حیض ہونا اور پرتھو زیادہ ہونا کمر۔ پیڑو۔ جانگھون اور سر مین درد ہونا جی متلانا وغیرہ دور ہوتا ہے۔ پرد رحمین سفید و سرخ پانی کی طرح رقیق مواد نکلتا ہے۔ خون رقیق یا جما ہوا زیادہ یا کم جانا درد وغیرہ کی تکلیف اس دوا سے رفع ہوتی ہے۔ رحم کی کمزوری کی وجہ سے حمل بے وقت ضائع ہوجاتا ہے نطفہ قرار کے تیسرے چوتھے مہینہ مین ضائع ہوجاتا ہے۔ ایسی حالت مین اس دوا کا کچھ دنون تک استعمال کرنے سے رحم مین طاقت پہنچتی ہے اور حمل قرار پاتا ہے۔ اس دوا کے استعمال سے رحم کی خرابی دور ہوکر جسم قوی ہوتا ہے قیمت فی شیشی ۱۶ خلاک عہ محصول ڈاک وغیرہ ۶ر دو شیشی تک ۸ر

**اس دوا** پر اسسٹنٹ آنریری میل ہوسپٹل رامپور کی رائے آپنے دو شیشی امراض مستورات کی روانہ کی اس سے مجکو فائدہ ہوا براہ مہربانی ۳ شیشی اور روانہ فرمایئے۔

## روغن لیوندر

ملائیت لوکے حق مین (لیسینی) لیوندر کا استعمال زیادہ ہے عرق تیل بنتا ہے اسلیے عرق سے تیل مین زیادہ خوشبو بہتی ہے۔ یہ فرانس سے منگوایا جاتا ہے جو کہ بازاری ل لیوندر سے کہیں زیادہ تیز اور نازی پھولون کی خوشبو دیتا ہے ال مین خواہ کسی مزہبین ایک خواہ دو بوند یکا کر استعمال لیتے ہین۔ قیمت فی شیشی ۶ر محصول و پیکنگ ایک سے ۵ر

## روغن لیمو

تازے ہرے گویا ابھی درخت سے توڑے ہوے لیمو کی خوشبو جیسی ہی خوب اصل تیل مین ہوتی ہے کسی عمدہ غذا مین ایک بوند ڈال کر اسکے دل فریفتہ خوشبو کا مزا لیجیے طبیعت خوش اور دماغ تر ہوجاوے گا بجاے عطر بھی اسکا استعمال کر سکتے ہین پھلیل خواہ سر مین ڈالنے والے تیل مین ملا کر اسکی لیپ کی سوج لے سکتے ہین۔ قیمت فی شیشی ۴ر محصول ڈاک و پیکنگ ۵ر آٹھ شیشی تک ۶ر

رامپور کے برمن نمبر ۵ و ۶ ہمارا چندوت ۱ مرچ کا

# الناظر

نمبر ۵۱ جلد ۹ — یکم ستمبر سنہ ۱۹۱۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# فن خطاطی

کرم فرمایم ۔ تسلیم۔

مندرجۂ ذیل سطور کے ہمراہ ایک تحریر جناب شیخ ممتاز حسین صاحب ممتاز جونپوری کی بھیجتا ہوں جس سے جناب موصوف کے کمال کا ایک ادنیٰ نمونہ معلوم ہوگا جو ہر کمال کا متقاضی ہے طلب شہرت سے بے نیازی۔ اور یہ صفت جناب موصوف میں بدرجۂ اتم موجود ہے۔ جو انھیں جانتے ہیں وہ خود جانتے ہیں لیکن جو نہیں جانتے اُن کے خیال سے شیخ صاحب کے کچھ حالات لکھتا ہوں۔

شیخ صاحب کی عمر کا بڑا حصہ اہل کمال کے ساتھ بسر ہوا ہے انٹرنس پاس کرنے کے بعد اعزہ کے مشورہ پر انکا قصد ہوا کہ وکالت کریں۔ چنانچہ کتابیں خریدیں اور پڑھنا بھی شروع کیا۔ مگر اسی زمانے میں سید محمد باقر صاحب مرحوم منصف کے فیضان صحبت سے انکو ذاتی شوق کے ساتھ اس فن سے کچھ ایسی دلبستگی پیدا ہوگئی کہ وکالت کا خیال ہی دماغ سے نکال دیا۔ اور اس دولت سے دامن بھرنا شروع کیا چنانچہ قریب قریب تمامی اہل کمال کی وصلیاں خطوط کے نمونے دیکھے اور اُنکے اصول سے واقفیت حاصل کی اور اپنی عمر کا ایک کافی حصہ اس فن کے حاصل کرنے اور مشق میں صرف کیا۔

اس محنت شاقہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ انکو طغرا بنانے میں درجۂ کمال حاصل ہے چنانچہ صوبجات متحدہ کی نمائش میں انکا نمونہ پیش ہوچکا ہے لیکن افسوس ہے کہ معتمین نے اپنی خوش مذاقی کا ایسا ثبوت نہیں دیا

کہ قدرشناسون کے لیے ایک صدمہ خیزام ہے حافظہ پر زور دے کر جہانتک یاد آتا ہے انکے دو طغرون کا ذکر کرتا ہون۔ (۱) شیخ صاحب کا ایک طغرا فنون لطیفہ کے طبقۂ نمبر۵ کے گوشۂ گمنامی مین ایک جہاڑی دار بڑے گلدستہ کے تیرہ وتار پہلو مین رکھا ہوا تھا۔ جہان مشکل سے نظر پہنچ سکتی تھی۔ اس فن کے جو بصیرین اُنکے قلوب پر اس کتبہ کو بے محل جگہ ملنے کا شاید عجب افسوس ناک اثر ہوا ہوگا۔ میرا یہ خیال ہے کہ اس کتبہ مین کچھ آیات قرآنی تھے شاید اسوجہ سے اُسکو ایک ایسے مقام پر مصلحتاً جگہ ملی ہو کہ عوام اوسے چھو نہ سکین یہ کتبہ ایک نوایجاد طغرا تھا جو بشکل گلدستہ بنایا گیا تھا۔ گل دان کا حصہ سورۂ قل ہو اللہ سے بنا تھا اور وسط گلدان مین دل کی شکل بنی تھی۔ جس کے بیچ مین لفظ اللہ جلی اور نور وشنائی سے لکھا نظر آرہا تھا اسکے نیچے مثنوی مولانا روم کا یہ شعر لکھا تھا۔

ور دل مومن بگنجم کے دلے گر مرا جوئی دران دلہا طلب

خط طغرا کی کشش اس صفت سے قائم کی گئی ہے کہ کوئی حصہ بیکار نہین چھوڑا گیا۔ اگر کسی کو یہ نہ بتایا جائے کہ یہ گلدان خط طغرا سے بنا ہوا ہے تو اُسکو خود ایسا خیال بشکل اور کسی قدر غور سے پیدا ہو سکے گا اور ایسا خیال ہونے پر لفظ لفظ اُس مین ڈھونڈھنے سے مل جاتا ہے۔ ایک بڑی صفت اس طغرے مین یہ بھی گئی تھی جیسا کہ بالتفصیل انگریزی مین اُسپر لکھا تھا کہ جب گلدستہ کا سرا نیچے کی طرف کر دیا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نہ کوئی گلدان ہے نہ کسی سورہ کا طغرا ہے بلکہ یہ اچھا خاصہ انگریزی مانوگرام ہے جس مین صاف M.R نظر آتا ہے یہ دونون حروف آنریبل مسٹر محمد رفیق صاحب جج کے نام کے حروف ہین جنکے نام سے یہ مانوگرام منسوب کر کے تیار کیا گیا ہے۔

اس گلدستہ کی تمام مختلف بتیون مین جداگانہ اقسام کے خط نسخ مین ساری آیۃ الکرسی لکھی گئی تھی اور جابجا مختلف قسم کے نہایت خوشنما پھول بنے تھے بالخصوص گلاب کی ناشگفتہ کلی سے لے کر اسکی مختلف حالتین کھلے ہوے گلاب کی شادابی اور راستہ بسے ہوے پھول کی افسردگی کی تصویر سے باغ ہستی کی حالت کا عجب عجب نقش اُس اہل دل پر ضرور پڑ سکتا ہے جسکو تجلیات انوار الٰہی کبھی شجر کی صورت مین اور کبھی کسی طرح نظر آتے ہین۔ (۲) ایک تصویر جو وہان قبول نہین ہوی اور اتفاق سے اُسکے دیکھنے کا موقع مجھے اثنائے سفر مین ملا وہ بھی قلمی صنعت کا ایک قابل ذکر نمونہ ہے۔ یہ تصویر ہمارے موجودہ شہنشاہ جارج پنجم قیصر ہند کی ایک قلمی تصویر ہے جو بالکل انجیل کی عبارت

سے انگریزی حرفون مین بنائی گئی ہے کہین نقطہ یا لکیر تک نہین دی گئی حتی کہ ابرو اور پتلیان مانگ کے پھرے ہوے بال۔ مونچھ۔ داڑھی۔ لباس اور لباس کے اندر کا زرین کام بیل بوٹے پوشاک پر حلقہ دار زنجیر سے صلیب کے نشانات شہنشاہ کے نام کا مانوگرام سب حرفون اور عبارت سے بنے ہین۔ جو تحریر مین جناب شیخ صاحب کی پیش کرتا ہون وہ انکا ایک خط ہے جو انھون نے راقم سطور کے پاس بھیجا تھا۔

محمد الوالبقا

مکرم بندہ۔ تسلیم۔ خدا کا شکر ہے کہ دنیا کے ہمارے تفکرات کو آپ کی محبت بھری یاد کے ہاتھ رہن کر کے تھوڑی دیر کے لیے مین اس وعدہ کا ایفا کرنے بیٹھا ہون جسکے انتظار مین ۱۵ فروری ۱۳ء سے اسوقت تک آپ دن گن رہے ہین۔ فن خوشنویسی کا چرچا جاتا رہا نہ وہ اگلی صحبتین رہین نہ وہ قدردان رہ گئے۔ ایک مدت ہوی کہ مین نے کچھ اسکو سیکھا تھا۔ آپ کی فرمایش کی تعمیل مجھپر لازمی تھی اسلیے کچھ نہ کچھ قواعد لکھنا ضروری ہے ورنہ شباب کے خواب آسا زمانے کو یاد کر کے جس طرح کوئی عالم پیری مین روتا ہو اس طرح مین پچھلے زمانے کی خوشنویسی کی یاد پر آبدیدہ ہون۔ اب میرے لیے اس فن کی باتین بمصداق اسکے ہین ؎

وقت پیری شباب کی باتین　　ایسی ہین جیسے خواب کی باتین

کیا کہون کہ کیسے بُرے وقت مین تعمیل ارشاد بجا لا رہا ہون۔ مگر خیر جو کچھ خدمت مجھ سے ہو جاے غنیمت ہے مین اسوقت سوچ سوچ کر کچھ باتین نکالنا چاہتا ہون اور بار بار یہ شعر پڑھتا ہون ؎

کب اُس ستم شعار نے چھیڑا ہے ذکر درد　　جب حال دل بیان کے قابل نہین رہا

فن خوشنویسی کی تاریخ مین لاہور ایک مشہور مقام ہے۔ اس خاک سے بڑے بڑے خوشنویس پیدا ہوے عہد شاہی مین یہان کے لوگون نے بڑے بڑے کمالات دکھاے۔ لاہور مین اب بھی بڑے بڑے صاحب کمال موجود ہونگے۔ مین جو کچھ اس موضوع پر لکھ سکتا ہون یا قواعد بنانے کے لیے قلم اُٹھا سکتا ہون وہ اسلیے نہین کہ مین ایک نوآموز سے نوآموز کا استاد ہونا چاہتا ہون بلکہ محض آپ کی محبت بھری یاد مجھسے ایک ارشاد کی تعمیل کا کام لے رہی ہے اور مین اس مین خوش ہون کہ آج اپنے فرض سے سبک دوش ہو کر گنگنا رہا ہون

یہ ظاہر ہے کہ مین اس فن پر کوئی کتاب لکھنے کے قابل ہون نہ یہان اسکی جرات کر سکتا ہون نہ اسکا موقعہ ہے مگر ایک ایسے عزیز کو سمجھانے کے لیے جو مجھ سے صدہا منزل دوری پر ہے میری ناکمل اور غیر مسلسل

عبارت بہت تکلیف دہ چیز ہوگی اس لیے مین حتی الوسع سہل اور مختصر لفظون مین اس طرح لکھنا چاہتا ہون۔

کہتے ہین کہ خط کی ابتدا دنیا مین حضرت آدم علیہ السلام سے ہوی۔ یہہ مسلسل کیا کیا ترقیان ہوتی آہستہ آہستہ اسکے لکھنے مین مجھے دقت اور اسکے پڑھنے مین آپ کو خیرہ دری زحمت ہوگی۔ آپ کی غرض صرف خط نستعلیق سے ہے اسلیے اس سلسلے تک پہنچنے کے لیے اتنا جاننا ضروری ہے کہ اقسام خطوط مین ابتدأً توقیع اور رقاع دو قسم کے خطوط تھے ان سے ایک تیسرا خط تعلیق ایجاد ہوا۔ یہ سمجھنے کے لیے کہ توقیع اور رقاع کیسے خطوط ہین اور خط تعلیق سے انکو کیا نسبت ہے۔ مین ہر ایک کی صورتین ذیل مین دکھاتا ہون۔

خط رقاع = سید محمد ابو البقا صاحب

خط توقیع =

خط تعلیق = سید محمد ابو البقا صاحب

یہان تک صورت پیش نظر رکھکر آگے چلیے اور نستعلیق کے وجود مین آنے کے سامان پر غور کیجیے اس سلسلے مین آپ کو ایک خط ملے گا جسکو نسخ کہتے ہین یا عوام مین عربی خط کے نام سے مشہور ہے اسکی ہر ایک کے تصویر مین قرآن کی شان کتابت کے ساتھ مضمر ہے پھر بھی ذیل مین لکھکر اسکے تصور کو امد قریب کر دیتا ہون۔

خط نسخ = سید محمد ابو البقا صاحب

اسی نسخ اور تعلیق سے مل کر خط نستعلیق ہوا۔ اب سڈول ہوکر نستعلیق کا خط اسقدر خوشنما اور درست ہوگیا ہے کہ مشکل سے کوئی یقین کرے گا کہ یہ ان بے ڈول خطوط سے مستنبط ہوا ہے مگر یہ کوئی بہت تعجب کی بات نہین ہے دنیا مین بہت سے ماں باپ ایسے ہین کہ انکی اولاد کی تہذیب سلیقہ اور شستہ لیقیت کو دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ ایسی آغوش نے ایسا بچہ کیسے پیدا ہوسکتا ہے نستعلیق کی ابتدائی اور موجودہ صورت مین بھی بہت انقلاب عظیم ہوگیا ہے مگر یہ بھی جاننے کے نہین کیونکہ ایک حسین صورت کو زمانہ شیر خواری مین دیکھیے اور پھر اسی کا شباب ملاحظہ فرمائیے تو بے اختیار کہنا پڑیگا کہ ہم تو شباب آتے ہی کچھ اور ہو گئے

اب موجودہ حالت مین نستعلیق ایک بہت خوبصورت اور خوشنما خط ہے اور بہت سے قیود کی وجہ سے یہ ایک مشکل خط کہا جاتا ہے مگر مشق وہ چیز ہے کہ ساری دقتین رفتہ رفتہ آسان ہوجاتی ہین اور کچھ دنون کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ کچھ اتنا مشکل تو تھا کہ ہمت ہار بیٹھے۔

اس خط (نستعلیق) کو میر علی تبریزی ایرانی نے نسخ اور تعلیق سے ترکیب دے کر ایجاد کیا نستعلیق کے کئی استاد اسی نام کے گزرے ہین اس وجہ سے باہمد گر امتیاز کے لیے انکو میر علی موجد کہتے ہین کچھ لوگ میر علی موجد سے پہلے کے کہتے خط نستعلیق مین ہونا بیان کرتے ہین مگر جو کچھ ہوا ایجاد کا سہرا انھین کے سر ہے مین نے میر علی موجد کے ہاتھ کا لکھا ہوا بھی دیکھا ہے اور کیا عجب ہے کہ میرے پاس وطن مین موجود ہو۔ یہان سوا پنسل اور کاغذ کے کچھ ایسا اتفاق کہ اس وقت قلم دوات بھی نہین اور یہی اسباب اور دلائل میرے غیر خطاط ہونے کے لیے کافی ہین۔

دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ میر علی موجد نے اس خط کو ایجاد کرکے اور اپنے ہی عہد مین غیر معمولی ترقی کرکے ایسا چمکا دیا تھا کہ آج صدہا برس کے بعد بھی انکے کتبے مین وہی مزا اور وہی لطف موجود ہے جو آج میر تقی کی شاعری مین ہے جس کی شان مین غالب ایسا بڑا شاعر یون کہتا ہے ؎

غالب اپنا بھی عقیدہ ہے بقول ناسخ　　آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہین

سلسلۂ تحریر کے اعتبار سے مجھے یہان خط نستعلیق کی شان کو بھی قلم سے دکھانا چاہیے تھا مگر اسکو چاہے یون سمجھیے۔ جامہ ندارم دامن از کجا آرم یا یون خیال فرمائیے کہ کتابت مین نستعلیق اب اس بُری طرح سے رائج ہے کہ نام لیتے ہی اسکی صورت نظر کے سامنے پھر جاتی ہے ہزارون لاکھون چھاپے خانے کھل گئے دن رات کاتب بیٹھے لکھا کرتے ہین کروڑون کتابین اس ملک اور دیگر ممالک مین شائع ہوگئین اب خط نستعلیق اپنی صورت شناسی کے لیے میرے اشارۂ قلم کا محتاج نہین رہا بلکہ مین کہون گا کہ اگر میر علی موجد دنیا مین پھر زندہ کرکے لائے جائین تو اس فن کی موجودہ حالت پر کبھی تو خوشی مین جھوم جائین کبھی زمانے کی ناقدری پر غصے مین طیش کھائین کبھی ایرانی متاخرین کے کتبے دیکھکر رشک کرین کہ کاش ہم بھی ایسا لکھنے لگتے۔

آج کل ٹائپ مشین اور چھاپے کی وجہ سے کتابت خطاطی اور خوشنویسی کی بہت کساد بازاری ہے اور میرا خیال ہے کہ اب یہ فن پھر مشکل سے اُبھرے گا۔ لوگ اسکو دباتے جاتے ہین اور یہ دبتا جارہا ہے۔ چھاپے خانون کے سایہ مین نستعلیق کی مفصل صورت صرف اس وجہ سے آکر تھم گئی ہے کہ بہت سے لوگون کا

یہ ذریعۂ رزق ہوگیا ہے ورنہ مدت ہوی ہوتی کہ اس کا جنازہ دن دوپہر نکلا ہوتا۔ میری بڑی آرزو تھی کہ جو کچھ مختلف اُستادون سے مین نے سیکھا تھا اتنا بھی کسی کو بتا دیتا اور اس طرح کچھ لوگ سیکھ کر اس جان بلب مریض کے سرہانے کھڑے ہوکر کچھ اسکی عیادت کچھ تیمارداری کرتے اور آرزو یہ تھی کہ دیسی، یا ستون مین جواب بھی اعلیٰ درجے کے خوشنویس باقی رہگئے ہین وہ اسکی ترقی اور بقا کے سامان پہنچانے مین مددگار ہوتے اور جسکو جو بات معلوم ہوتی اسکی اشاعت اور تعلیم و توسیع کرتا۔ کوئی مکمل تاریخ اس فن کی لکھی جاتی مگر ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

جناب امیر علی مرتضیٰ علیہ السلام کا قول ہے "الخط لسان الید" حقیقۃً اس سے زیادہ بلیغ لفظون مین خط اور خطاطی کی تعریف نہین کی جاسکتی یون تو مشہور ہے الخط نصف العلم اور اشرف فنون مین اس کا شمار ہے شاہی خاندان مین اور ابتک شرفا کے گھرانے مین کچھ نہ کچھ اسکا چرچا ہے مگر باین ہمہ زمانے کی ہوا اب اس فن کے موافق نہین اگر کوئی اسکا شوق کرے تو اس فن پر اسکا بہت بڑا احسان ہے مجھ سے بقدر میری معلومات کے جو کچھ آپ دریافت فرمائین گے مین برابر بتا دون گا اور مجھپر اس آپ کی توجہ کا اعتماد اثر ہے کہ حد بیان سے باہر ہے کیونکہ مجھ سے بہتر اہل فن کو چھوڑکر محض قدیمانہ مراسم اور تعلقات وطن کی وجہ سے آپ کا اس طرح یاد کرنا میرے لیے سمرقند اور بخارا کی مملکت کی بخشش سے بھی زیادہ تر عزیز ہے۔

مین ذیل مین کچھ قواعد بالفعل لکھ دیتا ہون اور جو عزیز لکھنا چاہتے ہین بے تکلف لکھین مین بقدر اپنی معلومات کے انکو بذریعۂ تحریر مدد پہنچاتا رہونگا وہ بلا کسی تکلف اور لحاظ کے مجھکو جتنی مرتبہ چاہین خط کے ذریعہ سے ستانے کے مستحق ہین مجھے اسکی بے حد خوشی ہے کہ کسی کو شوق تو پیدا ہو۔

علیحدہ کاغذ پر ایک تختی مین لکھکر بھیجتا ہون جو میری عدم موجودگی مین شائق کی رہبری کا باعث ہوگی رہا اسکے متعلق کچھ امور کا بطریق ہدایت ظاہر کرنا اسکو مین ذیل کی سطرون مین ظاہر کردیتا ہون جہان کہین اس سے سمجھ مین نہ آئے ان ہدایات ذیل کو دیکھکر مدد حاصل کرین اور جب اسپر بھی کوئی بات سمجھ مین نہ آئے تو مجھسے دریافت فرمائین مجھکو اصلاح دینے یا کسی بات کے بتانے مین بالکل تامل نہین ہوتا اور نہ دیر ہوتی ہے مگر عدم مشق کی وجہ سے امین البتہ خیر معمولی توقف ہوجاتا ہے کہ جب کوئی کسی کتبہ کی فرمایش کرتا ہے۔ میرا اصول ہے کہ عزیز سے عزیز کو بھی کوئی قطعہ لکھکر مشکل دیتا ہون بلکہ ہمیشہ اسکی کوشش کرتا ہون کہ لوگ خود اس فن کو سیکھین اور جب کچھ سمجھنے لگین تب فرمایش پوری کی جائے۔ اور اسی حیلہ سے اس فن کو جگاتے اور چلاتے رہین۔

نستعلیق مین سب سے زیادہ جو بات قابل لحاظ ہے وہ سلیقہ اور تمیزداری سے حرفون کا لکھنا ہے۔ جیسے کوئی نازک مزاج محبوب ذراسی بے موقع بات پر ناک بھون چڑھا لیتا ہے اسی طرح ذراسی بدسلیقگی سے نستعلیق کا حرف اس سے بھی کئی حصہ زیادہ بگڑ جاتا ہے۔ وہان تو یہ ہے کہ پھر منانے سے کام چل سکتا ہے مگر یہان یہ بات پھر ممکن نہین۔ اور اقسام کے خطوط مین معمولی سا عیب کچھ زیادہ قباحت کا باعث نہین ہوتا مگر یہان ذراسی خرابی حروف کے سارے حسن کو خاک مین ملا دیتی ہے۔ کوئی حرف اُسی وقت اپنے ٹھیک معنی مین نستعلیق کہا جا سکتا ہے جب اُسکا جوڑ جوڑ اور عضو عضو مناسبت کے ساتھ درست ہو۔ اسکے لیے اصول اور قواعد سب کچھ ہین مگر قواعد کے احاطہ کے اندر بھی رہ کر اگر کوئی سلیقہ اور تمیزداری سے کام نہ لے تو سب قواعد ایک طرف اور حرف کا نقص ایک طرف یہ سلیقہ کیا چیز ہے اسکی تعریف ابھی ایک مبتدی کے سمجھانے کے لیے مشکل ہے۔ بہت سے شعر ایسے ہوتے ہین کہ اصول اور قواعد اور زبان کے لحاظ سے بے عیب ہوتے ہین مگر اُنمین کوئی نمک کوئی لطف نہین ہوتا کبھی لطف اور مزے کو لفظون مین بیان کر دیا جانا ممکن ہوتا ہے کبھی مذاق سلیم پر بات چھوڑ دی جاتی ہے بجنسہ یہی حال نستعلیق کا ہے مختصر یہ ہے کہ دس بیس سو پچاس خوبصورت اور طرحدار صورتین ہمارے سامنے لائی جائین جنمین سب ایک سے ایک عمدہ ہون اور نقش اور صورت کے اعتبار سے کوئی عیب نہو مگر بحالت مجموعی ہر طرح پر جو صورت خط وخال رنگ۔ نوک پلک سے درست ہوگی وہ بالضرور دل کو بھلی معلوم ہوگی۔ ایک اچھی صورت کے صفات کے سلسلے مین خط اور نوک پلک کا جو ذکر آیا ہے یہ چیزین نستعلیق کی اصطلاح مین مشترک ہین مین اپنے موضوع سے بہک کر بہت دور ایک دوسرے کوچے مین نکل جاؤن گا جہان سے میرا پلٹنا بھی اگر دشوار نہوگا تو شام ضرور ہوجاے گی اسلیے مین شاعری، حسن وعشق اور نستعلیق کے متشابہات اور متعلقات کا ذکر نہین چھیڑنا چاہتا صرف اتنے ذکر سے یہ مقصود ہے کہ نستعلیق ایک عجب خط ہے جسکے لکھنے اور جس سے لطف اُٹھانے کے لیے دل اور مذاق سلیم کا ہونا ضروری اور نہایت ضروری ہے۔

مجھے یاد ہے بلکہ اسکے دیکھنے والے صدہا آدمی اس وقت تک زندہ موجود ہین کہ ..... نے کئی برس تک نسخ اور نستعلیق ایک استاد خوشنویس سے مشق کیا اور مشق اسقدر زیادہ کیا کہ سارے دن بیٹھے مشق کیا کرتے تھے دہلی کی دہلی سیاہ کر ڈالتے تھے مگر آج بھی ویسے ہی ہین جیسے روز اول تھے۔ انکی ایک مشق اُستادون کے کہنے کے ساتھ اس امر کی تائید مین مین نے یادگار کے طریق پر رکھ لی ہے۔ بات صرف یہ تھی کہ بغیر سمجھے ہوے یہ مشق کیا کرتے تھے۔ اسقدر ذکر کے بعد ایک قطعہ ذیل مین لکھتا ہون جو ہمارے موضوع سے

متعلق ہے۔

قطعہ

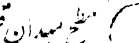
ایکہ در شیوۂ خط سعی نمائی شب و روز — بشنو این نکتہ و چون من منشین فارغ بال
پنج چیز ست کہ تا جمع نہ گردد ہمہ ہم — ہست خطاط شدن نزد خرد امر محال
قوت دست و وقوف خط و استاد شفیق — طاقت محنت و اسباب کتابت بہ کمال
گر ازین پنج یکے رہبر نیاید بمثل — نہ دہد فائدہ گر سعی نمائی صد سال

یہ قطعہ چنداں تشریح کا محتاج نہیں۔ قوت دست سے ظاہر ہے کہ ایک پیرکہن سال جسکے ہاتھوں میں رعشہ ہو وہ کیا خاک ترقی کر سکتا ہے۔ وقوف خط کے نکتے کے سمجھنے کے لیے ..... کی حرکت اور ان کا قلمی فوٹو قابل ملاحظہ ہے۔ استاد شفیق کا ہونا ضروری ہے جسکو بتانے میں بخل نہو۔ میں اپنے معلومات کے اندر کچھ دے کر شفقت اور محبت سے بتانے کو تیار ہوں۔ طاقت محنت اور فرصت کو شائق خود سمجھ سکتا ہے۔ اسباب کتابت میں قلم دوات کاغذ کا بہم پہنچنا ہے۔ بہت اچھا طریقہ تو یہ ہے کہ دوہرے کاغذ کی وصلیاں سو پچاس بنالی جائیں۔ اسکا طریقہ یہ ہے کہ دو برابر برابر پیمانے کے کاغذ کاٹ لینا چاہیے۔ ایک لگن میں تھوڑا صاف پانی بھر دیا جاے۔ پہلے انمیں سے ایک پرت کاغذ لیا جاے اور اسکو پانی کے اندر اس طرح ڈبو دیا جائے جیسے غسل اسقماسی کیا جاتا ہے یعنی بالکل ڈوب جاے ہاتھ کے پنجے سے دبا دیا جاے کہ برابر پانی سطح پر پہنچ جائے اسکے بعد قریب لگن کے ایک بڑی تختی یا مسطح لکڑی کا تختہ یا میز رکھنا چاہیے جب کاغذ پانی سے نکالا جاے تو اس طرح کہ اوپر کے دونوں سروں کو دونوں ہاتھوں کی دو چٹکیوں سے دبا لیا جاے اور لگن کے پانی کے اوپر یعنی سطح آب سے دو انگل اوپر کسی قدر ایک طرف کا کاغذ کو جھکا کر چٹکیوں سے دبا رکھا جاے۔ اس طرح پانی جو سطح کاغذ پر زائد ہوگا سب لگن میں ایک گوشہ کی طرف سے چلا جاے گا۔ اب اس کاغذ کو سطح تختی پر لٹا دینا چاہیے اس طرح کے عمل سے صاف بلا شکن کے یہ کاغذ تختی پر جمے گا جب تختی پر جما یا جاے تو ممکن ہے کہ کاغذ اور تختی کے درمیان ہوا آجاے تو برابر نہ جمنے دے اور ہوا کے باعث سے شکن پڑ جاے تو اسکا طریقہ یہ ہے کہ جہاں کاغذ کی سطح پھولی یا ابھری ہوئی نمودار ہو اسکو داہنے ہاتھ کی چار انگلیوں سے دباتا ہوا قریب کے کنارے پر لاے اور اس طرح کنارے پر پہنچ کر درمیانی ہوا جاتی رہے گی اور سطح برابر ہو جاے گی جب سطح برابر ہو جاے تو اسپریٹی کا اہار دیدیا جاے۔ اہار اسکو کہتے ہیں کہ بائیں ہاتھ میں لے کر انگلیوں سے ہر جگہ برابر سطح کاغذ پر پھیر دی جاے جب اس طرح اہار دیدیا جائے تو دوسرا پرت پانی میں ڈال کر شکل پہلے پرت کے وہی سب عمل کر کے

اسکو اس اہار دیے ہوئے سطح پر لاکر برابر جما دیا جاے اور بجنسہ وہی عمل اس پرت کے ساتھ بھی کیا جاے جیسا پرت اول کی صورت مین ہوا درمیان آجانے والے موقع پر بیان کیا گیا ہے۔ جب یہ برابر برابر جم جاے تو اسپر دیدیا جاے اور تختی سے بیک اشارہ ناخن چھڑا لیا جاے اور کسی فرش یا پینگ یا صاف چٹائی پر اس طرح رکھدیا جائے کہ جو سطح تختی کی جانب تھی وہی فرش یا چٹائی پر ہو کیونکہ ئی کا اثر نہوگا اور لپٹنے سے وہ محفوظ رہے گا۔ جب دو ایک گھنٹے کے بعد اوپر والے اہار کی سطح خشک ہو جاے تو خشک تختی پر اسکو رکھکر دوسری جانب جو ہنوز اہار ابھی نہین لگایا ہے اسی طرح لئی سے اہار دیدیا جائے اور خشک کر لیا جاے جب دونون سمت خشک ہو جائین تو کسی مہرے یا بڑی کوڑی یا چکنے شیشے کے پیپر ویٹ سے اسکو دونون طرف گھونٹ کر چکنا کر دیا جاے اور اُسپر لکھا جاے۔

قلم کلک کا ہو جو پختہ اور رنگ مین سیاہی مائل ہو۔ روشنائی چاہے جس رنگ کی ہو مگر پھیکی اور روان نہ ہو منجملہ جملہ نسخہاے روشنائی کے ایک عام نسخہ بہت کم خرچ اور نہایت عمدہ ہے جسکے اجزا مین بھولتا ہون اسمین ہم تم لکڑی کو بھگو کر سجی اور ریچ سے رنگ صاف کیا جاتا ہے چترسالی مین جناب شیخ ناظر حسین صاحب قمبلہ کو میرے حوالہ سے لکھکر نسخ ترکیب دریافت کر لیجیے گا بشرطیکہ اسکی ضرورت ہو۔

قلم بنانے کا طریقہ | قلم کو کسی برابر اور مسطح تختہ پر چھوڑ دینا چاہیے اور ایک ذرا سا دھلا دیا جاے۔ چلتے چلتے جس جہل قلم ٹھہر جاے اُسی محل اسکو تراشنا چاہیے قلم کا سیدان اسقدر ہونا چاہیے جتنا نرانگشت کا آخری پورہ ہوتا ہے مثلاً



سطح سیدان قلم کا اس طرح چھیلنا چاہیے کہ ریشے باقی نہ رہجائین پشت قلم پر ذرا سا چھیل کر کسی قدر ترچھا قط دینا چاہیے۔ پشت کی جانب اس واسطے چھیل دیا جاتا ہے کہ روشنائی بخوبی تھم سکے۔

قلم کی گرفت کا یہ طریقہ ہونا چاہیے کہ کلمہ کی انگلی اور اسکے پاس کی بیچ درمیان والی انگلی کے وسط مین قلم رکھنا چاہیے اس طرح پر کہ درمیانی انگلی کے اوپر والے پہلو پر قلم رکھا جاے اور کلمہ کی انگلی کنارے کی طرف سے اُسکو دبائے رہے اور اُسکے اوپر سے انگوٹھا قلم کو دبائے رہے اسکی صورت ذیل مین دی جاتی ہے



نمبر ۱ درمیانی انگلی ہے
نمبر ۲ کلمہ کی انگلی ہے
نمبر ۳ جو اوپر سے قلم کو دبائے ہے وہ انگوٹھا ہے
نمبر ۴ گہری سیاہی کا نشان قلم ہے

جب یہ سامان درست ہو جائین اور یہ وقت آجاے کہ قلم ہاتھ مین ہو اور کاغذ کا صفحہ سامنے۔ اسوقت یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیسے لکھنا چاہیے۔ اسکے لیے سب سے پہلے کاتب اور کتابت کے رخ کا ٹھیک ہونا ضروری ہے۔ کاغذ ٹھیک اُسی رُخ رکھنا چاہیے جس رُخ سے لکھنے والے کا رُخ ہے۔ رُخ کیا چیز ہے اسکے سمجھنے کے لیے کاتب کو سامنے ایک آئینہ مین اس قید کے ساتھ اپنی صورت اپنا چہرہ یعنی اپنا رُخ دیکھنا چاہیے کہ آئینہ کے ٹھیک ٹھیک مقابل چہرہ آکر رہے۔ اس حالت مین کان ناک آنکھین سب قدرتی رخ سے درست اور پوری اور اصلی صورت مین نظر آئین گی جب آئینہ ہٹا لیا جاے تو یہ کیفیت نہ پیدا ہوگی۔ اپنے آپ کو آئینے مین ترچھی نظر سے دیکھنے مین چہرہ کے سب اعضا جنمین آنکھ بھی شامل ہے کبھی درست اور پورے نظر نہ آئین گے اسلیے آنکھ کی سطح پر نگاہون کا خیالی تار یا خط اس طرح پڑے گا کہ اس خط سے برابر برابر ۹۰ درجہ زاویہ قائمہ ہر خط کے پہلو مین بن جاے۔ رُخ کو اس حد تک سمجھکر آئینہ یا خیالی آئینہ کو سامنے سے ہٹا دیجیے اور کاغذ کے صفحے کو جس پر لکھنا مقصود ہے بمنزلہ آئینہ کے کر رکھیے ٹھیک اسی طرح اور اسی جگہ پر جہان آئینہ تھا۔ اب ایسا کرنے سے کاغذ کے صفحے پر لکھنے والے کے لیے کیا حالت ہوگی فرض کیجیے الف لکھنا ہے۔ الف کو سطح کاغذ پر جہان کہین لکھنا مقصود ہو اس طرح پر لکھنا چاہیے کہ نگاہ کا خیالی خط اگر ٹھیک اپنے مقام پر آکر رہے تو عین اسی وقت [illegible] الف کا رخ اور وہی الف کی جگہ ہو جاے یہ امر کہ الف لکھنا چاہیے [illegible] مقرر کر دیے ہین کہ تین نقطے قلم سے [illegible] کیا ہونا چاہیے۔ اسکو یون سمجھ لینا چاہیے کہ کاغذ مین کاغذ کا صفحہ جس رُخ کا ہو یا رہی نگاہ کا خیالی خط اگر صفحہ کاغذ پر اس مقام سے جہان نگاہ کا خط پر جاکر ٹکراتی ہے وہین سے الف کے مخالف سمت مین دو خط کھینچ دیا جاے تو جو رخ اس نگاہ کے خط کا ہوگا وہی ب کا رُخ ہوگا مثلاً

ب

صحیح اور خط رُخ کی مثال سے خود بخود رُخ کا معمہ حل ہو جاتا ہے کاغذ کے عرض و طول کا رُخ دیکھیے عرض اور طول مین کھینچی ہوئی سطرین دیکھیے اور ہر کاغذ پر چاہے سطرین نہ کھینچی ہون مگر خط رُخ کے نستعلیق لکھنے والے کے لیے گویا کہ [illegible] اسی طرح کا ایک خیالی جال لکیرون کا سارے کاغذ پر بنا ہوا ہے اور رُخ مین اسکی پابندی لازمی ہو جاتی ہے۔ الف اور ب تو لمبی صورت کے حروف تھے ان مین بآسانی رُخ کا مسئلہ سمجھ مین آگیا اب دائرہ مثلاً ج اور چھوٹے حروف مثلاً د مین کیا اصول اختیار کرنا چاہیے

سکے لیے مختصر یہ سمجھنا چاہیے کہ سب حروف مین یہی لکیر کی سطح کا خیال لازمی ہوگا مثلاً ج کو لیجیے۔

ج

اسکے جانچنے کا یہی طریقہ ہوسکتا ہے کہ ہر حرف کے مختلف حصہ سے بلحاظ رخ کے خط کھینچا جاے اور وہ خط اگر سطح کاغذ کے رخ سے عرض اور طول مین جیسی حالت ہو مطابق ہوجاے تو سمجھنا چاہیے کہ رخ صحیح ہے ورنہ غلط۔

اگر خیال کیا جاے تو رخ اس حساب سے نہایت آسان چیز ہے ورنہ بہت مشکل۔ حرف کا رخ اگر پھرا ہوا ہی تو ساری خوبصورتی اور خوشنمائی ایک طرف رکھی رہ جاتی ہے اور وہ حرف کا پھرا ہوا رخ ایک طرف رخ اتنا ضروری جزو ہے کہ اس کا سمجھا لینا ضروری ہے [illegible] لیجیے

جو اُس بت کی ترچھی نظر ہوگئی [illegible] کی اُس سے ہوگئی

نوک پلک] نستعلیق مین جتنے حروف لکھے جاتے ہین سب کی ابتدا نوک قلم سے ہوتی ہے کاغذ پر سب سے پہلے نوک قلم کی مدد سے حرف شروع کرنا چاہیے اور [illegible] نوک سے ہونا چاہیے نوک پلک حرف کی شان اور صورت کو اس طرح بنا دیتے ہین جیسے چہرہ پر ابرو بانکون کے حرف سڈول اور بدنما معلوم ہوگا۔ حرف کی زینت نستعلیق مین نوک سے ہے نستعلیق کے حروف مین نوک مزہ اور شمشیر کی باڑھ کے ہے حرفون کے کنارے اور اول و آخر حصہ بہت چکنا اور آبدار ہونا چاہیے۔ یہ سب باتین آخر مین خود آجاتی ہین۔ مبتدی کا دم گھبرا جاے گا اسلیے اس پر اور زیادہ لکھنا نامناسب ہے۔

وصل وفصل کرسی] وصل جیسا کہ اس لفظ کے معنی ہین سب کہتے ہین ایک جوڑ دوسرے سے ملنا ہے دوری پر اس طرح ملے کہ نظر کو خوشنما معلوم ہو اسی کا نام اصطلاح نستعلیق مین وصل ہے اسکو یون سمجھیے کہ ایک شخص نہایت خوبصورت ہے چہرہ خط وخال اور نوک پلک سے درست ہے مگر چہرہ اور گردن بجاے اسکے کہ مناسب بلندی سے باہم گرملے اور جڑے ہوتے اس طرح ملے ہین ملاحظہ ہو




اب اس طرح کے جوڑ اور اتصال نے چہرہ کے سارے حسن کو خاک مین ملا دیا یہ کیون؟ محض اسلیے کہ وصل مین مناسبت دوری کی ٹھیک نہین رہی۔ مناسبت کے ساتھ جو جوڑ جوڑ کا ٹھیک اپنے معین مقام پر خوش اسلوبی سے ملانا عین کمال فن ہے اور جب ایک حرف ان تمام صفات سے متصف ہو تب اسکو نستعلیق کہہ سکتے ہین نستعلیق ایک خیالی مصوری ہے اور بظاہری مصوری سے میرے خیال مین کچھ کم مشکل نہین بلکہ زیادہ

مشکل کہنا بیجا نہ ہوگا۔

فصل آدوری سے مراد یہ ہے کہ ایک حرف دوسرے سے مناسب دوری پر ہو یہ نہین کہ ایک حرف چھپیں کالج لاہور کے پاس ہو دوسرا موچی دروازہ پر رونق افروز ہو اور تیسرا شالامار باغ کے اندر ہو مفردات یعنی الف ب وغیرہ کی تختی مین یہ باتین زیادہ قابل لحاظ نہ بھی ہون مگر ابتدا سے طبیعت کو مذاق سلیم کا خوگر کرنا چاہیے کرسی | اسٹریچی ہال اور قصیر باغ کی بارہ دری اور دیگر عمارتون مین آپ نے دیکھا ہوگا کہ کرسیون کی نشست کس قدر بڑا تعدد اور مرتب صورت مین ہوتی ہے۔ اگر سب کرسیون کی سطح برابر ہو یا ایک سیدھ اور لائن مین خوبصورتی قائم نہ رہے تو کس قدر بدنما معلوم ہوتی ہے۔ یہی حال نستعلیق مین حروف کی کرسی کا ہے۔ اگر ایک دائرہ دوسرے سے کسی قدر یا بہت زیادہ نکلا ہوا ہے تو ساری تحریر اس طرح بری معلوم ہوتی ہے جیسے شعر مین ایک بے موقع اور بیکار لفظ کے رکھدینے سے عمدہ شعر خراب ہوجاتا ہے ایک قسم کے جتنے حرف اور جتنے دائرے ایک سطر مین ترتیب دو اپنے اپنے جنس والے حرف کی لائن اور ساتھ مین برابر رہین تو اچھا معلوم ہوتا ہے۔

آپ آزمودہ کو جیسے گا کہ الف کی ایک تختی جو مین نے لکھی ہے اُسکو پنسل سے لکھدیا ہے۔ یہ بہت ممکن تھا کہ روشنائی سے لکھ دیتا اور اب اس موقع تک پہنچتے پہنچتے روشنائی بھی موجود ہوگئی قلم بھی آگیا مگر مین پنسل سے لکھنا نہ صرف مناسب بلکہ بالفعل ضروری سمجھتا ہون یا زندہ صحبت باقی۔ اب کیا لکھین اپنی مجبوری پر ہم بہت نادم ہین ؎

عرض نیاز عشق کے قابل نہین رہا — جس دل پہ ناز تھا ہمین وہ دل نہین رہا

ممتاز حسین

# تضمین

در قصیدہ علی حضرت صدیق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

غرہ دنیا غفلت یار خدا کی ہے ذلیل — کردیا ہے پاؤن کے چھالون نے رستہ کو طویل
رہنگاری کی نظر آتی نہین کوئی سبیل — خذ بیدک یا الٰہی من لہ زاد قلیل

مفلس باصدق یاتی عند ابک یا جلیل

کچھ نہین دیتی ہے اُسکو مشورہ عقل سلیم — کشمکش مین ہین اُسے ڈالے ہوے امید و بیم
کس طرح سے پاؤن ہون مرہون راہِ مستقیم — ذنبہ ذنب عظیم فاغفر الذنب العظیم

انہ شخص ضعیف مذنب عبد ذلیل

گردش قسمت سے جس کا ہو گیا پوحال بد — جسکے سر ہون وہ گنہ جنکی نہین ہے کوئی حد
ایسے نازک وقت مین کیونکر نہ وہ بہر مدد — قال یا ربی ذنوبی مثل اہل لا تعد

فاعف عنی کل ذنب فاصفح الصفح الجمیل

پڑ گیا ہے کثرت عصیان سے ایمان مین خلل — کیونکہ بیحد ہین گنہ اور نیکیان بالکل اقل
پر تو نار جہنم ہے مجھے یاد اجل — یا الٰہی کیف حالی لیس لی خیر العمل

سوء اعمالی کثیر زاد طاعاتی قلیل

وہ مریض معصیت ہون جو نہ اچھا ہو کبھی — شافی مطلق! مگر تجھ سے ہین امیدین بڑی
چارہ ساز بیکسان! کچھ تو علاج بیکسی — اشفنی من کل داء و اقض عنی حاجتی

ان لی قلباً سقیماً انت من شانہ العلیل

دولت دنیا ہے دنیا ہی مین آثار جحیم — ظلمت شب مین نہین ہوتا ہے کانٹون کا کلیم
ہان مگر مین چاہتا ہون تجھ سے احسان قدیم — رب ہب لی کنز فضل انت وہاب کریم

اعطنی مانی الضمیری دلنی خیر الدلیل

مین گنہ ہون کا تو خود کرتا ہون اپنے اعتراف — یہ ترا احسان ہے۔ انکو اگر کر دے معاف
معصیت تو کیا خیال معصیت سے دل ہے صاف — ہب لنا ملکا کبیراً نجنا مما نخاف

ربنا اذانت قاضی والمنادی جبرئیل

التماس مغفرت ہی زندگی کا ہے وضوح — کیونکہ یہ دنیا حسد والون کو ہے دار فتوح
اس بدن مین جادوان ہر گز نہین رہتی روح — ابن موسیٰ ابن عیسیٰ۔ ابن یحییٰ۔ ابن نوح

انت یا تصدیق عاصی تب فی المولی الجمیل

قیصر (بھوپال)

# تنقید

## "الدین والکون"

مصنفہ مولانا سید کرامت حسین

آیندہ مورخ کا قلم، جسوقت اُنیسویں صدی عیسوی کے ربع آخر اور بیسویں صدی کے اوائل کی تاریخ لکھے گا، تو اس مین ایک خاص باب اسلامی ہندوستان کے متعلق بھی ہوگا، لیکن جانتے ہو کہ اُس مین کیا ہوگا؟ کیا اُس مین موجودہ نسل کے مناقب اخلاقی کی داستان ہوگی؟ کیا اس مین اسکی قوت عمل کا کچھ ذکر ہوگا؟ کیا اُس مین اسکی فتوحات علمی کے کارنامے درج ہونگے؟ نہین یہ کچھ نہ ہوگا، بلکہ یہ ہوگا، کہ ایک قوم، جس کو اپنی سات کروڑ کی وسیع آبادی پر ناز تھا، نصف صدی تک جہالت مجسم بنی رہی۔ اور صرف یہی نہین بلکہ اس جہالت پر ہمیشہ فخر کرتی رہی جس وقت انکی ہمسایہ اقوام مین، جے، سی، بوس اور پی، سی، رائے جیسے یگانۂ عصر سائنس دان پیدا ہو رہے تھے، تو انکے یہان بزم مشاعرہ منعقد تھی۔ انکے ہموطن صنعت وحرفت مین درجۂ کمال حاصل کر رہے تھے، مگر انکی توجہ تمام تر صنایع لفظی پر مصروف تھی۔ دوسرون کے یہان گوکھلے و راناڈے جیسے ماہرین سیاست پیدا ہو رہے تھے، لیکن یہ لوگ زبان دراز یون، استعارہ طراز یون کو سیاسی و اقتصادیات کا قائم مقام سمجھ رہے تھے۔ انکی آنکھون کے سامنے تمدن جدید جس کی عمر، سائنس وعلم کی ترقی کے دامن کے ساتھ بندھی ہے موجود تھا، مگر انکو اپنے بزرگون کی استخوان فروشی سے اتنی فرصت نہ تھی، کہ علوم جدیدہ کی جانب نظر بھی اُٹھا سکین۔ دنیا مین نئے نئے علوم، فنون، و اکتشافات کا سیلاب آرہا تھا مگر انکے مقتدا و قائدین، ایک پیرانہ تحکم کے ساتھ فتویٰ دے رہے تھے، کہ تمھین آج سے تیرہ سو سال پیشتر جو تعلیم دی گئی تھی، اُسی پر بدستور قائم رہو۔ نفسیات کے اصول پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ قومی ترقی کا انحصار تمام افراد کی ذہنی و اخلاقی صلاحیت پر ہے، مگر یہ لوگ حقائق فطرت کی طرف سے آنکھ بند کرکے، اس ضد پر قائم تھے کہ ملک کی حکمرانی مین کچھ زائد حقوق مل جانا تمام امراض کے لیے اکسیر ہے۔ یہ سچ ہے کہ انکی قوم مین اخبارات بہ کثرت تھے، اور اُن مین سے بعض نہایت اعلےٰ پیمانہ پر جاری تھے، مگر انکا فرض اس پر ختم ہو جاتا تھا، کہ زمانہ

---

لہ مطبوعہ تصویر عالم پریس ڈیوڑھی آغا میر لکھنؤ ضخامت متوسط درجہ کی تقطیع پر ۴۴ صفحہ قیمت ایک روپیہ (۱)

جنگ مین عساکر اسلامی کی فتوحات کی فرضی خبرین وضع کرکے اپنے ناظرین کے سامعہ نواز کردیا کرین۔ یا ان مین بعض مورخ بھی موجود تھے، مگر انکا کام صرف یہ تھا کہ اُن کے اسلاف کے متعلق غلط یا صحیح، مگر دلخوش واقعات انھین سُنا دیا کرین۔

مورخ کا قلم جس عہد کا نقشہ کھینچے گا وہ یہی موجودہ زمانہ ہے جس مین ہم رہ رہے ہین اور جس سے زیادہ بدیہی مثال، بدمذاقی و فقدان ذوق علم کی کوئی دوسرا ملک ادعاے تہذیب و ترقی کے ساتھ، شاید ہی پیش کرسکے۔ لیکن فضاے شب کتنی ہی تاریک ہو، تاہم ستارون کی جگمگاہٹ سے محروم نہین ہوتی؛ اور ابر خواہ کیسا ہی غلیظ ہو، تاہم بجلی کی چمک تو ایک آنی و ہنگامی روشنی پیدا کرتی ہی رہتی ہے، اور ایک گم کردہ مسافر کے حق مین یہ فوری جھمک بھی ضیاے آفتاب سے کم قابل قدر نہین ہوتی۔ شاید یہی سبب ہے کہ موجودہ ہندوستان مین اگر دوسرے درجے کی بھی کوئی کرن شائع ہوتی ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ ظلمت کدہ مین چند ذرات نور دفعۃً چمک اُٹھے اور ہماری نگاہین ایک بیتابانہ [illegible] کے ساتھ فوراً مبذول ہوجاتی ہین۔ مولانا ذکاء اللہ و ڈاکٹر سید علی بلگرامی، کوئی مجتہدفن یا بلند پایہ مصنف نہ تھے، مگر کیجیے کہ اس یکسر نہ مذاقی مین انکے تراجم بھی بیحد غنیمت تھے، کہ ان سے اُردو دان پبلک کی علمی سطح مین کچھ تو بلندی، انکی نظرون مین کچھ تو وسعت اور انکے قواے مفکرہ مین کچھ تو حرکت پیدا ہوتی تھی۔ بہرحال موجودہ ملک کے حقیقی محسن اور اصلی فیاض یہی لوگ ہین، جو فلسفہ، تاریخ کے اس دقیق کلمہ کے [illegible] کی مستقل یا ہمی دلچسپی کو [illegible] کرتے اور [illegible] کرتے ہین۔

اسی قسم کے [illegible] مولانا سید [illegible] حسین [illegible] ہین، جو اپنے وقت کے معتد بہ حصہ عربی تصانیف پر صرف کرنے کے باوجود بھی اُردو کی طرف سے غافل نہین۔ افراد کا سبہ دفیتر پر انکے متعدد مقالات شائع ہوچکے ہین۔ انکی کوشش ہمیشہ یہ رہتی ہے کہ انکے ہماے وطن نوامیس فطرت سے ناآشنا نہ رہین، اور بجاے خیالات کو غیر معتدل طور پر قوی کرنے کے اپنے قواے فکری سے بھی کام لینا سیکھین۔ اس بنا پر مولانا موصوف کا وجود ہماری زبان کے لیے نہایت مغتنم ہے، حال مین انکی ایک تصنیف الدین والعالمون کے عنوان سے شائع ہوی ہے۔ مولانا حکماے یورپ مین اسپنسر کا مطالعہ بہت خصوصیت کے ساتھ کیا ہے، جس کے شواہد انکی تصانیف کی ہر ہر سطر مین ملتے ہین، اور اس خصوصیت سے انکی یہ جدید استیوع تصنیف بھی مستثنیٰ نہین۔

دیگر ضمنی تصانیف و رسائل سے قطع نظر کرکے، اسپنسر نے اپنے مخصوص فلسفۂ ترکیبی

(Synthetic Philosophy) پر جو سلسلۂ تصانیف تحریر کیا ہے، وہ دس ضخیم جلدوں میں ہے جن میں الٰہیات، نفسیات، اخلاقیات، عمرانیات، وعلم الحیات وغیرہ پر بہت تفصیلی مباحث موجود ہیں۔ اس سلسلہ کی پہلی کڑی اسکی کتاب اصول اوّلیہ (First Principles) ہے۔ یہ جلد بجائے خود دو حصوں پر منقسم ہے۔ پہلا حصہ جو ساری کتاب کا صرف ۱/۵ ہے، اُن چیزوں سے بحث کرتا ہے، جو ما فوق الادراک ہیں۔ اس حصہ میں اسپنسر نے پہلے مذہب و سائنس کی ماہیت بتا کر، دو ابواب میں الگ الگ مذہب اور سائنس کے اصول اساسی کی تحلیل و تشریح کرکے دکھایا ہے کہ اپنے آخری و انتہائی مسائل کے لحاظ سے دونوں کیساں طور پر ناقابل فہم ہیں پھر ایک باب میں تمام انسانی معلومات کا اضافی و اعتباری ہونا بیان کرکے، خاتمہ پر یہ نتیجہ نکالا ہے، کہ مذہب سائنس میں کوئی مناقشہ نہیں، دونوں کے حدود عمل علیحدہ ہیں۔ رہا انکا مبدأ اولیٰ، تو اسکے لحاظ سے بھی دونوں ایک ہیں، یعنے مذہب کے معتقدات، اور سائنس کے علل و معلومات کا سلسلہ آخرکار لامحالہ ایسی ذات پر جاکر منتہی ہوتا ہے، جسکی ماہیت گو ناقابل ادراک ہے، تاہم اسکا وجود تسلیم کرنا جس طرح مذاہب و ادیان کے لیے ناگزیر ہے، اُسی طرح سائنس کو بھی بغیر اسکے چارہ نہیں۔ اسکے مقابلہ میں، حصۂ دوم کا موضوع عالم قابل ادراک ہے۔ اس میں فلسفہ کی ماہیت بیان کرنے کے بعد اس نے مادہ، حرکت، وقوت کے دوام و عدم فنائیت کو دکھایا ہے۔ پھر ارتقار کے قوانین و مظاہر، اور انکی تفریعات پر نہایت شرح و بسط سے بحث کی ہے۔

الدین والکون، در اصل اسپنسر کی اسی کتاب کی نہایت مختصر تلخیص ہے، یعنی اسپنسر نے چھ سات سو صفحات کے اندر جو کچھ لکھا ہے اُن مقاصد کو ۴۰-۴۳ صفحہ کے اندر ادا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اصول اوّلیہ کی طرح الدین والکون کے بھی دو حصہ ہیں۔ ایک الدین، جو صرف سات صفحہ میں ختم ہو گیا ہے، دوسرے الکون جو باقی کتاب کا جزو ہے۔ الدین کا مقصد وجود باری اور اسکی توحید کو ثابت کرنا ہے، اور اسکے لیے ہمارے مصنف نے دو دلائل استعمال کیے ہیں۔ پہلی دلیل علوم عقلیہ پر مبنی ہے یعنی اس میں کائنات عالم کی علتوں کا پتہ لگاتے لگاتے علت اولیٰ اور غایۃ الغایات تک پہنچتے ہیں، اور وہاں سے واجب الوجود بے ہمتا کے اذعان پر ٹھہر جاتے ہیں۔ اور دوسری فطرت بشری پر ان دلائل کی توضیح میں ہمارے مصنف اگرچہ اسپنسر کے اقوال و الفاظ سے بظاہر بہت ہٹ گئے ہیں، تاہم یہ دلائل درحقیقت اسی سے ماخوذ ہیں۔ پہلی دلیل مصنف کے الفاظ میں سننے کے قابل ہے:۔

"موجودات عالم یعنے نباتات و حیوانات و انسان و جمادات و سماویات واقعی ہیں خیالی نہیں۔ جب علوم عقلیہ معلومات سے علتوں کی طرف لیجاتے ہیں تو تمام موجودات عالم کی انتہا زمان، مکان، مادہ، حرکت تک پہنچتی ہے ..... لیکن جب علوم عقلیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ زمان و مکان کیا ہے؟ وہ کونسی قوت کہاں سے آئی تو انکو ماننا پڑتا ہے کہ وہ چاروں کسی قوت کا اثر Phenomina ہیں چونکہ یہ قوت باعتبار مظہر ہونے زمان، مکان، مادہ و حرکت کے مقید ہوتی ہے اور انسان کو مقید کا تعقل بہ مطلق کے تسلیم کر لینے کے نہیں ہو سکتا اسلیے اس قوت کو جو غایۃ الغایات ہے، تمام مظاہر و آثار کا بحر اسکے کہ اثر Phenomina ہیں Noumenon واجب الوجود بے ہنا کا ادراک کیا کر سکتے ہیں۔ قوت تک جو غایۃ الغایات تک ہے پہنچنے کے بعد عین اور اثر میں واسطہ نہیں رہتا اور ایک بشری کی حد غایۃ الغایات یعنی قوت تک ہے اور وہ قوت گویا عین ذات اور انسان میں حائل ہے۔ قوت کے اندر اسکے آثار میں سے کسی اثر کا ادراک کر سکتا ہے قوت کے وہ عین ذات ہے جہاں ادراک بشری کی رسائی نہیں ..... خلاصہ یہ کہ علوم عقلیہ بتاتے ہیں کہ تمام موجودات عالم معلول ہیں ایک قوت کے جو غایۃ الغایات اور علت اولی ہے لیکن وہ غایۃ الغایات باوجود موجودات عالم کے علت ہونے کے ..... اور مضاف الی العالم ہے اور چونکہ مقید و مضاف کا تصور اضافی ہے جو بے مطلق کے نہیں ہو سکتا اس لیے بشری کو اس مطلق کا احاطہ نہ کر سکے تاہم جس الوجود مطلق کا اذعان کر لینا فطرت انسانی کا لازمی نتیجہ ہے" (صفحہ ۳۰۳)

منکرین کے مقابلہ میں یہ دلیل کہاں تک موثر ہوگی اسکا فیصلہ کرنا ہمارا کام نہیں، تاہم اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ مخالف کے لیے اس دلیل میں وہ تمام مقدمات بحث طلب ہیں جو صاحب مقدمہ جسے انتساب بالا میں ہم نے زیر خط کر دیا ہے اگر کوئی شخص تسلیم کرے کہ مادہ، حرکت، زمان و مکان کو بجائے مظاہر کے مستقل ذات مانا جائے تو اسکی [illegible] کیا ہو سکتی ہے؟

مصنف نے اپنی [illegible] فطرت انسانی [illegible] مصنف نے صانع عالم کے وجود اور اسکی توحید دونوں کے ثبوت میں پیش کیا ہے:-

"..... دنیا میں ہم کوئی ایسی چیز نہیں دیکھتے جو کہے کہ عدم محض کو میں نے چھوا ہے یا دیکھا ہے یا سونگھا ہے یا ادراک کیا ہے یا سپر لگا ہے جب عدم محض محسوس بالحواس نہیں ہو سکتا

قوا در اک بشری مین اُس سے کوئی ایسا تغیر جو موجودات کے چکھنے یا چھونے یا سونگھنے یا دیکھنے سے پیدا ہوتا ہے ہرگز پیدا نہین ہو سکتا تب آدمی کو عدم محض کا علم ہی نہین ہو سکتا کہ وہ کیا ہے اور آدمی مین کیا کیا تغیرات پیدا کرتا ہے اور جب آدمی کو عدم محض کا ادراک ہی نہین ہو سکتا تو آدمی اُس پر کوئی حکم ثبوتی بھی نہین لگا سکتا۔ نہ کہہ سکتا ہے کہ وہ سیاہ ہے یا سفید ہلکا ہے یا بھاری، خوشنما ہے یا بدنما متناہی ہے یا غیر متناہی ہے .... حواس و ادراک و عقل بشری کی حد یہ ہے کہ وہ عدم محض سے متعلق ہو ہی نہین اصل یہ ہے کہ عدم محض کا ادراک ہرگز نہین ہوتا، مگر عدم ادراک کو ادراک عدم کہنے لگے ہین اور بولتے بولتے ایسے خوگر ہو گئے ہین کہ ادراک عدم محض کے محال ہونے کی طرف توجہ ہی نہین ہوتی اور آلہ انسانی کی یہی حد ہے جو کسی طرح کسی انسان کو ایسی حالت تصور ہی نہین کرنے دیتی جس مین نہ موجودات عالم ہون نہ زمان نہ مکان نہ مادہ نہ قوت نہ جمیع عالم بلکہ عدم محض ہو اور اسکے بعد وجود عالم ہوا۔ آدمی یہ تو کر سکتا ہے کہ عقل کو تماشا ہی نہ کرے۔ کہنے لگے کہ عالم ہمیشہ سے خود بخود ہے، جیسا دہریون کا عقیدہ ہے مگر یہ کبھی نہین کہہ سکتا کہ عدم محض وجود بن گیا کیونکہ عدم محض کا تصور محال ہے اور اس کا اپنے نقیض مین بدل جانا اور زیادہ محال .... عدم محض کا ادراک بھی نہ کر سکنا اس بات کی وجہ ہے کہ آدمی تمام موجودات کو ممکن الوجود نہین کہہ سکتا۔ ایک موجود کو کم سے کم واجب الوجود کہتا ہے، اور یہی معنی ہین اس قول کے کہ فطرتاً ہر انسان موحد ہے .... خلاصہ یہ کہ ادراک اور عقل بشری محدود ہین انسان کو یہ تصور کرنا محال ہے کہ موجودات عالم کی ابتدا عدم محض سے ہوئی، عدم محض سے ابتدا ہونا محال ہوئی تب ایسے وجود سے ہوگی، جو عدم محض نہین ہو سکتا، یعنے ممکن الوجود نہین جو مسبوق بالعدم ہو، بلکہ واجب الوجود ہے، اس واجب الوجود کے متعلق تین عقیدے ہو سکتے ہین:۔ (۱) عالم خود واجب الوجود ہے۔ اور دہریون کے عقیدہ کا یہی خلاصہ ہے۔ (۲) واجب الوجود ہوگا مگر عقل انسانی اسکی نسبت حکم نہین لگا سکتی اور یہی خلاصہ لا ادریہ کے عقیدے کا ہے۔ (۳) واجب الوجود ہی وہ واحد ہے ا۔ یہ ہمارے اور یہی عقیدہ ہے موحدین کا۔ تینون عقیدون کے موازنہ کرنے سے عقل سلیم اسی طرف جاتی ہے کہ توحید سب سے بہتر ہے کیونکہ نظام عالم کا باوجود تعدد کثرت کے چند سادہ اصول پر چلنا اور ایک ہی رابطہ سے وابستہ ہونا اتفاق ہونے کی نسبت کسی فاعل کے سبب سے ہونا زیادہ قرین قیاس ہے۔ فعل کا بے فاعل کے ہونا عقل بشری مین نہین آتا" [صفحہ ۷۰]

پہلی دلیل اگر ضعیف تھی، تو یہ ضعیف تر ہے۔ اس استدلال کی صحت مقدمات ذیل کی صحت پر موقوف ہے:

(۱) عدم محض ناقابل تصور ہے، اور اس پر کسی قسم کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

(۲) ممکن الوجود وہ ہے، جو مسبوق بالعدم ہو۔

(۳) ممکن الوجود (یا ہستی مسبوق بالعدم) کو اس لیے کائنات کی علت نہیں قرار دیا جا سکتا۔

(۴) اس لیے ضروری ہے کہ کائنات کی علت کوئی ذات غیر مسبوق بالعدم ہو، یعنے واجب الوجود۔

لیکن ان میں سے ہر قضیہ مخالف کے لیے انکار و اعتراض کی گنجائش رکھتا ہے۔ یہ مانا کہ کائنات کا خود آفریدہ ہونا اس بنا پر ناممکن ہے کہ یہ عقیدہ ناقابل تصور ہے لیکن معترض سوال یہ کرے گا، کہ کیا کائنات کے باہر کسی ایسی علت کو تسلیم کرنا، جو ہمیشہ سے قائم ہو اور آئندہ ہمیشہ قائم رہے؛ جو فنا و زوال کے قانون سے مستثنیٰ ہو، اور جو اگرچہ سارے موجودات کی علت ہو، مگر خود کسی علت کی معلول نہ ہو، یعنی ہستی واجب الوجود کو تسلیم کرنا کچھ کم تعجب انگیز، غرابت آفرین، اور ناقابل تصور ہے؟ یہ مسلّم سہی کہ عدم محض ناقابل تصور، ناقابل ادراک ہے۔ لیکن ہستی واجب الوجود کب قابل تصور و قابل ادراک ہے؟ یہ بھی سچ ہے، کہ بلا فاعل کے وقوع فعل، عقل بشری میں نہیں آتا۔ لیکن کیا کوئی معلول بلا علت کے عقل بشری میں آجاتا ہے؟ اگر نہیں، تو پھر کیوں نہ واجب الوجود اور علت العلل کے پرے ایک اور علت مانیے؟ اگر کہیے، کہ اس طرح دور و تسلسل لازم آئے گا، اور زمان نامتناہی کا عقیدہ ناقابل تصور ہے، تو مخالف کی طرف سے دوبارہ وہی سوال پیش ہوگا، کہ کیا ایک ایسی ذات کا تصور، جو اوصاف و خصائص نامتناہی کی جامع ہو، زمان نامتناہی کے تصور کے مقابلہ میں زیادہ آسان و قابل اختیار ہے؟

اس ضمن میں یہ امر بھی قابل لحاظ ہے، کہ مصنف نے دلائل بالا میں ایک سے زائد بار "مصانع عالم" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ مگر اس لحاظ سے وہ اسپنسر کے عقیدہ سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ اسپنسر نے جو کچھ ثابت کرنا چاہا ہے وہ صرف یہ ہے، کہ ان تمام موجودات عالم کے پیچھے، جن کا ادراک ہم اپنے حواس کے ذریعہ سے کر رہے ہیں، اور ان تمام مظاہر و آثار سے پرے، ایک ناقابل ادراک و مجہول الحقیقت ہستی مطلق ہے، جو ان تمام چیزوں کی علت ہے۔ لیکن اس عقیدہ کی جانب اسپنسر خفیف سا اشارہ بھی نہیں کرتا، کہ وہ ہستی ان چیزوں کی صانع یا خالق بھی ہے۔ اگر دو چیزوں کے درمیان علت و معلول کا رشتہ ہے، تو اس سے یہ مطلق لازم نہیں آتا کہ انکے درمیان صانع و مصنوع کا تعلق بھی ہو۔

انگون، فرسٹ پرنسپلز کے حصہ دوم کی مختصہ تلخیص ہے۔ اور اسی لیے اس مین اسپنسر کے اصول کے مطابق قوانین ارتقا کی تشریح کی گئی ہے یورپ کے بعض علمی حلقون مین یہ سوال مدت سے چلا آرہا ہے کہ مسئلہ ارتقار کے اکتشاف (یا زیادہ صحیح طور پر تدوین) کا فخر ڈارون اور اسپنسر مین سے کس کو حاصل ہے؟ پبلک کی عدالت سے گو عرصہ ہوا ڈارون کے حق مین ڈگری صادر ہو چکی ہے لیکن واقعات پر نظر رکھنے والے جانتے ہین کہ یہ قطعی اور غیر بقید فیصلہ قطعاً نامنصفانہ ہے۔ اصل یہ ہے کہ مسئلہ ارتقا کے دو پہلو ہین ایک سائنٹفک (یا حیاتی[1]) یعنی اس مسئلہ پر علم الحیات کے اصول کو پیش نظر رکھکر بحث کرنا حیوانات و نباتات کے نشو و نما اور انکے خصائص جسمی و نفسی سے متعلق شاہدہ و انتخبار کرنا، انکے متعلق شمار و اعداد جمع کرنا، توارث و تغیر تدریجی پر نظر رکھنا پھر استقرار ان سے منازع بقا و بقاے اصلح کے کلیات مع انکی تفصیلات کے مستنبط کرنا وغیرہ۔ دوسرے فلسفیانہ یعنے نظام کائنات پر مجموعی نظر ڈال کر یہ نظریہ قائم کرنا کہ یہ کارخانہ تغیرات تدریجی کے اصول پر چل رہا ہے اور وہ قوت کے فوائض طبعی کی بنا پر یہ فیصلہ کرنا کہ موجودات عالم کا تفاعل و انفعال تاثیر و تاثر ایک ارتقائی اسلوب پر جاری ہے پھر ان کلیات کو مختلف شعبہ جات موجودات پر قیاساً منطبق کرکے ان مسائل پر روشنی ڈالنی وغیرہ ظاہر ہے کہ انمین سے پہلا طریقہ گویا عملی ہے اور دوسرا نظری ڈارون نے شق اول اختیار کی وہ پہلا شخص تھا جس نے عدیم مثال کاوش و احتیاط کے ساتھ حیوانات و نباتات کے خصائص کی تحقیق کرکے حیاتی نقطۂ خیال سے ارتقا کے قوانین مرتب کیے، لیکن اسکے آگے اس نے کسی مسئلہ کا ہاتھ نہین لگایا۔ اسپنسر نے شق دوم کا انتخاب کیا۔ اس نے فلسفیانہ حیثیت سے ارتقا کے عام اصول قرار دیے، اور پھر کائنات کی ایک ایک چیز کو خواہ وہ مادی ہو یا غیر مادی اسکے تحت مین داخل کیا۔ اسپنسر کو ڈارون کی جس قدر حریف نہ تھا اسی طرح اسکا قصد و خوشہ چین بھی نہ تھا۔ اس مسئلہ مین وہ مستقل تھا۔ چنانچہ اس نے اپنا نظریہ ڈارون کی کتاب سے کئی سال پیشتر شائع کر دیا تھا۔ اپنی متعدد تصانیف مین اس نے اخلاقیات، نفسیات، عمرانیات، سیاسیات وغیرہ ہر قسم کے مسائل مین ارتقا ہی کی روشنی ڈالی ہے۔ فرسٹ پرنسپلز اسکے سلسلۂ تصانیف کے لیے مقدمہ کا کام دیتی ہے۔ اس مین اس نے ان مسلمات اصول کی تشریح کی ہے جنکی توضیح و تصانیف مابعد مین کرے گا۔ انگون مین ان ہی مسائل کی تلخیص کی گئی ہے۔

---

[1] یعنی Biological [2] تمام جا بجا نفس کی مصطلح معنی مین مستعمل ہوا ہے نہ کہ معنی لفس وگمان۔

ہمارے مصنف کا کام آسان نہ تھا۔ موضوع کتاب ایک تو بجاے خود نہایت اہم و وسیع، پھر انھین چند صفحات مین نہایت اختصار کے ساتھ ادا کرنا، اور سب سے بڑھکر یہ کہ اردو جیسی علمی حیثیت سے مفلس زبان مین ادا کرنا، مصنف کو اپنی دشواریون کا خود احساس اور نہایت صحیح احساس ہے۔ فرماتے ہین:-

"مجھے اندیشہ ہے کہ میری کوشش بہت ہی قاصر ہوگی۔ اول تو مسئلہ کون فلسفۂ جدید کے عام ترین اور اس لیے وسیع ترین مسائل مین سے ہے۔ باقی تمام علوم عقلیہ کے کلیات اسکے مبادی و نیز تشریحات ہین ..... [دوسرے یہ کہ] ایسے عظیم الشان مسئلہ کے بیان کے لیے چند صفحے میرے اختیار مین ہین اور وہ بھی اردو مین جو ابھی تک علوم کی اصطلاحون اور مفہومون کے ادا کے لیے بھی مستعد نہین۔ مجھکو ناگزیر ایسے لفظ اور فقرے وضع کرنے پڑے ہین جن سے کان آشنا نہین۔ اور جو ابھی تک اپنی التزامی دلالت سے بجز ظلمات بعضہا فوق بعض کے اور کچھ نہین دکھا سکتے ہین۔ روشنی کی موجون کو بجاے اثیر luminiferous ether کے میلے گدلے پانی کے واسطہ سے ناظرین تک پہنچانا چاہتا ہون مجھکو اندیشہ ہے کہ میری تقریر عام فہم نہ ہوگی۔" [صفحہ ۹-۱۰]

ان دقتون کا اظہار رسمی نہین، بلکہ واقعی ہے۔ اونکے واقعیت کا احساس، راقم تنقید سے زیادہ شاید کسی اور کو نہ ہو۔ لیکن یہ ظاہر کرنا، غالباً مبالغہ کی آمیزش سے بالکل خالی ہے، کہ مصنف کو ان دقتون پر غالب آنے مین غیر معمولی کامیابی حاصل ہوی ہے۔ لغزشون اور فروگزاشتون سے پاک ہونا تو اعمال انسانی کے نصیب مین نہین، لیکن اگر اردو کے موجودہ اہل قلم گروہ مین سے کوئی دوسرے بزرگ اس کام کو ہاتھ لگاتے تو مجھے شبہ ہے کہ اس سے بہتر تو کیا، اسکے لگ بھگ بھی انکی تصنیف پہنچ سکتی بحیثیت مجموعی، جس خوبی و خوش اسلوبی کے ساتھ ہمارے مصنف نے اپنا فرض ادا کیا ہے، وہ انھین کا حصہ تھا، اور وہ اس امر کے پورے مستحق ہین کہ ملک سے مبارکباد حاصل کرین۔ ذیل مین ہم انکی کتاب سے، چند مسائل کے متعلق، کچھ اقتباسات درج کرتے ہین، جن سے ناظرین کو اسکے متعلق راے قائم کرنے مین مدد ملے گی۔ ارتقار کا مفہوم کیا ہے؟ اس کو مصنف نے ان الفاظ مین بیان کیا ہے:-

"کائنات کی کچھ نہ کچھ چیزون کا تجربہ ہر شخص کو ہوتا ہے۔ بعینہ وہ سماں ہے کہ تماشائی بازار مین کہین بیٹھ جائے اور اپنی آنکھون سے سیکڑون آدمیون اور چیزون کو ایک جانب سے دوسری جانب چلتے دیکھے۔ عالم مین بھی گویا ایک طرف سے چیزین معرض وجود مین آتی ہین، اور دوسری طرف پردۂ عدم مین چلی جاتی ہین۔

[کئی صفحوں کی توضیح و تشریح کے بعد] یہ چند مقالین ہین العالم متغیر کی۔ کائنات مین ارلون تغیرات سدا سے ہوتے رہے ہین اور سدا ہوتے رہین گے مجموعۂ کائنات عالم جیسا آج صبح کو تھا ویسا شام کو نہ رہے گا ... سورج جیسا دس بجے ایک دن کو ہوتا ہے ویسا اسی دن بارہ بجے نہین رہتا.... بیج مین زمین کے گرنے سے درخت کے پیدا ہوکر فنا ہوجانے تک ہر لحظہ و ہر آن تغیر ہوتا ہے۔ ایسا ہی نطفہ مین وقت انعقاد سے وقت موت تک تبدیلیان ہوتی رہتی ہین۔ عالم مین تغیر ہی تغیر ہے جہان کہین سکون نظر آتا ہے وہ محض اعتباری ہے تغیر کی یہ افراد لا تقف عند حد کے معنی مین یقیناً غیر متناہی ہین۔ اگر ان سب کو نوعون مین تقسیم کرنا چاہین تو باعتبار قدر مشترک جتنی نوعین پسند ہون بن سکتی ہین۔ مگر غور طلب یہ بات ہے کہ آیا لفظ تغیر کسی ایسے فعل واحد وجد فی الخارج پر دلالت کرتا ہے جو جنس الاجناس ہو اُن ارلون تغیرات کی جو رات دن کائنات عالم مین ہوا کرتے ہین یا یون کہیے کہ آیا کوئی ایسا قضیہ تغیرات عالم کی تعبیر کے لیے بن سکتا ہے جو کلیۃ الکلیات ہو اور کوئی تغیر ایسا نہ ہو جو اس کلیہ کبریٰ کی فرد نہ ہو۔

[صفحہ ۱۱ - ۱۲]

ظاہر ہے کہ اس کلیہ کبریٰ کا نام ارتقا ہے، گو مصنف نے اسکے بجائے کون کا لفظ پسند کیا ہے، اسکے آگے اُن مسائل کا ذکر ہے۔ جنکے تسلیم کرنے پر مسئلہ ارتقا کے قضایا موقوف ہین، اور جو اسکے لیے اصول موضوعہ کا کام دیتے ہین اس سلسلہ مین نفس انسانی کے محدود القوی ہونے کا ذکر کرکے اُسکی قوت کے حدود کی تعیین بھی کی ہے :-

"حد اول تو یہ ہے کہ عدم محض کو ادراک انسانی ادراک نہین کرسکتا۔.... [ثانیاً] ادراک انسانی کی یہ بھی حد ہے کہ وہ صرف علت حدوث کو جان سکتا ہے علت خلق کو نہین جان سکتا۔ علت حدوث کا علم اسکو صیانت حیات مین مدد دیتا ہے۔ علت خلق کا علم اگر بفرض محال ہو بھی سکے، تو صیانت حیات مین اس سے کچھ فائدہ نہین ہوسکتا۔ بالفاظ دیگر کہہ سکتے ہین کہ ادراک انسانی کو صرف کیف یعنی کیون (How) کا علم ہوسکتا ہے۔ لِمَ، یعنی کس لیے (Why) کا علم ہو ہی نہین سکتا۔ اگر شکر و دانہ مین اتصال ہو تو انسان حکم لگا سکتا ہے کہ ایک کیفیت خاص جسکو شیرینی کہتے ہین پیدا ہوگی مگر یہ بات کہ شکر کس لیے شیرینی پیدا کرتی ہے اور نمک کیون نمکینی کی کیفیت پیدا کرتا ہے ادراک انسانی سے باہر ہے" [صفحہ ۲۵]

یہ آخرالذکر نکتہ جس قدر شدت کے ساتھ اہم ہے، افسوس ہے کہ اسی قدر بیدردی کے ساتھ عوام تو ایک طرف حکما تک کے مقالات مین نظرانداز کردیا جاتا ہے۔ اور اسی کے نظرانداز کردینے کا یہ نتیجہ ہے کہ شککین (sceptics) اور یقینین (Dogmatists) کے درمیان ایک دائمی ہنگامہ آرائی کی بنیاد پڑگئی ہے۔ لیکن خیر اس بحث کے چھیڑنے کا یہ موقع نہین۔

آگے چل کر مادہ، حرکت، وقوت کے دوام و عدم فنائیت کا ذکر کیا ہے:۔

"تجربہ سے ثابت ہوتا ہے کہ عرف مین جسکو فنا مادہ کہتے ہین وہ عدم محض نہین ہے۔ صرف غیبت عن النظر یا عدم محسوسیت ہے۔ اگر مادہ کا کوئی حصہ معتدبہ یا اسکے سالمات کا ایک جزو بھی معدوم محض ہوسکے تو تمام وہ علم جن مین مقادیر سے بحث ہوتی ہے اور جنکے مقبات مین مقدارون کے تعین ہونے سے صحیح نتائج نکلتے ہین، غیر صحیح ہوجائین۔۔ علاوہ اسکے ادراک بشری نقطہ موجود ہی سے متعلق ہوسکتا ہے معدوم محض سے متعلق نہین ہوسکتا۔ ایسی حالت مین یہ حکم لگانا کہ مادہ موجود معدوم محض ہوگیا ہے یا عدم محض مادہ بن گیا ہے طاقت بشری سے باہر ہے" [ص۲۶]

اسی طرح آیندہ صفحات مین مصنف نے حرکت و قوت کے استمرار کا مع اسکی اہم تفریعات کے بیان کیا ہے۔ ان بیانات کے متعلق ہمین مصنف صاحب سے صرف یہ گلہ ہے کہ انھون نے ناواجب اختصار سے کام لیا ہے۔ اصولاً ایجاز و اختصار، جان بلاغت سہی، لیکن اس سے بھی انکار نہین ہوسکتا، کہ بعض مواقع پر تفصیل و اطناب ناگزیر ہوتا ہے۔ اقتباس بالا مین جو عبارت ہم نے زیر خط کردی ہے، اگر اسکی تائید و توضیح مین اُن بیشمار اختیارات مین سے چند کا بھی حوالہ دے دیا جاتا، جنھون نے مادہ کی عدم فنائیت، اور محض تغیر اشکال کو ثابت کردیا ہے، تو یقیناً یہ دعویٰ زیادہ وقیع، باوزن، و دلنشین ہوجاتا۔

خاتمہ کتاب پر ارتقاء کی تعریف ان اُردو دان پبلک کے لیے نامانوس الفاظ مین کی گئی ہے:۔

"کون نام ہے سالمات مادی کے انضمام[۱] اور حرکت کے انتشار[۲] کا جس مین مادہ اپنی غیر معین[۳] اور غیر مرتب[۴] اور متحد النوع[۵] حالت سے معین[۶] اور مرتب[۷] اور مختلف النوع[۸] حالت کی طرف چلتا ہے اور جس مین وہ حرکت منظوم[۹]

۱ Indefinite ۲ Dissipation ۳ Integration
۴ Definite ۵ Homogeneous ۶ Coherent
۷ Retained motion ۸ Heterogeneous ۹ Coherent

جو مادہ مین رہ جاتی ہے، غیر معین اور غیر لازب اور متحد النوع حالت سے معین اور لازب اور مختلف النوع حالت کی طرف چلتی ہے۔"

اس تعریف کا مفہوم پوری طرح پر سمجھنے کے لیے ناظرین کو اصل کتاب کی جانب رجوع کرنا چاہیے۔

آخر مین کتاب کی طرز ادا سے متعلق گزارش یہ ہے کہ متعدد مقامات پر عربی الفاظ و تراکیب کے ثقل و نامانوسیت نے قطع نظر اس سے کہ عبارت مین سلاست و ہمواری نہین باقی رکھی ہے، نفس مفہوم کا سمجھنا بھی عام ناظرین کے لیے دشوار کر دیا ہے۔ فلسفیانہ تحریرین ایک تو اپنے موضوع ہی کے لحاظ سے پبلک کے نزدیک خشک و غیر دلچسپ ہوتی ہین، پھر اگر انکی عبارت مین شگفتگی و دل آویزی نہ ہو، تو انکے پڑھنے والے شاذ و نادر ہی پیدا ہوتے ہین۔ سنجیدہ و علمی مضامین کو اردو مین ادا کرنے کا جو اسلوب سرسید اور مولانا شبلی نے اختیار کیا ہے، وہ متانت و سلاست کی جامعیت کے لحاظ سے قابل تقلید ہے، اور اب تک تمام اسالیب بیان سے بہتر و کامیاب تر ثابت ہوا ہے۔

غرض ان خصوصیات اور ان غیر اہم لغزشون کے ساتھ، الدین والکون کا وجود، حیثیت مجموعی ہمارے سرمایۂ ادب مین نہایت بیش بہا اضافہ کا باعث ہوا ہے۔ اور ہم اُن تمام افراد سے جو فلسفیانہ القاء کے مہمات مسائل پر اطلاع حاصل کرنے کے خواہشمند ہین، جو اسپنسر کے فلسفہ کے مبادی سے واقف ہونا چاہتے ہین، یا جو عام سنجیدہ و دقیق مسائل سے ذوق رکھتے ہین، اس رسالہ کے مطالعہ کی پرزور سفارش کرتے ہین۔

لیکن سخت حق پوشی ہوگی اگر ناظرین سے یہ مخفی رکھا جائے، کہ رسالہ مذکور کا، کم از کم، بڑا عظیم حصہ مصنف کی کوئی جدید تحریر نہین۔ بلکہ الکون والانکڑا بجنسہٖ وہی مضمون ہے، جو آج سے آٹھ سال پیشتر، رسالۂ دکن ریویو مین شایع ہو چکا ہے (رسالۂ دکن ریویو بابت جنوری ۱۹۰۱ء) اور تعجب ہے کہ جن صاحب نے یہ رسالہ (غالباً مصنف کی اجازت لے کر) مرتب فرمایا ہے، اُنھون نے اس امر کو ناظرین سے مخفی رکھنا ناجائز نہین خیال کیا۔

عبد الماجد

## رباعی

کس چیز کی حد نہین؟ یہ کہنے کی ہے بات! — پایان رکھتے ہین اپنے کُل مخلوقات

دو چیزون کی صرف ہم نے دیکھی نہین حد — اِک گیسو یار دوسرے ہجر کی رات

اختر عباسی

# تصویر حیرت

ہمارے عزیز دوست حضرت محشر لکھنوی نے جن کا نام دنیائے ادب میں غیر معروف نہیں ہے مندرجۂ ذیل نظم پر مشتمل تصویر بھیجکر عنایت فرمائی ہے۔ جو نشۂ شباب کے عنوان سے ماہ جون کے الحصر میں نکلی ہے۔ اور جس پر جناب طالب بنارسی کی بھی ایک نظم ہے۔ یہ انصاف کہ دراصل تصویر سے شباب کی کیفیت و سرمستی ظاہر ہوتی ہے یا حیرت و خود فراموشی، ناظرین کے ذوق سلیم اور نکتہ شناس نظر پر موقوف ہے۔ ہم بذات خود کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہتے بلکہ اپنے دوست کی نظم بجنسہٖ درج الناظر کیے دیتے ہیں ایڈیٹر

آ پڑی فصل جوانی میں غضب کی نکلی
کون یہ زیر شجر تصویر حیرت بن گیا

محو ناز حسن کہیے یا سراپا انتظار
کچھ نہیں کھلتا اگر ہے بھی تو کس کا انتظار

یہ سکوت اور بے حسی تبلا رہی ہے صاف صاف
کچھ ہوا شاید کسی سے طبع نازک کے خلاف

طبع برہم ہے تو یہ کیا ابرو دو پر بل نہیں
دل میں غصہ ہے تو یہ کیا کیوں نہیں چین جبیں

کون پوچھے کس لیے محو پریشانی ہے تو
کون پوچھے کس لیے تصویر حیرانی ہے تو

اس درخت پار و در کے جذب خالص پر نثار
آ کے دم لے جسکے سایے میں تجھ ایسا بیقرار

دل پہ کیا گزری کہ جس نے اپنا گھر چھڑوا دیا
کیا ہوا ان ڈالیوں کے سایہ میں کیوں دم لیا

کوئی پوچھے تو طبیعت کیوں ہے تنہائی پسند
کوئی پوچھے تو دل نازک ہوا کیوں دردمند

زلفیں کھولی تھیں مگر پھر باندھنا مشکل ہوا
وقت زینت کیا خیال آخر خلاف دل ہوا

کر گرا کیوں ہو رہا ہے نشۂ عہد شباب
بہ رہے ہیں کیوں ابل کر ساغر چشم پر آب

کر لیا شاخون پہ تکیہ دیکھکر جی کو نڈھال
موتیوں کا ہار ٹھہرا جان کا گویا وبال

سنسنی سی تن بدن میں اور گرا جاتا ہے دل
ہو رہی ہے سانس لینے میں طبیعت متضمحل

بات کیونکر ہو سکے قابو میں جب دل ہی نہیں
کیوں نہ چپ لگ جائے اف کرنے کے قابل ہی نہیں

جی جلنے کے لیے گھر بار سارا تج دیا
پھر بھی رہ آیا نہ سایہ اس نہال سبز کا

کب تک امید میں دکھائے جائیگی یہ سبز باغ
جھلملایا جاتا ہے عہد جوانی کا چراغ

آخر اس اندلا بالوسی سے کیا حاصل ہوا
دیکھنے والے خدا معلوم سمجھیں دل میں کیا

باندھکر شاخون میں چلے گھر چل رہے ہیں بست و شب
مل رہے گا غیب سے تیری مرادوں کا جواب

شام ہونے آئی ملتا اب نہ تھم زیر شجر
ہم کو وسواس آ رہے ہیں ڈھانپے آنچل سے سر

قول محشر یاد رکھ سچا جو ہو جذب وفا
کچھ نہیں مشکل نکلتا آرزوے شوق کا

شرط اتنی ہے نہ چھوٹے ہاتھ سے دامان صبر
گر گرہ رقی ہے بہت کچھ قدرت امکان صبر

محشر لکھنوی

# موت

دنیا کی اُن چند چیزون مین جن پر انسان کا قابو نہین چلتا ایک موت بھی ہے - ابتدائے آفرینش سے آج تک اسی کا دور دورہ ہے اور رہتی دنیا تک برابر یون ہی رہے گا - زمانہ کروٹین بدلتا رہا لیکن موت کے محکم آئین اور زبردست اصول مین بال برابر بھی فرق نہ آیا تھا نہ آیا - امیر و غریب سب پر ہمیشہ یکسان حکم تسلط رہا - اس نے جب فرمان قضا جاری کیا تو کسی کو دم لینے تک کی مہلت نہ دی کہین مرض کا سفیر بھیج کر کسی کو چونکا دیا کہ تیار ہو جاؤ، چل چلاؤ کے دن آ پہنچے، کہین کسی پر اچانک ایسا شبخون مارا کہ اُسکو پانی بھی نہ مانگنے دیا کسی ماں کی بھری گود خالی کر کے اسکے لذات زندگی کو خاک مین ملا دیا - کسی کو اسکے ماں کی محبت بھری آواز سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دیا کسی کے سر سے ایک شفیق باپ کا سایۂ عاطفت اُٹھا کر اسکو یتیم کر دیا کسی عصمت و عفت کی دیوی کو بے شوہر کر کے غم و کلفت کے تیرہ و تار قید خانہ مین عمر بھر کے لیے قید تنہائی کی سزا دی کسی بہن کو بھائی اور کسی بھائی کو بہن کا داغ مفارقت دیا - ایک کو فرش نشاط سے اُٹھا کر جنازہ کے ساتھ لیا تو دوسرے کو اتنی بھی مہلت نہ دی کہ ایک صف ماتم اُٹھا کر دوسری بچھاتا - مختصر یہ ہے کہ اس نے ہر موجود کو مٹا کر دنیا کو فانی لقب بنا دیا -

یون تو موت کے ظاہری نتائج ایسے خوفناک ہین کہ اس سے سب ہی ڈرتے ہین مگر انسان کے تغافل شعار دل مین موت کا خوف ہر وقت برقرار نہین رہتا ورنہ شاید اسکی زندگی تلخ ہو جاتی اور اس خیال مین کہ اب موت آئی اور اب مرا اب گھر جانا ہی ہے سب کے سب چھوٹے گھل گھل کر قبل از وقت فنا ہو جاتا -

مرنے کا خیال محض چند ساعت کے لیے کبھی کبھی اور وہ بھی خاص حالتون مین انسان کے دل مین پیدا ہوتا ہے - ان خاص حالتون مین ایک کیفیت ہے جو کسی دوسرے کے مرنے کی خبر سننے سے انسان پر طاری ہوتی ہے - اُسوقت انسان کے دل مین دو قسم کے جذبات پیدا ہوتے ہین ایک تو وہ قدرتی افسوس ہے جو انسان کو اپنے ہم جنس کی مرگ پر نظر آتا ہے دوسرے وہ عبرت جو دوسرے کی افسوسناک حالت دیکھکر اسی سے اپنے متعلق قیاس کرنے مین حاصل ہوتی ہے یعنی یہ کھٹکا کہ جیسے یہ مر گیا یون ہی ایک دن ہمین بھی مرنا ہے - مرنے والے مین اوصاف حمیدہ پائے جاتے ہین تو یہ افسوس و غم نسبتہً زیادہ ہوتا ہے اور اُسکی کمیت اور مقدار ذاتی تعلقات کے زیادہ یا کم ہونے پر منحصر ہوتی ہے - اگر وہ تعلقات خاص اور قریبی

کہ اُن سے اپنا ذاتی نقصان کم ہوا تو رنج کم ہوتا ہے اور اگر ایسے تھے کہ خود اپنے کو نقصان زیادہ ہوا تو رنج بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اگر موت کا سانحہ زیادہ پُر حسرت اور دردانگیز ہے تو اسی نسبت سے عبرت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ زرکی حس دل ایسے سانحے کا اثر بہت جلد اور زیادہ قبول کرتا ہے اور ایسے حوادث سے بہت کچھ سبق حاصل کرتا ہے۔ بعض رقیق القلب اشخاص اپنے احباب و اعزہ کی موت پر اسقدر روتے ہیں کہ آنکھیں سوج جاتی ہیں اور چہرے سے ہلاکت کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں مگر یہ رونا دھونا کیسے ہی عزیز خاص کے لیے کیوں نہ ہو عرصہ تک باقی نہیں رہتا۔ وقت خود آنسو پونچھ دیتا ہے کسی سانحہ کے وقوع میں آنے سے قبل دل کی جو حالت محض اسکے وقوع کے تصور میں ہوتی ہے وہ اسکے واقع ہونے پر باقی نہیں رہجاتی۔ باپ چچا۔ بھائی۔ بہن بی بی مانچے ہر ایک کی موت کے صدمہ کو انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس سے نہ اُٹھ سکے گا اور وہ انکے غم میں ہلاک ہوجاے گا مگر انکے رجائے پر دل کو صبر آ ہی جاتا ہے۔ دو چار گھنٹے رونے کے بعد آنسو جواب دیدیتے ہیں اور ایک گونہ قرار آجاتا ہے۔ انسانی خواہشیں مثلاً بھوک پیاس نیند اور آرام کی جستجو اسکے سامنے خیالات کو منتشر کردیتی ہیں طبیعت یا تو گریہ وزاری کو بے سود سمجھکر یا اپنی بیقراری سے تھک کر ٹھہر جاتی ہے۔ رفتہ رفتہ غم گھٹتا ہے اور کروہات دنیا میں انسان پڑجاتا ہے۔ پھر وہی تن آسانی۔ وہی نفس پروری وہی محفل نشاط۔ وہی خوش وقتیاں۔ اس کا خیال بھی تو بھول کر نہیں آتا کہ ہم میں سے کیسے کیسے اہل محبت کیسے کیسے نیک۔ کیسے کیسے عزیز اور کیسے کیسے نامور اُٹھ گئے۔

دوسری کیفیت بیم و رجا کی اُسوقت پیدا ہوتی ہے جب انسان صاحب فراش ہوتا ہے۔ بیماری میں طرح طرح کے پریشان خیالات اسکے دماغ میں ہر وقت آتے رہتے ہیں۔ ہر لحظہ موت کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھرتی ہے اور انسان کی روح و جسم دونوں سخت کرب کے عالم میں ہوتے ہیں۔ کبھی یہ خیال کرکے کہ یہ دنیا۔ دنیا کی تمام چیزیں اور دنیا کے سارے تعلقات جلد چھٹنے والے ہیں اپنی گزشتہ زندگی پر ایک حسرت بھری نگاہ ڈال کر افسوس کرتا ہے کہ آہ! میں نے جن چیزوں کو مدت العمر کی سعی سے فراہم کیا تھا وہ اب ایک دم میں ہاتھ سے جانے والی ہیں۔ کبھی اپنی ناکام آرزوؤں اور خام امیدوں کا شمار کرتا ہے تو انکا سلسلہ نامتناہی پاکر یہ شعر پڑھنے لگتا ہے ؎

ہزار دن خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے ۔۔۔ بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

کبھی اپنے اعمال پر نظر ڈالتا ہے تو اپنے نقائص اور عیوب کو یاد کرکے کہتا ہے کہ ہاے یہ عمر مفت گنوائی

کچھ نہ کیا۔ پھر اپنے گناہون کی لمبی فہرست کا تصور کرکے کف افسوس ملتا ہے کہ عمل خیر کے ذخیرہ سے کچھ بھی ساتھ نہ لیا۔ دیکھیے موت کے بعد کیا ہوتا ہے۔ اس خیال کے ساتھ فوراً دل کے ہر ذرہ مین ایک حرکت پیدا ہوتی ہے امید دن کی کشتی ڈگمگانے لگتی ہے اور دل ہی دل مین کہتا ہے اب تو جو کچھ بھی ہو مر ہی جانا اچھا ہے۔ مایوسی ہے کہ بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ آقا سکے خیالات کہان سے کہان پہنچ گئے۔ اسکے تصور اور سوہان روح کا اندازہ کرنے کے لیے اسکے دل کے ترجمان ہوکر ہم یہ شعر پڑھ دیتے ہین ؎

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہین کہ مر جائینگے　　مرکے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائینگے

بستر مرگ پر جو تصویرین عالم برزخ کی انسان تصور مین کھینچتا ہے وہ ایسی بھیانک ہوتی ہین کہ اسکا جی دہلنے لگتا ہے۔ اول تو دنیا کی دلچسپیون کی وجہ سے یون ہی مرنے کو دل نہین چاہتا اور پھر انسان یہ سمجھتا ہے کہ مرنے کے بعد اور بھی سختیان جھیلنی پڑینگی اس لیے بے ساختہ یہی دعا کرتا ہے کہ کچھ دن اور اس مصیبت مین نہ پڑون تو اچھا ہے مگر جب سب تدبیرین اُلٹی پڑجاتی ہین۔ دوا کام نہین کرتی اور بے مرے چارہ نہین دیکھتا تو عجیب مایوسی کے ساتھ موت کی یون خوشامد کرتا ہے "اتنی اور مہلت دیدے کہ جو کام بغیر میرے بگڑ جائینگے وہ کرلون۔ اچھا اتنا اور جینے دے کہ مین اپنی اصلاح اور اپنے نفس کا تزکیہ کرلون اور اپنے گناہون اور بداعمالیون پر توبہ و استغفار کرلون" انسان کی بیکسی پر موت زہرخندہ کرتی ہے اور کہتی ہے "تیری طرح بہت سے مرنے والے اچھے ہوگئے مگر اس مہلت کو انھون نے غنیمت نہ سمجھا۔ لہذا دنیا مین پھر پڑگئے۔ تبلا تیرا کیا بھروسہ کل نفسٍ ذائقۃ الموت کو سوچ اور چل دیر نہ کر"

قبرستان کی طرف سے گزرتے وقت بھی موت کا خوف انسان کے دل مین پیدا ہوتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ مردہ زبان حال سے کہہ رہا ہے ؎

بر مزار ما غریبان نے چراغے نے گلے　　نے پر پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

کسی کی لوح تربت پر یہ شعر

بغیر سبزہ نہ پوشد کسے مزار مرا　　کہ قبر پوش غریبان ہمین گیاہ بس است

اور کسی کے سنگ لحد پر یہ التجا

جو آپ آئے ہین تو فاتحہ بھی پڑھ لیجے　　گزر پھر آپ کا سوے مزار ہو کہ نہ ہو

کندہ دیکھکر دل بھر آتا ہے - مرنے والون کی بیکسی اور بے بسی پر آنکھین پرنم ہوجاتی ہین - آبادی کے رہنے والون کو سنسان جنگل مین دیکھکر وحشت ہوتی ہے - خاک سے نفرت کرنے والون کو منون خاک کے اندر دبا ہوا پاکر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہین - جلوت مین وقت گزارنے والون کی تنہائی پر عبرت ہوتی ہے کسی کی جوانی کسی کا بزرگانہ برتاؤ کسی کی شفقت کسی کا بچپنا - کسی کی محبت کسی کا بھولا پن یاد کرکے دل پاش پاش ہوجاتا ہے - فاعتبروا یا اولی الابصار ٹھنڈی سانس کے ساتھ زبان پر جاری ہوتا ہے اور کچھ یاد کرکے دل یہ کہتا ہے ؎

سب کہان کچھ لالہ و گل مین نمایان ہوگئین — خاک مین کیا صورتین ہونگی جو پنہان ہوگئین

مدت کے بچھڑے ہوؤن کو یاد کرکے جی چاہتا ہے کہ یہ بہت دن کے چھپے ہوے ہین کچھ باتین کرین کچھ انکی سُنین کچھ اپنی سنائین بیتاب ہوکر پکارتے ہین مگر صدا بے برنہ خیزد - ایک خاموشی ہے جو راز عدم کو ظاہر نہین ہونے دیتی مگر ہان گوش عبرت مین یہ ایک پُردرد آواز آتی ہے ؎

خموشی مین نہان خون گشتہ لاکھون آرزوئین ہین — چراغ کشتہ ہون عاشق کے مین گور غریبان کا

اس آواز پر پریشان ہوکر کہتا ہے ؎

کس سے پوچھین خبر قافلۂ ملک عدم — کوئی پیدا نہوا خاک مین پنہان ہوکر

سچ تو یہ ہے کہ ملک عدم کی حالت عجب راز سربستۂ قدرت ہے - دنیا کے اکثر معمے حل ہوگئے بمشکل سے مشکل عقدے کھل گئے - یہ تک معلوم ہوگیا کہ موت اسلیے آتی ہے کہ نظام عالم درست رہے اور کثرت آبادی سے خلائق کشمکش مین نہ پڑے - یہ بھی ثابت ہوگیا کہ کائنات فنا سے کسی کا بقا ظاہر ہوتا ہے حوادث روزگار سے قدامت الٰہی کا پتہ چلتا ہے مگر مرنے کے بعد کیا گزرتی ہے یہ سوال اب تک لاینحل رہا -

کوئی پھرا نہ عدم سے کہ اس سے پوچھتے ہم — مسافر و کہو منزل پہ کیا گزرتی ہے

یہ بھی عجیب مرقدرت ہے جس سے مذہب اور اخلاق دونون کا شیرازہ بندھا ہوا ہے - اگر یہ معلوم ہوجاتا کہ کل کیا پیش آئے گا اور مرنے کے بعد کیا ہوگا تو انسان کی حالت دیدنی ہوتی - سب کچھ کرو مگر مرنے کے بعد بھی چین سے گزرے گی - اگر یہ دل خوش کن خبر اسے موثق ذرائع سے پہنچ جاتی تو جامۂ انسانیت سے خارج ہوکر انسان کچھ عجب نہین کہ شیطان ہوجاتا اور اگر مرنے والے کی جزا و سزا حساب و کتاب فشار و صعوبات کا اسے عین الیقین حاصل ہوتا تو فردا کے خوف مین ساری زندگی عجیب وسوسہ فکر و پریشانی کے

عالم مین گزرتی مگر یہ راز نہ سمجھ مین آیا ہے نہ آئے گا اسکو بس یون ہی سمجھیے۔

چرخ کو کب یہ سلیقہ ہے ستم گاری مین — کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری مین

سید کلب عباس نقوی

# علم

علم سے سارے نقوش غیب نے پائی نمود — علم ہے کلک شعاع مہر تابان باوجود

ساغرِ عالم نماے ساقیٔ وحدت ہے علم — پیر تو مرآت معنی معنیِ صورت ہے علم

علم مفتاحِ طلسمِ گنجِ مخفیِ حکیم — مظہر اول ہے علم اور محرمِ سرِ قدیم

مصحفِ رخسارۂ خوبی کی ہے تفسیر علم — خواب ناز شاہد معنی کی ہے تعبیر علم

قلبِ مجنون ہے بھنور مغز فلاطون بلبلا — بحرِ ہستی مین ہے عشق و عقل کا طوفان بپا

ربطِ عشق و عقل ہے یا اتحادِ مغز و پوست — اسکو ذکر دوست کہیے اور اسکو فکر دوست

علم مین ہے عشق مخفی عشق مین دانش نہان — نورِ واحد کے ہین مظہر دیدۂ دل بیگمان

علم سے ہے عالم کثرت کا سارا انتظام — اسکے قبضے مین ہے اس وادی کے ناقون کی زمام

علم بیمارون کے حق مین تودۂ خاکِ شفا — فانیون کے واسطے سرچشمۂ آبِ بقا

علم نے کم کر دیا طول زمان و بعد مکان — کیا عجب مٹ جاے گر فرق زمین و آسمان

قلبِ خاکی مین اسی نے نورِ عرفان بھر دیا — علم نے انسان کو مسجود ملائک کر دیا

علت حسن خصال و باعث عزت ہے علم — زینت مال و منال و موجب ثروت ہے علم

شاہد قدرت کی شاطر رہنمائی علم ہے — مختصر یہ ہے کہ شان کبریائی علم ہے

عبد الرحمن شاطر مدراسی

# عالمگیر خودکشی

پر

## ایک سرسری نظر

کئی سال کا ذکر ہے کہ کسی تانونی امتحان کے پرچہ مین ایک سوال میری نظر سے گزرا تھا کہ ایسا جرم بتلاؤ جس کے ہونے پر کوئی سزا نہین دی جاسکتی لیکن جب ہونے والا ہو تو مرتکب مجرم ہوگا۔ ممتحن کی غرض خودکشی سے تھی۔ مجھے اب اس خیال سے تعجب ہوتا ہے کہ ہم بھی اپنے احساس کے لحاظ سے عجیب ہین بالعموم واقعات بھلے ہون یا بُرے جب دفعۃً وقوع پذیر ہوتے ہین تو اُنکی شہرت بھی ہوتی ہے اور دارورگیر بھی۔ لیکن وہی واقعات اگر تدریجی افعال کا نتیجہ ہون تو کسی کو حس بھی نہین ہوتی کہ کیا ہوا کیا نہین ہوا اسی خودکشی کو دیکھنا چاہیے کہ برس چھ مہینے مین دس بیس واقعے خودکشی کے سُننے مین آتے ہین تو تعجب کیا جاتا ہے لیکن متعجبین اپنے اُن افعال کی حس بھی نہین کرتے جنکے ذریعہ سے وہ روزانہ خودکشی کی تیاریان کر رہے ہین روزمرہ جو موتین ہوتی ہین اور جنکو نوے فیصدی اموات بالمرض مین شمار کیا جاتا ہے میری رائے مین وہ سب خودکشی کا نتیجہ ہین لیکن یہ ضرور ہے کہ تدریجی خودکشی کا کسی امتیاز کیا جاسکتا ہے۔ مین کسی قسم کی تخصیص نہین کرتا نیز ذاتی افراد سے بحث نہین کرتا بلکہ فلاکثر حکم الکل مین یقینی طور پر دعوی سے کہتا ہون کہ کوئی فرد بشر ایسا نہین ہے کہ جس کا ہر فرد خود کردہ افعال روزمرہ کے ذریعہ سے خود کو موت کے مُنھ مین نہ دے رہا ہو روزمرہ کے مشاغل حالیہ آلات خودکشی ہین جزئیات ملاحظہ فرمائیے مروجہ پان کا استعمال جسکو اکثر قبا کو کے ساتھ دوآتشہ کردیتے ہین۔ حقہ۔ سگریٹ۔ شراب وماکولات کا بے محل استعمال وبے اعتدالی ورزش غیر معتدل وبے وقت۔ عام بدپرہیزی۔

غالباً ناواقف لوگ سمجھین گے کہ مین یہ کیا کہہ رہا ہون لیکن غور کیا جاے تو معلوم ہوگا کہ ایک جگر سوزپان یا ایک آتشین سگریٹ یا ایک گھنٹہ کی بے محل ورزش یا چند منٹ کی کوئی بھی بدپرہیزی جو شخصی مزاج کو مضر ہو اندرونی حصۂ جسم مین ایک خلیہ پیدا کرتی ہے (فی الوقت گو اُسکی حس قوی المزاج یا بطی الحس ہونے کی وجہ سے نہو) مضبوط دیوار مین چھوٹا سا رخنہ بھی تمہید ہے اسکے متزلزل ہونے کی۔ لوگ کہتے ہین

اور مین بھی باور کرتا ہون کہ اس زمانہ کے لوگ جلد مرتے ہین کیون نہ مرین زندگی کے کس شعبہ مین احتیاط کی جاتی ہے اور قوانین فطرت کا کون لحاظ کرکے زندگی کے دن کاٹتا ہے ہزار مین ایک بھی مشکل سے ملیگا اسمین عورت مرد امیر غریب عالم جاہل سب بحسب استعداد مساوی العمل ہین - اگلے وقتون کے لوگ فی صدی نصف کم و بیش ایسے ہوتے تھے کہ وہ خدا کے دیے ہوے قوی کو صحیح طور پر استعمال کرتے تھے اور اُنکی ٹھیک ٹھیک محافظت کرتے تھے یہی راز ہے کہ نہ صرف بڑی بڑی عمرین ہوتی تھین بلکہ خاصۂ احتیاط اُمنگ (جو کلید خزانۂ طول حیات ہے) انکی زندگی کے ہر کارنامہ مین نظر آئے گی - اگر وہ میدان کارزار مین ہین تو قابل فخر سپاہی اور اگر گھر مین ہین تو مضبوط دل و دماغ کے میان آدمی نہ انکا بڑھاپا نہ ہماری جوانی خزان کا دور ہے مگر وجاہت پر ماہ الشباب قربان ہے ؎

غضب کا حسن ہے بوڑھون مین اگلے وقتون کے ۔۔۔ چمن کی پیری ہے اُنکا شباب کیا ہوگا

دیکھو اس زمانہ کی لڑائیان کہ انکو اگلی جنگون سے کوئی نسبت ہی نہین کثیر الافراد و فارغ البال قومین روپیہ یا اتحاد قومی کی مدد سے گو کامیاب ہوجائین لیکن وہ شجاعت حوصلہ امنگ کے حربون سے عاری ہین کیا وجہ ہے کہ پہلے زمانہ کے معرکون مین فریب و دغا کے حربے شاذ استعمال کیے جاتے تھے اور اس زمانہ مین اگر یہ حربے کُند رہین تو فتحیابی ذرا ٹیڑھی کھیر ہوجاے گی - الغرض اس زمانہ کے انسان فیصدی نہین بلکہ فی لاکھ ننانوے ہزار افعال خودکشی مین مبتلا ہین (اور اگر کوشش کرین خود کو کمتر اور اپنی اولاد کو بیشتر عمر ترتیب دے کے اس زمانہ مین بھی تعمیل رفتگان کرسکتے ہین) نہ صرف وہ بدیہی افعال ناروا جنکو علم الاخلاق روکتا ہے مُزیل عمر ہین بلکہ وہ افعال جو سنّت ضروریہ سے متعلق ہین خود ایسے بے ڈھنگے طریقہ سے کیے جاتے ہین کہ زندگی طبعی حد تک پہنچنے نہین پاتی - کیا کوئی دعوی کرسکتا ہے کہ وہ چوبیس گھنٹہ مین کھانے پینے سونے جاگنے اور دیگر لوازم آرام و راحت مین ایک منٹ کے لیے قواعد طبیہ ملحوظ رکھتا ہے یا اپنے مزاج کو قول کے کوئی کام کرتا ہے میرے خیال مین ہرگز نہین - بس یہ کہنا بیجا نہین کہ خدا کی بہترین مخلوق اس وقت عالم گیر خودکشی مین مبتلا ہے اور اسکی سزا گو دنیا کی کوئی گورنمنٹ نہین دے سکتی مگر جس عظیم الشان قوت کا عطیہ زندگی ہے اُسکی گرفت کے لیے ہم سب کو تیار رہنا چاہیے - ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین -

امین الحسن بفضوی لیسبل

# گلۂ محرومی

حضرت ارشد کے کلام سے ناظرین ادنیٰ ناظر ناآشنا نہیں ہیں۔ آپ کی دردمند طبیعت سے ہر شعر افسردگی میں ڈوبا ہوا نکلتا ہے۔ بالخصوص یہ نظم جو ایک خاص اثر سے متاثر ہو کر لکھی گئی ہے اس کا ہر ہر لفظ مصنف کے دلی سوز و گداز کی زبان حال سے خبر دے رہا ہے کیا اچھا ہو کہ ہمارے عزیز دوست اس گلۂ محرومی کے بعد ترانۂ کامیابی بھی ہمیں جلد تر سنا سکیں۔

سب ایڈیٹر

کس کس امید سے تیں محو تمنا نہ ہوا
دل میں وہ کونسا خدبہ تھا جو پیدا نہ ہوا

کثرت شوق نہ کیسی ہوی ہنگامہ فزا
شورش انگیز امنگوں کا اثر کیا نہ ہوا

آرزوؤں نے کیا حشر نہ برپا کس دن
کب تلاطم میں خیالات کا دریا نہ ہوا

میری دنیائے تصور نہ تھی کیا کچھ معمور
خلوت راز میں بھی میں کبھی تنہا نہ ہوا

اللہ اللہ تخیل کی وہ گوناگونی
جس کی نیرنگ نمائی کا میں دیوانہ ہوا

آہ ناکامی قسمت کو نہ سوچا میں نے
عیش امروز میں فکر غم فردا نہ ہوا

کبھی بھولے سے بھی اسکا مجھے آیا نہ خیال
میری ہستی میں تغیر ہی یہ اچھا ہوا

انقلابات زمانہ کے خبر دیتے ہیں
زیر گردوں کبھی انسان کا چارا نہ ہوا

عالم یاس میں تن اب فرط الم سے ارشد
بر زبان حضرت تسلیم کا فرمانہ ہوا

بس کیوں فکر نہ کروں میں گلۂ محرومی
لاکھ ارمان تھے اور ایک بھی پورا نہ ہوا

(ارشد تھانوی)

* لکھنؤ میں فکر نوشت ہے (ایڈیٹر)

# سنہ ۱۹۱۲ء میں محمود نے کیا کہا تھا؟

(سلسلہ کے لیے جولائی کا الناظر ملاحظہ ہو)

جس غصے اور جوش کے ساتھ احمد مرزا محمود کی اسٹڈی کے کمرے میں داخل ہوے تھے۔ دس منٹ کے بعد جب باہر نکلے تو وہ سب کافور تھا اور تمکنت و درماندگی کے آثار اُنکے چہرہ پر نمایان تھے۔ سبب یہ ہوا۔ کہ دماغی اور جسمانی دونون لحاظ سے محمود اسقدر افضل تھا کہ احمد مرزا پر اُسکا رعب چھا گیا دو چار کھرے کھرے جملون مین صاف طور سے اُس سے کہدیا گیا کہ اپنے مطلب سے مطلب رکھے دوسرون کے کام مین دخل دینا اُسکا منصب نہین ہے اور اگر اپنا منھ نہ بند کرے گا تو پھر اس گھر مین اسکی کچھ ضرورت نہین ہے بہتر ہے کہ کہین اور جاکر اپنی رات گزارے۔ احمد بیچارہ غصے کے گھونٹ پی کر خاموش ہوگیا۔ محمود سے وہ عمر مین چھوٹا بھی تھا پھر مین کا بھی خیال آیا خیر کا گھر اور کوئی آس پاس سہارا نہین اسلیے کمرے سے باہر آکر اس نے دل مین سوچا کہ بہتر یہ ہوگا کہ کسی حکمت عملی سے کام لیا جاے کیونکہ ایک ضدی اور پاگل شخص سے سابقہ پڑا ہے۔ لڑنے۔ زبردستی کرنے اور سمجھانے سے کچھ کام نہ چلے گا اسلیے وہ دل ہی دل مین کچھ سوچتا ہوا بہن کے پاس چلا گیا۔

اتنے عرصہ مین باہر سے ایک گاڑی کی آواز آئی اب محمود دل مین یہ سوچ کر کہ اُسکے مہمان آگئے جلدی سے اسٹڈی کے کمرے سے باہر نکل آیا۔ دو نوجوان گاڑی سے اُترے بظاہر کسی دلچسپ بحث مین مصروف تھے کیونکہ برامدے کے قریب تک پہنچ گئے لیکن انھون نے سامنے آنکھ اُٹھا کر محمود کی طرف نہ دیکھا۔ پھر یکایک انمین سے ایک نے جوش و خروش کے ساتھ اُنگلی کو ہوا مین چھڑی اُٹھا کر بنگلے کے دروازے کی طرف اشارہ کیا تو اُسکی نظر اپنے میزبان کے مسکراتے ہوے چہرہ پر پڑی۔ اُس نے سیڑھیون کو دو تین جست مین پھاند کر آناً فاناً طے کیا اور یہ کلمہ انگریزی مین کہتے ہوے "ہل لو محمود تمھارے دیکھنے کو تو میری آنکھین ترس گئی تھین (گرم جوشی سے مصافحہ کرتا ہے پھر اپنے دوست کو سر سے پاؤن تک دیکھ کر اپنی چھڑی سے ان کے کوٹ کے آخری بوتام کی طرف اشارہ کرتا ہے) بائی جوڈ مائی ڈیر نیولین۔ تم کیسے موٹے ہوگئے ہو اب تو اچھا خاصہ توند نکل آیا ہے"

اسکے بعد دوسرے نوجوان نے ہاتھ ملا کر کہا "بھائی نیولین مجھے ڈر تھا کہ آج تمھارے گھر کھانے کے وقت تک نہ پہنچ سکین گے۔ اس پر معقول نے (ساتھی کی طرف اشارہ کرکے) کہا کہ [illegible]

یہ جگہ بھی بہت فاصلہ پر ہے"

محمود (کسی قدر کشیدگی کے ساتھ) "مجھے تم دونوں سے بہت بڑی شکایت تھی کہ میرے گھر پر آکے نہیں ٹھہرے۔ اور مسعود سے

مسعود (جلدی سے بات کاٹ کر اور اپنے ساتھی کی پیٹھ پر زور سے ہاتھ مار کر) "واللہ میں محفوظ سے کہتا تھا کہ نیو یارک میں بہت

خفا ہوگا۔ مگر یہ کب کسی کی سنتے ہیں"

محفوظ (متعجب ہو کر) "واہ واہ! خوب۔ اپنا الزام آپ میرے سر تھوپتے ہیں یہ کس کا ارشاد تھا کہ بھائی محمود کے

کام میں حرج ہوگا اور ہماری تفریح انکی الجھن کا باعث ہوگی"

مسعود "خیر اب سہی کل کی پکنک کے بعد۔ تم بالکل تیار رہنا میں نے کل کے لیے بڑا انتظام کیا ہے (مسکرا کر) اوہ

یہ تو بھول ہی گیا تھا کہ مسٹر نیپولین بھی تشریف لاکر مجھے عزت بخشیں گی۔ ٹھیک ہے نا (کسی بات کو دبا کر رومال

جلدی سے نکالتا اور پیشانی کا پسینہ پوچھنے لگتا ہے اور آرام کرسی پر پاؤں پھیلا کے بیٹھ جاتا ہے) اس گستاخی کو

معاف کرنا میں بہت تھکا ہوا ہوں۔ پیاس بہت لگی ہے کوئی روح پرور عرق منگاؤ اور چند سگرٹ بھی"

اور لوگ بھی کرسیوں پر قریب ہی بیٹھ گئے۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر مسعود سے ناظرین کا کسی قدر تفصیل کے ساتھ تعارف کرا دیا جائے

مسعود کا قد ۶ فیٹ سے زیادہ لانبا ہے اور جسم کسی قدر دبیز۔ گزشتہ موسم پر جب انھوں نے اپنے آپ کو تولا

تھا تو سولہ اسٹون (تقریباً ڈھائی من) وزن تھا۔ لیکن اعضا میں غیر معمولی پھرتی اور حرکات و سکنات میں ایسی

تیزی اور انداز گفتگو میں ایسا جوش تھا کہ اس جثہ کے لوگوں میں کم پایا جاتا ہے۔ چہرہ گول تھا اور آنکھوں سے

صاف دلی، بسنخراپن۔ شوخی اور خوش مزاجی اس درجہ نمودار تھی کہ دیکھنے والے کو معاً یہ گمان ہوتا کہ غصہ

چڑچڑاہٹ اور بدی کا کوئی خیال اس شخص کے دل میں تل کے برابر بھی جگہ نہیں پا سکتا۔ سنجیدگی کے آثار

چہرہ پر شاذ و نادر ہی کبھی نمایاں ہوتے ہونگے اور جب وہ کسی سے جوش و خروش کے ساتھ کسی مضمون پر بحث

کرتا ہو تو البتہ پیشانی اور رخساروں پر شکنوں کو دیکھکر کسی کو یہ دھوکا ہو سکتا تھا کہ اسکی عمر ۳۵ سال سے کم

نہیں ہے لیکن یہ خیال صرف ایک لحظہ بھر کے لیے آسکتا تھا کیونکہ فوراً ہی وہ ہنس دیتا اور اسکے بشاش چہرے

دیکھکر یہ خیال کیا جاتا کہ وہ اٹھارہ بیس برس سے زیادہ کا نہیں ہے۔ لوگوں کو تعجب تھا کہ ایسے سبک مزاج شخص

نے ڈاکٹری کا پیشہ جسمیں بہت متانت اور غور و فکر کی ضرورت ہے کیوں اختیار کیا ہے۔ اور یہ پیشہ انکے لیے بالکل

ناموزوں معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جو لوگ مسعود کے ساتھ بہت خلا ملا رکھ چکے ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس کی

مسخری اور ہلکی صورت کے اندر ایک ایسی متین سنجیدہ اور عملی طبیعت چھپی ہوی ہے جسکی خوبیون کی نظیر مشکل سے مل سکتی ہے۔ لباس انکا فراک کوٹ اور ٹرکی ٹوپی تھی مگر ایسا ستھرا پن اور سلیقہ تھا کہ ایک شکن کوٹ پر نہوتی اور ایک دھبہ کالر پر نہوتا۔ لوگون کو حیرت تھی کہ برسون کے سوٹ انکے ایسے معلوم ہوتے ہین کہ جیسے کل ہی بن کر آئے ہین رومال ہمیشہ کوٹ کی بائین آستین کے اندر کھنسا رہتا اور یہ عادت تھی کہ جب کبھی جوش کے ساتھ کوئی بات کہتے ہوتے تو بار بار رومال سے پیشانی کو پوچھتے رہتے یا چاندی کی شام والی چھڑی کو اپنے دونون ہاتھون سے پکڑے اگر کھڑے ہوتے تو پشت کی طرف کرکے گھماتے اور اگر بیٹھے ہوتے تو دونون ہاتھون کی انگلیون پر اُسے پھیرتے رہتے۔ بائین ہاتھ کی ایک اُنگلی مین سونے کی انگوٹھی تھی جسمین نگ غائب تھا۔ سبب پوچھا جاتا تو جواب دیتے کہ کنوارپنے کی نشانی ہے جب شادی ہوگی تو یہ خالی جگہ بھر دی جاے گی۔ اب ہم اصل قصے کی طرف رجوع کرتے ہین

محمود (مسکرا کر اور مسعود کی طرف ایک پُرمعنی نگاہ سے دیکھکر) "روح پرور عرق! کہین وہسکی سوڈے کا تو آپ نے نیا نام نہین رکھا ہے۔ کیا واقعی!"

مسعود (جلدی سے سنبھل کر بیٹھ جاتا ہی) "اونو۔ نو۔ یہ گستاخی اور میری شان مین۔ میرا مطلب سوڈے یا لیمنیڈ سے ہے یا کچھ نہین تو خیر اکیوا ٹسبلا ہی سہی"

محفوظ "اکیوا سے آپ کے کوا (قوا) کو سیری ہوگی"

مسعود (اپنا ہاتھ دھپ مارنے کے لیے بڑھا کر) "مین سچ کہتا ہون کہ تمھاری یہ بھدّے مذاق کی عادت کبھی نہ چھوٹے گی یہ تمھارے ضلع میرے کانون کو۔۔۔۔۔"

محفوظ (مسکرا کر اور اُنگلی سے اشارہ کرکے) کیونکہ آپ کے کانون کو ان لطیف باتون سے میل نہین ہے۔

مسعود (جھلا کر) "چپ نامعقول"

اتنے مین گلاس اور پانی کی بوتلین آگئین مسعود نے دو تین گھونٹ پی کر اپنا گلاس آرام کرسی کے ہتھے پر رکھدیا اور سگرٹ جلا کر پینا اور مُنھ سے دھوئین کے چھلّے بنانا شروع کیا۔ اتنے مین محمود نے سنجیدگی سے مسکراتے ہوے پوچھا "کہو جالینوس ثانی! تم نے ابھی تک پریکٹس بھی کہین شروع کی میرے خیال مین تو تمہارے مریضون کو قبرستان کی ہوا کھلا چکے ہوگے"

مسعود (منھ بنا کر) "مریض! ہنوز ابھی تک مجھے اپنی بیکاری کی مرض سے تو نجات ملی ہی نہین دوسرے بھی کیا خبر لون۔ ہندوستان دوزخ نشان مین جب سے آیا ہون دل کی گھبراہٹ کا یہ عالم ہے کہ ایک جگہ جی نہین لگتا۔ ٹھنڈی سانس لے کر) ہا پرستان! اب خواب وخیال ہوگیا۔ یہان کے موسم کی گرمی اور لوگون کی سرد مہری

نے میرے دماغ سے غبار کی طرح سارے سائنس کو نکال دیا ہے۔ آہ یہ لوگ قدر دان نہیں ہین اگر جانتے کہ مین نے ولایت مین کیسے کیسے معرکے کے علاج کیے ہین تو آج ہاتھون ہاتھ لیتے۔ اور علاج بھی کس خیاضی کے ساتھ کہ ایک پیسہ فیس کا نہین لیا بلکہ اپنے پاس سے کچھ دیدیا (شوخی سے مسکراتے ہوے) آپ کو یقین نہین آتا اور شاید یہ جاننا چاہتے ہین کہ مین کس شعبہ مین دستگاہ کامل رکھتا ہون (محفوظ کی طرف مخاطب ہوکر) تم بتا دو کہ مجھے کیسے کیسے مریضون سے سابقہ پڑا ہے (رُخ کو پھیر کر) خیر مین خود ہی ایک مثال سُناتا ہون۔ جہاز پر واپسی کے وقت ایک مہ جبین فرانسیسی لیڈی مرے پاس آکر کہنے لگی کہ "میرا علاج کردو۔ دل کی بیماری مین مبتلا ہون"۔ مین نے کہا "خوب میڈم آمین تو مجھے یدطولیٰ حاصل ہے"۔ اُسکے بعد راستہ بھر مین نے اُنکی جو خدمت کی ہے اُسے خدا ہی جانتا ہے۔ لیکن ایک دن وہ ناراض ہوکر مجھسے کہنے لگین کہ "موسیو تم دنیا کی باتون مین بڑے نادان ہو مجھے تم پر سخت مایوسی ہوی"۔ مین نے جواب دیا "اب اس سے زیادہ آپ اور کیا چاہتی ہین۔ مین سچ کہتا ہون کہ مجھ مین اب اور زیادہ قابلیت نہین کیونکہ مین بالکل بیک مینی و دوگوش ہون۔ صرف۔ اور اگر آپ کو یقین نہو تو....."

یہ تقریر کچھ ایسی متانت و سنجیدگی کے ساتھ کی گئی تھی کہ دونون دوستون کو خوب ہنسی آئی۔ اسپر جالینوس نے کہا "ہین ہین آمین ہنسی کی کون سی بات ہے مین نے دنیا کے لوگون کی ناشکری کی ایک مثال بیان کی ہے کہ....."

محفوظ نے کوٹ کا دامن پکڑ کر کہا "کیون بے اب یہ مذاق بھلا کس کا ہے میرا ہے کہ تیرا"۔ محمود نے مسکرا کر کہا "مسعود تمھارے لیے یہ کنوار پن نہایت خطرناک ہے۔ بہتر ہے جلد کہین شادی کرلو"۔ اسپر جالینوس نے دونون کی طرف نہایت حیرت و استعجاب سے دیکھا پھر اپنے کوٹ کے دامن سے سگرٹ کی راکھ کو رومال سے جھاڑ کر کہنے لگا "ڈیم۔ یہ سگرٹ پینے کی عادت بہت خراب ہے مین اسکو چھوڑ دونگا۔ ہان اب اُس واقعہ کا انجام تو سُن لو"۔ اتنے مین نوکر نے آکر کہا کہ خاصہ میز پر تیار ہے تینون دوست اُٹھکر کھانے کے کمرے کی طرف بڑھے۔ راستہ مین محفوظ نے محمود کی طرف مخاطب ہوکر کہا "ان حضرت کی ایک قابلیت کا حال تو آپ نے سُن لیا اب دوسری سُنیے کہ ابھی مجھ سے گاڑی مین بحث کرتے چلے آتے تھے کہ ہماری خراب معاشرت کا علاج قانون ارتقا کے رو سے ڈارون کے خیال کے مطابق کرنا چاہیے اس لیے کہ انسان کی دم جس طرح صدہا سال کے بعد رگڑ رگڑ کر غائب ہوگئی ہے اسی طرح ہمارے قبیح عادات و رسوم مثلاً پردہ سسٹم وغیرہ جو ہمارے دماغ کا جزو بن گئے ہین رفتہ رفتہ کسی تیلی پر گھس گھس کے نیست و نابود کردیے جائین ورنہ اگر یکبارگی کاٹ دوگے تو خون نکلے گا اور بڑی تکلیف ہوگی۔ مین نے کہا اچھا دیکھین نپولین کی اس مسئلہ پر کیا رائے ہے"۔ محمود نے منھ بنا کر مسعود کی

طرف دیکھا اور کہنے لگا "غلط۔ بالکل غلط خیال ہے۔ مین سچ کہتا ہون کہ اتنی سائنس کے پڑھنے اور ولایت کی آب و ہوا سے تم پر خاک بھی اثر نہین ہوا۔ بالکل اُسی پرانے دقیانوسی خیال کے ہو جیسے ہماری بیان کے اسّی برس کے بڈھے"

مسعود نے قہقہہ مار کر جواب دیا "شاباش نپولین۔ تیری ہمت کا مین قائل ہون مگر ذرا آہستہ سے اتنی تیزی کے ساتھ نہین۔ غریب ڈارون کی روح کو بڑا صدمہ پہنچے گا کہ بلا ثبوت کے تم اُسکا صلوا تین سُنا رہے ہو"

محمود (ہنس کر) "اوہ تم کو ثبوت کی ضرورت ہے۔ اچھا ابھی اپنی آنکھون سے دیکھ لوگے"

کھانے کی میز پر پہنچ کر تینون دوست اپنی اپنی کرسیون پر بیٹھ گئے۔ دو کرسیان زائد تھین مسعود نے انجان بن کر پوچھا "کیون بھئی اور کون صاحب آنے والے ہین"

محمود "ایک کرسی پر احمد مرزا اور اُنکی پاس والی کرسی پر زبیدہ بیری بی بی (مڑ کر پیچھے دیکھتا ہے) معلوم نہین یہ دونون ابھی تک کیون نہین آئے۔ وقت کی پابندی نہ کرنے سے مجھے سخت نفرت ہے"

مسعود (نہایت انبساط کے ساتھ) "واللہ لیڈی کی سوسائٹی بھی کیا فرحت اثر ہوتی ہے۔ ٹانک ہے ٹانک مجھے معلوم ہوتا تو اپنے ایک اور عزیز کو ساتھ لیتا آتا۔ آج کی دعوت ضرور بڑے لطف کی ہو گی"

محمود (فتحمندانہ مسکراہٹ سے) "اور آپ جب میری دعوت اپنے یہان کرینگے تو امید ہے کہ ایک نہین بلکہ تین چار لیڈیان ہون گی"

مسعود (تعجب سے آنکھین اٹھا کر پھر یکایک زور سے قہقہہ مار کر) "ہا ہا۔ اب مجھے یاد آیا وہ آپ کی شرط (سر پر ہاتھ پھیر کر) میرا حافظہ کس قدر ضعیف ہو چلا ہے (سر ہلا کر) بیشک بیشک۔ انشاء اللہ (دبی آواز سے) بشرطیکہ آج کی رات خیریت سے گزر جاے" گھڑی نکال کر وقت دیکھتا ہے پھر رومال سے اپنی پیشانی پونچھکر حالت انتظار مین دروازے کی طرف دیکھنے لگتا ہے۔ منٹ پر منٹ گزر گئے۔ محمود کی بیچینی بڑھتی گئی اتنے مین احمد مرزا داخل ہوا محمود نے خفگی سے پوچھا "کیون تمھاری بہن کہان ہین" "مجھے معلوم نہین" "معلوم نہین؟" جھلا کر محمود کھڑا ہو جاتا ہے اور اندر کے کمرے مین چلا جاتا ہے۔ احمد مرزا بھی خاموشی کے ساتھ پیچھے پیچھے روانہ ہوتا ہے۔

مسعود (محفوظ کی طرف دیکھکر) "بھئی یہ دونون تو اس طرح کھسک گئے۔ اب معلوم ہوتا ہے کہ چند سال کے بعد واپس آئین گے اور مین بھوکا بیٹھا ہون اسلیے بہتر ہے کہ بسم اللہ کہہ کے کھانا شروع کر دیجیے"

محمود (خشمگین ہو کر) "زبیدہ تم یہان کھڑی ہوی کیا کر رہی ہو۔ میز پر کھانا رکھا ہوا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ تم کو چاہیے تھا

کہ اپنے مہمانون سے پہلے کھانے کے کمرے مین موجود ہوتین اور اُنکا استقبال کرتین (خاموش دیکھ کر) بولو اس خاموشی کے کیا معنی ہین؟

زبیدہ (نہایت دھیمی آواز سے) "کچھ نہین (آنکھین نیچی کرکے رُک رُک کر) مجھے غیر مردون ..... کے ساتھ ..... کھانا کھاتے ..... بڑی شرم آتی ہے"

محمود (اپنے پاؤن غصّے سے زمین پر مار کر) "تمھاری یہ بیہودہ نامعقول شرم ..... خدا کی قسم مین مہینون سے سمجھاتے سمجھاتے اور لکچر دیتے دیتے عاجز آگیا اور آج بھی تم سے اسقدر تاکید کے ساتھ کہا مگر تمھاری سمجھ ایسی ہے کہ اُسپر کچھ اثر نہین ہوتا" (بی بی کا ہاتھ پکڑ کر) بس یہ نخرے جانے دو میرے حکم کی تعمیل کرنا تم پر فرض ہے"

زبیدہ کا ایک ہاتھ محمود کے پنجہ مین تھا دوسرے سے وہ اپنے چہرہ کو چھپائے ہوئے تھی اور اُسکا سینہ اضطراب قلب کی وجہ سے موج بحر کی طرح پے بہ پے اور زور زور سے اُبھرتا اور بیٹھ جاتا تھا۔ اپنے شوہر کے منھ سے یہ آخری کلمات سُن کر اُس نے جلدی سے اپنا ہاتھ چہرہ پر سے ہٹا لیا اور کچھ غصّے۔ کچھ بیچارگی اور کچھ شکایت کے ساتھ آنکھین ملا کر بھرائی ہوئی آواز مین جواب دیا "اوہ۔ میرے اوپر یہ جبر نہ کیجیے اور یہ الزام آپ کا بیجا ہے۔ آپ ہی بتائیے کہ مین نے آج تک کس بات مین آپ کے خلاف حکم کیا ہے۔ مجھے آپنے زیور پہننے کو منع کیا۔ مین نے اپنا ایک ایک چھلا اُٹھا کر الگ پھینک دیا (ہاتھون کو دکھا کر) اور اب صرف یہ دو چوڑیان ہاتھون مین رہ گئین ہین۔ آپنے تنگ پائجامے اور دوسرے لباس کی ممانعت کی مین نے آج تک اُنکو اپنے بدن سے چھوا تک نہین۔ آپنے مسّی سرمہ اور پان سے اپنی ناخوشی ظاہر کی۔ دیکھیے اُس دن سے مین نے اُنکو ہاتھ لگایا ہو تو حرام ہے۔ مگر مین یہ اب کیسے اپنی سرشت کو بدل کر غیر مردون کے سامنے ہو جاؤن۔ اُنکے خیال ہی سے میرا رواں رواں کانپ اُٹھتا ہے"

محمود کے چہرے پر حیرت کے آثار دیکھنے کے قابل تھے کیونکہ اُس نے یہ سمجھکر کہ بچپنا کی جھجک ہے ایک مرتبہ کے بعد دور ہو جاے گی بی بی کی بات کا کچھ خیال نہ کیا اور ہاتھ چھوڑ کر اصرار کے ساتھ کہنے لگا "زبیدہ اگر آج تم نے مرا کہا نہ مانا تو مجھے دوستون کے سامنے سخت ذلت و خفت اُٹھانا پڑے گی" اس جملہ نے زبیدہ کے چہرے پر نہایت تاسف اور آزردگی کا اثر نمایان کر دیا اور وہ آنکھین نیچی کرکے اپنے ارادے مین مذبذب معلوم ہونے لگی۔ کچھ مُنھ سے کہنا چاہتی تھی کہ یکایک اُسکی نظر اپنے بھائی پر پڑی جو محمود کے پیچھے دس قدم کے فاصلے پر کھڑا ہوا یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ احمد مرزا نے بہن سے دوچار ہوتے ہی بل کی جھنڈی کی طرح اپنے

دونون ہاتھون کو ہلانا شروع کیا اور چہرہ اور ہونٹون کی جنبش سے غائبانہ پیغام دینا شروع کردیے مشتاق بہن کو خاموش دیکھکر احمد کی پیشانی پر بل پڑ گئے اور ہاتھ سے منع کیا کہ ہرگز نہین پھر جب بیدہ کی آنکھون نے سوال کیا کہ تمھین بتاؤ مین اب کیا کرون تو بھائی نے چٹکی بجانے کا اشارہ کرکے جواب دیا کہ کچھ بہانہ کردو مگر وہ جب اس کا مطلب نہ سمجھی تو اپنے سر کی طرف اشارہ کیا اور پیٹ کی طرف انگلی لے گیا اور بہن کو رضامند دیکھکر گردن ہلاکے مسکرایا اور ہونٹون سے کہا کہ شاباش میرے کہنے پر عمل کرو تو تم کو نجات مل جائے گی - اس بے تار کی تار برقی کا اثر فوراً ہی ہوا کیونکہ زبیدہ نے اپنے سر پر ہاتھ رکھکر اور کسی قدر مُنھ بناکے بڑی تکلیف سے کہا "مین سچ کہتی ہون کہ مرے سر مین اس زور کی ٹیس ہو رہی ہے اور بخار چڑھا ہوا ہے کہ آپ کو یقین نہین آئے گا مگر مین سچ کہتی ہون" محمود "اچھا تو تم کچھ کھانا نہین صرف جاکر بیٹھ ہی جانا تمھاری طبیعت بہل جائے گی" بہن نے بھائی کی طرف پھر دیکھا جس کے جواب مین اُس لائق مارکونی (Marconi) نے پھر اپنی حرکات سے بتایا "اور مین قسم کھاتی ہون آج شام سے مجھے تین مرتبہ غش آچکے ہین اور اسوقت بھی متلی ہو رہی ہے" یہ کہکر سر تھام کے بیٹھ گئی -

محمود کو ان عذرات کا بھلا کب اعتبار ہوسکتا تھا اور جب پیچھے مڑکر احمد مرزا کی طرف دیکھا تو خود بخود سارا راز کھل گیا مگر کچھ کہے سنے بغیر غصّے سے کھانے کے کمرے مین چلا گیا اور دروازہ اس زور سے بند کیا کہ مسعود کے ہاتھ سے کانٹا چھوٹ کر پلیٹ پر گر پڑا -

مسعود (اچک کر) "آخر خیر تو ہے - یہ آپ ایسے آندھی کی طرح کیون تشریف لائے (کھانے کی طرف اشارہ کرکے) اگر تم ۵ منٹ اور ٹھہر کر آتے تو یہ ساری رکابیان صاف ہوگئین تھین"

محمود نے اپنے دل کے اضطراب کو بہت ضبط کے ساتھ چھپایا کہ دستون پر اسکی ناکامیابی نہ کھلنے پائے اور چہرے کو بشاش بناکر رومال اپنے سامنے بچھایا اور کھانا کھانے مین مشغول ہوگیا -

مسعود نے طنزیہ کہا "تمھین اتنی دیر تک کہان رہے -

محمود (افسردگی کے ساتھ) "کچھ نہین - بھائی مجھے کس قدر افسوس ہے کہ بیگم کی طبیعت ایسی علیل ہوگئی کہ وہ کھانے پر آنے سے معذور رہین"

مسعود (بناوٹی اضطراب کے ساتھ) "کیا کہا! مجھے کسقدر امید ہوی (دبی زبان سے) یہ تو ہم پہلے ہی سے جانتے تھے"

محمود کو احمد مرزا پر بہت غصہ تھا اور وہ بڑی کشیدگی کے ساتھ اُسکی طرف سے مُنھ پھیرے ہوے کھانا کھا رہا۔ مسعود نے ایک شوشہ اور چھوڑا "محمود تم پر مجھے بہت حیرت ہے کہ بی بی بیمار ہے اور تم اطمینان سے بیٹھے ہوے کھانا زہر مار کر رہے ہو۔ مین ہوتا تو نہ معلوم کیا آفت مچا دیتا۔ ڈاکٹر کو بلاتا۔ طرفہ تماشا ہے کہ مین یہان بیٹھا ہوا ہون اور تم نے پوچھا تک نہین" محمود کے دل مین اسقدر غصہ تھا کہ اُس نے اس بات کا کچھ جواب نہین دیا۔ کھانا کھانے کے بعد وہ ۱۰ منٹ تک نہایت خاموش رہا اور صبر کے ساتھ مسعود کے جلے کٹے جملے سنتا رہا پھر اپنے دل مین کچھ بات ٹھان کر جلدی سے اُٹھ کھڑا ہوا اور گول کمرے کا دروازہ کھول کر اندر زنان خانے مین داخل ہو کر جلدی سے دروازہ اس طرح سے بند کیا کہ مرزا کو پیچھے آنے کا موقع نہ ملے۔ یہان غریب زبیدہ ایک گوشہ مین کھڑی ہوی زار و قطار رو رہی تھی۔ محمود کے آتے ہی اُس نے جلدی سے گلے مین باہین ڈال دین اور بہت اُداسی کے لہجہ مین کہا "خدا کے لیے مجھ سے خفا نہو۔ جو تم کہو گے وہی کرونگی۔ (بڑے بھولے پن سے التجا کر کے) مگر بھیا یہان ..... آج نہین (تھر تھر کانپتے ہوے) نہ معلوم آج میرے دل مین کیون اسقدر ہول سمایا ہوا ہے"

محمود (تشفی دے کر) "بیگم تم ایسی ناسمجھی کی باتین کیون کرتی ہو۔ یہ بھی کوئی ڈر کی بات ہے۔ میرے دوست تمھارے بھی رفیق ہین اسلیے ان سے شرم کس بات کی۔ اور ہان یہ تو مین تم سے کہنا بھول ہی گیا تھا کہ یہ رونق میرے دور کے عزیز بھی ہوتے ہین۔ لو اب تو تم کو کچھ عذر نہین ہے۔ شاباش عقلمندون کی طرح چلی آؤ مین تم کو انعام مین ایک بہت ہی خوبصورت موتیون کا ہار منگوا دونگا"

زبیدہ کو عزیز ہونے کے بہانے پر اعتبار نہین آیا۔ اُس نے مسکرا کر کہا "مگر تم ہم چھپی شرعاً نامحرم ہین"

محمود (جھنجھلا کر) "تم نہین مانتی ہو تو اچھا مین واپس جاتا ہون۔ مگر پھر کبھی نہ بولونگا"

زبیدہ (گھبرا کر اور جلدی سے دامن پکڑ کے) "اچھا۔ ٹھہرو۔ ٹھہرو۔ مین چلتی ہون (ساڑی کو سنبھال کر پھر تذبذب کی وجہ سے قدم روک کر) مگر بھیا کے سامنے مین ہرگز نہ جاؤن گی"

محمود (خوش ہو کر) اچھا تو مین اسکا بھی انتظام کیے دیتا ہون۔ یہ کہکر وہ ہنستا ہوا کھانے کے کمرے مین داخل ہوا اور مسعود کے کان مین جھک کر کہا کہ "بھائی مرزا کو کسی طرح ٹہلاؤ میری بی بی کو انکی وجہ سے بڑا لحاظ ہے" مسعود نے اپنی گردن ہلا کر بہت خوشی سے جواب دیا "یہ کتنی بڑی بات ہے۔ مین انکو ابھی ٹہلاتا ہون" اسکے دو تین منٹ بعد مسعود نے کئی بار زور زور سے کھنکھارا۔ پھر مرزا کی طرف مخاطب ہو کر کہا "جناب

گستاخی معاف کیجیے گا مین آپ کو ایک تکلیف دینا چاہتا ہون۔ آپ گوہر کا گانا سُننا چاہتے ہین۔ بیشک آپ بھی اور دیگر احباب بھی نہایت مشتاق ہین۔ میرے خیمے مین فونوگراف رکھا ہوا ہے اگر تکلیف نہ ہو تو میری گاڑی پر چلے جائیے اور مہربانی کرکے اُسکو لے آئیے۔ نوکر کو مین اسلیے نہین بھیجتا کہ کہین راستہ مین توڑ پھوڑ نہ ڈالے" مرزا بہت اچھا کہکر اُٹھے اور بادل ناخواستہ باہر چلے گئے۔ اسکے بعد محمود نے اندر جاکے کہا "چلو اب میدان صاف ہوگیا ہے مگر دیکھو اپنے آپ کو اور مجھے احمق نہ بنانا۔ دلیرانہ منھ کھول کر سب کے سامنے کرسی پر بیٹھ جانا اور آنکھون کو کھول کر باتین کرنا اور شرمانا نہین"

زبیدہ نے جب دیکھا کہ آخری بہانہ بھی کارگر نہ ہوا تو خوف اور ناچاری نے اُسکے چہرے کو تھوڑی دیر کے لیے متغیر کردیا مگر فوراً ہی طبیعت کا بچپن اور خوش مزاجی غالب آگئی اور اپنی پردہ دری کو ایک مرشد فنی سمجھکر اُسکے دل مین عجیب و غریب گدگدی پیدا ہوی۔ اور اس نے مسکراکر جوش سے کانپتے ہوے ہاتھون سے اپنے شوہر کا کوٹ پکڑلیا اور شرارت سے جو اُسکی آنکھون سے ظاہر ہورہی تھی کہنے لگی "مرے اللہ! ذرا ٹھہرو تو اتنی جلدی مجھے چھوڑکر نہ چلے جاؤ (چل کر) آپ آگے چلیے مین آپ کا کوٹ پکڑے ہوے چلتی ہون" مگر محمود اپنا دامن جلدی سے چھڑاکر کمرے کے اندر چلا گیا اور بی بی سے نہایت تحکمانہ آواز مین کہا کہ "جلدی آؤ"۔

"ناظر"

# مرگ لیسین

(مرحوم کا پورا نام محمد لیسین ہے عالم شباب مین انتقال کیا۔ یہ نظم اُن جذبات کا اظہار ہے جو اُنکی وفات حسرت آیات سے دل مین پیدا ہوے۔ خداوند کریم غریق رحمت کرے۔) "وہو ہذا"

مضطرب کیون ہے یہ دل ناشاد — اس کو تڑپا رہی ہے کس کی یاد
اشک خون کیون روان ہین آنکھون سے — کیون طبیعت ہے مائل فریاد
قلب مضطر کی کیا کہون حالت — رنج و غم سے نہین ذرا آزاد
دل خوشی کا نہین رہا مسکن — اس مین اندوہ و غم ہوے آباد
اے اجل تونے کیا ستم توڑا — ساز شادی نے کردیا ناشاد

قہر ڈھایا ستم رسیدوں پر — بھول سکتی نہیں تری بیداد
تجھکو مدت سے جانتے ہیں ہم — تو ازل ہی سے ہے ستم ایجاد
عیش و عشرت کے دن اب آئے تھے — اُف جوانی کو کر دیا برباد
کیسے مستِ شباب کو مارا — رحم آیا نہ کچھ تجھے جلاد
حیف صد حیف ظالم نے بھی ستم آرا — تیری سفاکی پر کیا ہے صاد

تیرا غوغا ہے بزم ہستی مین
تو ہے یکتا دراز دستی مین

پیارے یسین کیون ہے مدہوشی — کس لیے ایسی خود فراموشی
کون سا جام تم نے نوش کیا — کس لیے ہے بلا کی مدہوشی
راز دل اپنا کچھ کہو للّٰلہ — کس لیے لب پہ مُہر خاموشی
بھائی زینو سے اپنے کچھ کہہ دو — جس سے رہتی تھی پہرون سرگوشی
اپنے احباب سے بھی روٹھ گئے — جن کی ہمیشل تھی وفا کوشی
محو کردی وہ سیری ہمدردی — مجھ سے اُستاد سے بھی روپوشی

میرے کیف اجل کے متوالے
رونے والون کو کچھ تو سمجھالے

نقش ہے دل پہ وہ وفاداری — خاکساری تری نکوکاری
میرے کہنے پہ وہ سدا چلنا — جودت طبع کی وہ بیداری
جا و بے جا بھی چپکے سُن لینا — یاد تک ہے تیری غمخواری
ہائے شادی کو اک برس نہ ہوا — تو نے کردی عدم کی تیاری
دے گیا داغ تو جدائی کا — شغل باسط ہے گریہ و زاری

تین رہون اب اور فسانۂ غم ہے
سینہ کوبی ہے تیرا ماتم ہے

باسط بسوانی

# نشتر سخن اور جناب احسن

مؤلف نشتر سخن نے جناب امیر مینائی کے حال مین یہ بھی لکھا ہے کہ وہ حیدرآباد حسب الطلب گئے تھے اسکی تردید مین احسن صاحب مارہروی نے سات صفحے کا مضمون لکھا ہے اور ایڈیٹر صاحب الناظر نے کمال کیا ہے کہ اس مضمون کو جو غلط بیانیون کا تودہ ہے محققانہ مضمون سمجھکر چھاپ دیا ہے۔ اسی طرح جس وقت اعلیحضرت مرحوم نے جناب جلیل کو اپنا اُستاد بناکر سرفراز فرمایا تھا تو احسن صاحب نے اُسکی تردید مین بڑے بڑے مضامین رسالہ فصیح الملک مین لکھے تھے۔ اُسی زمانے سے آپ کی واقعہ نگاری اور صداقت شعاری کا سکہ ملک مین بیٹھا ہوا ہے۔ مین عنقریب وہ تمام براہین و شواہد شائع کرونگا جنکے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ حضرت امیر مرحوم اُسوقت سے بُلائے جارہے تھے جب احسن صاحب کی معلومات کا وجود بھی نہ تھا اور نہ اُنکے اُستاد نے حیدرآباد کی صورت دیکھی تھی سرِدست مناسب معلوم ہوتا ہے کہ احسن صاحب کے مضمون پر ایک تنقیدی نظر ڈالی جاے اور اُنھین کے بیان سے حضرت امیر کا حیدرآباد بلایا جانا ثابت کر دیا جاے۔ لطف بھی اسی مین ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ حیدرآباد سے حضرت امیر کی طلب بہت زمانے سے ہورہی تھی مگر کبھی اُنھون نے اُدھر کا قصد نہین کیا۔ جب بنارس مین اعلیحضرت غفران مکان کے حضور مین باریاب ہوے اور اعلیحضرت کی جانب سے بیحد تفقدات اور التفات کا اظہار ہوا اور یہ الفاظ زبان مبارک سے فرمائے گئے "آپ میرے ساتھ حیدرآباد چلین مین مدت سے مشتاق ہون" تو حضرت امیر نے سفر دکن پر کمر ہمت باندھی اور چونکہ وہ اُسوقت تیار نہ تھے کہ حسب ارشاد ہمراہ رکاب ہولیتے لہذا چند روز کے بعد حیدرآباد کی روانگی ظہور مین آئی۔ اس جگہ یہ ظاہر کر دینا بھی ضرور ہے کہ بنارس مین اعلیحضرت کا قیام صرف چند گھنٹے کا تھا حضرت امیر کو اسکا موقع نہین ملا کہ ساتھ چلنے کے لیے جو ارشاد ہوا تھا اُسکے متعلق کچھ عذر کر سکتے۔ اب واقعہ کی تصدیق احسن صاحب کی تحریر سے کر لیجیے۔

پہلا ثبوت صفحہ ۳۴ مین وہ لکھتے ہین "واپسی مین شاہی دربار گلبرگہ مین مقیم ہوا وہان پہنچکر حضور نظام نے اپنی شاہانہ عادت کے موافق فرمایا کہ منشی امیر احمد کہان ہین بلاؤ۔ چونکہ جناب مرحوم

موجود نہ تھے مجبوراً اُنکی غیر موجودگی پر علالت کا پردہ ڈالا گیا۔ یہین سے اندازہ کرنا چاہیے کہ ایک ایسے والی ملک کو ایک ایسے امیدوار کرم کے متعلق کیا خیالات قائم کرنے کا موقع ملا ہوگا" خیالات قائم کرنے سے مطلب یہ ہے کہ اعلیحضرت رنجیدہ ہوگئے ناظرین انصاف فرمائین کہ اعلیحضرت کا گلبرگہ پہنچکر امیر مرحوم کی اس طرح یاد فرمانا کہ امیر صاحب کہان ہین اُنکو بلاؤ اور انکے موجود نہونے پر رنجیدہ ہونا کیا صاف طور پر اس امر کو ظاہر نہین کرتا کہ اعلیحضرت نے بنارس مین باصرار ساتھ چلنے کو فرمایا تھا اور انکا یقین تھا کہ ہمراہ رکاب آرہے ہین اب اس سے بڑھکر ثبوت اور کیا چاہیے۔

اس جگہ ایک نکتۂ لطیف قابل غور ہے۔ یہ تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ شاہی اسپشل ٹرین پر بغیر حکم کے کسی کا سوار ہونا ناممکن ہے پھر اگر اعلیحضرت نے حضرت امیر کو ساتھ چلنے کے لیے فرمایا تھا تو کیونکر خیال کرلیا کہ امیر صاحب میرے ہمراہ اسپشل پر سوار ہین جسکی بنا پر گلبرگہ پہنچکر اُنکو یاد فرمایا۔ اور اگر بغیر حکم کے اسپشل پر سوار ہونے کی کوئی صورت امکان پذیر ہوسکتی ہے تو احسن صاحب بیان فرمائین۔

احسن صاحب نے جو اعلیحضرت کا شاہانہ عادت کے موافق گلبرگہ پہنچکر امیر صاحب کو یاد فرمانا لکھا ہے اس کا کیا مطلب ہے۔ یہ مطلب تو ہو نہین سکتا کہ ایک شخص کو ساتھ چلنے کے لیے نہ کہنا اور منزل پر پہنچکر یاد فرمانا اعلیحضرت کی شاہانہ عادت مین داخل تھا لامحالہ اس فقرے کا یہ مطلب ہوگا کہ اعلیحضرت کی شاہانہ عادت تھی کہ سفر مین جہان منزل پر پہنچتے تھے اپنے ہمراہیون کو یاد فرما کر باریابی سے سرفراز فرماتے تھے پس اس سے بھی توثیق اس بات کی ہوئی کہ اعلیحضرت کے ذہن مین امیر صاحب کا ہمراہ ہونا یقینی تھا اور یہ بغیر حکم کے ناممکن تھا۔ امید ہے کہ مذکورۂ بالا بیان سے امیر مرحوم کی طلبی کا ثبوت اُسی طرح احسن صاحب کے دل مین مقیم ہوجائے گا جس طرح بقول اُنکے گلبرگہ مین شاہی دربار مقیم ہوا تھا۔

**دوسرا ثبوت** احسن صاحب لکھتے ہین "جبکہ نواب امیر اپنے مکان پر بیمار تھے اُسی زمانے مین حضرت داغ نے موقع پاکر حضور نظام کے گوش گزار کردیا تھا کہ منشی صاحب آرہے ہین" اور دوسری جگہ لکھتے ہین "یہ تمام تر مرزا داغ نے حضور نظام کو یہ عرضی لکھی کہ منشی امیر احمد صاحب میرے مہمان بن کر آرہے ہین اطلاعاً گزارش ہے" غور کرنے کی جگہ ہے کہ اگر اعلیحضرت نے حضرت امیر کو طلب نہ فرمایا ہوتا اور اُنکے آنے کے منتظر نہ رہتے تو داغ صاحب کیا بڑے بڑے مقربان بارگاہ کو یہ عرض کرنے کی مجال نہوتی کہ امیر صاحب آرہے ہین کیونکہ یہ ایک غیر متعلق بات تھی اور غیر متعلق بات کا عرض کرنا یہان سخت جرم مین داخل ہے

جو شخص حضور نظام کے رعب و داب اور اصول دربار سے ذرا بھی واقف ہے وہ ایک سکنڈ کے لیے بھی غیر متعلق عرض معروض کو تسلیم نہیں کر سکتا اور پھر ایک بار بھی نہیں دو بار داغ صاحب نے امیر صاحب کی اطلاع کی تھی۔ اور اگر اس سے قطع نظر کر کے فرض کر لیا جائے کہ داغ صاحب نے سفارش کی نظر سے حضور میں عرض کیا تھا جیسا کہ احسن صاحب کا خیال ہے تو لازم تھا کہ امیر صاحب کے حیدرآباد پہنچنے تک توقف کرتے اور اگر کبھی موقع ملتا تو زبانی سفارش کرتے جیسا کہ شاہی درباروں کا قاعدہ ہے۔ یہ کیا سفارش تھی کہ قبل از قبل دو دو بار عرض کرتے ہیں کہ منشی صاحب آ رہے ہیں۔ اور اطلاعاً عرض کرنا اور بھی قابل لحاظ ہے۔

تیسرا ثبوت احسن صاحب صفحہ ۳۶ میں لکھتے ہیں کہ "ایک سرکاری چوبدار حضور کا لفافہ لیے ہوئے داغ صاحب کے پاس پہنچا جس میں لکھا تھا کہ منشی امیر احمد صاحب کیوں آتے ہیں اور کس نے بلایا ہے۔ ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس تجاہل عارفانہ کے جواب میں کیا کیا جلوے نظر آتے ہیں" تجاہل عارفانہ کے معنی جان بوجھ کر انجان بننا ہے اس تجاہل کے فقرے سے احسن صاحب نے صاف طور سے علیحضرت کی تحریر کا لب لباب ظاہر کر دیا کہ امیر صاحب کو اعلیحضرت نے خود بلایا تھا اور اب داغ صاحب سے خود ہی پوچھتے ہیں کہ امیر صاحب کیوں آتے ہیں اور کس نے بلایا ہے۔ غالباً احسن صاحب کو تحریر اعلیحضرت کا مطلب داغ صاحب کی اس تقریر سے معلوم ہوا ہوگا کہ اعلیحضرت منشی صاحب کے آنے سے دل میں تو خوش تھے مگر میری تالیف قلب کے لیے پوچھتے تھے کہ امیر صاحب کیوں آتے ہیں کس نے بلایا ہے۔ یہ تقریر داغ صاحب کی زبان سے کئی بار سنی گئی ہے ناظرین نے دیکھ لیا کہ احسن صاحب کی تحریر سے کس حسن کے ساتھ اعلیحضرت امیر کے بلانے کی تصدیق ہوتی ہے پھر بھی کہہ لینا چاہیے کہ احسن صاحب کو کس قدر مغالطہ ہوا ہے۔

(۱) احسن صاحب لکھتے ہیں کہ ضروری بات تھی کہ جب ایسا قابل قدر بزرگ باصرار بلایا گیا تو کم از کم اسکے استقبال میں منجانب ریاست کوئی خاص انتظام کیا جاتا" یہ سخت مغالطہ دہی ہے کیونکہ حیدرآباد وہ سلطنت ہے کہ جو گورنر گورنر جنرل وغیرہ اعلے عہدہ داران گورنمنٹ انگریزی کے کسی کا استقبال اعلیحضرت کی جانب سے نہیں کیا جاتا اگر ایسا دستور ہوتا تو داغ صاحب جب دوسری بار بطلب آئے تھے اُنکا بھی استقبال کیا جاتا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ داغ صاحب کا واقعہ یہ ہے کہ وہ جب اولاً حیدرآباد آئے تو طول امیدواری سے پریشان ہو گئے حتی کہ جو کچھ اثاثہ تھا بک گیا احباب کی امداد بھی ختم ہو گئی علاوہ اسکے طبقۂ شعرا میں اُن سے مخالفت بھی ہو گئی کئی رسالے اُنکی مخالفت میں نکالے گئے۔ غرض داغ صاحب کے پاؤں اُکھڑ گئے اور وہ دہلی چلے گئے۔ اعلیحضرت کو جب اسکی خبر پہنچی تو براہ قدردانی

حکم دیا کہ داغ صاحب بُلائے جائین چنانچہ خانسامان ابراہیم نے حسب الحکم تار دیا وہ آئے اور کچھ عرصہ کے بعد کامیاب ہوے۔ کسی طرح کا استقبال نہین کیا گیا اور نہ شہر مین کسی نے جانا کہ کب بلائے گئے اور کب آئے۔ بخلاف اسکے حضرت امیر کا استقبال منجانب اہل شہر جسمین علما و عمائد و مشائخ و شعرا وغیرہ تھے اس شان کے ساتھ کیا گیا جسکی نظیر مشکل سے ملے گی۔ اور اس شاندار استقبال کی دو وجہین تھین ایک تو کمال کے ساتھ امیر صاحب کی ہر دل عزیزی دوسری اعلیحضرت کا بجان خاطر۔ اگر ان سب باتون سے قطع نظر بھی کرلی جاے تو استاذ السلطان کا امیر کی پیشوائی کو جانا کیا منجانب سرکار استقبال نہین سمجھا جاسکتا؟

(۲) حسن صاحب لکھتے ہین کہ کس کو یقین آسکتا ہے کہ ایسا برگزیدہ شخص جو باصرار بلایا جاے تو نظام سا دوست جیسا والی ملک جو شاہانہ فیاضی مین آپ اپنا نظیر ہو مرحوم کے اعقاب کے ساتھ ایسی بے توجہی کرے آپ اپنا نظیر غلط ہے آپ اپنی نظیر کہنا چاہیے۔ یہ سخت مغالطہ دہی ہے کہ اعلیحضرت نے اعقاب امیر کے ساتھ بے توجہی فرمائی و سانحا لیکہ اعلیحضرت نے حضرت امیر کے فرزند کو مددگار رہوم سکرٹری مقرر فرمایا اور جانشین امیر کو بجاے داغ صاحب اپنا استاد خاص بنایا اس سے بڑھکر توجہ کیا ہوگی اور اگر بے توجہی سے آپ کی یہ مراد ہے کہ کئی سال تک حضرات اختر و جلیل نے امیدواری کی ہے تو یہ بھی مغالطہ دہی سے خالی نہین کیونکہ طول امیدواری یہان کے لازمات سے ہے بے توجہی کی دلیل نہین ہوسکتی معہذا آپ نے بچشم خود دیکھا ہے کہ ان حضرات کی امیدواری کا زمانہ کس شان اور آن بان کے ساتھ بسر ہوا ہے نہ دامن استقلال انکے ہاتھ سے چھوٹا نہ کسی کے دست نگر ہوے اور یہ سب التفات شاہی کی وجہ سے تھا کیونکہ ایک ایسے شخص کے اعقاب کے ساتھ مدار المہام وقت کا سلوک و مدارات جسکے متعلق بقول حسن صاحب اعلیحضرت کی خفگی کا بھی شبہ تھا خلاف عقل اور ناممکن تھا۔

(۳) حسن صاحب لکھتے ہین "کیا ہمین کوئی صاحب بتا سکتے ہین کہ دو ایک زیرا تر اور غیر معتبر اخبارون کے سوا کسی معتمد و اشاعت مین حضرت امیر مینائی کی طبعی کا حال شائع ہوا" یہ سخت مغالطہ دہی ہے کیونکہ اُسوقت کے جتنے اخبارات معتبر ہندوستان مین ہین سب مین یہ خبر مع حالات استقبال کے شائع ہوی تھی حتیٰ کہ مصر و قسطنطنیہ کے اخبارات مین بھی امیر مینائی کا حیدرآباد طلب ہونا اور آنے ہی انتقال کرجانا چھپا تھا۔ آپ ۱۳۱۸ھ ہجری کے سب اخبارات مین دیکھ سکتے ہین۔

(۴) حسن صاحب لکھتے ہین "کوئی بزرگ فرما سکتے ہین کہ مرحوم کی مرگ ناگہان پر منجانب حضور نظام ادلے تعزیت کے لیے کوئی آیا تھا" یہ سخت مغالطہ دہی ہے۔ کیونکہ فرمان روائے دکن کی عظمت

جلالت کی شان اس سے بہت ارفع اور اعلےٰ ہے کہ کسی متقرب اور عزیز کی رحلت پر بھی اُسکی جانب سے تعزیت کی جاے جہان موت کی اطلاع بھی اگر بہت ضروری ہوتی ہے تو ان لفظون مین کی جاتی ہے کہ "فلان شخص کو دوا کارگر نہین ہوی" مگر اسپر بھی اعلیحضرت غفران مکان کی یہ خاص بندہ نوازی تھی کہ ابراہیم خانسامان کو بھیج کر حکم دیا کہ "ہمراہیان امیر حیدرآباد مین قیام کرین" یہ حکم شاہی ہزار تعزیت سے افضل تھا۔ داغ صاحب بیمار ہوے اور انتقال کرگئے اعلیحضرت نے پوچھا بھی نہین بلکہ یہ کیا کہ انکے مرتے ہی انکا گاؤن ضبط کرلیا اور اُنکے اعقاب کو حکم دیا کہ کبھی کوئی عرضی پیشگاہ خسروی مین نہ بھیجین۔

مجھے تعجب ہے کہ آپنے تعزیت کے مضمون کو تو استفسار فرمایا مگر عیادت کے مضمون کو اُڑا گئے یہ بھی مغالطہ دہی ہے کیونکہ آپنے بچشم خود دیکھا ہے اور سارا حیدرآباد جانتا ہے کہ جس روز سے حضرت امیر بستر علالت پر پڑے ہین اعلیحضرت روزانہ ابراہیم خانسامان کو مزاج پرسی کے لیے بھیجتے رہے اور یہ بھی ارشاد فرماتے رہے کہ "آپ جلد اچھے ہوجائین تو مین مصرع طرح بھیجون جو مین نے تجویز کرلیا ہے" اور علاوہ اسکے تمام اسٹاف شاہی اور سر مہاراجہ بہادر بھی ہر روز مزاج پرسی اور ہمدردی کا اظہار کرتے تھے اس عیادت کے مضمون سے جو احسن صاحب نے چشم پوشی کی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ اس روشن واقعہ سے علاوہ تائید طلب کے اُن تمام مصنوعی کدورتون کی صفائی ہوجاتی ہے جنکو آپ نے زبردستی اعلیحضرت کے آئینۂ دل صفا منزل مین جانے کی کوشش فرمائی تھی یعنی اعلیحضرت کو اگر امیر صاحب کی طرف سے ناخوشی ہوتی تو ظاہر ہے کہ نہ وہ خود عیادت سے عوت افزائی فرماتے اور نہ مصاحبین و امرا مین کسی کو ایسی جرأت ہوتی۔

نمبر (۵) احسن صاحب لکھتے ہین "ان باتون کا جواب زبانی نہ سُنا جائے گا نہ زبانی وجوہات کوئی وقعت رکھ سکتے ہین کیونکہ یہ واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا" یہ سخت مغالطہ دہی ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ آپ نے جو جو باتین لکھی ہین وہ سب دلیل اور مستند ہین حالانکہ کسی کی سند نہین۔ ایک خط جو حضرت امیر کا نقل کیا ہے وہ محض دھوکا ہی دھوکا ہے اُسمین کہین طلبی و عدم طلبی کا ذکر نہین ہے بخلاف اسکے مین اپنے بیان کا ثبوت آپ ہی کی زبان سے دے رہا ہون اور یہ ظاہر ہے کہ مخالف کی شہادت سے بڑھکر کوئی شہادت معتبر نہین ہوتی۔

نمبر (۶) احسن صاحب لکھتے ہین "وہ خطوط میری نظر سے گزرے ہین جنہین منشی صاحب مرحوم نے

مرزا داغ کو لکھا تھا کہ یار تم وہاں با اختیار موجود ہو ہمارے لیے نہیں بلکہ امیر اللغات کے لیے کچھ نہیں کرتے اور اسی خط و کتابت کا نتیجہ تھا کہ مرزا داغ نے ہنگام سفر کلکتہ مقام بنارس منشی صاحب کو رامپور سے بلوایا" یہ بالکل غلط ہے کہ امیر صاحب کو داغ صاحب نے بنارس بلایا اور اعلیحضرت سے ملایا۔ امیر صاحب کے بنارس آنے اور باریاب ہونے کے اعلیٰ ترین اسباب تھے داغ صاحب کا اسمین کوئی لگاؤ نہ تھا۔ واضح رہے کہ حضرت امیر کا داغ صاحب کو اپنے مقاصد کے متعلق کچھ لکھنا محض اسلیے تھا کہ داغ صاحب بمقتضائے بشریت مخالفت نہ کرین کیونکہ ضرر پہنچانا بہ نسبت فائدہ پہنچانے کے بہت آسان ہوتا ہے۔

نمبر (۷) احسن صاحب بنارس کے واقعہ مین لکھتے ہین "نتیجہ یہ ہوا کہ منشی صاحب رامپور واپس گئے اور حضور نظام کلکتہ" جناب کو اتنا بھی نہین معلوم کہ حضور دکن سے براہ راست کلکتہ تشریف لیگئے تھے اور کلکتہ سے واپس ہوکر بنارس مین ٹھہرے تھے بنارس سے سیدھے مراجعت فرمائے دکن ہوے اسی پر قیاس کرنا چاہیے کہ احسن صاحب نے کس قدر صحیح حالات لکھے ہین۔

نمبر (۸) یون تو احسن صاحب نے مغالطہ دہی کو ہر جگہ نصب العین رکھا ہے یعنی حیدرآباد کے حالات غلط بیان کرکے اہل ہند کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے مگر حضرت امیر کے خط کو نقل کرکے جو اپنے مفید مطلب ٹھہرایا ہے اس موقع پر اپنے فن کو حد کمال تک پہنچا دیا ہے۔ کیونکہ اس خط مین سرے سے طلب ہونے نہونے کا وجود ہی نہین ہے۔ ساری تحریر کا ماحصل اسی قدر ہے کہ داغ صاحب کے اصرار پر اُن کے یہان مہمان ہونے کو حضرت امیر نے منظور فرمالیا۔ یہی کائنات ہے احسن صاحب کے استدلال کی اور یہی بنیاد ہے جس پر اتنی بڑی عمارت کھڑی کی گئی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہین "اس خط کی نقل کے بعد یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچ گئی کہ حضرت امیر مینائی خواہ کسی ذریعہ سے حیدرآباد گئے ہون مگر حضور نظام کے مطلوبہ نہ تھے" مانشاء اللہ کیا تحقیق ہے اور کیا تحقیق کا پایہ ہے کہ فقط داغ صاحب کی دعوت قبول کرلینے سے امیر صاحب کا طلب ہونا غائب ہوگیا۔ مین پہلے بھی لکھ چکا ہون کہ حیدرآباد کی سلطنت ایک خاص شان رکھتی ہے یہان کے اصول و ضوابط کو ہندوستان کی چھوٹی چھوٹی ریاستون پر قیاس کرلینا سخت حماقت ہے اس دربار کا یہ اصول نہین ہے کہ جو اہل فن بلایا جاے وہ مہمان بھی کیا جاے اگر ایسا ہوتا تو داغ صاحب بھی مہمان کیے جاتے بدبار دگر حسب الطلب آئے تھے مگر ایک دن بھی وہ مہمان نہین بنائے گئے۔ امیر صاحب کی طرف حضور کا اسقدر التفات تھا کہ اگر وہ مہمان بھی کرلیے جاتے تو بعید نہ تھا بلکہ سب اسی کو تھا مگر داغ صاحب نے

اپنی عنایت سے پہلے ہی اسکا انسداد کردیا یعنی اُدھر تو حضور مین یہ فقرہ لکھ بھیجا کہ منشی صاحب میرے مہمان بن کر آتے ہین اور اِدھر حضرت امیر سے ایسا اصرار کیا کہ اُنکو بہرصورت داغ صاحب کا مہمان ہونا قبول کرنا پڑا۔ مین دونون حضرت کے خطوط کی نقل کرتا ہون ملاحظہ فرمائیے داغ صاحب لکھتے ہین۔

"جناب منشی صاحب مکرم بندہ دام الطافکم۔ یہ ناممکن ہے کہ آپ حیدرآباد آئین اور داغ کے ہوتے ہوے کسی اور جگہ مہمان ہون۔ چالیس سال کے اتحاد و یکجائی کا یہ مقتضی نہین ہے۔ اگرچہ مکان اس قابل نہین اور گو سامان آسایش خاطر خواہ نہو مگر آپ کا قیام میرے پاس لابد ہوگا شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن مجھے یہ جلد معلوم ہوجانا چاہیے کہ آپ کے ہمراہ کل کتنے آدمی ہین اب آپ آنے مین دیر نکرین مین نے حضور مین عرض کردیا ہے کہ منشی صاحب آرہے ہین۔ میرا دوران سر نہین جاتا تبخیر اور ضعف دماغ اسکی علت ہے اور فکر سخن مزید برآن۔ برخوردار ان دلیشان لطیف و مسعود کو دعا۔ فصیح الملک داغ دہلوی الحید رآباد دکن ۱۷ اگست سنہ ۱۹۰۰ء

یہ خط حضرت اختر مینائی سے ملا ہے جو داغ صاحب کے قلم کا لکھا ہوا ہے اب اسکے جواب کا خلاصہ ملاحظہ ہو۔ پورا خط احسن صاحب شایع کرچکے ہین۔

"آپ نے لکھا ہے کہ قیام میرے پاس لابد ہوگا اگرچہ مکان اس قابل نہین مگر ناشاد باید زیستن میرے پیارے داغ۔ غربت مین میری راحت کے سہارے داغ۔ اس سے زیادہ کیا خوشی ہوگی کہ غریب الوطن ہوکر ایسے مانوس الطبع ہمدرد کے پاس ٹھہرون مگر میرے حالات باعتبار حوایج کے ہرگز اس قابل نہین کہ تنگ مکان مین تھوڑی دیر بھی بسر کرسکون۔ جس طرح ممکن ہو کوئی وسیع مکان جسمین متعدد درجات ہون میرے لیے پہلے سے مرتب کررکھیے کہ جب تک مہمان سرکاری ہونے کی صورت نہ نکلے وہان رہون اور زندہ رہون اور کسی قسم کی تکلیف زائد از اسکان تم کو دینا نہین چاہتا۔ یار شاطر ہوکر رہنا چاہتا ہون نہ بار خاطر۔ میرے ہمراہی یہ ہین لطیف احمد مسعود احمد لیاقت حسین۔ برادر زادہ و داماد سبدہ عنایت علی فرزند خواہرزادہ حقیقی حافظ جلیل حسن جلیل۔ خان علیخان برادر مہدی علی خان انکے علاوہ تین خدمت گار ہین۔ آپ نے حضور مین میرے آنے کی خبر کردی بہت اچھا کیا مین ممنون ہوا اور مسرور۔

امیر فقیر از بھوپال

الفدق کرنا چاہیے داغ صاحب کے خط کا جواب حضرت امیر یہ نہ لکھتے تو کیا لکھتے جس نسبت

احسن صاحب لکھتے ہین کہ ایک مطلوبہ شخص ایسا خط کیونکر لکھ سکتا ہے؟ شاید آپ کا یہ مطلب ہوگا کہ حضرت امیر مینائی اگر طلبیدہ ہوتے تو داغ صاحب کو یون جواب دیتے کہ مین آپ کا مہمان ہرگز نہون گا بلکہ براہ راست ایوان شاہی مین اُتروں گا۔

دوسرا لطیفہ یہ ہے کہ احسن صاحب نے حضرت امیر کے اس فقرے پر بھی "آپ نے میرے آنے کی اطلاع اعلیحضرت سے کردی بہت اچھا کیا" امتیازی خط کھینچا ہے گویا آپ کے مفید مطلب ہے حالانکہ یہ فقرہ خاص طلب کی تائید کرتا ہے۔ چونکہ اعلیحضرت امیر صاحب کو بلا چکے تھے اور اُنکے آنے کے مشتاق ہو رہے تھے لہذا داغ صاحب نے موقع دیکھکر اُنکو خوش کرنے کے لیے عرض کردیا کہ امیر صاحب آرہے ہین۔ اگر تحریر کی بنا قیاسات پر ٹھہرائی جاے تو کیا ان واقعات کو دیکھکر ناظرین یہ قیاس نہین کرسکتے کہ داغ صاحب کا امیر صاحب کو مجبور کرنا کہ وہ اُنکے یہان ٹھہرین اور حضور مین یہ معروضہ کرنا کہ امیر صاحب میرے مہمان ہوکر آرہے ہین حضرت غفران مکان کے تکدر خاطر کا باعث ہوا اور حضرت غفران مکان نے اسی بنا پر یہ دریافت فرمایا ہوگا امیر صاحب کیون آتے ہین اور کس نے بلایا ہے۔

(۹) احسن صاحب لکھتے ہین کہ "جب ریل کا وقت قریب آیا تو مرزا داغ بنفس نفیس چند یار مددگار کو لے کر اسٹیشن پر گئے انکے سوا منشی صاحب کے استقبال کو پنڈت رتن ناتھ صاحب سرشار بھی آے تھے جو مہاراجہ کشن پرشاد صاحب بہادر کے مصاحب تھے ریل آئی اور منشی صاحب بخیر و خوبی پلیٹ فارم پر رونق افروز ہوے اور پھر مرزا داغ کے ساتھ گاڑی مین بیٹھکر مرزا داغ کے مکان واقع محبوب گنج مین فروکش ہوے" اول تو استقبال کی صورت پورے طور سے ظاہر نہین کی گئی صرف داغ صاحب اور پنڈت رتن ناتھ اور چند شاگردان داغ کا اسٹیشن پر جانا لکھا ہے سیکڑون کا مجمع چھوڑ دیا ہے یہ تاریخ نگاری کی دیانت کے سراسر خلاف ہے۔ دوسرے یہ مضمون کہ داغ صاحب کے ساتھ منشی صاحب اسٹیشن سے مکان تک آئے بالکل غلط ہے صحیح واقعہ یہ ہے کہ داغ صاحب اسٹیشن سے تنہا واپس آئے تھے اور حضرت امیر تھوڑی دیر کے لیے راجہ رامے رایان بہادر کے مکان پر جو اسٹیشن کے قریب تھا اظہار خیر مقدم کے لیے ٹھہرا لیے گئے تھے وہان سے فارغ ہوکر سر مہاراجہ بہادر کی خاص گاڑی مین داغ صاحب کے مکان پر تشریف لائے۔ یہ ہین احسن صاحب کی معلومات اور چشم دید واقعات جن پر انکو ناز ہے۔

(۱۰) احسن صاحب لکھتے ہین۔ "رات بآرام و آسایش بسر ہوی دوسرے روز منشی صاحب مرزا

داغ کی نشست گاہ مین تشریف لاے اور اب یہان دونون کا تخلیہ ہوا بعد تخلیہ جب منشی صاحب اپنی فرودگاہ پر جانے لگے تو اُسوقت اُنکے چہرے سے افسردگی کے آثار نمایان تھے اور میرے نزدیک اُسی وقت سے اُنکی علالت شروع ہوی اس قلبی صدمے کا اثر دوسرے روز ہی ظاہر ہوگیا کہ وہ مبتلاے تب ہوگئے حتی کہ اُنکے اعزّہ واحباب دوسرے محلہ مین لیگئے۔ اور وہان دو تین ہفتہ علیل رہکر انتقال کرگئے

اس بیان سے احسن صاحب کا مطلب یہ ہے کہ داغ صاحب نے اعلیحضرت کی وہ تحریر امیر صاحب کو دکھادی جس کا مضمون یہ تھا کہ "امیر صاحب کیون آتے ہین اور کس نے بلایا ہے" اور اس کے صدمے سے حضرت امیر بیمار ہوگئے حتی کہ انتقال کرگئے گویا داغ صاحب حضرت امیر کے ہلاک کا باعث ہوے ممکن ہے کہ داغ صاحب کا یہی خیال ہو اور حضرت امیر کو وہ تحریر اسی غرض سے دکھائی ہو کہ اُن کو صدمہ پہنچے کیونکہ علاوہ اسکے داغ صاحب نے اور بہت سے تدابیر اُسوقت اختیار کیے تھے جنکا یہ منشا تھا کہ حضرت امیر یا تو نی الفور حیدرآباد سے واپس چلے جائین یا واپس نہ جائین تو بیمار ہوجائین لیکن خاصتہً اس تحریر کا کوئی اثر ہونا بالکل غلط اور خلاف قیاس ہے۔ اسلیے کہ اعلیحضرت کے شاہانہ اتفاق اور اُنکے الفاظ حضرت امیر کو بھولے نہ تھے اور علاوہ اسکے دوسرے ہی روز سے منجانب اعلیحضرت التفات واشتیاق کا اظہار شروع ہوگیا تھا جس سے اس تحریر کی حقیقت حضرت امیر پر صاف طور سے کھل گئی

نمبر (۱۱) احسن صاحب جو دو تین ہفتہ کی علالت بیان کرتے ہین غلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ حضرت امیر ایک مہینہ آٹھ دن علیل رہے۔ اب مین اس مضمون کو ختم کرتا ہون اور بھائی احسن سے متوقع ہون کہ اسکو معاندانہ تحریر نہ خیال فرمائین گے کیونکہ حقیقتہً یہ اُن مورخانہ خیالات کی اصلاح ہے جو بھائی احسن نے نیک نیتی سے زیب قرطاس فرماے تھے اور اگر وہ مورخانہ خیالات نہ تھے بلکہ حقیقتہً شاعرانہ تھی تو انکو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ؎

دھول دھپا اُس سراپا ناز کا شیوہ نہین ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیش دستی ایک دن

شوکت بلگرامی

رباعی نعتیہ

رعنائی کے قیود ادب آموز ہوے محبوب خدا جو رونق افروز ہوے
ارباب خرد نہ کرسکے شرح جمال یکتائی کے جلوے تھے خرد سوز ہوے

# غزلیات

تبون تک خیر تھی اب دل نخلی پر بھی آیا ہے
کہان تک جال پھیلائے ہوئے صیاد بیٹھا ہے

قفس کے پاس دل تھامے ہوئے صیاد بیٹھا ہے
اسیر غم خدا جانے تری آواز مین کیا ہے

گرے پڑتے ہین میکش بے پیے یہ کیا تماشا ہے
وہ گردش ہو رہی ہے چشم ساقی کو کہ توبہ ہے

ہم اُس وحشت سرا مین بھٹکے پھرتے ہین قسمت کو
جہان اتنا کوئی کہتا نہین تو کون ہے کیا ہے

قفس کی تیلیان اچھی ہین تنکون سے نشیمن کے
یہ سب کچھ ہے مگر صیاد دل پر کیا اجارا ہے

تمھاری یاد مین خوش ہون کہ روتی ہین لہو آنکھین
نہ ہے خون جگر جو رات دن صرف تمنا ہے

غبار اُٹھا تھا رے آتے ہی بجھنے لگین شمعین
ہٹو گور غریبان سے کوئی کروٹ بدلتا ہے

یہ طول عمر کی حد ہے کہ تیرا ساتھ دیتا ہون
شب فرقت مجھے ہمراہ لیتی جا تو اچھا ہے

نظر کر غور سے آئینۂ سرا ہستی پر
جسے تو زندگی سمجھا ہے وہ دھوکا ہی دھوکا ہے

لحد تک مجھکو پہنچا دو یہ کہہ سکتا نہین لیکن
کسی سے پوچھ لو بڑھکر کہ یہ کس کا جنازہ ہے

بڑھا دیتا ہے ہمت عشق ارباب تمنا کی
جڑا ہے حال دل لیکن کہے جاتا ہون اچھا ہے

زمانے کی بھری محفل کی آبادی مٹانے کو
بہت کچھ حسن نے اُس آفت جان کو سنوارا ہے

مری ناکامیون پر ہنس رہے ہو دل مین سوچو تو
مقابل آسمان ہو جسکا وہ کیسی تمنا ہے

وہ دل تھامے ہین میری زندگانی جبکو دیکھی ہے
جنازہ درد بن کر کوچۂ قاتل سے اُٹھا ہے

وہ ساکت ہین صدا ڈوبی ہوئی ہے کہنے والے کی
یہ ذکر غیر کیسا ہو نہ ہو میرا ہی قصہ ہے

لحد والے ڈر سے جاتے ہین آنکھین بند ہین یارب
نظر اُٹھتی ہے جس جانب اندھیری اندھیرا ہے

ہزارین دے کے ہمنے ایک دنیا آزما دیکھی
یہی سُنتے چلے آئے بڑھو آگے یہان کیا ہے

قفس مجھکو نشیمن ہو گیا خوف اسیری سے
کوئی پتا کھڑکتا ہے تو پھر دل دھڑکتا ہے

مراد آنے کا رستا دیکھتی ہے زندگی ثاقب
وہ دل رکھتا ہون مین پہلو مین جو عین تمنا ہے

مولانا ثاقب لکھنوی

ہجوم آرزو کے ساتھ اُنکی یاد رہتی ہے
خدا آباد رکھے بزم دل آباد رہتی ہے

زبان سے کوئی بات ایسی نکلجاتی ہے جو برسون
ہمین بھی یاد رہتی ہے اُنھین بھی یاد رہتی ہے

تمنا ہے ہمین اس بت سے مل کر شاد ہونے کی
کہ جسکے ہاتھ سے خلق خدا ناشاد رہتی ہے

نہایت شوخ ہو آخر کوئی حد بھی ہے شوخی کی
وہ چٹکی دل مین لیتے ہو جو برسون یاد رہتی ہے

جو ہم کو اور اُنکو دیکھتے ہین دیکھنے والے
نہ مجنون یاد رہتا ہے نہ لیلےٰ یاد رہتی ہے

خطا ہو یا نہو مجھکو غرض ہے ذبح کرنے سے
چھُری ہر وقت تیرے ہاتھ مین جلاد رہتی ہے

سر محفل ترے آنسو نہین اے شمع تھمتے ہین
جلا کر اپنے پروانے کو تو کب شاد رہتی ہے

کوئی کعبہ سمجھتا ہے کلیسا کوئی کہتا ہے
جگر دل مین جو اپنے ایک بت کی یاد رہتی ہے

جگر صدیقی

خزان کا موسم گل کے لیے بہانہ ہوا
یہ قافلہ ادھر آیا اُدھر روانہ ہوا

تمھارے دانتون کا دھیان آگیا جو روتے مین
گرا جو آنکھ سے آنسو دُر یگانہ ہوا

تسلّیِ دل بیتاب کس طرح ہوتی
حضور کا کوئی وعدہ کبھی وفا نہ ہوا

جفاے چرخ نے گو شکل آسیا پیسا
مین پاے بوس مگر صورت حنا نہ ہوا

فنا کے بعد بڑھی اور قیس کی عزت
غبار نجد سر قبر شامیانہ ہوا

جگاے سے بھی نہ جاگا نصیب یا قسمت
رہا یہ خواب مین اور کاروان روانہ ہوا

پھنسایا دام مین بلبل کو حرص دنیا نے
کمند حلقۂ جان اُسکا آب و دانہ ہوا

خدنگ ناز سے بچنا تو غیر ممکن تھا
نگاہ کا جو چلا تیر مین نشانہ ہوا

اسیر عشق شب و روز اور بھی محزون رہا
کہ دام گیسوے جانان سے دل رہا نہ ہوا

پڑا ہوا ہون ابھی تک مین خواب غفلت مین
عدم کو قافلہ مدت ہوی روانہ ہوا

ہمیشہ ہم رہے باغ جنان مین وقف خزان
ہمارا گل تمنا کبھی ہرا نہ ہوا

کریم تو ہے ترے فیض آبیاری سے
ریاض دہر مین سرسبز دانہ دانہ ہوا

تمھین سے اوج کو اے جان کیا محبت تھی
سُنا ہے آج وہ سوے عدم روانہ ہوا

اوج گیاوی

تمھین حشر مین بھی جہان پائین گے ہم
خدا کی قسم ہے لپٹ جائین گے ہم

اگر ہم کو مرنے کا غم ہے تو یہ ہے
کہ تنہا تہِ قبر گھبرائین گے ہم

رہے گی نہ اے آسمان تیری چادر
کسی دن اگر پاؤن پھیلائین گے ہم

بہت ہے وسیع اُس کا آغوشِ رحمت
قیامت مین کیا ہے جو گھبرائین گے ہم

نہ کھینچے گا بہزاد گر تیرِ انقشہ
تصور سے تصویر کھنچوائین گے ہم

گرایا ہے جس نے نگاہون سے ہم کو
اُسی سے جنازہ بھی اُٹھوائین گے ہم

رہین گے ترے ساتھ سایے کی صورت
جدھر جائے گا تو اُدھر جائین گے ہم

خود آؤ گے تھامے ہوے تم کلیجا
کسی دن اگر جذب دکھلائین گے ہم

بہت دن ہوے ہین عزیزون کو دیکھے
چلو اے وفا اب وطن جائین گے ہم

**وفا شاگرد جلیل**

کلیجا خون جب ہوتا ہی تب دل دل سے ملتا ہے
محبت مین محبت کا مزا مشکل سے ملتا ہے

اُدھر سے وار ہوتا ہے ادھر سے پیار ہوتا ہے
جو ناوک دل سے ملتا ہی تو دل قاتل سے ملتا ہے

خدا کی شان ہے اکدن جو خُم کے خم پلاتے تھے
اُنھین ہاتھ سے اک جام اب مشکل سے ملتا ہے

خدا رکھے سلامت حشر تک پیکانِ قاتل کو
ہمارے ملنے والون مین یہی اک دل سے ملتا ہے

کنارہ کش وہ ہوجاتے ہین یون عشاق سے مل کر
کہ جیسے موج کا پانی لبِ ساحل سے ملتا ہے

یہ میرے ہی دلِ بسمل کی ہمت ہی جو تجھ ایسا
ستم پیشہ جفا جو سنگدل قاتل سے ملتا ہے

یہ کیون میخانے مین آ آ کے اپنا سر پٹکتے ہین
جنابِ شیخ کو کیا سعی لاحاصل سے ملتا ہے

عروسِ مرگ اپنے چاہنے والون سے کہتی ہے
مین دیکھون کون پہلے خنجرِ قاتل سے ملتا ہے

زمانہ کے چلن پہ تو ہزارون ملنے والے ہین
مگر اے رعد دل سے دل بڑی مشکل سے ملتا ہے

**رعد جونپوری**

# قواعد وضوابط

## انجمن ترقی اُردو

## شعبہ علمیہ آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس

قواعد انجمن کو درج الناظر کرتے ہوئے ناظرین کو ہم یاد دلانا چاہتے ہین کہ یہ وہی انجمن ہے جسکے متعلق دسمبر گزشتہ مین نہایت شد و مد کے ساتھ لکھا تھا۔ الحمد للہ کہ انجمن نے نئی زندگی مین قدم رکھتے ہی کام شروع کردیا ہے اور اب یہ امر حامیان اُردو کے ہاتھ مین ہے کہ اسکو کامیاب بنائین تاکہ جن غراض سے وہ قائم کی گئی تھی وہ پوری ہوسکین۔

قوم مین ایک بڑی جماعت ایسے لوگون کی پیدا ہوگئی ہے جو اعتراض اور نکتہ چینی کرنے مین تو سارے جہان سے دس قدم آگے چلتے ہین مگر جہان کوئی کام کرنے یا عملی امداد دینے کا وقت آیا تو سب سے پہلے وہی حضرات مُنھ موڑتے ہین ہم اُن کو یقین دلاتے ہین کہ جبتک یہ روش متغیر نہوگی نہ تو کسی قسم کی حقیقی ترقی ہی ممکن ہے اور نہ سطحی شہرت سے زیادہ خود انکو قوم مین کوئی وقعت حاصل ہوسکتی ہے۔

آج جو جماعت قوم کے سیاسی تعلیمی اور دیگر امور مین ارباب حل و عقد کے نام سے پکاری جاتی ہے اور جسکے متعلق بجا طور پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ نکتہ چینون کی آواز پر کان نہین دھرتی اُسکے اقتدار اور نیز اس بے توجہی کو کامیابی کے ساتھ برتنے کا اگر کوئی سبب ہے تو صرف یہی کہ وہ کچھ نہ کچھ کام کرتی ہے اور تمام اختیارات اپنے ہاتھ مین رکھتے ہوئے وہ حقارت اور بے پروائی کے ساتھ ایسے زبانی قوم قوم پکارنے والون اور حقیقت مین اپاہج لوگون کی چیخ پکار کو نظر انداز کرجاتی ہے۔

مسلم لیگ کے اوپر اسقدر حملے ہوئے کہ اگر اُسکی بنیادین سومناتھ کے مندر کی طرح مضبوط و مستحکم ہوتین تو وہ بھی متزلزل ہوئے بغیر نہین رہتین مگر نتیجہ کیا ہوا۔ بظاہر تو ایک نصب العین کا کھلونا ہاتھ آگیا ہے لیکن درحقیقت مین "لیگ" کے دفتر عمل مین اور "لیگ" کی زندگی مین کوئی انقلاب واقع نہین ہوا یہ کیون اسلیے کہ منتظمین لیگ اچھی طرح جانتے ہین کہ اُنکے اقتدار مین اُس وقت تک ایک سرمو کے برابر کوئی فرق نہین

اسکتا جب تک حماعت قومی کی ایک کثیر تعداد لیگ کے معاملات پر توجہ نہ کرے اور یہ سوقت ہوتا نہیں نظر آتا۔ جو لوگ ایک علیحدہ سیاسی انجمن قائم کرنے کی دھمکی دے رہے تھے اور وہ دوسری حیثیتوں سے ہماری نظرون مین خاص وقعت رکھتے ہین ہمین بتائین کہ بالآخر انھون نے کیون کلہاڑا ڈالدیا۔ ہم نے اپنے مخدوم و مکرم جناب مولوی وحیدالدین سلیم ایڈیٹر سنہ گزٹ کی خدمت مین پہلے ایکدفعہ عرض کیا تھا کہ اگر آپ کوئی بہتر جماعت پیدا کرسکین تو کرکے دکھائیے۔ مگر جیسا کہ اوس وقت جانتے تھے کہ یہ ممکن نہین ویسا ہی بالآخر خود تجھ کے تجربہ سے ظاہر ہوگیا۔

کیا ایسی صورت مین ہمارے مکرم یا دوسرے آزاد خیال حضرات یہ سمجھتے ہین کہ قوم کو ہر سابی جاو جہد سے ذرا بھی نفع پہنچ سکتا ہے۔ ہم احساس پیدا کرنے کی قدر و قیمت سے ناواقف نہین لیکن ساتھ ہی اسکے ہم اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے بھی تیار نہین ہین کہ زمین کو درست کرنے۔ اوسمین بیج بونے اور پھر بعد مین اوسکی پوری نگہداشت کرنے کی محنت اور تکلیف گوارا کیے بغیر فصل تیار ہوسکتی اور کاشتکار یا زمیندار اوس سے بہرہ ور ہوسکتا ہے۔

پس جس تحریک کو کامیاب بنانا منظور ہو اوسکے لیے جب تک پوری جدوجہد نہ کی جائے گی اوسکا حشر عموماً وہی ہوگا جو ایک کاہل اور بے پروا کاشتکار کی فصل کا ہوا یعنی غل اور بے توجہ باغبان کے گلزار کا ہوتا ہے۔

اگر اردو کی ترقی ملک و قوم کے لیے ضروری ہے اگر قوم مین کوئی مختصر سی جماعت بھی ایسی موجود ہے جو اوسکی ترقی و نشوونما کی خواہان ہے اگر اخبارات و رسائل مین مضامین لکھنے والی اور جلسون مین تقریر کرنے والی جماعت مین سے کسی چھوٹے گروہ مین بھی حمایت اردو کا خیال ہے تو پھر کوئی وجہ نہین ہے کہ وہ سب کے سب متحد ہوکر انجمن ترقی اردو کی خدمت و اعانت کرنے پر کمر ہمت بست نہ کرین۔ اور اگر ہماری اس تحریک پر حامیان اردو جو کچھ زبان و قلم سے اظہار ہمدردی فرما رہے ہین اوسکا کچھ ثبوت بھی دینے پر راضی ہوجائین تو ہم اونکو یقین دلاتے ہین کہ چند ہی سال مین یہ انجمن حیرت مفید کام کرسکتی ہے۔ سچ یہ ہے کہ جس شخص کے ہاتھ مین انجمن کی انتظامی مشین ہے اوس سے بہتر شاید ہی کوئی دوسرا آدمی اس کام کے لیے میسر ہوسکے۔ مولوی عبدالحق صاحب سکرٹری انجمن نہ صرف اردو کے نہایت گران پایہ انشاپرداز ہین بلکہ اردو کی ترقی کا حقیقی اور صالی خیال بھی ایک مدت سے دل مین رکھتے ہین۔ وہ زبان سے کم کہتے ہین مگر خاموشی کے ساتھ کام زیادہ کرتے رہنے کے خوگر ہین۔ دیگر حضرات کی طرح قوم کے لیدر بننے کا کوئی خیال شاید

اُنکو خواب مین بھی نظر نہین آتا۔ اور ذاتی منفعت کی اُس شخص کو کیا پروا ہو سکتی ہے جو دنیا مین محض شوق علمی اور مطالعۂ کتب کے لیے زندہ ہو اور بس۔

ہم ناظرین سے استدعا کرتے ہین کہ وہ اس انجمن کے رکن بن کر اُردو کی حمایت کا علمی ثبوت دین اور کوشش کرین کہ اُنکے حلقۂ اثر مین جس قدر حضرات انجمن مین شریک ہو سکین اُنکو بھی کسی نہ کسی حیثیت سے انجمن کا معاون بنا دین۔ ایڈیٹر

۱۔ اس انجمن کا نام **انجمن ترقی اُردو** ہوگا۔

۲۔ اس کے مقاصد حسب ذیل ہون گے۔

(۱) اصلاح زبان یعنی اُردو زبان مین جو خرابیان پیدا ہوتی جاتی ہین انھین رفع کرنا اور غیر مانوس اجنبی الفاظ و محاورات جو غیر زبانون کے بلا ضرورت زبان مین دخل ہوتے جاتے ہین اُن سے بچانا اور صحیح اور فصیح زبان کے رواج دینے کی کوشش کرنا۔

(۲) جن اضلاع ہندوستان مین اُردو زبان کا رواج نہین ہے یا کم ہے اُن مین اُردو زبان کے رواج دینے کی کوشش کرنا۔ یا ایسی تجاویز کا سوچنا۔

(۳) قدیم کلام نظم و نثر کو ضایع ہونے سے بچانا اور جدید کو ترقی دینا۔

(۴) علمی کتب کی اشاعت کے ساتھ ساتھ اصطلاحات کا لغت مرتب کرنا۔

(۵) اُردو زبان کی قدیم و جدید تالیفات و تصنیفات کا ایک کتب خانہ قائم کرنا۔

(۶) ہر صوبہ کی اُردو ٹکسٹ بکس کو زبان کے لحاظ سے جانچنا اگر انمین نقائص ہون تو اُس صوبہ کی گورنمنٹ سے اصلاح کی خواہش کرنا

(۷) اور اگر انتظام ممکن ہو اور انجمن کا سرمایہ مساعدت کرے تو اُردو زبان و ادب کے متعلق ایک ماہانہ رسالہ جاری کرنا۔

۳۔ ان مقاصد کے عمل مین لانے کے لیے حسب ذیل تدابیر اختیار کی جائین گی۔

(۱) السنۂ مشرقی و مغربی سے ایسی کتابون کا ترجمہ کرانا جو ملک کے لیے مفید ثابت ہون اور تصنیفات و تالیفات کی ڈائرکٹری تیار کرنا۔

(۲) ایسی جدید تالیفات و تصنیفات کرانا جنکی اُردو زبان کو ضرورت ہے۔

(۳) قدیم اساتذہ کی ایسی قلمی کتابون کا شایع کرنا جو درحقیقت قابل قدر ہین اور جن کے ضایع ہونے کا اندیشہ ہے یا جو کبھی کسی زمانے مین طبع ہوی تھین اور اب نایاب ہین۔

(۴) ماہران علوم و فنون سے علمی کتب اور اصلاحات علمیہ کا لغت مرتب کرانا۔

(۵) علاوہ اسکے جو صاحب اپنی کتاب کا حق تصنیف فروخت کرنا چاہین تو بشرطیکہ وہ کتاب انجمن کی راے مین مفید اور عمدہ ثابت ہو، مناسب صلہ دے کر اسے خرید کرنا۔

(۶) انجمن کے لیے ایک ایسا سرمایہ قایم کرنا جو اسکی ضروریات کے لیے کافی ہو۔

(۷) انجمن کے مقاصد کی اشاعت و امداد کے لیے مختلف صوبون اور مناسب مقامات مین انجمن کی شاخین قایم کرنا۔

۴۔ انجمن اُن تمام تالیفات و تصنیفات اور ترجمون کے لیے جو انجمن کی تحریک سے کرائے جائین گے یا جن کا حق تالیف وہ خریدنا چاہے گی معقول صلہ دے گی صلہ کی دو صورتین ہون گی۔

(۱) یا تو انجمن نقد معاوضہ دے گی اس صورت مین حق تصنیف انجمن کو حاصل ہوگا۔ یا

(۲) انجمن کوئی نقد معاوضہ نہ دے گی۔ لیکن کتاب اپنے صرف سے طبع کر دے گی۔

۵۔ انجمن کے ارکان حسب ذیل ہون گے۔

**سرپرست**۔ (۱) امرا و رؤسا ے ملک جو انجمن کو یک مشت ایک ہزار روپیہ یا ماہانہ یا سالانہ معتدبہ امداد عطا فرمائین گے وہ انجمن کے سرپرست کہلائین گے۔

**ارکان مدامی**۔ (۲) جو یکمشت پانسو روپیہ عنایت کرینگے وہ رکن مدامی (الف ممبر) قرار پائین گے۔

**ارکان معمولی**۔ (۳) جو صاحب کم سے کم ایک روپیہ ماہانہ (عشہ ۱۲ روپیہ سالانہ) یا اس سے زائد چندہ دین گے وہ رکن معمولی ہون گے۔

(۴) وہ نامور ارباب قلم و صاحبان علم و فن انجمن کے ارکان شوریٰ قرار دیے جائین گے جن کی خدمت مین انجمن کی طرف سے کوئی کتاب بغرض اظہار راے یا دیگر امور متعلقۂ انجمن مشورۃً پیش کیے جائین۔ اور وہ اپنے اظہار راے اور مفید مشورے دینے کی زحمت گوارا فرمائین۔

۶۔ انجمن کا دفتر اور حساب و کتاب آنریری سکرٹری کے پاس رہے گا۔ اور انجمن کے متعلق ہر قسم کی

خط وکتابت سکرٹری سے کی جاسے گی۔ آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس مین سکرٹری سال بھر کی کارگزاری وحسابات کے متعلق رپورٹ پیش کرے گا۔ اور ایسی رپورٹ عام طور پر شایع کی جاسے گی۔

(۸) انجمن کی جو شاخین ملک کے مختلف مقامات مین قائم ہون گی اُن کے سکرٹری انجمن کے جنرل سکرٹری کے اسسٹنٹ سکرٹری ہون گے اور اپنے اپنے صوبہ جات اور مقامات مین اسکے مشورے اور صوابدید سے کام کرینگے۔ ایسی انجمنین یا شاخین بھی اپنی اپنی ایک سالانہ رپورٹ تیار کرین گی۔ فقط

(دستخط) دستخط

عماد الملک (سید حسین بلگرامی) عبد الحق

پریزیڈنٹ آنریری سکرٹری


**بخار اور طاعون کی ابتدائی حالتین باٹلی والا**

کی بخار کی دوائی یا گولیان استعمال کیجیے قیمت ... عمدہ ہیضہ کے لیے باٹلیولا کا کالرا بہترین دوا ہے قیمت عمدہ باٹلیولا کا خضاب جسمین نئے اضافے ہوے ہین جسسے بالون کو اپنے قدرتی رنگ مین لاتا ہے قیمت ... عمدہ باٹلیولا کی مقوی گولیان۔ اعصاب کی کمزوری اور جسمانی بے طاقتی کو دور کرتی ہین قیمت ... عمدہ باٹلیولا کا مفرح دندان۔ دیسی اور ولایتی دواؤن سے تیار ہوا ہے ہاتھ بھیس درد کا رہوتا ہے مسیسی کے ماہر اجزا ایسن شامل ہین قیمت فی پیکیٹ ... عمدہ باٹلیولا کا کیڑون کا مرہم ایکزیما مین بہت اچھا کرتا ہے قیمت عمدہ یہ دوا ہر جگہ ملتی ہین اور شہر سے بھی منگا سکتی ہین

ڈاکٹر ایچ باٹلیولا والی لمیٹیڈ ڈائرکٹر ممبئی

**پیم کہانی وارث جہانی**

یہ وہ نادر کتاب ہے جس کا شہرہ قبل از طبع شائقین علم و ادب مین ہو چکا ہے۔ اس سے ہر مذہب اور ہر مزاج کا آدمی لطف اٹھا سکتا ہے درویشون کے لیے یہ تصوف بھرے عاشقون کے واسطے حسن و عشق کا اچھا نقشہ ہے خوش آوازون اور زندہ دلون کے لیے اس سے بڑھکر اور کیا موکہ ہندی زبان ہے گھمر مان بھجن۔ اور سنیت وغیرہ اس سے بہتر گانے کے لیے اور کونسی چیز ہو سکتی ہے۔ اس کتاب کے مصنف حضرت سید شاہ امین صاحب تپاپوری باغ اور دیش ہین۔

یہ کتاب ذیل کے پتہ سے (عمدہ) کو مل سکتی ہے

حیدرآباد دکن عقب مسجد چوک پاکان

عبد اللطیف عطر فروش

## مولوی ظفر علی خان بی اے۔ ایڈیٹر زمیندار

کی تصنیف کردہ کتاب "برکات اسلام" کے اب بہت تھوڑے نسخے باقی رہ گئے ہین۔ جلد نہ منگائیگا تو ایک بہا چیز سے محروم رہیگا جوش و خروش کا سیلاب ہے۔ قیمت صرف ڈھائی آنے (۰۲ر)

## مولانا ابوالکلام۔ ایڈیٹر الہلال

کی لکھی ہوی حضرت سرمد کی اُردو زبان مین پہلی سوانح عمری جس پر سید۔ ی خواجہ حسن نظامی حسب ذیل رائے دیتے ہین کہ باعتبار ظاہر اس سے اعلیٰ اور شاندار الفاظ آجکل کوئی نہین جمع کرسکتا۔ اور باعتبار معانی یہ سرمد کی زندگی و موت کی بحث ہی نہین معلوم ہوتی۔ بلکہ مقامات درویشی پر ایک مستانہ اور البیلا خطبہ نظر آتا ہے۔ قیمت ڈھائی آنے (۰۲ر)

## آنے والے انقلابات

کے دریافت کا شوق ہو تو حکیم جاماسپ کی نایاب کتاب جاماسپ نامہ کا ترجمہ طلب فرماکر دیکھیے جو ملا محمد الواحدی ایڈیٹر نظام المشائخ نے نہایت فصیح اور سلیس اُردو مین کیا ہے۔ پانچہزار برس پہلے ایمین بحساب جفر و نجوم آجتک کی باتین جسقدر پیشین گوئیان درج کی گئی تھین وہ سب ہو بہو پوری اُترین مثلاً بعثت آنحضرت صلعم معرکہ کربلا۔ خاندان تیموریہ کا عروج و زوال وغیرہ وغیرہ قیمت وہی ڈھائی آنے (۰۲ر)

## شکوہ و فریاد

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم۔ اے۔ اور مولانا سیماب اکبرآبادی کی دو مقبول خاص و عام نظمین خدا اور رسول خدا سے راز و نیاز۔ درویش پریس کی چھپائی کا بہترین نمونہ قیمت وہی ڈھائی آنے (۰۲ر)

## اگر آپ یہ جاننا چاہتے ہین

کہ اگلے زمانے کے بزرگون کی مجالس مین کیا چرچے رہا کرتے تھے اور آجکل کے مشائخ نے کیا ڈگر اختیار کر رکھی ہے تو "بزم فرید" ملاحظہ کیجیے جسے ملا محمد الواحدی نے سلطان الاولیا خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کی ہمثیل کتاب راحت القلوب سے ترجمہ کیا۔ بڑی ضخامت ۱۱۲ صفحے قیمت آٹھ آنے (۰۸ر)

المشائخ

منیجر رسالہ نظام المشائخ درویش پریس کوچہ چیلان دہلی

# مقوی اکسیر گولیان

ہماری ایجاد کردہ اتنگ نگرہ گولیون کا نام شاید آپ نے نہین سُنا ہوگا یہ گولیان عجیب و غریب صفات سے بھری ہین بڑے بڑے نامی و گرامی ڈاکٹرون حکیمون و ویدون نے تجربہ کرکے اسکی تعریف مین ہمکو خطوط لکھے - ہزارون سندین اور سارٹیفکٹ اسکے موجود ہین سینکڑون فرمائشین ان گولیون کی نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ملکون سے متواتر ہمارے شفاخانے مین پہنچتی رہتی ہین - اعصابی کمزوری کے دور کردینے مین اکسیر ثابت ہوی ہین اور بانجھ عورتون کا حمل پیدا کرنا - اور مادۂ تولید کے تمام نقصانات کو دور کرنا - ذہن مین جودت تیزی پیدا کرنا - حافظہ کو قوت دینا - جسم کو تندرست و توانا بنانا مردہ دلون کو ہمیشہ روح عامل کرنا ان کا ادنیٰ کرشمہ ہے - مردون اور عورتون کے ہر قسم کے ضعف کو دور کرنے اور عالم جوانی دکھانے مین یہ گولیان اکسیر کا کام دیتی ہین - اگر ان کو تندرست آدمی بھی کھائے تو بیشمار فائدہ جسم مین پائے جن لوگون نے سرٹیفکٹ دیا ہے اُن سے دریافت کرکے اطمینان خاطر کر لیجیے - یا خود ایک بار تجربہ کر لیجیے قیمت فی بکس جسمین ۳۲ گولیان ہوتی ہین ایک روپیہ محصول بذمہ خریدار چارڈبہ کے خریدار کو ایک ڈبہ مفت اور آٹھ ڈبہ کے خریدار کو دو ڈبہ اور نو ڈبہ کے خریدار کو تین ڈبہ کمیشن مفت دیا جاتا ہے مزید اطمینان کے لیے ہماری کتاب **کام شاستر** جو راز تندرستی کا حلیہ ہے ۱۴۴ صفحے مین قریب قریب ہر زبان مین چھپی ہوی ہے صرف ایک کارڈ لکھکر ہم سے بلا قیمت طلب کر لین -

## طلائی واجی کرن

اس طلا کا ثانی ہماری نظرون سے ہنوز نہین گزرا یہ طلا ہیمنل بلا چون وچرا ثابت ہو چکا ہے اعضاے تناسل کے پتلی ہوی جڑ کو موٹا کرنے مین اور سستی اور نامردی کو بسبب ڈھیلا پڑجانے رگون کے درست اور صحیح کرنے مین مجرب اور بیمثیل ہوا ہے اسکی شہادتین اور سرٹیفکٹ بھی ہمارے پاس موجود ہین چند اُن مین سے کتاب مذکور مین درج کیے گئے ہین فی شیشی نصف تولہ صرف دو روپیہ کا پانچ روپیہ ایک شیشی کے خریدار کو ایک ڈبہ اتنگ نگرہ کمیشن مفت -

**ویدشاستری منی شنکر گووندجی جام نگر کاٹھیاوار**

نوکری مین ہون، لیکن یہ تینون کے تینون میرے مالک تو کیا خدمت کے قابل بھی نہین ہین سچ تو یہ ہے کہ ایسے ایسے گنوار تین مل کر بھی آدمی نہین کہلا سکتے، کیونکہ بارڈلف، دیکھنے کو چہ تو اسکا سُرخ ہے، پر خون مین بہادری کی گرمی نام کو نہین، اسی واسطے ہر بات مین اکڑتا تو بہت دکھاتا ہے، مگر میدان جنگ مین کوئی اڑجائے تو بھاگ کھڑا ہوتا ہے پسٹل کی پوچھتے ہو، تو زبان اُسکی زخم لگانے مین بڑی تیز ہے، مگر تلوار بالکل کند، اسی واسطے بہادری کی ڈینگین بڑھ بڑھکے مارتا ہے، دھمکیان خوب دیتا ہے، لیکن تلوار کے قبضے پر بھول کے بھی ہاتھ نہین پڑتا۔ اب رہا نم، بیوقوف نے کہین یہ سُن لیا ہے کہ جو لوگ بہت کم بولتے ہین، وہ بڑے سورما ہوتے ہین، اسی واسطے دعا اور نماز تک کے لیے بھی اُسکے لب نہین کھلتے کہ کوئی ڈرپوک نہ سمجھ لے! غرض یہ کہ جیسی وہ باتین کم کرتا ہے ایسے ہی اُسمین خوبیان بھی کم ہین، بہادری تو اُسکو چھو تک نہین گئی۔ اتنی عمر اُسکی ہونے کو آئی، کیا مجال جو کسی کو زخمی کیا ہو۔ ہان کئی دفعہ لشکر کی ترنگ مین ستون سے ٹکرا کے اپنا ہی سر پھوڑ لیا ہے۔ اور سُنیے ایک چیز لاتے تو ہین چُرا کر اور بتاتے ہین مال غنیمت۔ ابھی کی بات ہے، بارڈلف نے ایک بربط کا خانہ چُرایا اور یہان سے پچیس تیس کوس جاکے ڈیرہ آنے مین پہنچ آیا۔ نم اور بارڈلف نے اس چوری چکاری مین ایک دوسرے کا ساتھ دینے کی قسم کھا رکھی ہے اور کیلاس مین انھون نے ایک پھاوڑا بھی چُرایا تھا۔ اس بات سے مجھے معلوم ہوگیا کہ جس کسی کو یہ کم بخت چوری کی لت پڑجاتی ہے، تو پھر وہ اپنے کو اس سے روک نہین سکتا۔ موقع ملے تو سوئی بھی نہین چھوڑتا اور پھر یہ مثل کسے معلوم نہین کہ چور چوری سے جاے، ہیرا پھیری سے نہ جاے۔ خیر آپ تو ایسے تھے ہی، چاہتے ہین کہ مین بھی اُنھین کے رنگ مین مل جاؤن اور مین بھی لوگون کی جیبون سے یون واقف اور باخبر رہون، جیسا کہ اُنکے رومال اور دستانے۔ مگر خدا نہ کرے میری طبیعت ایسی بات کبھون پسند کرنے لگے۔ اگر مین دوسرے لوگون کی جیبون سے روپیہ پیسہ نکال کے اپنی جیب مین ڈال لون، تو کیا یہ گناہ کی بات نہین؟ ہستغفراللہ! مجھے چاہیے کہ اُنکی نوکری پر لات ماردون اور کہین دوسری جگہ ملازم ہوجاؤن، انکی بدمعاشیان دیکھ دیکھ کے تو میرا خون کھولنے لگتا ہے، ایسون کی نوکری کو سات سلام! لاحول ولا قوۃ!

[جرنل فلولین پھر آتا ہے، گورپیچھے پیچھے]

گورد "کپتان صاحب، سرنگون کی طرف چلیے، جلد، نواب گلاڈسٹر آپ سے کچھ کہنا چاہتے ہین"

فلولین "سرنگ کی طرف! نواب صاحب سے کہو کہ وہان جانا ٹھیک نہین ہے۔ دیکھتے نہین کہ یہ سرنگین جہاز جنگ کے خلاف ہین گہرائی اُنکی کافی نہین ہے، تم بھی دیکھو، اور نواب صاحب سے کہنا کہ دشمن نے بھی ہمارے

جواب مین چار گز عمیق سرنگین کھودرکھی ہین، سُنا آپنے؟ مسیح کی قسم مجھے خوف اسکا ہے، عقل سے کام نہ لیا گیا تو نواب صاحب ہم سب کو کہین بحق سے نہ اُڑا دین!"

گوَر "نواب صاحب جنکو افواج محاصرہ کی کمان دی گئی ہے، بالکل ایک آرلنڈی کے ہاتھ مین ہین۔ اور سچ تو یہ ہے کہ ہے بھی وہ بڑا بہادر"

فلولین "ہان ہان مجھے معلوم ہے اُسکا نام میکورس ہے نہ؟"

گوَر "جی ہان، شاید یہی نام ہے"

فلولین "مسیح کی قسم وہ تو نرا گدھا ہے، مین اُسکے مُنھ پر کہدون گا۔ اُسے تو صحیح اصول جنگ کی، سمجھے رومانی اصول جنگ کی ایک بازاری کُتے سے بھی زیادہ واقفیت نہین ہے"

[کپتان میکورس اور کپتان جامی آتے ہین]

گوَر "لیجیے وہ خود چلے آرہے ہین۔ اسکاٹ لینڈ کے کپتان جامی بھی ساتھ ہین"

فلولین "بیشک کپتان جامی تو غضب کا شجاع اور مرد میدان ہے۔ اسمین کسی کو کلام نہین۔ اور بڑا صاحب ہمت اور لڑائی کے قدیم اصول سے واقف۔ اسکا مجھے ذاتی علم ہے۔ مسیح کی قسم، دنیا بھر مین، بڑے سے بڑا فوجی افسر، بھلا، اُس سے بہتر، روما کے اصول جنگ کیا جانتا ہوگا"

جامی "آداب عرض ہے کپتان فلولین صاحب"

فلولین "اوہو! کپتان جامی صاحب ہین، تسلیمات وکورنشات"

گوَر "ہین، یہ کیا کہا! کپتان میکورس صاحب، آپ سرنگون کو چھوڑ کے چلے آئے؟ اور سپاہی بھی چھوڑکر چل دیے؟"

میکورس "مسیح کی قسم، بہت بُرا ہوا، سرنگین چھوڑ دی گئین، اور واپسی کا بگل بجا دیا گیا۔ اپنے سر کی قسم، اور اپنے باپ کے روح کی قسم کھا کر کہتا ہون، بہت بُرا ہوا، سرنگون کو ناحق چھوڑا، نہین تو مین قلعہ کو ایک گھنٹے مین، مسیح کی قسم، ایک گھنٹے مین اُڑا دیتا! بہت بُرا ہوا، بہت بُرا ہوا، ارے ارے ارے! مسیح کی قسم بہت بُرا ہوا"

فلولین "کپتان میکورس صاحب، دیکھیے بُرا نہ ماننا میری ایک عرض ہے، مہربانی کرکے آپ مجھ سے چند باتین ہین اُنپر بحث فرمائیے، ایک تو اصول جنگ پر یعنی اہل روما کے اصول وضوابط جنگ پر، محض بطریق مباحثہ اور دوستانہ، سُنا آپ نے؟ دوسرے اس بارے مین میری جو رائے ہے، دیکھیے وہ کس پایہ کی ہے، سُنا آپنے؟

تیسرے، میرے دل مین جو قدیم قواعد جنگ کی وقعت ہے وہ بے جا تو نہین ہے؟ بس یہی تکلیف دینا چاہتا ہون آپ کو آیا خاطر شریف مین؟

**جامی** "واقعی یہ بحث تو بڑی مزے دار ہوگی، ایک طرف کپتان فلولین، دوسری طرف کپتان میکمورس اور قسم ہے مجھکو، اگر آپ صاحبون کی اجازت ہوی، تو اس پر لطف بحث مین مین بھی شریک ہون گا، موقع ہوا تو"

**میکمورس** "بھئی واہ خوب! یہ موقع کوئی بحث مباحثہ کا ہے۔ خدا خیر کرے۔ گرمی اس غضب کی موسم ایسا خراب اور پھر لڑائی! بادشاہ اور افسر ادھر اُدھر کھیتے بھاگتے پھر رہے ہین۔ بگل پکار رہا ہے کہ شکاف پر حملہ کرو اور ہم یہان کھڑے ہوے باتین بنا رہے ہین! شرم! شرم! شرم! ہمین تو یہ چاہیے کہ جا کر دشمنون کے گلے کاٹین اور لڑائی کو سر کرین، اپنے سر کی قسم ابھی ہوا ہی کیا ہے۔ خدا سمجھے ہم سب سے!"

**جامی** "صلیب کی قسم، قبل اسکے کہ میری آنکھین ہمیشہ بند ہون، مین بڑی نمایان خدمت کرونگا اور نہین تو مردون کے ڈھیر مین جا سوؤن گا۔ یا تو مر جاؤن گا اور اس بہادری سے کہ زار کرونگا کہ دشمنون کے پاؤن اکھڑ جائین اور نہ مین جو کہتا ہون کر کے نہ دکھلادون تو سپاہی نہ کہنا۔ اچھا تو اب چلیے چلیے آپ دونون صاحبون مین جو باتین ہو رہی ہین"

**فلولین** "ہان میکمورس صاحب، مین دیکھتا ہون کہ آپ کے زیر کمان آپ کے قوم کے زیادہ سپاہی نہین ہین"

**میکمورس** "میری قوم کے! میری قوم سے تمھین کیا سروکار؟ کیا غرض؟ تم ہو کون؟ جو میری قوم کا نام لیا وہ بدمعاش ہے! حرامزادہ ہے! حرام خور ہے! بداصل ہے!"

**فلولین** "دیکھو صاحب، اگر آپ نے اسکا کچھ اور مطلب لیا ہے، تو مین کہون گا کہ تم نے میرے ساتھ اس حسن ظن سے کام نہین لیا ہے جو تمھارے جیسے صاحب تمیز کو زیبا تھا، آیا خاطر شریف مین؟ اور کپتان صاحب جیسے شریف آدمی آپ ہین مین بھی ایسا ہی ہون فنون جنگ مین بھی، حسب نسب مین بھی، اور ہر طرح سے آپ نے سمجھا کیا ہے؟"

**میکمورس** "مین نہین جانتا، شرافت مین تم میرے ہمسر ہو، مسیح کی قسم مین تمھارا سر قلم کردون گا"

**گور** "صاحبو، آپ ایک دوسرے پر بڑا ظلم کر رہے ہین"

**جامی** "امین! یہ تو بڑی ناپاک بات ہے!"

[قلعہ سے گفتگو کے لیے بگل بجتا ہے۔

رہے یہ لوگ سنتے ہین آپ؟ قلعہ والے کچھ کہنا چاہتے ہین"

**فلولین** "کپتان میکموس صاحب، جب مناسب موقع آئے گا، تو آپ کو باور کرا دوں گا کہ مین بھی فنون جنگ مین کسی سے کم نہین ہون" [جاتے ہین

## سین نمبر ۱

## قلعہ کے پھاٹک کے سامنے

[قلعہ دار اور چند اہل شہر فصیل پر، افواج انگلستان نیچے، بادشاہ ہنری مع اسٹاف کے آتا ہے]

**بادشاہ** "ہان تو حاکم شہر کا کیا ارادہ ہے۔ دیکھو یہ آخری موقع ہے گفتگو کا جو ہم نے تم کو عطا کیا ہے یہی مناسب ہے کہ تم اپنے آپ کو ہمارے رحم پر چھوڑ دو۔ ہان اگر تم اسقدر راجمیت اور مغرور ہو کہ اطاعت پر مقاومت کو ترجیح دیتے ہو تو تمھین اختیار ہے، مقابلہ کرو مگر ساتھ ہی بدترین نتایج کے منتظر بھی رہو، کیونکہ مین مرد سپاہی ہون اور اس نام کو اپنے لیے بہترین اور باعث افتخار سمجھتا ہون، پس سن رکھو اب کی جو توپ خانہ سے آتش باری شروع ہوی تو پھر اُسوقت تک نہ تھمے گی جبتک کہ تمھارا پیارا نیم مسخر ہارفلور جل کر خاک سیاہ نہ ہو جائے گا۔ رحم کے دروازے تم پر بند ہو جائین گے اور ہوائے نفسانیت سے بھرے ہوے سنگدل اور تند خو سپاہی تو کلان دوزخ کی طرح تمھاری نوعمر نازنین بہو بیٹیون پر بلا ہراس دست تعدی دراز کرین گے اور نہایت بے رحمی سے تمھارے پیارے پیارے گلعذار شیر خوار بچون کو گھاس کی طرح کاٹ کر پایون تلے کچل ڈالین گے۔ پھر مجھے الزام نہ دینا اگر لڑائی کی خونخوار جادوگرنی تمھین اپنی سیاہ کاریون کا تختۂ مشق بنا کے تہس نہس کر ڈالے اگر تمھاری دوشیزگان باعصمت کا پردۂ ناموس ظلم و درازدستی سے پارہ پارہ ہو جائے، تو اسکا سبب تم ٹھہرو گے نہ کہ مین تم ہی بتاؤ بھلا نفس کا تند و وحشی بھتنا کسی طاقت کے روکے رُک سکتا ہے جبکہ وہ اپنے بے دست و پا شکار پر مستانہ اور دیوانہ وار جھپٹے، ہاں جہان سپاہی ایک مرتبہ قتل و غارت پر آمادہ ہو کر تل پڑے، پھر ہزار منع کیا جاے، ہرگز باز نہ آئین گے! پس اے اہالی ہارفلور اب بھی سمجھ جاؤ، اپنے شہزادے اپنے لوگون پر رحم کرو، ابھی تک سپاہی میرے کہنے مین ہین۔ مہر انیزدی کی لطیف و معتدل ہوا، مصیبت و ہلاکت اور ذلت کے بھاری بھاری غلیظ بادلون کو روکے ہوے ہے پھر نہ کہنا۔ ایک لمحہ مین تم اپنی آنکھون سے دیکھ لوگے کہ ان شوریدہ سر اور بے باک سپاہیون کے ناپاک ہاتھ تمھاری ناچار و نالہ کنان مستورات کے ملائم اور سنہری نازکلون سے کیا کیا گستاخیان کرتے ہین اور کس بیدردی سے تمھارے بزرگون کی ریش ہاے سپید کو پکڑ پکڑ کے [illegible] اور کس بے دردی سے تمھارے طفلان [illegible]

تمھاری مسن اور ضعیف خواتین کے ہوش گم ہو جائین گے، انکی فریاد و بکا کی پُر درد صداؤن سے گنبد فلک بھی تھرتھرا اُٹھے گا اور جس طرح ہیرڈ کے سفاک اور خونی سپاہیون نے عورات یہود کے شیون و شین پر مطلق اعتنا نہین کی تھی اُسی طرح تمھاری بے وقت منت و زاری بھی بالکل عبث ثابت ہو گی۔ کہو کیا ارادہ ہے، اطاعت اور عفو و مہربانی یا مدافعت اور ہلاکت و رسوائی ؟"

**قلعہ دار** "ہماری امیدون کا آج خاتمہ ہو گیا۔ شہزادہ ڈافن (جن سے ہم نے کمک طلب کی تھی) کہلا بھیجا ہے کہ ایسے زبردست محاصر کے دفعیہ کے لیے بالفعل اُسکی فوجین تیار نہین ہین۔ اس واسطے اے اقبال مند بادشاہ ہم اپنے شہر اور اپنی جانون کو تیرے لطف و ملاطفت پر چھوڑتے ہین۔ دروازے کھُلے ہین، شوق سے داخل ہو جائیے اور ہماری جان و مال سے درگزر فرمائیے کیونکہ اب ہم مین تاب مقاومت باقی نہین ہے"

**کنگ ہنیری** "اچھا تو پھاٹک کھول دو۔ چچا ایگزیٹر جائیے۔ آپ شہر پر قبضہ کرلین اور وہین قیام فرمائین اور قلعہ کو خوب دیکھ بھال کے عند الضرورت مذبتہ قلعہ بندی بھی کرلی جاے تاکہ غنیم کا دوبارہ قبضہ نہ ہو سکے اور اہل شہر سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جاے، ہم سب کو امان دیتے ہین۔ اور عموی بزرگوار ہماری حالت آپ پر ظاہر ہی ہے جاڑے کا موسم قریب آپہنچا اور سپاہیون مین بیماری بڑھتی جارہی ہے۔ اس لیے ہم مناسب سمجھتے ہین کہ ہم کیلیس کو مراجعت کرین۔ صرف آج رات یہان ہارفلور مین آپ کے مہمان رہینگے اور کل کوچ"

[بادشاہ ہنیری مع لشکر شہر مین داخل ہوتا ہے

## سین پانچوان

### روئین محل سرائے شاہی کا ایک کمرہ

[بادشاہ فرانس، شہزادہ ڈافن، ڈیوک آف بورین، سپہ سالار اور دیگر امرا آتے ہین]

**بادشاہ** "یہ صحیح ہے کہ دشمن دریاے سوی سے اس پار اُتر آیا ہے!"

**سپہ سالار** "اس مین شک نہین کہ اگر اس سیل بے ہنگام کو نہ روکا گیا تو ہم اس قابل نہ رہین گے کہ فرانس مین رہین، ہمین لازم ہو گا کہ یہان سے مُنھ کالا کرین اور اپنے باغات اور مرغزار ایک وحشی قوم کے لیے چھوڑ جائین"

**ڈافن** "اللہ اکبر! کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے؟ کہ ہمارے چند قطرے، ہان ہمارے اسلاف کے چند ناپاک قطرے ایک شور بخت اور بہایم صفت قوم کی سرزمین مین ٹپک کر اسقدر نشو و نما پائین کہ دفعۃً خوف و ہراس کے

ڈراونے بادل بن کر ہم پر چھا جائین، اور ہمارے مطلع اطمینان وراحت کو یون مکدر کردین!

جوین "بجا ارشاد ہوا، یہ نارمن ہی تو ہین، حرام زادے اور نطفۂ حرام نارمن۔ اگر وہ یون بے روک ٹوک بڑھے چلے آئین، تو لعنت ہے مجھپر، جو اپنی جاگیر کو فروخت کرکے اُس بیڈول جزیرہ مین ایک غلیظ اور دلدلی کھیت خریدون، سیہ سالار..... کچھ سمجھ مین نہین آتا کہ اُن مین یہ دلاوری کہان سے آگئی۔ ؟ کیا اُنکی آب وہوا ٹھنڈی ناگوار اور غفلت آفرین نہین ہے؟ اور کیا آفتاب بھی اُس سرزمین پر زرد رو نظر نہین آتا اور حقارت سے تیوری چڑھاکے اُس پر ترچھی نگاہین نہین ڈالتا رہتا؟ کیا وہ جو کے ساتھ اُبلا ہوا پانی وہ سڑا ہوا بوزہ، اُنکے ٹھنڈے لہو مین اسقدر حرارت پیدا کرسکتا ہے؟ کہ اُسکے مقابلہ مین ہمارا سیال خون، جس مین پیرس کی انگوری شراب نہین بلکہ آتش ترکی حدت وتیزی ہو، بالکل سرد اور منجمد نظر آئے! اگر ہمین اپنے ملک کی بقاے عزت منظور ہے تو لفٹ ہے ہم پر، جو سنگ ریزون کی طرح یون ایک جگہ اصدی بن کر پڑے رہین اور ٹھکرائے جائین، جبکہ ایک ٹھٹھری ہوئی سرزمین کے رہنے والے اس بہادری اور سرگرمی کے ساتھ اپنی ہمت وسعی کا ثبوت دے رہے ہون اور ہمارے جواہر نگار میدانون مین اُنکی پیشانیون سے عرق جدوجہد کے آبدار موتی ٹپک رہے ہون ----"

**شہزادۂ ڈافن** "مجھے اپنے ایمان اور عزت کی قسم، اب تو ہماری عورتین بھی ہم پر نفرت سے طعنہ زن ہوتے لگین اور صاف صاف کہتی ہین کہ تمھاری مردانگی تو جاتی رہی، اب ہم بھی کھلم کھلا جوانمردان انگلستان کا پہلو گرم کرینگے فرانس مین پھر جنگجو پیدا ہوسکتے ہین تو یون ہی پیدا ہوسکتے ہین!"

**بوربن** "وہ ہمین کہتی ہین کہ جاؤ، انگلستان کے ناچ گھرون مین جاؤ، اور وہان اپنے اس قابل فخر کمال مین جیسی اور پھرتی دکھاکے اپنی اُستادی کا ڈنکا بجاؤ! بھلا تم نامردون کو اس تھرکنے اور مٹکنے کے سوا اور آتا ہی کیا ہے؟"

**بادشاہ** "ہنا ونٹیجا ---- کہان ہے؟ وہ فوراً جائے اور شاہ انگلینڈ کو ٹوک دے! اے شہزادو اُٹھ کھڑے ہو اور اپنی عزت قائم رکھنے اور ناموری حاصل کرنے کا جوش سینون مین لے کر دشمن کو روکو، ہمت مردانہ کے ساتھ، جو وقت نبرد تلوار کی بُرش سے بھی زیادہ کارگر ہوتی ہے۔ اور اے اُمراے اولوالعزم! اے افسران فوج تم ہی ملک ومزاج کے حامی ہو۔ اپنے حفظ مراتب اور تحفظ ننگ وناموس کے لیے غیرت اور ہمیت سے کام لو۔ ہان ہینری کے چھکے چھُڑا دو، کیا نہین دیکھتے وہ ہمارے ملک مین کیونکر دلیرانہ بڑھا آرہا ہے۔ ہارفلور کی فتح سے اُسکے خونخوار سپاہی اور بھی دلیر ہوگئے ہین۔ اُنکی ننگی تلوارون سے شہداے ہارفلور کے قطرات خون ٹپک ٹپک کر

ہماری زمین کو سرخ کیے دے رہے ہین۔ اُنکی سنانین، آہ ہمارے سپاہیون کے خون جگر سے جلا پائی ہوی معلوم ہوا مین بلند ہین؛ اور اُسی بے گناہ خون مین رنگے ہوے پھریرون نے مطلع فرانس کو خونی بنا رکھا ہے۔ ہان اگر انتقام لینا چاہتے ہو تو اُسکے لشکر پر بون جا پڑو، جس طرح آتش فشان پہاڑ سے آتشین مادہ کی سیل فنا وغنہ نکل کر آس پاس کے وادیون اور بستیون کو جلا کے خاک سیاہ کر ڈالتی ہے۔ ہان بس تم بھی ایسا ہی جوش و خروش دکھا کر اُس ہارفلور کی خونریزی کا بدلہ لو۔ تم اُس سے کچھ کم طاقتور نہین ہو جاؤ اُسے زندہ گرفتار کر لو، اور قیدی بنا کر ہمارے حضور مین حاضر کرو"

**سپہ سالار**" وہ اسی قابل ہے۔ فوج اُسکی اسقدر قلیل ہے، ہی اُسکے ایسے خستہ و درماندہ یقین ہے کہ ہمارے لشکر گران کو دیکھتے ہی مارے خوف کے جی چھوڑ بیٹھے گا اور بچاؤ کے لیے فوراً زر فدیہ پیش کرنے کی آمادگی ظاہر کریگا"

**بادشاہ**" اسی لیے تو ہم کہتے ہین کہ اُونٹ جاکے بھیجنے مین جلدی کی جاے اور اُسے سمجھا دو کہ ہیبری سے پوچھے وہ کسقدر زر فدیہ ادا کرنا چاہتا ہے۔ شہزادہ ڈافن تم ہمارے ساتھ ہیبن روئین مین ٹھہرو"

**شہزادہ ڈافن**" حضور مجھے بھی لشکر کے ہمراہ جانے کی اجازت ہو، مین نہایت عاجزی سے عرض کرتا ہون"

**بادشاہ**" صبر سے کام لو، تمھین ہمارے ساتھ رہنا ہوگا۔ سپہ سالار اور تم سب لوگ فوراً کوچ کرو اور بہت جلد زوال انگلینڈ کی خوشخبری لاؤ"

## سین چھٹا

**گور**" فرمایئے کپتان فلولین کیا خبر مین ہین؟ آپ پُل کی طرف سے آرہے ہین نہ؟"

**فلولین**" ہان، آپ کو یقین نہین آئے گا، وہان پُل پر خوب خوب ہاتھ دکھائے!"

**گور**" نواب صاحب ایگزیٹر بھی صحیح سلامت ہین؟"

**فلولین**" نواب صاحب کی کیا پوچھتے ہو، وہ تو اسفندیار کا سا اولوالعزم ہے۔ اور مین تو اپنی جان سے دل سے خدمت سے، طاقت سے غرض ہر طرح سے اُنکی عزت کرتا ہون۔ خدا کے فضل و کرم سے اُنکا بال تک بیکا نہین ہوا اور وہ پل کو بڑی بہادری اور انتظام سے روکے ہوے ہین۔ ہان پُل پر ایک نشان بردار بھی ہے اور مین سچ سچ کہتا ہون، وہ بھی بہادری مین رستم ہے، مگر تدبر اُسکی کچھ بھی نہین۔ پل پر اُس نے کیا کیا کام کیے ہین"

**گور**" آپ کو اُس کا نام بھی معلوم ہے؟"

فلولین "اُسے پسٹل پسٹل کہکے پکارتے ہین"

کورر "تو مین اُس سے واقف نہین"

[ پسٹل آتا ہے

فلولین "لو وہی شخص چلا آرہا ہے"

پسٹل "کپتان صاحب مین آپ کو کچھ تکلیف دینے کی خاطر آیا ہون، آپ کی نواب صاحب ایگذیٹر بہت سنتے ہین"

فلولین "ہان مین خدا کا شکر کرتا ہون، کہ نواب صاحب مجھپر بہت مہربان ہین"

پسٹل "آپکو شاید علم ہوگا کہ بارڈلف ایک سپاہی مرد ہے دل کا بڑا مضبوط اور جوان ہمت۔ اُس بچارے نے، تخدیر کے پھیرے، ہاے کم بخت یہ تخدیر بھی کیا اندھی ہے! اُسکے پاؤن مین چکر رہتا ہے کہ ایک جگہ اُسکے قدم ہی نہین ٹھہرتے؛ ہان تو تخدیر کے پھیرے ۔۔۔۔۔"

فلولین "معافی چاہتا ہون، قطع کلام ہوتا ہے۔ مین نے تقدیر کی تصویر دیکھی ہے، اندھی، آنکھون پر اُسکی پٹّی بندھی ہوی ہے؛ یہ بتانے کو کہ تقدیر اندھی ہوتی ہے۔ اور ایک گھیرے پر اُسکو کھڑا کیا ہے، مطلب اُسکا یہ کہ وہ ہمیشہ گھومتی رہتی ہے، کہین اُسکو قرار نہین۔ پھر ایسی ہرجائی کا کیا بھروسہ کیا اعتبار؟ سُنا آپ نے؟ اُسکے پاؤن ایک گولے پر ٹکے ہوے ہین جو ہر وقت لڑکتا ہی رہتا ہے۔ ابھی دیکھو تو یہان ہے اور ذرا آنکھ جھپک کے دیکھا تو پتہ نہین! سُنا آپ نے؟ شاعر نے ایسی اُسکی تعریف کی ہے کہ سبحان اللہ!"

پسٹل "ہان تو یہی تخدیر، بارڈلف کی حدوے جان ہوگئی ہے اور خیر آلودی نگاہون سے اُسے گھور گھور کے تک رہی ہے، خصوصہ بچارے سے یہ ہوگیا کہ گرجے مین سے تبرک رکھنے کا برتن اُٹھا لیا، اور اب غریب کو پھانسی کی موت ملے گی ایسی بُری موت تو خدا دشمن کو بھی نہ دے، یہ تو کُتّے کی موت ہے، کُتّے کی! انسان یون اور کسی طرح مرے پر پھندے مین لٹک کر اُسکی بولتی بند نہ ہو۔ بھلا اُس برتن کی بھی کچھ حقیقت ہے؟ ایک کوڑی کا مال اور نواب صاحب نے اس معمولی سے جُرم پر پھانسی کا حکم دیدیا! واہ یہ بھی کوئی انصاف ہے؟ بس آپ جائین وہ آپ کی سفارش سُن لینگے۔ ایسا نہ ہو بچارہ بارڈلف کا رشتۂ زندگی دو پیسے کی دوڑی سے کٹ جاے اور اُسکی گردن مین ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے نالت (لعنت) کا طوق پڑ جاے۔ میرے اچھے کپتان صاحب، ذرا نواب سے بول دو ایک غریب کی جان بچ جاے گی اور پھر ہم آپ کو خوش کرنے کے واسطے بھی تیار ہین"

**فلولین** "پسٹل صاحب، مین آپ کا مطلب سمجھ گیا ہون"

**پسٹل** "بس تو پھر اب کیا دیر ہے؟ بڑی خوشی کی بات ہے"

**فلولین** "ہرگز نہین، پسٹل، یہ بات ایسی نہین کہ اسپر کوئی خوشی کرے، سُنا آپ نے؟ میرا بھائی بھی ہوتا، تو مین نواب صاحب کے کامون مین دخل نہ دیتا، سُنا آپ نے، قانون کی خلاف ورزی نہین ہوسکتی کسی طرح"

**پسٹل** "جا جہنم مین، ملعون، نالت (لعنت) ہے تیری دوستی پر!"

**فلولین** "خوب!"

**پسٹل** "نالت ہے تری دوستی پر!" [جاتا ہے

**فلولین** "بھئی واہ!"

**گور** "ارے مین نے اب پہچانا، یہ تو چھٹا ہوا خدائی خوار ہے معاش۔ دنیا بھر کا ٹیکا، ڈومنی بھڑوا"

**فلولین** "گور، تمھین یقین نہ آئے گا، اُس پُل پر اس نے ایسی بہادرانہ تقریر کی، گویا ایک بلبل ہے جو موسم بہار مین پھولون کی ڈالی پر بیٹھا چہکا رہا ہے۔ مگر اب سمجھا۔ اور اُس نے جو یہ نامعقول باتین کی ہین، یاد رکھنا ایسا مزا چکھاؤن گا کہ بچا ساری سٹی بھول جائے گا"

**گور** "تمھین نہین معلوم، ایسے بھی بہت سے نالایق دغا باز، شہدے، دیکھنے مین آتے ہین جو کبھی بھار کسی جنگ مین شریک ہوجاتے ہین اور لندن مین واپس جاکر ڈینگے مارتے ہین کہ ہم بھی بڑے مرد میدان ہین ہوتے یہ ہین کہ بڑے بڑے افسرون جرنیلون کے نام دریافت کرلیتے ہین اور یہ بھی خوب دیکھ بھال اور پوچھ گچھ لیتے ہین کہ کس کس موقع پر، کون سے قلعہ کون سے محاصرہ مین کس کس نے بہادری کے جوہر دکھائے ہین، کون فتحیاب آیا، کون مارا گیا، کس کی ذلت ہوئی، غنیم کی کیا حالت تھی، کیا کیا موقف تھے، ان سب باتون کو سپاہیانہ لہجے مین ماؤشما سے بیان کرتے پھرتے ہین اور بات بات پر قسمین کھا کھا کے اور بھی نمک مرچ لگاتے رہتے ہین، پھر خیال کیجیے کہ ایک ایسی جگہ جہان بوتل پر بوتل چڑھائی جارہی ہو اور عقلین گم ہوگئی ہون ان مسخرون کی جنرل نما مصنوعی ڈاڑھیون اور پھٹی پرانی جنگی وردیون کا کیا اثر نہ ہوتا ہوگا۔ حضرت آپ کو زمانہ مین ایسے لچون سے باخبر رہنا چاہیے نہین تو بڑا دھوکہ اُٹھاؤ گے"

**فلولین** "سچ کہتے ہو، بات یہ ہے، مین اُس شخص کو آدمی ہی نہین سمجھتا جو دیدہ دلیری سے دنیا سے زبردستی منوا تا پھرے کہ مین بھی کوئی چیز ہون۔ اور بھئی ہم تو ایسے کھرے ہین کہ جس کسی مین کوئی بات دیکھ پاتے ہین،

صاف صاف، اُسکے مُنہ پر کہدیتے ہین۔ [طبل بجتا ہے۔

سنتے ہو بادشاہ سلامت آرہے ہین اور مجھے پُل کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے

[طبل اور علم، بادشاہ، ہینری، گلاؤسٹر اور کچھ سپاہی

خدا حضور کو سلامت باکرامت رکھے"

**بادشاہ** "کیسے ہو فلولین، کیا پُل پر سے آرہے ہو؟"

**فلولین** "جی حضور، وہین سے آرہا ہون۔ نواب صاحب ایگزیٹر بڑی بہادری سے پُل کو روکے ہوے ہین، ہمارے آدمیون نے بڑی بہادری دکھائی، ایسی کہ دشمنون کے پاؤن اُکھڑ گئے۔ غنیم بہتیرا پل پل کر آیا کہ پُل چھین لے، مگر کچھ پیش نہ گئی آخر اپنا سا مُنہ لے کر بھاگ کھڑا ہوا، اب پُل نواب صاحب کے قبضے مین ہے مین اتنا ضرور عرض کرون گا کہ نواب صاحب بڑے جنگ آزما اور کارآزمودہ ہین"

**بادشاہ** "فلولین ہمارے کتنے لوگ کام آئے؟"

**فلولین** "نقصان دشمن کا بہت ہوا، بہت ہی زیادہ اور نواب صاحب کا تو مین خیال کرتا ہون ایک آدمی بھی ضائع نہین ہوا۔ ہان گرجا کا مال چرانے کے جرم مین ایک شخص بارڈلف نامی کی گردن ضرور ماری گئی ہے۔ شاید حضور واقف بھی ہون، اُسکا مُنھ سُرخ سُرخ دانون، چھون اور آبلون سے بھرا ہوا تھا، معلوم ہوتا تھا کہ ایک انگیٹھی ہے جس مین سے دھوان اور شعلے نکل رہے ہین۔ ہونٹ اتنے بڑے کہ نتھنون مین گھسے ہوے اور اک ایک دہکتا ہوا کوئلا تھا جو کبھی سُرخ ہو جاتا تھا اور کبھی نیلگون۔ مگر اب اُسکی ناک کٹ گئی اور وہ آگ ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگئی۔

**بادشاہ** "ہم ایسے بدمعاش اور آتش کے پرکالون کالبون ہی خاموش کر دیا جانا پسند کرتے ہین۔ اور قطعی حکم جاری کیے دیتے ہین کہ جب ہم اس ملک مین آگے بڑہین تو اثناے کوچ مین اہل وہ سے کوئی شے جبراً یا بلاقیمت نہ لی جائے اور نہ کوئی سپاہی کسی فرانسیسی سے تشدد یا بدزبانی سے پیش آئے، کیونکہ جب کسی سلطنت کی تسخیر و تالیف منظور ہو تو بجاے ظلم و جور کے ملاطفت زیادہ سودمند ثابت ہوتی ہے"

[اجل۔ ماؤنٹ جا حاضر ہوتا ہے]

**ماؤنٹ جا** "حضور نے مجھے وردی سے پہچان ہی لیا ہوگا"

**بادشاہ** "ہان کیا خبر لائے ہو"

ماؤنٹ جا "اپنے بادشاہ کا پیام"

بادشاہ "بیان کرو"

ماؤنٹ جا "ارشاد فرمایا ہے کہ "ہینری" انگلستان سے کہنا، ابتک ہماری نقل و حرکت مین جو یہ تاخیر ہوئی اس سے شاید تونے ہمین بے پروا اور غافل سمجھ لیا ہوگا، نہین، ایسا نہین ہے، ہم صرف موقع اور محل کے منتظر تھے۔ جلد بازی کو ہم اچھا نہین سمجھتے۔ اگر چاہتے تو ہم تجھے ہار فلور ہی مین کیل ڈالتے؛ مگر نہین ہم نے یہی مناسب سمجھا کہ ما وقتیکہ ناسور خوب پک نہ جائے۔ نشتر سے کام نہ لین اب ہمارا وار ہے اور پہلے سے ہشیار کیے دیتے ہین۔ عنقریب تو ہمارے صبر و تحمل کا قائل ہو جائے گا اور ضعف و زوال مین مبتلا ہو کر اپنی حماقت پر افسوس و ندامت کے آنسو بہائے گا۔ دیکھ اب بھی کچھ نہین بگڑا، ہمارے نقصانون، ہمارے مقتولون اور ہماری توہین کی مناسبت سے اپنا زر فدیہ تجویز کر، گو انکی ماو جب تلافی سے تو بالکل قاصر ہے۔ ہمارے نقصان کے سامنے تیرا ناچیز خزانہ کچھ قیمت نہین رکھتا، ہمارے مقتولون کی، جان کے بدلے مین تیرے ملک کی کل آبادی حقیر اور ناکافی ہے اور ہماری جو اہانت ہوی ہے اُسکی معافی کے لیے اگر تو اپنے سر پُر غرور کو ہمارے پاؤن پر بھی ڈال دے تب بھی ہمارے خشمگین دل کی تسکین نہ ہوگی۔ اگر تجھے جنگجوئی اور اپنی تباہی پر ایسا ہی اصرار ہے تو سنبھل جا۔ تو اپنے پاؤن سے موت کے منہ مین آیا ہے، تیرے سپاہیون کی زبون حالت ہم پر پوشیدہ نہین رہی، تو اور تیرے ساتھی بہت جلد کیفر کردار کو پہنچنے والے ہین" یہ ہے ہمارے بادشاہ کا پیام اور میری خدمت"

بادشاہ "تیری قابلیت تو مجھے معلوم ہوگئی، تیرا نام کیا ہے؟"

ماؤنٹ جا "ماؤنٹ جا"

بادشاہ "تونے اپنا حق خدمت خوب ادا کیا۔ اب واپس جا کے اپنے بادشاہ سے کہہ کہ بالفعل مین مقابلہ کرنا نہین چاہتا۔ ہان یہ چاہتا ہون کہ کیلاس کی طرف بلا مزاحمت پلٹ جاؤن۔ اور اگرچہ حیلہ جو دغاباز دشمن کے آگے اس بات کا ظاہر کرنا خلاف عقل ہے مگر اصل یہ ہے کہ بیماری نے مرے سپاہیون کو نڈھال کر رکھا ہے اور انکی تعداد گھٹ گئی ہے اور جو رہ گئے ہین وہ بھی اپنے مساوی فرانسیسی سپاہیون سے بہتر حالت مین نہین ہین، حالانکہ میرا یہ خیال تھا کہ صحت و توانائی کی حالت مین یہی اپنے سے تگنی فرانسیسی سپاہ کو تلوار کے آگے دھر لین گے۔ خدایا مجھے معاف کرنا، مین ایسے بڑے بول بول رہا ہون۔ یہ تمھاری آب و

ہوا کا اثر ہے جو مجھ میں سرایت کر گیا ہے، میں توبہ کرتا ہوں۔ جا اپنے بادشاہ سے کہہ کہ میں تیرے ملک میں موجود ہوں۔ میرا زرِ فدویہ یہی ہیرا خفیف و نزار بدن ہے اور میرا لشکر مریض و ناتوان۔ اسپر بھی میں کہتا ہوں کہ فضل ایزدی سے ہم تجھ پر حملہ آور ہونگے خواہ ہمارے رستے میں خود فرانس اور اُس کا کوئی اور حمایتی بھی حائل کیوں نہ ہو۔ لے ماؤنٹ جا، یہ تیرا انعام ہے جا اور اپنے بادشاہ سے کہہ کہ عقل و خرد سے کام لے۔ اگر کسی نے ہم کو روکا تو یاد رکھنا کہ تمھاری زریں سر زمین ہمارے لہو سے لال ہو جائے گی۔ ہمارے جواب کا خلاصہ صرف اتنا ہے کہ بحالت موجودہ ہم لڑائی کے خواہاں نہیں۔ لیکن باین ہمہ گریز بھی نہ کریں گے۔ جا اپنے آقا سے یہی کہدے

ماؤنٹ جا "میں یہی عرض کروں گا حضور کے عطیہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں" [جاتا ہے

ڈیوک آف گلاسٹر "میں سمجھتا ہوں تاب نہ لا کر ہم پر حملہ نہ کریں گے"

بادشاہ "جان برادر، ہم خدا کے قبضۂ قدرت میں ہیں کہ انکے پُل پر چلو، رات آ رہی ہے، دریا پر ڈیرے ڈال دو، کل کوچ ہے"

## سین ساتواں

### فرانسیسی کیمپ، ایجن کورٹ کے قریب

[سپہ سالار، لارڈ رام پرس، ڈیوک آف آرلینز اور شہزادہ ڈافن اور دوسرے لوگ آتے ہیں]

سپہ سالار "واہ دنیا بھر میں میری سی زرہ نہیں مل سکتی۔ ہائے اس وقت دن نہ ہوا۔

آرلینز "واقعی تمھاری زرہ بہت اچھی ہے، مگر میرے گھوڑے کی تعریف تو کرو"

سپہ سالار "بے شک تمھارا گھوڑا بھی تمام یورپ میں ثانی نہیں رکھتا"

آرلینز "کیا آج صبح نہ ہوگی؟"

شہزادہ ڈافن "لارڈ آرلینز اور سپہ سالار صاحب آپ بھی اپنے گھوڑے اور زرہ کی تعریف کر رہے ہیں!"

آرلینز "آپ کے پاس بھی یہ دونوں چیزیں ایسی نفیس ہیں جیسی کہ ایک شہزادہ کے پاس ہونی چاہئیں"

شہزادہ ڈافن "افوہ! کیسی طولانی رات ہے یہ! روئے زمین پر میرے گھوڑے کا جواب نہیں۔ زمین پر اسکی جست و خیز کی کیفیت ہے، گویا رگوں میں پارہ بھرا ہوا ہے۔ گھوڑا نہیں آتش کا پرکالہ ہے۔ جب میں اسپر سوار ہوتا ہوں تو مثل سلیمان کے فضائے عالم کی سیر کرتا ہوں اور یہ شہباز صفت ہوا میں طرارے بھرتا ہے اور جب اسکے قدم

زمین پر پڑتے ہین، تو زمین گانے لگتی ہے، کیون نہ ہو اسکے سُم لحن داؤدی سے بھی زیادہ ترنم خیز ہین[1]!"

آرلینز "اور اسکا جانفل نما رنگ کیسا پیارا ہے!"

ڈافن "اور اسکا مزاج ادرک کا ساگرم ہے، یہ تو سکندر کی سواری کے قابل ہے۔ خالص ہوا اور آگ سے بنا ہے پانی اور مٹی کے سے کثیف عناصر تو اسے چھو تک نہین گئے۔ ہان ان کا صرف اُسوقت کچھ اثر دیکھنے مین آتا ہے جب کہ یہ اپنے راکب کے سوار ہوتے وقت نہایت صبر و متانت سے کھڑا ہوتا ہے، فرس یہ ہے باقی اور تو سب گدھے ہین"

سپہ سالار "بے شک حضور، یہ نہایت ہی نفیس اور نایاب گھوڑا ہے"

ڈافن "یہ کیون نہین کہتے کہ مرکبون کا شہزادہ ہے، اسکی ہنہناہٹ بادشاہ کی نیب ہے اور اس کی صورت سے شاہانہ رعب و اجلال ٹپکتا ہے"

آرلینز "بس، بس اتنا کافی ہے"

شہزادہ "وہ شخص عقل و زکاوت سے بالکل بے بہرہ ہے جو صبح سے شام تک میرے رخش عنا کی مختلف عنوانون سے مدح سرائی نہ کرسکتا ہو۔ یہ سمندر کا سا وسیع مضمون ہے، ریت کے ذرّے شیرین اور فصیح زبانون مین ہی بدل جائین، تو بھی اُن سے میرے اشہب بے مثال کی تعریف کا حق ادا نہ ہوسکے گا۔ یہ تو اس قابل ہے کہ بادشاہ اسکا ذکر کرین اور بادشاہون کے بادشاہ اسپر سوار ہون اور تمام لوگ، خواہ وہ یہین جانتے ہون یا نہ جانتے ہون، اپنا کاروبار چھوڑ دین اور دیدۂ حیرت و استعجاب سے اسکو دیکھتے رہین۔ مین نے ایک مرتبہ اسکی تعریف مین ایک غزل کہی تھی، اُسکا مطلع یہ تھا ؎ نقاش ازل ہمچون این صورت رعنا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

آرلینز "مین نے ایک غزل سُنی ہے جو کسی نے اپنی محبوبہ کی تعریف مین کہی ہے۔ اُسکا مطلع بھی یون ہی شروع ہوتا تھا"

شہزادہ ڈافن "مین نے جو اپنے شب دیز خوشخرام کی تعریف مین کہا، کسی نے وہی مضمون اپنی معشوقہ کے لیے چرا لیا؟

---

[1] جب شیکسپیر کا اسپ خوش قدم زمین پر پاؤن رکھتا تھا تو زمین سے گانے کی آوازین سُنائی دیتی تھین، مگر میرا تیس کا شبک سیرہ
مرکب قدم زمین پہ نہ رکھتا تھا ناز سے + اور ۔ ۔ ۔ اُڑتا تھا پر صدا نہ نکلتی تھی سلز سے!

"لحن داؤدی" (The Pipe of Hermus) کا ترجمہ ہے۔ اگرچہ ہمارے بیان کھیا بخی کی بانسری مشہور ہے مگر اپنے ملک بھائیون کی دل آزاری کے خیال سے اس کا استعمال ہم نے پسند نہ کیا۔

بات ہی کون سی ہے اور مین اپنے مرکب کو بھی اپنی نازنین محبوبہ ہی تو سمجھتا ہون"

اَرلینز "آپ کی محبوبہ سواری تو خوب دیتی ہے"

شہزادہ ڈافن "صرف مجھے، اور یہی ایک باوفا محبوبہ کی سچی تعریف اور خوبی ہے"

سپہ سالار "بجا ارشاد ہوا، مین سمجھتا ہون کل آپ کی باوفا محبوبہ نے دیدہ و دانستہ آپ کو نیچے دے مارا اور خوب آپ کی پٹھ ٹھونکی"

ڈافن "معلوم ہوتا ہے آپ کی محبوبہ نے ایسا ہی کیا ہوگا"

سپہ سالار "اُسکے لگام نہین تھی"

ڈافن "تو یون کیون نہین کہتے کہ وہ بوڑھی اور غریب مزاج ہے اور تم اُسپر ایک آرلینٹی پیادے کی طرح سوار ہوتے ہو برجس اُتار کے اور چست پائجامہ پہن کے"

سپہ سالار "آپ کو شہ سواری مین بڑا دخل ہے"

ڈافن "ایسا سمجھتے ہو تو میری ایک نصیحت یاد رکھو، جو لوگ اس طرح سوار ہوتے ہین اور ہشیار نہین رہتے وہ ایک نہ ایک دن دلدل مین پھنس رہتے ہین۔ کیا اچھا ہوتا اگر میری محبوبہ بھی میرے تو سن تازی کی طرح تیز و طرار ہوتی"

سپہ سالار "مگر میری محبوبہ گدھے کی سی سست اور مٹھی ہوتی تو مین اسی مین زیادہ خوش ہوتا"

ڈافن "جناب عالی آپ کس خیال مین ہین، میری محبوبہ جھوٹے بال اور مصنوعی گیسو نہین لگاتی"

سپہ سالار "مین بھی بجا طور پر یون ہی فخر کر سکتا تھا اگر میری محبوبہ سورنی ہوتی"

ڈافن "۔ ۔ ۔ 

سپہ سالار "مگر میرے آسمان پر پھر بھی کمی نہ ہوگی"

ڈافن "سچ کہتے ہو کیونکہ سب سے زائد بھی نہیں وہ گر گئے تو ورمرہ کی شان اور بھی زیادہ ہو جائے گی"

سپہ سالار "ایسا ہی آپ کے سمند کی تعریفوں کا حال ہے کہ اگر اُن میں سے کچھ کم ہو جائیں تو اُسکی خوشخرامی میں اور بھی زیادتی ہو جائے گی"

ڈافن "اے کاش میں اُسکی تعریف کا حق ادا کر سکتا۔ کیا اب قیامت تک دن نہیں نکلے گا۔ کل میں تمہیں پورے ایک میل تک اسکی چال دکھاؤں گا اور تمام راستہ انگریزوں کے سروں سے پٹا پڑا ہوگا"

سپہ سالار "میں تو ایسا بڑا بول نہ بولوں گا کہیں کل کے دن میرا ہی سر ٹھکانا نہ اُڑ جائے۔ لیکن کیا اچھا ہوتا اگر اسوقت صبح ہوتی کیونکہ میری یہی آرزو ہے کہ میری تلوار ہو اور دشمنوں کے سر"

لارڈ رام بورس "کون ہے جو کل میرے ساتھ بیس قیدی پکڑنے کی شرط باندھتا ہے؟"

سپہ سالار "کہیں اُنکے پکڑنے سے پہلے تمہیں اس بازی میں اپنی ہی جان نہ لگانی پڑے"

ڈافن "اب آدھی رات آئی ہے، میں اسلحہ سجنے جاتا ہوں" [جاتا ہے

آرلینز "شہزادہ کو دن نکلنے کی بڑی جلدی ہے"

لارڈ رام بورس "وہ تو انگریزوں کے خون کا پیاسا معلوم ہوتا ہے"

سپہ سالار "میں سمجھتا ہوں اُسکی تلوار جس قدر خون بہائے گی وہ سب یہی پی جائے گا"

آرلینز "مجھے اپنی لیڈی کے ساعد سیمین کی قسم، شہزادہ ہے تو بڑا شجاع"

سپہ سالار "اُٹھ! اُسکے پائے حنائی کی قسم کیوں نہیں کھاتے جو وہ تمہاری سوگند کو ایڑی تلے کچل ڈالے"

آرلینز "یہ تو ضرور کہوں گا کہ فرانس میں اُس سے بڑھکر کوئی مستعد اور باہمت نہ ہوگا"

سپہ سالار "مستعدی کام سے ظاہر ہوتی ہے اور اُن سے تو کوئی کام ہوتا نظر نہیں آتا"

آرلینز "خیر میں نے تو نہیں سنا کہ اُن سے کسی کو کچھ نقصان پہنچا ہو"

سپہ سالار "دیکھ لینا کل بھی وہ کسی کو نقصان نہ پہنچائے گا۔ کیا مجال جو وہ اپنی نیک نامی میں ذرا بھی فرق آنے دے"

آرلینز "مگر میں تو اُسے بہادر سمجھتا ہوں"

سپہ سالار "ہاں یہی میں نے ایک اور شخص سے بھی سنا ہے جو اُسکو تم سے زیادہ پہچانتا ہے"

آرلینز "کون ہے؟"

سپہ سالار "خوب، خود اُسی نے مجھ سے کہا تھا۔ اور یہان یہ بھی کہا تھا کہ اس بات کا کسی کو یقین نہ آئے تو مجھے کچھ بھی پروا نہین"

آرلنیز "بے شک اُسے کیا پروا ہوتی، اسکا یہ وصف کچھ چھپا ہوا تھوڑا ہی ہے"

سپہ سالار "جناب سچ فرماتے ہین اُس کی شجاعت کا حال یا تو جناب کو معلوم ہے یا اُسکے خدمت گار کو، تیسرے کو خبر نہین اُسکی بہادری بازکے مانند ہے جسکی آنکھون پر ٹوپی چڑھی ہوی ہو اور جو بازو تول قول کے رہ جاتا ہے"

# ایکٹ چوتھا

## پہرہ کا وقت

[گورس آتا ہے

اب ذرا اُس وقت کا تصور کیجیے جبکہ فضاے محیط مین ہر سو تاریکی چھائی ہوی ہے۔ دبی دبی سرگوشیون نے تیرگی کے عالم مین ہلکا ہلکا تموج پیدا کر رکھا ہے۔ ظلمتکدۂ شب کے ہولناک سناٹے مین دونون لشکرون کے دھیمے دھیمے ہمہمے باہم خوشی سے ٹکرا رہے ہین اور خط مقابل کے لشکرون کے تصادم پریشان سے موقع پاکر طلایہ کے سنتری اپنی اپنی جگہ گھومتے ہوے چپکے چپکے ایک دوسرے کو پیام پہنچا رہے ہین۔ شبیں آنکھون آنکھون مین اشارے کی لے کر پی رہی ہین اور رات کی کانپتی ہوی روشنی مین ایک لشکر کو دوسرے لشکر کا بھیانک چہرہ دکھائی دے رہا ہے۔ گھوڑے الگ الگ ایک دوسرے کو ڈراوا دھمکا رہے ہین اور اپنے پرہول صحیحون سے رات کے سناٹے کو پھاڑ پھاڑ ڈالتے ہین۔ خیمون مین آہن گر سیسہ ہیون کو زرہ بکتر اور چوشی چار آئینہ بنا کر خود و مغفر کے زیرین حصے کو چار آئینون سے جوڑ رہے ہین اور اُنکی اوزارون کی دلدوز ضربون سے جنگی تیاریون کا خوفناک پتہ مل رہا ہے۔ یہ لو پاس کے گاؤن سے مرغ کی بانگ سُنائی دی اور سنو تو پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ اونگھتی اور لڑکھڑائی ہوی صبح کی ستانہ سواری قریب آپہنچی۔ فرانسیسی کثرت فوج پر نازان ہین۔ دل بڑھے ہوے ہین اور فتح کا استقبال ہے کہ ابھی سے کم عیار انگلستانیون کو جنگی گرفتار ہونے کا یقین گمان غالب ہے۔ بازی مین لگا رہے ہین اور ساتھ ہی رات کی سست رفتار لنگڑی ٹھہڑو کو

---

لہ اس پہرہ لوگ بین محض اتفاق سے تکرار لفظی کی اکثر مثالین جمع ہوگئی ہین:- دبی دبی سرگوشیان، ہلکا ہلکا تموج، دھیمے دھیمے ہمہمے، اپنی اپنی جگہ چپکے چپکے، آنکھون آنکھون مین، چھیڑ چھاڑ ڈالتے ہین، پکار پکار کر، آہستہ آہستہ، ہیکی ہیکی چاندنی، دیکھ دیکھ کر، ایک ایک جوکی، ایک ایک خیمہ، نکل نکل کر، اسکی ضرورت اور مختلف پہلوؤن پر نظر ڈالو۔ مترجم

# کتب مندرجہ ذیل منیجر الناظر بک ایجنسی لکھنؤ سے طلب کیجیے

**المامون**۔ (حصہ دوم) مولانا شبلی کی مشہور تصنیف جسمین مامون رشید کے زندگی کے واقعات دلچسپ پیرایہ مین درج ہین قیمت عہ

**فلسفۂ ازدواج**۔ کے متعلق خواجہ حالی تحریر فرماتے ہین ہر شخص کے نزدیک ہر مشاہل اور غیر مشاہل شخص کا فرض ہے کہ اس کتاب کو اول سے آخر تک بار بار پڑھے اور اسکی ہدایتون پر عمل کرے اور جس ہدایت پر خود نہ عمل کر سکتا ہو اسپر اپنے مشاہل دوستون اور عزیزون اور فرزندون کو عمل کرنے کی تاکید کیا کرے کیونکہ یہ ہدایتین ماؤن اور بچون کی صحت اور انکی نسل کے لیے ایسی ضروری ہین کہ انسے کسی طرح غفلت نہین برتنی چاہیے

**ریاض سحر**۔ شیخ امان علی سحر کا دیوان قیمت ... ۸ر

**دیوان سحر**۔ شیخ امداد علی صاحب سحر کا دیوان قیمت .. عہ

**دیوان وزیر**۔ خواجہ وزیر صاحب کا دیوان قیمت ۱۲ر

**دیوان صبا**۔ میر وزیر علی صاحب صبا کا دیوان قیمت ۱۰ر

**الاحسان** جسمین تصوف کی تحقیق اور تصوف کی ابتدا اور اسکی رفتہ رفتہ ترقی کا ذکر کیا گیا ہے اور آخر مین تصوف کے تمام مشہور سلاسل سے تطبیق اور اسکی حقانیت والاصول پر بحث کی گئی ہے قیمت ۸ر

**نظم نگارین**۔ حکیم سید ضامن علی صاحب جلال لکھنوی کا چھاپا دیوان ..... عہ

**نظم بے نظیر**۔ شمس العلما ڈاکٹر نذیر احمد مرحوم کی نظمون کا دلچسپ مجموعہ قیمت ..... عہ

**اسرار رنگون**۔ رنگون کے باشندون کی معاشرت اور اخلاق کی حالت کا آئینہ قیمت عہ

**مرزا پھویا**۔ علیگڈھ کالج کے تعلیمیافتہ سید سجاد حیدر بی۔ اے کی ایک مزے دار نظم قیمت .... ۱ر

**خیالات آزاد**۔ اس مین پڑھنے والے بیٹے کے دلچسپ خطوط اپنے پدر بزرگوار کے نام مولانا آزاد کی عجیب و غریب داستان مین جسمین کی ماجولیا جنجال کونسل کی کارروائی اور دیگر پر مزہ دلگداز نتیجہ خیز مضامین قیمت عہ

**انشاے اردو**۔ دلچسپ اور پر از نصائح مکتوبات کا مجموعہ جس مین مولانا کا اور نواب محسن الملک اور سید وستانی بیگمات کے خطوط ہین قیمت ..... ۸ر

**اردو شکر**۔ ترکیب نمبر ۱ اردو کی سرگذشت خود اردو کی زبان سے نہایت دلچسپ پیرایہ مین زبان پاکیزہ قیمت ۴ر

**بی بی کی خوشی**۔ نہایت میسا و شریف لڑکیون اور بی بیون کے پڑھنے کے قابل قیمت فی جلد ..... اور

**ایمان داران دیست**۔ مصنفہ سید مرحوم۔ لڑکون اور اور دنیادار کی کہانی لڑکیون چھوٹون اور بڑون سب کے پڑھنے کے قابل اسکے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلی نیکی کس کو کہتے ہین قیمت فی جلد ..... ار

**آئینہ مشاعرہ**۔ مرزا غالب کی مشہور غزل (جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا) کی طرح پر بھوپال مین ایک عظیم الشان مشاعرہ ہوا جسمین کے واسطے ہندوستان کے تمام سانذہ نے نہایت رنگا رنگ غزلین لکھی ہین یہ اسی کا پر لطف مجموعہ ہے قیمت ۴ر

**حسن تخیل**۔ حضرت ارشد تھانوی کی نیچرل نظمون کا لطیف مجموعہ مع تصویر مصنف ..... ۸ر

**بیاض ارشد**۔ موصوف کا ابتدائی کلام اور رنگ تغزل کے نمونے ..... ۴ر

**تروس سخن**۔ مشہور شعراے اردو کا بہترین غزلون کا لاجواب انتخاب ۱ر

**مرقع لیلےٰ و مجنون**۔ مرزا محمد ہادی بی۔ اے رسوا کا بینظیر ڈراما قابل دید ہے ..... ۶ر

انکے علاوہ ہر قسم کے علم و فن کی کتابین بھیجی جاتی ہین

کتب مندرجۂ ذیل منیجر الناظر بک ایجنسی لکھنؤ سے طلب کیجیے

## مولانا آزاد دہلوی مرحوم کی تصنیفات

دربار اکبری ... سخندان فارس ... فارسی کا جامع ومفصل تذکرہ ... آبحیات مستند تعریف ... کا تذکرہ تعریف سے بالاتر ... دیوان ذوق مرتبہ آزاد مع مقدمہ وسوانح عمری ذوق ... نظم آزاد کل نظم کا مجموعہ ... نیرنگ خیال ... استعارہ کے ساتھ کل تین حصے ... لطیف مضامین ... قند فارسی ... ایران کی مروجہ ... مال زبان ... نصیحت کا کرن پھول ... مکتوبات آزاد ... بیاض عشاق ... زوجۂ آخری ... خاندان دہلی کا دیوان ... دفتر شنگرف ... دہلی کے مشہور ... شاہ نصیر دہلوی کا پورا دیوان ... حکیم محمد علی کی لاجواب تصانیف

عبرت ... جلد دہم کا لطیف ... حصہ نہم اول کل تین حصے ہے ... خسرو حسینہ ... عورتوں کی تعلیم

کسقدر چاہیے ... عہد دیرپا تین ... تاریخ تعلیم ... دو حصے ... جعفر وعباسہ ... بارون رشید ... کے زمانے کا قصہ پردہ کرتے ... کے بڑے تاریخ ... نیل کا سانپ ... کی پردہ دوستان کلب ... جب ہوئے ... حسن سرور ... ہوئے ... نکات لطیف طرز ادا کے ... ساتھ کل تین حصے ... گلو ... ای ضرورت ... ہاں فاتح ... کندر ثانی کا ... طرز حکومت ... انتظام ... سرسید مرحوم کی ... غایت مشہور ومستند تصنیف ... نفیسہ جات عمارت دہلی ... ترجمہ تاریخ ... وفصل ومعتبر تاریخ ... قیصر التواریخ یعنی سلاطین ... کی مبسوط ... تاریخ ...

اردو ترجمہ حیات الحیوان جانوروں ... انسانوں ... تمام ... کے تاریخی حالات ... تاریخ ... قدرن کا ... ترجمہ منتخب التواریخ ... عبدالقادر بدایونی کی مشہور تصنیف ... کا اردو ترجمہ ... ولستان قدیم ... ذاہب زبان فارسی ... سوانح عمری ورنگ زیب ... محمد لطیف صاحب بی اے ... سوانح عمری اکبر ... کی جی نہیں چاہتا ... اردوئے معلی یعنی حضرت غالب ... کے رقعات نثر طرز تحریر کے ... مثل سونے ...

شعلق سیاست ملی جمہوری وسلوری ... حکومت الہ وریاسی پر عالمانہ اور ... مفصل بحث کی گئی ہے ... عمال ... اعمال نامہ روس یعنی روسیوں کے ... قدنی حالات اور معاشرتی کیفیات ... اور ریاسی تقویم کا صحیح نقشہ ہے ... طاسم فرنگ ... انگریزوں کے عجیب ... شعبدوں کا بیان ... عمر ... عقل وشعور ... لڑکوں لڑکیوں ... مردوں عورتوں کی تعلیم کے لیے ... دلچسپ افسانہ کے پیرایہ میں اخلاق ... حکیمانہ وفلسفیانہ نہیں خشک کہ چھوڑنے ... کو جی نہیں چاہتا ... عمال ... اردوئے معلی یعنی حضرت غالب ... کے رقعات نثر طرز تحریر کے ... مثل سونے ... عمر ...

مطلع العجائب مترجمہ نواب ... محسن الملک مرحوم باتصویر ... خانۂ برطانیہ عظمیٰ کی ... معاشرتی اور سیاسی زندگی کی ... خامت قیمت ... مصائب غدر حالات غدر ... مفصل ترجمہ ہوئی نذیر احمد دہلوی ... معلم السیاست انگلستان کے ... مشہور فلسفی مفصل کی سوانح ... عمری ...

# الناظر

نمبر ۵۲ جلد ۹ — یکم اکتوبر سنہ ۱۹۱۳ء


| | | |
|---|---|---|
| مسائل مافوق الفہم | مسٹر بے آر ... | ۱ |
| مہمان قفس (نظم) | حضرت شفق علی پوری | ۱۳ |
| ترکی کا حال اور مستقبل | سید حسن برنی (علیگ) | ۱۴ |
| مناظر حسن (نظم) | سید کلب احمد مانی جائسی | ۲۹ |
| ... اور عزا کے مراسم | سید کلب عباس بی ... (علیگ) | ۳۱ |
| ... حیرت (نظم) | شیخ ممتاز حسین جونپوری | ۳۶ |
| ... خوش | خواجہ عبدالرؤف عشرت لکھنوی | ۳۷ |
| ... تنہائی (نظم) | حافظ محمد یعقوب اورنج گیاوی | ۴۴ |
| حسن تخیل | سید ابوالحسن الہ آبادی | ۴۵ |
| سیاحت سلطانی | سید ضیاء الدین احمد (پٹنہ) | ۵۴ |
| غزل | مرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی | ۵۶ |
| تسخیر فرانس (ضمیمہ) | مسٹر سید تفضل حسین ناظر حیدرآباد | ۴۹-۶۴ |

یہ کیا؟ اس کا نصف صفحہ کیون خالی ہے؟
رہنے دیجیے اس مین کیا ہے۔
سبب ہم صرف یہ بتلانا چاہتے ہین کہ بچون سے ضعیف تک کے۔
ڈاکٹر ایس کے برمن کی ایجاد کی ہوی چالیس سخت امراض کی ان ادویا۔
کی پوری فہرست اپنے پاس کیون نہین رکھتے۔
اس کے رکھنے سے سوائے نفع کے نقصان نہین ہوسکتا
کیا ایک فہرست آپ کی خدمت مین روانہ کرسکتا ہون۔
ادویات ہر موضع ہر قصبہ و ہر شہر مین مل سکتی ہین۔

**ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ**
**کلکتہ**

# الناظر

نمبر ۵۲ جلد ۹ — یکم اکتوبر ۱۹۱۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# مسائل مافوق الفہم

(ہربرٹ اسپنسر کے خیالات)

پروفیسر ہکسلے کے بعد اب ہم نہ صرف بیسویں صدی بلکہ عصر جدید کے مشہور ترین فلاسفر ہربرٹ اسپنسر کی طرف رجوع ہوتے ہین جسکے خیالات اور آرا اہل فکر اور ارباب بحث سند کے طور پر نقل کرتے ہین۔ حکیم اسپنسر کئی اعتبار سے اپنے پیشرو حکما و فلاسفہ کے زمرہ مین سب سے ممتاز نظر آتا ہے۔ اسکا طریقۂ تحقیقات ان سے مختلف ہے۔ زمانۂ حال کی سائنس اور قدیم فلاسفۂ یونان کا طریقۂ استدلال اور ازمنہ وسطی کے حکما کا طریقۂ بحث اسکی تصانیف مین نمایان ہے۔ یون کہو کہ وہ فلاسفرون کے ہر سہ گروہون کا نمایندہ ہے۔ ان مین سے کسی سے خصوصیت سے تعلق نہین ہے۔ وہ قدیم زمانہ سے لے کر انیسویں صدی کے علوم و فنون سے بہرہ یاب تھا۔ اور اُس نے انکو ایک جگہ اکٹھا کرکے انکی جماعت بندی کی۔ اور ان سے استخراج نتائج کرکے اپنے معرکۃ الآرا فلسفی مسائل قائم کیے۔ اس اعتبار سے وہ سب سے مختلف ہے۔ اسکے فلسفہ کی خصوصیات پر آیندہ بحث ہوگی۔ سردست اسکے خیالات ناظرین و معاونین الناظر کے لطف ذوق کے لیے نقل کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے تاکہ وہ بعد ازان اسپنسر کے فلسفہ کی خصوصیات کو بآسانی سمجھنے کے قابل ہوجائین۔

ہربرٹ اسپنسر ۱۸۲۰ء مین پیدا ہوا۔ اور دسمبر ۱۹۰۳ء مین فوت ہوا۔ اسکا باپ شہر ڈربی انگلستان کے ایک سکول مین استاد تھا۔ ہربرٹ بچپن عرصہ تک سول انجینیر کے زیر نظم کام کرتا رہا مگر بعد کو اس سے دستبردار

ہو کر علمی پیشہ اختیار کر لیا کچھ عرصہ تک مشہور رسالہ اکانومسٹ کا سب ایڈیٹر رہا۔ ان ہی دنوں اسکی پہلی کتاب "سوشل اسٹیٹکس" شائع ہوی۔ یہ ۱۸۵۱ء کا واقعہ ہے۔ پھر ۱۸۵۵ء مین "پرنسپلز آف سائکالوجی" شایع ہوی جسمین مجاورون کے اُن مسائل کا اشارۃً ذکر تھا جن پر سنے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "اوٹلائن آف سینتھیٹک فلاسفی" مین خوب شرح وبسط کے ساتھ بحث کی تھی۔ "فلسفۂ ترکیبیہ" کی اول جلد ۱۸۶۲ء مین طبع ہوی تھی۔ اور آخری دسوین جلد ۱۸۹۶ء مین چھاپی گئی تھی۔ جسکے یہ معنی ہین۔ کہ اسپنسر نے اپنا فلسفہ مکمل کرنے مین چھتیس سال صرف کیے تھے۔ آج کل کے اہل قلم کی طرح نہین کہ سال بھر مین دو چار کتابین لکھ ڈالین اور اپنے زعم مین اپنے کو ارسطاطالیس کا ہم پایہ سمجھنے لگے۔ برعکس اسکے اسپنسر نے اپنے فلسفہ کو تکمیل تک پہنچانے کے لیے ایک زمانہ صرف کر دیا۔ یا بالفاظ دیگر یہ کہنا واجب ہے۔ کہ ہربرٹ اسپنسر نے عمر بھر کی دماغ سوزیون اور دیدہ ریزیون سے اپنے فلسفہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا جسکی وجہ سے اقلیم فلسفہ مین اس نے ایک نہایت ممتاز جگہ حاصل کر لی ہے جس سے اسے بہت دنون تک کوئی محروم نہین کر سکتا۔ اسکے فلسفہ سے ایک دور جدید کی ابتدا ہوتی ہے۔ اسپنسر کا فلسفہ لاادری فلسفہ کہلاتا ہے اور لاادریت اسکا امتیاز خصوصی ہے۔

ذیل کے خیالات اسپنسر کے فلسفۂ ترکیبیہ کی جلد اول سے ماخوذ ہین صفحے وغیرہ کا حوالہ دینا سمجھا گیا ہے کیونکہ "اصول اولیہ" اسکے فلسفہ کے حل الاصول اور بنیادی پتھر ہین۔ بین ذیل مسائل پر تمام فلاسفر اپنے اپنے طریقے اور عقل کے مطابق بحث کر چکے ہین۔ اسپنسر کی انکی بابت کیا رائے ہے۔ یہ اقتباس سے بخوبی عیان ہوجاتا ہے۔ جو راقم نے یہان پر بیان کیے ہین (اسپنسر کے حرف بحرف اور الفاظ کو قائم رکھا گیا ہے)

ظرف وزمان کیا ہین؟ ان کی نسبت دو قسم کے خیالات رائج ہین ایک قسم کے خیالات کی رو سے ظرف وزمان خارجی (Objective) مانے جاتے ہین فریق مخالف ظرف وزمان کے خیالات کی رو سے انکا وجود صرف معنوی (Subjective) ٹھہرتا ہے۔ یعنی ظرف زمان حکما کے ایک گروہ کے مطابق وجود فی خارج الذہن اور دوسرے کے رو سے موجود فی الذہن سمجھے جاتے ہین۔ ہم ان پر تحقیقانہ بحث کرکے یہ دیکھنا چاہتے ہین۔ کہ آیا انکے خیالات مین کیا عیب اور کیا تواجتین۔

اگر ظرف وزمان کا وجود خارجی مانا جاوے تو گویا وہ جداگانہ ہستیان قرار پاتی ہین لیکن [illegible]

وجود نہیں ہیں۔ تو دعویٰ لایعنی ٹھہرتا ہے۔ کیونکہ جو وجود نہیں ہے۔ اُسکی ہستی بھی نہیں۔ اور عدم وجود کو موجود فی خارج الذہن ماننے سے اجتماع ضدین لازم آتا ہے۔ آگے چلو۔ اگر تم ظرف و زمان کے وجود سے انکار کرتے ہو اور انھیں لاشے (Nothings) ٹھہراتے ہو۔ تو اس سے دو قسم کے لاشے متنج ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہم انھیں کسی وجود کے خواص بھی قرار نہیں دے سکتے۔ کیونکہ صفت کے لیے موصوف کا ہونا لازم ہے۔ اگر موصوف ہے تو اُسکے ساتھ صفت بھی ہوگی۔ محض صفت بلا موصوف محال عقلی ہے پس ظاہر ہوگیا کہ ظرف و زمان نہ تو عدم وجود (Non-entities) ہیں اور نہ کسی وجود کے خواص۔ بلکہ انھیں عقلاً وجود ماننے کو مجبور ہیں۔ اگر ظرف و زمان کو موجود فی خارج الذہن مانتے ہیں۔ تو انھیں اشیا ماننا لازم آتا ہے۔ مگر بحیثیت اشیاء (Things) انھیں تخیل میں لانا ناممکنات سے ہے۔ کیونکہ جیسا ہم کسی شے کو تصور کرتے ہیں تو اسکے خواص کا تصور لازماً ذہن میں پیدا ہوجاتا ہے اور بغیر ان کے کسی شے کا تصور محال ہے۔ شے اور لاشے کے درمیان ہم کس طرح امتیاز کرسکتے ہیں؟ صرف شے کی اس قوت سے۔ جو ہمارے شعور پر اثر ڈالتی ہے اس سے جو فوری یا دوری اثر ہمارے حاسۂ ذہنی پر نمایاں ہے۔ ہیں انھیں ہم شے کے خواص سے منسوب کرتے ہیں۔ جب یہ خواص نہوں تو ہمارے شعور پر کوئی اثر نمایاں نہیں ہوتا اور ہم اس عقلی احساس کو لاشے کہتے ہیں۔ اور لاشے کا تصور محال ہے۔ اب ذرا غور کرو۔ کہ ظرف (خلا) کے کیا اوصاف ہیں اسکا ایک بڑا وصف وسعت ہے۔ اور ظرف سے وسعت منسوب کرنا صفت اور موصوف کا وجود قائم کرنا ہے کیونکہ وسعت اور ظرف ہم معنی الفاظ ہیں یعنی اس سے یہ مراد ہے۔ کہ ظرف خلا میں واقع ہے۔ گویا ظرف مکان کے اندر ہے۔ اور یہی کیفیت زمان کی ہے۔ اگر ظرف و زمان اوصاف سے محروم کردیے جائیں۔ تو انکا تصور محال ہے۔ بالفاظ دیگر اسکے یہ معنی ہیں کہ وہ اوصاف حقیقی ہیں اور اوصاف سے آراستہ ہیں۔ ایک اور امر قابل غور ہے جو اہل فکر کے ذہنی تجربہ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ موجودات بظاہر محدود ہیں لیکن جب ہم کسی وجود کو غیر محدود تصور کرتے ہیں تو ہم اسے موجودات سے خارج کرتے ہیں۔ مگر ہم ظرف و زمان سے حدیا عدم حد منسوب نہیں کرتے۔ ہم لامحدود ظرف کا تصور قائم کرنے میں ذی صر ہیں۔ مگر ہم یہ بھی نہیں سمجھ سکتے کہ اسکی حد کہاں پر جاکر ختم ہوتی ہے۔ اسی طرح اسکی تقسیم کرنا یا سے قاعدۂ تقسیم سے بالاتر سمجھنا بھی ناممکنات سے ہے۔ اور جبتک اسکا یقین نہ ہوجائے۔ زمان کے بارے میں بھی یہی مستلزمات عقلیہ حائل ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہم ظرف زمان کو وجود بھی قرار نہیں دے سکتے

اور نہ ہی انھین وجود یا عدم وجود کے خواص سمجھ سکتے ہین ہم انکے وجود کو ماننے کو تیار تو ہین مگر ہم ان سے وہی اوصاف اور قیود منسوب نہین کر سکتے جو موجودات کے تعلق مین ذہن مین پیدا ہوتے ہین۔

تو کیا ہم کانٹ کے اصول کو قبول کرین۔ جسکے رو سے ظرف و زمان ذہن کی پیدا کردہ صورتین ٹھہرتی ہین یعنی انکا وجود محض ذہنی ٹھہرتا ہے۔ اگر اس اصول کو تسلیم کیا جاے تو ہم کئی مشکلات سے بچ جاتے ہین مگر ہم پرتاڑسے گر کر بول مین اٹکنے کی مثل درست آتی ہے ہم اس سے بھی بڑی مشکلات مین مبتلا ہو جاتے ہین۔ کانٹ ظرف زمان کو موجود فی الذہن مانتا ہے جسکے یہ معنی ہین کہ انکا خارجی وجود نہین ہے اگر ظرف و زمان جنکا تصور ہمارے ذہن مین موجود ہے۔ اشیا سے تعلق رکھتے ہین۔ تو لازماً وہ غیر الشیا سے کوئی علاقہ نہین رکھتے۔ مگر یہ بھی محال عقلی ہے۔ کانٹ کا مسلک اس امر پر مبنی ہے کہ ظرف و زمان کے احساس سے گریز ممکن نہین ہے۔ اس سے یہ لازم ٹھہرتا ہے کہ وہ خارجی وجود مین نہین۔ ہمارا حاسۂ ذہنی کیا بتاتا ہے یہ کہ ظرف و زمان جو ذہن کے اندر ہین وہ باہر بھی ہین اگر ذہن کا وجود معدوم ہو جاے تو انکا وجود اسکے ساتھ معدوم نہین ہو جاتا۔ بلکہ وہ اسکے بغیر بھی موجود ہین۔ کانٹ کا قول ہے کہ ظرف و زمان حاسۂ ذہنی کا موضوع ہین کیونکہ تو اسکے ادراک اور کرنا ناممکن ہے اب اگر وہ شعور کے موضوع ہین۔ تو وہ اسکی کیفیتین بھی کیسے ہو سکتے ہین۔ ممکن نہین ہے کہ کوئی شے ایک ہی وقت مین شعور جبلی (Intuition) کی کیفیت اور اسکا موضوع ہو اگر ظرف و زمان کیفیتین ہون جنکے مطابق ہم تخیل کر سکتے ہین۔ تو جیسا ہم انکی نسبت سوچتے ہین ہمارے تخیلات بھی تمام کیفیتون اور شرطون سے بالاتر ہونا چاہیے۔ اب اگر خیالات بے قید اور غیر مشروط ہون تو نظریہ کا کیا حشر ہوگا۔ اس ساری بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ ظرف و زمان ہماری عقل کی پہنچ سے باہر ہین جو فوری علم ہمین ان دونون کا ہوتا ہے جب ہم اسپر غور کرتے ہین تو محض جہل معلوم ہوتا ہے۔ انکے وجود خارجی کا اعتقاد تو ہمارے ذہن مین پیدا ہوتا ہے۔ اس سے انکار محال ہے۔ مگر یہ کیسے ہوتا ہے۔ اسکی توجیہ دشوار ہے اور اگر اسکے برعکس مانا جاے۔ جس کا بیان کرنا آسان مگر اسکا ادراک محال ہے۔ تو ہم نامعقولات کو بڑھاتے ہین اور بڑی بڑی عقلی مشکلات مین پھنس جاتے ہین۔

تقریق مادہ کا مسئلہ بہت پرانا ہے اور اسکی بحث بہت دیرینہ ہے یا تو مادہ بالکل تقسیم نہین ہو سکتا یا ہو سکتا ہے ان دو جہتون کے سوا اور کوئی تیسری جہت نہین ہے۔ اگر یہ مانا جاے کہ مادہ کی تفریق در تفریق ہو سکتی ہے۔ تو یہ مفروضہ خیال مین نہین آسکتا۔ اگر ہم کسی جسم کو پیہم تقسیم

چلے جائین تو آخر مین اسکی ایک ایسی صورت پیدا ہوگی کہ اسکے ذرہ کی تفریق عملی محال ٹھہرے گی۔ چاہے تو ہم مین اسکے جتنے ٹکڑے کرڈالو۔ لیکن یہ عمل حقیقت سے ناآشنا ہوگا۔ اسکی تصدیق ناممکن ہوگی۔ اگر یہ تصور کرو کہ مادہ کی غیرمتناہی تقسیم ہوسکتی ہے۔ تو اسکے لیے بے انتہا وقت درکار ہوگا۔ اسکے برعکس یہ نظریہ ہے کہ مادہ کی تقسیم و تقسیم سے آخر مین اسکے ذرے اتنے چھوٹے ہوجائین گے کہ کسی قوت سے انکی تفریق ممکن العمل نہوگی۔ مگر عقل مین اسکی کوئی صورت نہین ہوسکتی اور دوسرے نظریہ کی طرح یہ بھی محال عقلی ہے کیونکہ جزء لایتجزی کی بھی کوئی صورت ہونا چاہیے نیچے اوپر دائین بائین کا حصہ ہوگا اور ذرے کی ایسی صورت تخیل سے بعید ہے۔ جسکے پیدا ہونے قریب ہون کہ ان مین امتیاز ٹھہرے۔ قوت انفصال چاہے کیسی بڑی ہو۔ مگر ہم ایسی قوت کا تخیل کیے بغیر نہین رہ سکتے جو اسپر غالب نہ آسکے۔ پس ان بحثون سے ظاہر ہوگیا ہوگا کہ عقل انسانی کے نزدیک دونون جتھون مین سے ایک بھی معقول نہین ٹھہرتی۔ اور اسکے سوا کوئی تیسری محال ہے کہ ان دونون مین سے ایک کیونکر نتیجہ واقعیت سے موافق ہونا چاہیے

اب اس مسئلہ پر غور کرنا چاہیے کہ کیا مادہ مین وسعت واقعیت ہے جس کا ہمین ادراک ہوتا ہے [illegible] کا کوئی ٹکڑا پیش ہو۔ ہماری آنکھون اور انگلیون کو معلوم ہوتا ہے کہ ایک حصہ سے دوسرے [illegible] ہمارے تصور مین آتی ہے۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مادہ فی الحقیقت [illegible] جیسا نظر آتا ہے کیا اسکے اجزا سے کہین ہر جگہ ایک دوسرے سے متحد و پیوست ہین۔ اس خیال کو تسلیم کرنے سے ہم ورطہ کی مشکلات مین جا پڑتے ہین۔ اگر مادہ بالکل ٹھوس ہو تو وہ بالکل سخت ہوگا۔ اور سخت کے معنی ہم سمجھ آتے ہین کہ اسکے اجزا ترکیبی متحرک نہین اس سے یہ بڑی خلاف قیاس ٹھہرتی ہے کہ مادہ کو ٹھوس اور سخت قرار دینا بھی محال عقلی ہے۔ اس سے ہمارے لیے یہ سمجھنا مشکل ہوجاتا ہے جس کے سبب سے یہ مانا جاتا ہے کہ مادہ کے ذرے سخت ہین کہ قوت کشش اور قوت انفصال سے جو ذرہ کے مقابلہ مین پیدا ہوتی ہے ایک دوسرے کو متاثر کرتے ہین۔ اگر بالفرض اس نظریہ کو بھی تھوڑی دیر کے لیے صحیح مان لیا جاے کہ اجزاے مادہ ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچتے یا دور دور بھاگتے رہتے ہین تو بھی یہ سوال پیدا ہوگا کہ ان اجزا کی ماہیت کیا ہے ہمین ہر ایک ذرہ کو ایک ننھا سا جسم ماننا پڑتا ہے حسب ذہنی خوردبین کے وسیلے [illegible] ہم ایک ذرہ جاے خود ایک جسم معلوم ہوتا جسکی نسبت ہم تصور قائم کرنے کی کوشش [illegible] ہر ایک اجزائی نسبت بھی وہی سوالات پیدا ہوتے ہین جن کا پہلے ذکر ہوا ہے۔ اور پھر جو جواب ہم

پہنچایا جاے گا اسکی راہ مین بھی اسی قسم کی مشکلات پیدا ہونگی۔ اگر یہ کہو کہ ہر ایک ذرہ بے انتہا ناچیز ریزون کا مجموعہ ہے۔ تو پھر یہ سوال پیدا ہوگا کہ وہ بے انتہا ناچیز ریزے کس چیز سے بنے ہین وعلے ہذا

اب باسکووچ کے نظریہ پر غور کرنا چاہیے۔ جب اس نے یہ دیکھا کہ جرمن فلاسفر لائب نٹس اور نیوٹن کے تصور مادہ مین بہت سے نقص ہین۔ تو اس نے اپنا نظریہ قائم کیا جو ان دونون کے بین بین ہے۔ باسکووچ کہتا ہے کہ مادہ کے اجزاے ترکیبی قوت کے مرکز یعنی نقطے بلا طول وعرض ہین۔ وہ ایسے ڈھنگ سے ایک دوسرے سے کشش پذیر ہوتے اور دور بھاگتے ہین کہ وہ ایک دوسرے سے خاص فاصلے پر رہتے ہین۔ باسکووچ کہتا ہے کہ ان مرکزون کی قوت فاصلہ کے مطابق ہوتی ہے خاص حالتون مین انکا توازن قوت مساوی رہے گا اور بعد لمسا مین بھی یکسان رہے گا مگر مبدل حالات مین یہ مرکزون کا درمیانی فاصلہ کم وبیش ہوجاے گا۔ باسکووچ کے نظریہ مین یہ خوبی ہے کہ وہ ان تمام ممکنات سے خالی ہے جو اور مسائل کے متعلق پہلے مذکور ہوی ہین صرف ایک امر بعید الفہم باقی رہتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مرکز قوت جو وسعت سے محروم ہو محال عقلی ہے ہم اندفاع اور دافع کو ایک دوسرے سے تخیل مین علیحدہ نہین کرسکتے اور دافع شے چاہے کوئی ہو وہ خلا کو گھیرنے والی ہوتی ہے۔ یہ ماننا ناممکن ہے کہ نقطون کے اندر قوت مرکزی تو ہو مگر وہ وسعت سے بیگانہ کیونکہ نقطہ چاہے کتنا چھوٹا کیون نہو مگر وہ جگہ ضرور گھیرتا ہے اسلیے باسکووچ کا خیال بھی نامعقول ثابت ہوتا ہے

مادہ کا یہ تصور کہ وہ ٹھوس ناقابل تقسیم ذرون سے مرکب ہے محال عقلی ہے لیکن اگر اسے نشان سمجھ لیا جاے تو کیمسٹری کی سچائیون سے اسکی تائید ہوتی ہے اسکے رو سے یہ ماننا پڑتا ہے کہ مادہ کے ذرون کا خاص وزن اور خاص حجم ہوتا ہے اس اعتبار سے نیوٹن کے خیال کو باسکووچ کے مسئلہ پر ہر طرح ترجیح دی جاسکتی ہے باسکووچ کے شاگرد اسکے جواب مین کہین گے کہ باسکووچ کا مسئلہ نیوٹن کے مسئلہ مین شامل ہے۔ وہ شاید پوچھینگے کہ اجزاے لایتجزی ایک دوسرے سے پیوست کیونکر رہتے ہین۔ انکے مخالف کہینگے "قوت اتصال سے" وہ پھر پوچھین گے "کسی ٹکڑے کے اجزا جو آخری ذرون مین منقسم ہوسکتے ہین کس طرح ایک دوسرے سے وابستہ رہتے ہین؟" جواب مین پھر کشش اتصال کی طرف اشارہ کیا جاے گا وہ پھر پوچھین گے "اگر جزو لایتجزی مین ذی تفریق کی جاے کہ وہ مادہ کی محسوس صورت کے تناسب کے مساوی ہو تو ذرہ کس طرح اپنا جداگانہ وجود قائم رکھ سکتا ہے؟" اسکے جواب مین کشش اتصال کے سوا اور کچھ نہین کہا جاسکتا اس عمل کو عقلاً جہان تک چاہو وسعت دو اور آخر کار ہم ایک ایسے تصور پر پہنچین گے جس کے

قوت کے مرکز بلا وسعت ٹھہرینگے۔ پس اس بحث سے یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ کہ مادہ کی ماہیت آخری ظرف وزمان کی طرف مافوق الفہم ہے۔ جو تصور چاہو قائم کرلو۔ ہم محالات کے چکر سے رہائی حاصل نہین کرسکتے۔

اگر کسی جسم کو دھکا دو تو وہ اپنی اصل جگہ سے آگے یا پیچھے سرکتا ہے۔ اسکی حرکت مین کوئی شبہ نہین ہوسکتا۔ مگر بسا اوقات ہم اس مین بھی دھوکا کھاتے ہین۔ مثلاً ایک جہاز خط استوا مین کسی بندرگاہ پر کھڑا ہے

حرکت کی حقیقت اسکا منہ مغرب کی طرف ہے جب کپتان اگلے حصہ سے پچھلے حصہ کی طرف آتا ہے تو وہ کدھر کو جاتا ہے؟ جواب مین مشرق کہا جاے گا اور بظاہر اس جواب مین کوئی نامعقولیت ظاہر نہین ہوتی۔ لیکن جب جہاز لنگر اُٹھا کر مغرب کی طرف اسی تیزی سے چل دیتا ہے جس سے کپتان مشرق کی طرف جاتا ہے تو اب بتاؤ وہ کس جانب کو جارہا ہے؟ تم جواب مین مشرق نہین کہہ سکتے کیونکہ جہاز اسے بڑی سرعت کے ساتھ مغرب کو لے جارہا ہے مگر تم مغرب بھی نہین کہہ سکتے کیونکہ وہ تو تیز تیز قدم جہاز کے پچھلے حصہ کی طرف آرہا ہے۔ جہاز والون کو وہ متحرک اور باہر والون کو ساکن معلوم ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا وہ درحقیقت ساکن ہے؟ اگر زمین کی گردش محوری پر غور کیا جاے۔ تو وہ ایک ہزار میل فی گھنٹہ کے حساب سے مشرق کو جارہا ہے۔ اسلیے باہر کے دیکھنے والون اور جہاز والون کا خیال کپتان کی نقل وحرکت کی بابت درست نہین ہے۔ غور مزید سے ہمین معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا خیال بھی ٹھیک نہین ہے۔ کیونکہ ہم نے کرۂ ارض کے مدار کی حرکت کو ہمین شامل نہین کیا ہے۔ اور یہ تریسٹھ ہزار میل فی گھنٹہ ہے۔ اب اگر کپتان کی چال کا وقت دوپہر قرار دیا جاے۔ تو وہ ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے نہین بلکہ (۶۴۰۰۰) میل فی گھنٹہ کی رفتار سے مشرق کو جارہا ہے مگر اب بھی ہمین اسکی رفتار کی تیزی اور اسکے رخ کا پتہ نہین لگا ہے۔ زمین کی رفتار کے ساتھ تمام نظام شمسی کی رفتار کو شامل کرنا پڑتا ہے۔ جو بڑی سرعت کے ساتھ ہرقلیس نام نکشتر کی طرف جارہا ہے۔ جب ہم اس امر پر غور کرتے ہین تو ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نہ تو مشرق کو اور نہ مغرب کو جارہا ہے بلکہ اس خط کی طرف جو طریق الشمس (Ecliptic) کے خطہ کی طرف مائل ہے اور غیر معین تیزی کے ساتھ جو سال کے موسم کے مطابق کم وبیش ہوتی رہتی ہے اگر ہمین اپنے نظام سیارگان کی ماہیت اور ترکیب کا ٹھیک ٹھیک پتہ لگ جاے تو ہمین کپتان کی حرکت کا صحیح رخ اور رفتار معلوم ہوجاتی ہے۔

اس ساری بحث کا یہ مقصد ہے کہ ہمین شے کی اصل حرکت کا علم نہین ہوتا۔ کہ وہ کس رفتار سے

اور کس جانب کو ہو رہی ہے۔ بلکہ اسکی حرکت ایک مقام مقررہ سے شمار ہوتی ہے۔ چاہے وہ اس مقام سے ہو جہان ہم کھڑے ہین۔ یا دوسرے مقام سے لیکن ہم اس استدلال سے یہ سمجھتے ہین۔ کہ جو حرکتین ہمین معلوم ہوتی ہین وہ اصلی نہین۔ اسکے معنی یہ ہین کہ حقیقی حرکتین بھی ہوتی ہین۔ ہم اس بات کو تسلیم کر لیتے ہین کہ حرکت کا رخ اور تیزی ہوتی ہے۔ اور اس خیال سے انحراف کرنا ہمارے لیے دشوار ہے خلا مین حرکت کے جو نشانات نمایان ہین اور جو ہم اس سے منسوب کرتے ہین اسکے سوا حرکت کی بابت کوئی خیال قائم کرنا خلل ہے۔ حرکت کیا ہے۔ حرکت تبدیل مقام ہے لیکن خلا مین تبدیل مقام نشانات کے بغیر ناممکن الفہم ہے کیونکہ جگہ بجاے خود محال عقلی ہے۔ مقام کا خیال صرف اسوقت تک ہو سکتا ہے جب اسے اور مقامات کے ساتھ شامل کیا جاے۔ اگر خلا مین اشیا نہون تو جگہ کا خیال خلا کی حدود کے تعلق ہی مین پیدا ہو سکتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ خلاے غیر محدود مین مقام کا تصور نہین ہو سکتا یعنی تمام مقام سرحدوں سے یکسان فاصلہ پر ہوتے ہین لیکن خلا مین حدود کہان پس ظاہر ہوا کہ ہم حرکت مطلق کا تخیل تو کرتے ہین مگر حرکت مطلق کے تخیل مین کوئی صورت قائم نہین ہو سکتی۔ جب ہم انتقال حرکت پر غور کرتے ہین تو ایک اور مشکل سے دوچار ہوتے ہین۔ عادت ہمین اس عجوبہ سے بے خبر رکھتی ہے۔ ہم بچپن سے یہ دیکھتے چلے آتے ہین کہ متحرک شے ساکن چیز مین حرکت پیدا کر دینے کی قابلیت رکھتی ہے مگر اسکی حقیقت کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ تصادم کے بعد کسی جسم مین اسکی پہلی حالت سے کیا فرق واقع ہو جاتا ہے؟ اسکے اندر کیا شے داخل ہو جاتی ہے جو اسکے خواص مین انقلاب پیدا کیے بغیر اسے آگے ڈھکیل دیتی ہے؟ ایک شے ابھی ساکن ہے اور ایک لمحہ کے بعد وہ متحرک ہو جاتی ہے۔ ایک حالت مین وہ اپنی جگہ سے آگے نہین سرکتی مگر دوسری حالت مین وہ ہر لحہ اپنی حالت بدلتی جاتی ہے۔ وہ کیا شے ہے جس سے یہ اثر ہمیشہ تک پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ مگر وہ ختم ہونے مین نہین آتی اور وہ اس شے کے اندر کیسے واقع ہے؟ تم کہو گے حرکت اسکے اندر داخل کی گئی ہے۔ مگر کیسے؟ سرکانے والی شے نے کوئی شے اس جسم کے اندر منتقل نہین کی ہے! اور یہ خیال بھی بالکل لایعنی ہے۔ کہ تصادم سے شے ساکن مین ایک خاصہ منتقل ہو گیا ہے۔ مگر کیا شے اس مین منتقل کی گئی ہے؟

یہان پہر ہمارے سامنے وہی پرانا مسئلہ پھر آتا ہے۔ کہ حرکت و سکون کے مابین ایک خاص علاقہ ہے جو جسم ایک خاص رفتار سے حرکت کر رہا ہے وہ ساکن نہین ہو سکتا جبتک وہ تمام درمیانی تیزیون سے نہ ہوے۔ جو اسے حرکت دینے کے لیے لازم آتی ہین۔ یہی قرین قیاس ہے کہ اسکی حرکت تبدیل ہوتے

ہوتے آخر کار بالکل بند ہوجاتی ہے۔ مگر یہ غلطی ہے۔ ذہن مین چاہیے یہ سمجھ لو۔ کہ رفتار آہستہ آہستہ کم ہوتی ہے مگر اصل یہ ہے کہ متحرک جسم کے اندر کچھ تیزی باقی رہتی ہے۔ اور ہلکی سی ہلکی گردش کا خاتمہ ناقابل گزر حرکت پر ہوتا ہے کیونکہ شے چاہے جتنی بے مقدار ہو۔ مگر وہ لاشے سے بڑی ہے اسی طرح ادنیٰ ترین حرکت بھی سکوت سے بڑھکر ہے۔ اس ساری بحث کا ماحصل یہ ہے کہ حرکت کا چاہے خلا۔ چاہے مادہ۔ چاہے سکون کے تعلق مین تصور قائم کرو۔ مگر وہ فہم وادراک سے بعید ہے۔ اسکی ماہیت کو سمجھنے کی جتنی کوشش کرو۔ مگر ہم عقلی غین مین پھنسے بغیر نہین رہ سکتے۔

جب ہم کرسی کو اوپر اُٹھاتے ہین تو ہمین اتنا زور لگتا ہے جو قوت مخالف (جسے کرسی کا وزن کہا جاتا ہے) کے مساوی ہوتا ہے اور انکی نوعیت تسلیم کیے بغیر ہمین ایک دوسرے کے مساوی سمجھنا دشوار ہے کیونکہ مساوات کا درجہ تو قوت کیا ہے انھین چیزون مین ہوتا ہے۔ جو نوعیت مین ایک دوسرے کے مساوی ہون برعکس اسکے یہ امر قیاس سے بعید ہے کہ کرسی کے اندر کی قوت اس قوت سے مشابہ ہے جس کا ادراک ہمارے ذہن کو ہوتا ہے۔ یہ جتانے کی ضرورت نہین ہے کہ قوت جس کا ہمین علم ہے وہ شعور کی ایک کیفیت ہے۔ اس لیے ہم اسے کسی اور اسی صورت مین حوالے آسانی کے بغیر نہین سمجھ سکتے۔ قوت کو بجاے خود اپنے تجسس کی طرح سمجھنا فضول ہے لیکن اگر ہم اسکا ادراک کرنا چاہین تو اسے فعل تجسس کی طرح سمجھنا ضروری ہے

ہم قوت اور مادہ کے تعلق فیما بین کو کس طرح سمجھ سکتے ہین؟ مادہ کا علم ہمین قوت کی مختلف صورتون سے ہوتا ہے۔ اسکی فوری یا دوری مزاحمت دور کردو تو پھر خلا ہی خلا باقی رہ جاتا ہے۔ مگر مادہ کے بغیر مزاحمت بھی محال ہے۔ قوت کے مرکز بسیط کے بغیر ناممکن الفہم ہین۔ اگر مادہ درمیان مین حائل ہو۔ تو یہ قوت کے مرکز دوسرے مرکزون کو اپنی طرف نہ کھینچ سکتے ہین اور نہ ڈھکیل سکتے ہین۔ حاصل کلام یہ قوت بجاے خود کیا ہے۔ اسکا کوئی تصور ہم قائم نہین کرسکتے اور نہ ہم جان سکتے ہین کہ اسکا عمل کس طرح ہوتا ہے۔

عالم اسباب اور محسوسات سے قطع نظر کرکے ہم عالم معنوی کی طرف رجوع ہوتے ہین۔ ہم اس امر پر غور نہین کرتے کہ کن وسائل سے ہمین اشیاے خارجی کا ادراک ہوتا ہے۔ بلکہ اس بات سے بحث ہوگی۔ کہ حاسۂ ادراک معنوی ادراکات بجاے خود کیا ہین؟ یہ جس کے ایک خاص طبقہ سے تعلق رکھتے ہین انکی اصلیت کو جاننا نہایت مشکل ہے تب بھی یہ امر مسلم ہے کہ ادراک کی حالتین مختلف ہوتی ہین۔ اور وہ یکے بعد دیگرے واقع ہوتی ہین۔

لیکن سوال یہ ہے کیا مدرک کیفیت محدود ہے یا غیر محدود؟ ہم نہیں غیر محدود قرار نہیں دے سکتے کیونکہ ہم تجربہ سے جانتے ہیں کہ اسکی ابتدا ہوتی ہے اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ غیر محدودیت کا ادراک ہی ناممکن ہے اگر ہم اسے محدود قرار دیں۔ تو یہ صرف نتیجہ کے طور پر کہ سکتے ہیں تجربہ ہے کہ ہمیں اسکے دونوں سروں کا پتہ نہیں لگتا۔ آپ ذہن میں کتنا ہی پیچھے جائیے آپ یہ نہیں معلوم کر سکتے کہ پہلا عمل تجسس کیا تھا۔ اسی طرح اپنا تصور آگے دوڑاؤ پھر بھی پتہ نہیں لگتا۔ ہم استدلال سے یہ تو معلوم کر سکتے ہیں کہ شعور آگے جا کر کسی موقع پر اختتام قبول کرے گا۔ مگر ہمیں براہ راست اسکا علم نہیں ہو سکتا۔ اور جن چند لمحوں میں انتہا تک یہ پہنچتا ہے۔ ہم انکا بھی تعین نہیں کر سکتے کیونکہ ہم جسے ادراک کا آخری حصہ کہتے ہیں وہ دراصل عارضی نہیں ہوتا کیونکہ تخیل اور شعور ذاتی مسلسل قائم رہتا ہے۔ جب میں یہ سوچنے لگتا ہوں کہ ایک منٹ پہلے میرے دل میں کیا خیال تھا تو یہاں پر سوچ کا دوسرا حصہ شروع ہو جاتا ہے۔ الغرض یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہتا ہے۔ جب ہم اسکی کڑی پر غور کرنے لگتے ہیں تو اسکا اگلا حصہ شروع ہو جاتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم اسے اپنے تصور میں قید و محدود نہیں کر سکتے جب پچھلی بات کو سوچنے لگتے ہیں تو اگلی شروع ہو جاتی ہے کیونکہ اس ادراک کا خاصہ سوچنا اور تصور کرنا ہے اس سبب سے شعور کا تصور محال ہے۔ ہم اسے گھیرنے اور تخیل کی حد میں لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر یہی کوشش اسے آگے بڑھانے کا باعث ہوتی ہے۔

شاید یہ کہا جائے کہ گو ہم براہ راست ادراک کو نہیں جان سکتے کہ یہ اپنے قیام میں محدود ہے۔ کیونکہ اسکی دونوں انتہاؤں کو جاننا دشوار ہے مگر ہم اسکی محدودیت کا تصور کرتے ہیں" مگر یہ بھی درست نہیں ہے جس شعور کو ہم جانتے ہیں۔ اسکی انتہاؤں کا تصور محال ہے۔ کیونکہ تخیل میں انکا اختتام نہیں ہوتا۔ مگر انکی صورت ثانی ہو سکتی ہے۔ اگر یہ خیال کیا جائے کہ شعور کا ہمارے اندر خاتمہ ہوتا ہے تو اسکے یہ معنی ہونگے۔ کہ شعور کا پچھلا مرحلہ ختم ہو گیا اور بالواسطہ اس سے یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ پچھلے مرحلہ سے شعور کا سلسلہ پھر شروع ہوا جو محال عقل ہے۔ اسلیے ہم نہ تو مان سکتے ہیں اور نہ تصور کر سکتے ہیں کہ آیا شعور کا قیام محدود ہے یا غیر محدود۔ اسی طرح ہم اسے محدود بھی نہیں مان سکتے البتہ بالواسطہ سے وہ محدود ٹھہرتا ہے اور جب شعور کی ماہیت پر غور کرتے ہیں۔ تو بھی ہمیں کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ یہ کیا ہے جو سوچتا ہے؟ ہمیں اسکی بابت بھی شعور کے سلسلہ کی حد یا عدم حد کی طرح کچھ معلوم نہیں ہو سکتا۔

اسکی بابت کسی کو شک نہیں ہو سکتا کہ ہر ایک آدمی اپنی ذات اور شخصیت کا پورا پورا علم رکھتا ہے۔ "میں انسان ہوں" اسکی حقیقت کا علم مجھے پورا پورا ہے۔ اور یہ شعور ذاتی تمام آدمیوں میں پایا جاتا ہے۔ اور اسپر غور کرنے سے بہت سے فلسفے پیدا ہو گئے ہیں۔ انسانیت کا احساس ہر ایک آدمی کو ہے۔ اس سے گریز دشوار ہے گو یہ ان

مسلسل ذہنی صورتوں اور خیالوں کی بابت کیا جانتے ہیں جو شعور کے لیے لازمی ہیں؟ کیا وہ ذہن کی اپج اور تجربہ ہیں؟ کیا یہی حقیقی "میں" ہے؟ اگر ہم یہ کہیں تو بالواسطہ ہمیں یہ ماننا پڑتا ہے کہ میں ایک ہستی ہے۔ تو کیا ہم یہ کہیں کہ صور علمیہ ایک قسم کے سطحی انقلابات ہیں جو ایک متخیل وجود میں واقع ہوتے ہیں، اور وہ بجائے خود اس وجود مدرک کا جسم ہیں۔ اور الگ الگ ملوّن و ترمیم شدہ صور علمیہ ہیں جو لمحہ بہ لمحہ بدلتے رہتے ہیں۔ اس خیال کے مطابق ذہنی عمل "میں" ایک مستقل اور مسلسل ہستی ٹھہرتا ہے کیونکہ انقلاب کے لیے منقلب کا مستقل وجود ضروری ہے۔ پھر کیا ہم اہل شک کی طرح یہ مان لیں کہ صور علمیہ بھی ہمارے نزدیک اکیلے وجود ہیں اور شخصیت محض ایک بنائی ہوئی شے ہے؟ یہ بھی محال عقل ہے کیونکہ اس خیال کے مطابق جس امر سے انکار کیا جاتا ہے۔ دوسری صورت میں وہ ایک دعوے کی صورت پکڑ لیتا ہے۔ شعور کو ہم صور عقایہ کس طرح مان لیں۔ اگر وہ شے موجود نہ ہو جس پر انکا اثر اور نقش ہوتا ہے۔ اگر صاحب شک ہو جو اپنے شعور کو صرف صور علمیہ کا مجموعہ سمجھتا ہے تو وہ ان غیر خیالات اور تصورات کے نام سے کس طرح پکا سکتا ہے جب سوال کرنے پر وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے اپنی ذات کا پورا علم ہے تو پھر وہ اور باتوں کے علم کو کس طرح مسترد کر سکتا اور اسے جھوٹا سمجھ سکتا ہے! گو اس خیال سے گریز ممکن نہیں تاہم عقلاً اسے معقول ثابت کرنا دشوار ہے جب عقل سے اسکی معقولیت کا مطالبہ کریں تو وہ اس سے انکار کرے گی۔ مسٹر مانسل کہتے ہیں کہ حقیقی علم شعور ذاتی کا جزو ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں "فلاسفر جو چاہیں قیاس کریں۔ مگر بنی آدم بالعموم یہ ماننے کو تیار نہیں ہو سکتے کہ ذہن شعور کی کیفیتوں کا ویسا مجموعہ ہے جیسا مادہ اوصاف مدرکہ کا ڈھیر ہے"۔ مسٹر مانسل اور سر ولیم ہملٹن اور دوسرے آدمیوں کا یہ خیال ہے کہ شعور کے لیے جو ابتدائی امر لازمی ہے وہ ذات اور سوے الذات کی تفریق ہے اس فعل ذہنی کے لیے جس سے مجھے اپنی ذات کا یا اور اشیا کا علم ہوتا ہے عالم اور معلوم یعنی جاننے والا اور موجود خارجی ضروری ہے۔ اب اگر شے مدرکہ ذات ہو تو وہ مدرک ہستی کون ہے جو اسکا ادراک کرتی ہے؟ اگر یہ کہو۔ کہ میں سوچتا ہے۔ تو پھر یہ بھی بتاؤ کہ میں کس کا ادراک کرتا ہے؟ میں کو تسلیم کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ذات مدرک میں عالم و معلوم ایک دم سے شامل ہوتے ہیں۔ اس بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ شخصیت جس کا ہمیں سب چیزوں سے زیادہ علم ہے یعنی ہر ایک آدمی یہ بخوبی اور بلا شبہ جانتا ہے کہ میں انسان ہوں۔ مجھے جو کچھ میرے دل میں گزرتا ہے اُسکا پورا علم ہے" باوجود اسکے بھی یہ ماننا پڑتا ہے کہ ہمیں شخصیت اور ذات کا کامل علم حاصل نہیں ہو سکتا۔

اس ساری بحث کا لب لباب یہ ہے کہ مسائل لاینحل اُن حقائق کے نمایندہ ہیں جو متنع الفہم ہیں۔

اور عقلی انسان انکے ادراک کلی سے ناچار ہے۔ چاہے جتنے واقعات جمع کرلو۔ اور پھر انکی بنا پر چاہے جیسے شاندار کلیات قائم کرلو مگر اصلیت سے پھر بھی دور ہی رہوگے۔ جو حقیقت ممکن التشریح ہے اسکی تشریح کے

نتیجہ بعد یہ امر واضح ہوتا ہے کہ اسکی تہ مین جو حقیقت غیر مرئی مضمر ہے ہم اسکے ادراک کے بالکل ناقابل ہین۔ چاہے عالم اسباب پر غور کرو یا عالم معنوی پر سائنس دان اپنے کو دونون جگہ ان مسلسل انقلابات کے درمیان پاتا ہے جنکی اسنے انتہا اور نہ انتہا معلوم ہوتی ہے۔ اگر وہ یہ خیال تسلیم کرے۔ کہ ابتدا مین عالم کی ہیئت غیر معین اور سحاب ایسی تھی تو پھر اسکی موجودہ صورت پیدا کرنے کے طریقہ کی لاعلمی ستاتی ہے۔ اسی طرح اگر وہ مستقبل پر نگاہ دوڑائے تو عالم اسباب کے شاندار جلوس و تبدلات کی انتہا کا قیاس لگانے کے ناقابل بنجاتا ہے۔ اسی طرح اگر وہ اپنے گریبان مین مُنھ ڈالے تو اسے شعور کے دونون سروں کا پتہ نہین لگتا۔ اور گو ان دونون سرون کو تخیل مین لایا جاسکتا ہے۔ پھر جب وہ عالم اسباب یا مظاہر معنوی کی معنوی ہیئت پر غور کرتا ہے تب بھی اسے کچھ معلوم نہین ہوتا۔ فرض کرو اگر وہ موجودات کی تبادلیون اور مختلف صورتون کو ظرف زمان مین قوت کے مظاہر سے منسوب کرے۔ تو پھر اسکی عقل قوت ظرف وزمان کی نوعیت کا پتہ لگانے مین لڑکھڑاتی ہے۔ اگر عمل تفریق سے وہ یہ معلوم کرے کہ ذہنی عمل محض تجسسات ہین جن سے خیال پیدا ہوتا ہے تو بھی اسے حقیقت کا کچھ پتہ نہین لگتا کیونکہ وہ یہ نہین جان سکتا کہ بجائے خود تجسسات کیا ہین اور انکا کس کو علم ہوتا ہے۔ آخر کار وہ یہ خیال کرتا ہے۔ کہ مظاہر خارجی و معنوی اپنی نوعیت اور ابتدا مین یکسان لبید الفہم ہین۔ چاہے محقق جدھر جائے۔ اور تحقیقات کرے۔ وہ معمہ لاینحل سے دوچار ہوئے بغیر نہین رہ سکتا۔ بلکہ اسے دن بدن اسکے حل نہونے کا یقینی علم ہوجاتا ہے۔ اسے عقل کی بڑائی اور کوتاہی کا بھی ایک ساتھ علم ہوجاتا ہے یعنے جو اشیا تجربہ مین آسکتی ہین عقل ان سے خوب بحث کرکے اپنی عظمت ظاہر کرتی ہے۔ مگر جب وہ اشیاء فوق التجربہ سے بحث کرتی ہے تو اسکی کوتاہی اور ناچاری معلوم ہوجاتی ہے کہ "معدوم شد کہ ہیچ معلوم نیست" اور یہ کہ اسکی تہ تک پہنچنا انسان کی عقل وفہم سے بالکل باہر ہے۔

جے آر۔ ساے

رباعی

فرقت مین الم کدہ ہے سینا افسوس — اب خون جگر پڑا ہے پینا افسوس
دن کو رونا ہے شب کو تارے گننا — یہ بھی جینا ہے کوئی جینا افسوس

تمنا عمادی

# مہمانِ قفس

آہ! اے مرغِ گرفتار مصیبت تیری
تو کہاں اور کہاں گوشۂ زندانِ قفس

کی ہے صیاد ستمگار نے دعوت تیری
کل تھا مہمان چمن آج ہے مہمانِ قفس

آب و دانہ یہ کہاں تجھکو کہاں سے لایا
آہ! پھندے میں تجھے حرص و ہوا کے ڈالا

آگیا دام میں نادان تھا دھوکا کھایا
بخت واژون نے شکنجے میں بلا کے ڈالا

طوطی و فاختہ و زاغ و زغن تھے ہمراز
ہمصفیرون کا چھٹا ساتھ وطن بھی چھوٹا

سنبل و نارون و سرو سمن تھے دمساز
گھر ہوا کنج قفس صحن چمن بھی چھوٹا

سرِ شوریدہ کو دیوارِ قفس سے نہ پٹک
دل کو توڑ پاتی ہے اب حسرتِ پرواز تری

شورِ نغمہ سے نمک زخمِ جگر پر نہ چھڑک
چٹکیاں لیتی ہے منقار سے آواز تری

اب نہ کر صدمۂ بے بال و پری کا شکوہ
پا بہ زنجیر کو موقع نہیں آزادی کا

اب ہے بیکار نسیمِ سحری کا شکوہ
کون ہمدم ہے کہ قاصد بنے فریادی کا

گلۂ قیدِ عبث، شکوۂ صیادِ عبث
اے خبر کون تری رام کہانی سن کر؟

ماتمِ جورِ عبث، نوحۂ بیدادِ عبث
داد دے کون تری مرثیہ خوانی سن کر؟

ایک تو ہی نہیں منت کشِ آزارِ قفس
کون ہے وہ جو اسیرِ غم و حرمان نہ ہوا؟

دل گرفتہ ہیں بہت تجھ سے گرفتارِ قفس
کون سا مرغ خوش الحان ہے کہ نالاں نہ ہوا؟

باغبان کون سا ہے جس نے نہ کی ہو بیداد؟
کون سا گل ہے کہ گلچیں نے نہ توڑا ہو جسے؟

آشیاں کون سا ہے جس کو ہوا ہو برباد؟
کون سا صید ہے صیاد نے چھوڑا ہو جسے؟

ضبط کر آہ و فغاں صبر کر اے زندانی!
کیوں ہے یہ گریۂ بیتابی و اشک افشانی؟

میزباں کہتا ہے شب بھر کی ہے اب مہمانی
صبح ہوتے ہی اُٹھے گا ترا دانہ پانی؟

کل چھری پائیں گے جتنے ہیں اسیرانِ قفس
دن کو مہمانِ قضا رات کو مہمانِ قفس

(نسیم دہلوی)

شفق ضوی (عماد پوری)

# اُردو کا حال اور مستقبل

مسلمانون کے ہندوستان مین آنے اور یہان بود و باش اختیار کرنے کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ ایک ایسی زبان پیدا ہو جاتی جس مین نو وارد اجنبی اور اہل ملک تبادلۂ خیالات کر سکتے: تاریخ شاہد ہے کہ فاتح اور مفتوح قوام بالعموم ایک دوسرے مین مخلوط ہونے سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرتی ہین، انگلستان کو جب نارمن قوم نے فتح کر لیا تو مفتوح قوم سیکسن نے حتی المقدور اپنے تمدن و معاشرت اور زبان کو فاتحین کے اثر سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی ہندوؤن نے سیکسن قوم سے کہین بڑھکر اپنے قومی اور مذہبی خصائص کے تحفظ مین سعی بلیغ کی، نارمن لوگون نے مفتوح قوم کی تہذیب و زبان کو حقیر جان کر اپنے تمدن اور زبان کی حفاظت کرنی چاہی، ہندوستان کے مسلمانون نے بھی عرصے تک اپنی نوعیت کو برقرار رکھنے کی کوشش کی۔ ان دونون ملکون کی مثال مین فرق صرف اتنا ہے کہ انگلستان مین دونون قومین ایک مذہب کی پیرو تھین مگر ہندوستان مین دونون قومون کا مذہب ایک نہ تھا، اسی وجہ سے اُس ملک مین تو دونون قومین بہت جلد شیر و شکر ہو گئین اور طرز تمدن و معاشرت اور زبان کی تفریق جلد اُٹھ گئی مگر ہمارے ملک مین اس عمل ہم رنگی کی رفتار بہت سُست رہی اور کم و بیش ایک ہزار سال کے اجتماع کے بعد دونون قومون کے طرز تمدن و معاشرت پر کچھ اثر پڑا اور ایک مشترک زبان نے متمایز شکل اختیار کی۔

۲۔ اسکے کہنے کی کچھ احتیاج نہین ہے کہ وہ مشترک زبان فی زمانہ اُردو کے نام سے پکاری جاتی ہے ملک کی کثیر آبادی کی وہ مادری زبان ہے اور اسکی نسبت ملک کی عام زبان بن جانے کی قوی امید کی جاتی ہے اسلیے کہ اُسکا تاریخی تعلق ملک کی دو بڑی قومون ہندو اور مسلمانون سے مساوی ہے، اور مزید براں اُس مین ترقی کن زبانون کی خصوصیات باحسن طرق موجود ہین ..... زبان کی پیدائش اور ترقی بھی تدریجی قوانین کی پابند ہے، اور اُسکے وجود مین آنے کے لیے جس طرح موافق اتفاقات کا بہم ہونا ضرور ہے اُسی طرح اُس کے پھولنے پھلنے اور بڑھنے پھیلنے کے لیے مناسب حالات کے جمع ہونے کی ضرورت ہے، لیکن ساتھ ہی شخصی کوششین حالات کے تغیر و تبدل مین ویسی ہی موثر ثابت ہوتی ہین جیسے موزون مواقع کا اجتماع اشخاص و اشیا کی پیداوار مین[1]۔ لاریب ملک کی موجودہ

[1] اس موقع پر افشائے ان زبانون کا تذکرہ نامناسب نہوگا جو یورپ مین دفعتاً نمودار ہوئین اس غرض سے مخترع کی آئین کا اپنی آسانی

حالت ایسی خوشگوار نہیں ہے کہ اُردو کو ایسے سرپرست اور مربی میسر آجائیں جیسے السنہ مغرب کے اولیا ہیں مگر ہماری پرامید نگاہیں ملک کی آیندہ بہبودی کا تصور اور توقع کرتے ہوے افق مستقبل کو نیادہ گرا آنو نہیں پاتیں

(بسلسلہ نوٹ صفحہ سابق) اور سادگی کی وجہ سے وہ ایک بین الاقوامی زبان بن سکیں۔ اس تذکرے سے میرا مقصود چار امور ہیں: (۱) ضرورت (یا موافق مواقع یا اتفاقات کے اجتماع نے اس قسم کی مشترک زبان کا احساس و ادراک پیدا کیا (۲) سوائے اسپرانٹو (Esperanto) کے دوسری زبانیں اس وجہ سے ناکام رہیں کہ جس غرض کے لیے وہ مخترع کی گئی تھیں وہ فرض بطریق احسن پوری ہوتی نظر نہ آئی (۳) شخصی کوششوں نے ہرچند کہ موافق اتفاقات سے ایک ایسی مشترک زبان کے لیے راستہ طیار کر دیا تھا، اسپرانٹو کی اشاعت اور مقبول بنانے میں جرت انگیز کامیابی حاصل کی (۴) جب مصنوعی زبانوں کو اس حد تک کامیاب بنایا جانا ممکن ہے تو ایک ایسی زبان کی جو اس وقت ایک مستقل زبان کی حیثیت رکھتی ہو اور جس کی ولادت بھی قدرتی ہو کامیابی کی کس قدر امید کی جاسکتی ہے۔ ان امور سے اُردو کے لیے سبق متحمل ہوتا ہے۔

یورپ میں اس قسم کی مصنوعی زبانوں کی ضرورت اُس وقت سے محسوس ہونے لگی جب سے لاطینی زبان کا استعمال تعلیم یافتہ طبقے سے اُٹھ گیا۔ چنانچہ لارڈ بیکن نے سترھویں صدی کی ابتدا میں اپنی ایک تصنیف میں ایک ایسی زبان کے ایجاد کیے جانے کی طرف اشارہ کیا تھا، چند مختلف زبانوں کی چیدہ خوبیوں کا مجموعہ ہو لیکن سب سے پہلی عملی تجویز ایک شخص مسمی سام ہارٹلیب (Sam. Hartlib) نے ایک رسالے میں پیش کی جو ۱۶۴۱ء میں لندن سے شایع ہوا تھا اسمیں ایک عام رسم الخط تجویز کیا گیا تھا جسکے ذریعے سے دو آدمی خواہ وہ ایک دوسرے کی زبان سے ناواقف ہوں اپنے خیالات کا تبادلہ کر سکتے ہیں اسکے بعد سکاٹ لینڈ کے باشندے جارج ڈلگارنو (George Dalgarno) نے اور وہ پہلا شخص ہے جس نے گونگوں اور بہروں کی گفتگو کے لیے علامات کا قاعدہ بنایا کیا ۱۶۶۱ء میں ایک عام فلسفی زبان مخترع کی بشپ ولکنس (Bishop Wilkins) نے ۱۶۶۸ء میں اسکی تائید میں ایک مضمون لکھا۔ اٹھارویں صدی میں ایسی ہی بہت سی تجاویز بالخصوص فرانس اور جرمنی میں متواتر پیش کی جاتی رہیں لیکن اُنیسویں صدی میں تو انکی بھرمار ہوگئی۔ پچھلے پچاس سال ہی میں اتنی تجاویز ہوئیں کہ ان سب کا تذکرہ بہت زیادہ جگہ گھیرے گا چند خاص کا ان میں سے بیان پر تذکرہ کافی ہے۔

ایک شخص مسمی پیرو (Pirro) نے ۱۹۰۱ء میں فرانسیسی، انگریزی، جرمن، اطالوی اور ہسپانوی زبانوں میں لکھکر اپنی "لسان عامہ" (Langue Universelle) مشتہر کی جس میں ایک سادہ صرف و نحو مرتب کر کے اور یورپ کی تمام بڑی بڑی زبانوں بالخصوص لاطینی کی اصولی خصوصیات کو پیش نظر رکھکر اسکے لغات بنائے تھے ۱۹۰۴ء میں ایک روسی عالم وان بیرانووسکی (Von Baronovski) نے ایک ایسا دستور اُس کا

۳- اس پر غور کرنا کہ اس وقت اُردو کی کیا حالت ہے، اُردو کے مستقبل کے متعلق بحث کرنے کا ضروری مقدمہ ہے، اس لیے سب سے پہلے یہ دیکھنا واجب ہے کہ ہماری زبان اور اسکے ادب کی اس وقت کیا حالت ہے اور کہانتک وہ ہماری امداد کے محتاج ہین۔ سب سے اول یہ بات ظاہر ہے کہ ہماری اُردو ایک مرکب اور مخلوط زبان ہے جسکے لغات عربی سنسکرت، فارسی، بھاشا اور ترکی سے لیے گئے ہین گو بعض لغات ایسے بھی ہین جن کی شکل و صورت اور معانی کو انقضاے مدت نے تبدیل کردیا۔ انگریزی حکومت کی وجہ سے جہان مغربی تمدن نے حیرت انگیز اثر ڈالا ہے انگریزی زبان کو رواج و اشاعت نے لوگون کے خیالات تحریر اور تقریر مین بڑا انقلاب پیدا کردیا ہے، انگریزی کے چند الفاظ بتبدیل ہیئت یا بجنسہ ہمارے روزمرہ کے جزو لاینفک ہوگئے ہین، لیکن جہان ملک کو اس غیر زبان کی ترویج سے منافع عظیم پہنچے ہین یا پہنچ رہے ہین وہان ملکی زبان کو بحیثیت زبان نقصان بھی کچھ کم نہین پہنچ رہا ہے۔ ملک مین ایسے متوطنین کی تعداد اس وقت خاصی نکل آے گی جو انگریزی یا کسی دوسری غیر ملکی زبان کے فاضل ہون گے مگر جنھین مادری زبان مین گفتگو کرنا بھی نہ آتی ہوگی یا اگر دو چار لفظ بول لیتے ہون گے تو اس طرح کہ اس سے انھین واقف زبان نہین کہا جاسکتا۔ ایسے تعلیم یافتہ (میری مراد انگریزی تعلیم یافتہ لوگون سے ہے) لوگون کی تعداد کا تو اندازہ بھی نہین کیا جاسکتا جو اپنی مادری زبان مین تقریر یا نوشت و خواند مین

---

نام (Ideographie) تھا پیش کیا جس مین بذریعہ علامات کے افکار و خیالات کیا جاسکتا تھا۔ ۱۸۷۹ء مین ایک جرمن عالم شلیر (Schleyer) نے مشہور زبان وولاپیوک (Volapuk) ایجاد کی ۱۸۸۷ء مین اخاذن (Eichchorn) نے پترو کے طریق پر ایک اور بین الاقوامی زبان کی طرح ڈالی جس کا نام (Wettsprache) رکھا۔ ۱۸۹۴ء مین جرمنی کے عالم یوجین لانڈ (Eugen Land) نے اپنی زبان کا ساس (Kosmos) کو شایع کیا۔ اخاذن اور لانڈ کی زبانین وولاپوک سے زیادہ مشکل تھین۔ اسٹی نر (Steiner) نے جو زبان پیسی لنگوا (Pasilingua) کے نام سے شایع کی تھی وہ بھی پترو کے طرز پر تھی لیکن اُسے فرانسیسی، انگریزی، اطالوی اور ہسپانوی بہت آسانی سے سمجھ لیتے تھے۔ والپوک کسی زمانے مین بہت مقبول ہوی تھی لیکن پیسی لنگوا وغیرہ کو کامیابی نہین ہوی مگر جب سے اسپرانٹو ایجاد ہوی ہے اُسے دن دونی رات چوگنی ترقی ہورہی ہے اُسکی اشاعت کے لیے کمیٹیان قایم کیجاتی ہین کمیٹن کثرت سے تراجم وغیرہ کیے جاتے ہین اُسکے مکمل لغات بھی چھپ گئے ہین، جو عرصہ گزر گیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسپرانٹو کو بہت استحکام حاصل ہوجائیگا۔ علاوہ ایک مشترک زبان کے ایک مشترک رسم الخط کی بھی کوشش ہورہی ہے حال ہی مین جرمنی سے تین چار اعلیٰ قسم کے نئے رسوم الخط کے شایع ہوے ہین۔

دستگاہ رکھتے کے باوجود انگریزی الفاظ کے استعمال کے اس کثرت سے عادی ہوگئے ہین کہ بعض اوقات انگریزی زبان سے ناواقف انکی بول چال بالکل نہین سمجھ سکتے - باقتضاے مقاعدہ انگریزی زبان کے روز بروز عام ہونے کے ساتھ اس خصوصیت مین بھی ترقی ہوتی جاتی ہے جس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اب بچون کو کم سنی ہی سے انگریزی زبان کی تحصیل مین مصروف کردیا جاتا ہے اور اس زبان مین کم استعدادی کی وجہ سے ان لوگون کو مجبوری انگریزی الفاظ سے مدد لینا پڑتی ہے - فی الحقیقت یہ ایک ایسا خطرہ ہے جس سے اُردو کو بچانے کے لیے عام احساس اور توجہ کی ضرورت ہے - خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ تعلیم مین اہل ملک کی حالت روبہ ترقی ہے اور محبان ملک اس کو ہندوستان کے زرین مستقبل کا پیش خیمہ تصور کرتے ہین - لیکن مغربی تعلیم کی توسیع کے ساتھ ہماری زبان مین انگریزی الفاظ کا بیجا اشتراک قدرتاً ہماری زبان کی ترقی مین بہت بڑا سنگ راہ ہے ..... مغربی السنہ کا ہر چند کہ آپس مین کسی طور پر سنسکرت اور قدیم فارسی سے علاقہ توحد ہو لیکن بعد زمانہ اور تفاوت مقامات نے آپس مین زمین آسمان کا اختلاف پیدا کردیا ہے اور سوائے ابتدائی مماثلت کے جس سے انکی یک جنسی کا پتہ چلتا ہے بادی النظر مین انکے ہم جنس ہونے کا یقین بھی نہین آسکتا - جب یک جنس زبانون مین ایسا تغیر و تبدل ہوگیا ہے تو ظاہر ہے کہ السنۂ مغربیہ و السنہ ممقطی مین جو بالکل نیز جنس ہین اور جن مین ابتدائی علامات بھی مشابہت کے موجود نہین ہین کس قدر فرق ہوگا - ہماری اردو زبان کو ممقطی زبان عربی سے براہ راست و بواسطہ فارسی وہی علاقہ ہے جو اُسے آرین زبانون سنسکرت، فارسی قدیم اور بلخا سے ہے مگر اس سے بھی انکار نہین ہوسکتا کہ اپنے والدین مین وہ اول الذکر کی وضع و قطع پر بہت ہے مگر موخر الذکر کی بہت ساری خصوصیات بھی انمین وراثتاً نقل ہوی ہین - یہی وجہ ہے کہ باوجود انگریزی زبان کے ایک طرح پر ہماری زبان سے دور کے رشتہ دار ہونے کے اُسکے الفاظ اردو مین نہین کھپتے اور انکا انمین خواہ مخواہ داخل کرنا اُردو کے حسن و جمال کو بڑا نقصان پہنچاتا ہے - نظر بر واقعات سب سے پہلے ہماری زبان کو (جو پہلے ہی سے کئی زبانون کی مشارکت کی وجہ سے معجون مرکب بنی ہوی ہے حتی الوسع مغربی لغات سے پاک و صاف رکھنے کی طرف خاص توجہ مبذول کرنے کی ضرورت ہے ورنہ اسکے علاوہ کہ اُردو کی شخصیت کو بڑا صدمہ پہنچے گا اُسکے پڑھنے لکھنے اور سمجھنے مین بڑی دقت پھیل جاے گی -

۴ - آج سے چالیس پچاس سال پیشتر اُردو کی جو حالت تھی اُسکے مقابلے مین اُسے اس وقت معتدبہ ترقی ہوی ہے - فارسی کی تعلیم و تعلم کا مذاق ملک سے تقریباً بالکل اُٹھ گیا ہے اور لوگ یہ بخوبی سمجھنے لگے ہین کہ اب اُردو فارسی کی خالی شدہ جگہ لینے کی ہر طرح قابل ہوگئی ہے چھپنے والی اُردو کتابون کی تعداد مین ہر سال

اضافہ ہوجاتا ہے اور فارسی مین اب اپنی کتاب لکھنے کی جانب شاذ ہی کوئی شخص مائل ہوتا ہے لیکن باوجود اُردو کی اس ظاہری ترقی کے ہماری زبان فی الحقیقت ابھی اپنی ہستی کے ابتدائی مراحل بھی طے نہین کرسکی ہے اور بحالت موجودہ دنیا کی اعلےٰ ترقی یافتہ زبانون سے اُسے کچھ نسبت نہین ہے۔ ملک مین ادب کا مذاق نہایت گرا ہوا ہے اور اُردو نامیہ بڑی حالت مین ہے۔ ملک کے تعلیم یافتہ طبقے کو بدقسمتی سے اُسکی سرپرستی کا جیسا کرنا چاہیے خیال نہین ہے اور اُردو مین تصنیف و تالیف کے وجود کا انحصار ان لوگون پر ہے جو اسے ترقی دینے کی صلاحیت نہین رکھتے اسی وجہ سے کتابین غلط ہوتی ہین مگر اکثر بیکار اور فضول لوگ لکھتے پڑھتے ہین مگر غیر مفید اور لاحاصل ہماری زبان کی کسی صنف کی کتب کو لیجیے بہرحال اُردو کی بے مائگی کا ثبوت مل جائے گا۔ مذاہب فلسفہ علوم سائنس حکمت تواریخ فنون لطیفہ فنون مفیدہ ان مین سے جس صنف کی کتب موجود ہین وہ زبان حال سے اپنی بیچارگی پر نالہ کناں ہین۔

۵۔ سب سے پہلے ان کتابون کو لیجیے جن کا تعلق مذاہب سے ہے۔ یہ تین قسم کی ہوسکتی ہین ایک تو وہ جو محض ہم مذہبون کے لیے اپنے مذہب کی واقفیت و اطلاع کی غرض سے لکھی جائین دوسرے وہ جو بحث یا مناظرے کی نیت سے لکھی جائین تیسرے وہ جو غیر جانب داری سے مختلف مذاہب اور فرقون کے عقاید مذہبی مراسم کے تذکرے مین واقفیت عامہ کی غرض سے لکھی جائین۔ اب دیکھنا چاہیے کہ ان مین سے ہر قسم کی اُردو کتابون کی کیا حالت ہے۔ ان تینون مین دوسری قسم کی کتابون کی تعداد سب سے زیادہ کثیر ہے اور خیر قسم کی کتابین اشاذ کالمعدوم کا حکم رکھتی ہین۔ پہلی قسم کی کتابون مین اعلےٰ قسم کی تصانیف و تالیفات بہت ہی کم شایع ہوتی ہین اور اکثر ادنیٰ نقطۂ خیال سے نہایت کم حیثیت ہوتی ہین جیسی اونظم و ترتیب ان مین اکثر معدوم ہوتی ہے۔ دوسری قسم کی تصانیف کا حال ناگفتہ بہ ہے یہ ہمارے ادب کا سب سے فضول اور زہریلا جزو ہین جس سے عوام کا بہت سا قیمتی وقت ضایع ہونے کے علاوہ ان کا مذہبی و ادبی مذاق نہایت خراب ہوتا ہے تعصب تنگ خیالی گالی گلوچ ہرزہ درائی اور سب وشتم کی بہتات خصوصیات ہین جس دریدہ دہنی کے ساتھ ایسی کتابون کے لکھنے والے ایک دوسرے کے مذہب و ملت کے ساتھ پیش آتے ہین اُسے دیکھکر کون ایماندار آدمی ان کتب کی اشاعت کے جواز کا فتویٰ دینے کی جرأت کرسکتا ہے تحقیق حق کی جسکے دعوے پر ایسی کتابین لکھی جاتی ہین بوٹک نہین آتی بلکہ وہ صریح بے انصافی ہٹ دھرمی اور دلآزاری سے پُر ہوتی ہین ایسی کتب کی اشاعت کے انسداد کی بس ایک یہی

صورت ہے کہ ہر قوم و ملت کے اصلاح پسند اصحاب اور اُردو کے بہی خواہ شائستہ مذاق کے پیدا کرنے اور مبتذل و تنگ خیالی کو دور کرنے کی مستقل کوشش کریں جستجو رہ اپنی ان کوششوں میں کامیاب ہوں گے اُسی قدر اُن کتابوں کی تعداد گھٹتی جائے گی۔

۶۔ ہمارے ادب کی صنف ثانی و ثالث کے تصانیف و تالیفات کا حال بدترین ہے۔ اعلیٰ قسم کی کتب کا کیا ذکر متوسط اور ادنیٰ قسم کی کتب کا بھی نشان نہ فقود ہے۔ اسوقت تک کسی شعبہ علم میں جو ایک آدھ کتاب لکھی گئی ہے اُس کا نام تک قدردانوں کے محدود دائرے سے باہر کوئی شخص نہیں جانتا۔ اس قسم کی تصانیف کی نایابی و ناقدری کی وجہ سے اُردو پبلک کی معلومات اور قوائے دماغی کا جو حال ہے وہ ظاہر ہے۔ ع قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔

یہ ایسی بڑی کمی ہے جسکے پورا کرنے پر اُردو ادب کی قسمت کا سب سے زیادہ انحصار ہے اور بہی خواہان اُردو کے لیے اب اس میدان کی مرحلہ پیمائی سے بڑھکر کوئی دوسری منزل درپیش نہیں ہے۔ اُردو کو معراج ترقی پر پہنچانے اور اُردو بولنے والی پبلک کے دماغی نشوونما کے لیے ہماری زبان میں ہر قسم کے علوم کا منتقل کرلانا بس ضروری ہے۔ ہماری زبان اور ادب کے پیشرو وہی لوگ ہونگے جو انتقال و اشاعت علوم میں اپنا قیمتی وقت صرف کرکے اردو زبان کی خدمت کو مہمات سمجھتے ہیں جو لوگ علوم کی موجودہ ترقی کے حال سے ناواقف نہیں ہیں وہ اس بات کا بآسانی اندازہ کرسکتے ہیں کہ یہ میدان کس قدر وسیع ہے اور کتنے وقت محنت اور جانفشانی کی ایسے اہم و ہستان کام کے انصرام کے واسطے حاجت ہے۔ فی الحال کسی کے پند لوگ اس اہم پر بعض پراگندہ دماغی و بیخوابی صرف ہیں کرلینے سے کارکنوں سے ایسا مہتم بالشان کام کیسے انجام پاسکتا ہے؟ اپنی قوت اور فرصت سے بڑھکر دل توڑ یہ لوگ کام نہیں سکتے دوسرے ملک میں صحیح مذاق کے نشوونما کی وجہ سے ان کی ضرورتیں رفع کی جاتی ہے اور نہ کوئی ہمت افزائی آخر جو ہمت شکن نتیجہ نکلتا ہے وہ بالکل قدرتی ہے ایسے دردمند دل اکثر اس عام افسردگی کی بدولت سست پڑجاتے ہیں اور اُنکی ہمتیں قاصر ہوجاتی ہیں لیکن اپنے ملک اور اہل زبان کی بے اعتنائی سے بڑھکر اُردو کی موجودہ نہایت غیر مکمل حالت بھی اکثر ہی نوجوانوں کے لیے مانع عظیم ہے مثلاً کسی علم پر قلم اُٹھانے کے لیے جہاں میری مراد جدید علوم مغربی سے ہے جنکے اُردو میں منتقل ہونے کا مسئلہ اسوقت ہمارے زیر غور ہے ہم کسی شخص کو سب سے پہلی ضرورت تو یہ ہوگی کہ وہ اپنا بیشتر وقت [illegible] قابل اصطلاحات

علمیہ کے اختراع مین صرف کرے جب کہین جاکر وہ کچھ لکھ سکتا ہے اگر بالفرض وہ اختراع اصطلاحات مقابل مین بے پروائی سے کام لے اور آزادی سے غیر ملکی و غیر جنس دہانون کی اصطلاحات کو بجنسہ اُردو خط مین لکھ لینے پر اکتفا کرے تو ایسا لکھنا لکھنا ہماری اُردو کے لیے کیا مفید ہے؟ ظاہر ہے کہ اصطلاحات علمیہ کا موزون اور صحیح ترجمہ کرنا ایک بات ہے اور پہلے سے ترجمۂ اصطلاحات موجود ہونے پر کچھ لکھنا دوسری بات ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ایک شخص پہلے کام کے کرنے سے معذور ہو (مجھے بہت سے ایسے قابل لوگون کی مثالین معلوم ہین) مگر دوسرے کام کو بحسن طریق انجام دے سکے۔ اب اگر کوئی شخص محض اختراع اصطلاحات پر قادر نہونے کی وجہ سے اُردو کی خدمت نہ کر سکے تو بیشک ہماری زبان اور ادب کی بدقسمتی ہے۔ اُردو زبان مین مختلف علوم کے اصطلاحات کا اسوقت تک کوئی لغت تیار نہونا حامیان اُردو کی بہت ہی بڑی بے استعدادی اور کاہلی پر دلیل دال ہے جس غریب زبان مین علوم کا کیا ذکر انکے لغات تک بھی موجود نہون اُسکی ترقی کس صورت سے ہو سکے؟ یہ سچ ہے کہ پہلے علوم پیدا ہوتے ہین اور بعد مین انکے لغات لکھے جاتے ہین مگر یہ کلیہ ہماری زبان کی بابت صادق نہین آتا بلکہ اسکا مخالف قول صادق آتا ہے اسلیے کہ ہمارے یہان ابھی نئے علوم کے پیدا ہونے کا تذکرہ نہین ہے بلکہ یہان تو غیر زبانون سے خزینہ علوم اپنے واسطے منتقل کرنے کی بحث ہے۔ وہ زمانہ بہت دور ہے جب ہمارے ملک اور زبان کی ایسی حالت ہو جاے گی کہ نسل اول اُسکے اوپر رہ سکے گا!

۷۔ اصطلاحات کے ترجمے کا مسئلہ نہایت قابل غور ہے اور مین نے بدین وجہ اُردو کے بہی خواہون کی خدمت مین اُسے بالقصد منتخب کیا ہے۔ اس سے پیشتر بہت اہل الرائے غالباً اسکے متعلق بہت کچھ لکھ چکے ہین لیکن یہان بھی جو کچھ لکھا جاتا ہے امید ہے کہ ترقی خواہان اُردو اسکی بے مغز اور گمنامی پر خیال نہ فرما کر بغور ملاحظہ فرمائین گے ..... جیسا کہ ظاہر ہے اصطلاحات کا وجود علوم کی ولادت کے ساتھ وابستہ ہے۔ نئے ادراکات اور نئی معلومات کے اضافے کے ساتھ نئے الفاظ کے ازدیاد کی احتیاج پیدا ہوتی ہے۔ ہر زبان کی تین جداگانہ اغراض ہوتی ہین

(۱) اپنے خیالات سے دوسرون کو آگاہ کرنا (گفتگو اور خط و کتابت)۔

(۲) بطور معاون غور و خوض کام مین لانا۔

(۳) بطور آلۂ یادداشت ارتجاع وایا سکے استعمال کرنا۔

ابتدا مین ہر زبان غرض اول کے لیے مخصوص ہوتی ہے مگر ترقی کرنے پر اغراض دوم و سوم بھی اُسکے

اجزا قرار پا جاتے ہیں اور کسی زبان کی ترقی کو دریافت کرنے کا یہ معیار ہے کہ آیا اُسکے بولنے والے اپنی تینون اغراض مین آسانی کامیاب رہتے ہین یا نہین یعنی وہ زبان اتنی وسیع بھی ہے کہ ہر طرح کے خیالات اُس مین بلا کسی تکلف کے ظاہر کیے جا سکتے ہین یا نہین جس زبان مین ان مین سے کوئی غرض پوری نہوسکتی ہو وہ ابھی تک ناقص اور غیر مکمل زبان ہے۔ ..... جن لوگون نے زبانون کی تواریخ پر غور کیا ہے وہ اس سے بھی واقف ہین کہ کس طرح مرور زمانہ کے ساتھ الفاظ اپنی ہیئت اور معانی مین تغیر و تبدل پذیر ہین اور کس طرح الفاظ کثیر المعانی ہوجاتے ہین حتی کہ ہر زبان مین "لفظ اضداد" پائے جاتے ہین۔ ایسے امور کا اندازہ ان لوگون کو زیادہ آسانی سے ہوسکتا ہے جو کسی زبان کے قدیم ادب کا مطالعہ کرین بعض لوگ قدما کے کلام کے سمجھنے مین اس قسم کی ناواقفیت کی وجہ سے بڑی بڑی غلطیان کر بیٹھتے ہین۔ الغرض الفاظ کی طرف سے یہ جائز اندیشہ رہتا ہے کہ ایک زمانے کے بعد وہ اپنے موجودہ معانی چھوڑ کر دوسرے معانی مین استعمال ہونے لگین۔ مزید برآن دوسرا نقص ہر زبان مین یہ بھی ہے کہ بالعموم لوگ الفاظ کے پورے معانی نہین سمجھتے اس کا امتحان اس طرح ہوسکتا ہے کہ معمولی سی معمولی لفظ کے کرکسی سے اُسکی تعریف پوچھو تو بہت صحیح جواب دینے مین اکثر ناکام رہے گا۔ ان عیوب اور دشواریون کو پیش نظر رکھتے ہوے تا وقتیکہ تدوین علوم مین ان کے دور کرنے کی جانب خاص توجہ نہ کی جاے تھوڑی ہی مدت مین علمی زبان کا بھی وہی حشر ہو جو عام زبان کا ہوا ہے یعنی غلط فہمی کے بہت سے اسباب جمع ہوجائین اور علم بے علمی اور جہالت کا باعث بن جاے ضرورت نے مدونین علوم کو اس التزام پر آمادہ کیا کہ وہ حتی المقدور اپنی علمی زبان کو عام زبان سے جدا رکھین اگرچہ بعض حالتون مین خود ضرورت نو ایجاد اصطلاحات علمیہ اس ضرورت پر مجبور کرتی ہین) کم فہمی کے اندیشے کو دور کرنے کے لیے یہ اہتمام کیا کہ انکی ایسی جامع و مانع تعریفین کردین کہ جن پر بغیر عبور حاصل کیے ناظر علوم زبان علمی کے سمجھنے سے قاصر رہے یہ تو وہ شکل ہے جس مین تدوین علوم کی منزل طے کرنا ہوتی ہے لیکن ترجمے کی حالت مین کیا کرنا پڑتا ہے؟ اس صورت مین مترجم کو سب سے بڑی دقت یہ ہوتی ہے کہ اصطلاح علمی کا مرادف وہ اپنی زبان مین ایسا لفظ (یا الفاظ) مقابل سوچے جو اُس اصطلاح کی کامل معانی رکھتا ہو جس سے نہ کم نہ زیادہ بات سمجھ مین آئے بعض اوقات جب مترجم کو اپنی زبان مین کوئی مقابل لفظ (یا الفاظ) دستیاب نہین ہوتا تو وہ اُسے بعینہ صرف اپنے لب و لہجہ کے مناسب شکل مین اختیار کرلینے پر اکتفا کرتا ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض اوقات مترجم مقصداً بجاے ترجمے کے غیر زبان کے مصطلحات ہی کو اس فائدے کی نیت سے قبول کرلیتا ہے کہ

لوگ دوسرے یا ناقص معانی مین اس لفظ کو سمجھنے سے باز رہین گے۔ گو یہ فائدہ میسر آجاتا ہے مگر زبان کو بہت بڑا نقصان پہنچانے کے بعد اسلیے کہ اجنبی الفاظ کا آزادانہ اور بیجا اشتراک علمی زبان کو غیر معمولی طور پر مشکل الحصول۔ حسن سے معرا اور غیر ترقی پذیر کر دیتا ہے۔

۸۔ اگر ناظرین نے ان مختلف امور مذکورۂ بالا کو بغور سمجھ لیا ہے تو اب ہم اپنے اصلی مبحث کی طرف متوجہ ہو سکتے ہین۔ جیسا کہ بحث بالا سے ظاہر ہے ابھی تک ہماری زبان غیر مکمل ہے اسلیے کہ وہ تمام اغراض پر کامل طور پر حاوی نہین ہوئی ہے۔ لہذا ہم انگریزی یا دوسری مغربی زبانون کے اصطلاحات کے اردو مین شریک کرنے کے اس وجہ سے مخالف ہین کہ وہ ہماری نیم منقطی زبان مین کسی طرح موزون نہین ہو سکتے اور اسکی حقیقی ترقی بھی اشتراک سے بجاے فائدے کے نقصان پہنچتا ہے لیکن اگر ہم ان کے لینے سے انکار کرتے ہین تب بھی کم سے کم ہمین ترجمۂ اصطلاحات مین انکے طرز اصول اور قواعد کے اوپر غور اور انکی تقلید کرنے سے نہایت بیش بہا فوائد حاصل ہو سکتے ہین جن لوگون کو مغربی زبانون کی اصطلاحات علمیہ کی سرشت پر غور کرنے کا موقع ملا ہو وہ بخوبی جانتے ہین کہ اسی فیصدی جدید اصطلاحات بلکہ شاید اس سے بھی زیادہ یونانی یا لاطینی الفاظ سے مستخرج ہین جس سے یہ بیش از قدر فائدہ متصور ہے کہ وہ اکثر نہایت مختصر ہونے کے ساتھ نہ بالکل بعید از فہم ہوتی ہین اور نہ عام دستبرد کی شکار ہو سکتی ہیں۔ اس فائدے کا اندازہ مذکورہ قسم کی اصطلاحات کا کسی خاص مغربی دیسی زبان (مثلاً انگریزی) کی چند اصطلاحات سے مقابلہ کرنے پر بہت آسانی سے ہو سکتا ہے۔ دیسی الفاظ اصطلاحیہ مین بالعموم کوتاہ فہمی بلکہ غلط فہمی تک کا موقع مل جاتا ہے۔ پس ہمین خواہان اردو جس وقت ترجمۂ اصطلاحات کے لیے آمادہ ہون تو ہمین ایک ایسی زبان کی اعانت کی ضرورت ہے جو ہماری زبان کے لیے لاطینی اور یونانی کا پایہ رکھتی ہو یعنی جس مین انکی طرح اصطلاحات کے قطع و برید کی بہت بڑی صلاحیت موجود ہو اور نیز ہماری زبان کے واسطے اجنبی بھی نہو۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ بالخصوص اس امر مین ہماری اردو کی دستگیری کے واسطے ایک ایسی زبان موجود ہے جس مین یہ تمام خوبیان بالکمل و احسن وجوہ موجود ہین اسلیے کہ بقول فاضل ڈی بور عربی مین اصطلاحات کے

سلہ اس بحث مین شروع سے آخر تک غیر زبانون سے مری مراد غیر جنس زبانین ہین ورنہ یک جنس مگر مختلف النوع زبانون کی حالت مین ایک دوسرے سے ترجمہ کرنے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ تھوڑے سے فرق کے بعد وہی اصطلاح برقرار رہے جیسا کہ یورپ کی مختلف زبانون مین ایک دوسرے سے ترجمہ کرنے مین اکثر کیا جاتا ہے

اختراع و ترتیب کی خاص قابلیت ہے سچ یہ ہے کہ یہ اُردو کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ عربی جیسی زبان سے اُسے جو واسطہ ہے جو مغربی السنہ کو لاطینی اور یونانی زبان سے ہے۔

۹۔ الغرض علوم و حکمت کی کتب کی اشاعت میں اس وقت یقیناً آسانی ہو جائے گی جب یہ اصطلاحات کی بڑی دقت رفع ہو جائے لیکن ادب کا ایک دوسرا مشہور اور نہایت وسیع شعبہ ایسا بھی ہے جو اصطلاحات کا محتاج نہیں اور جس کے لیے ہماری زبان کی موجودہ حالت ہر طرح قابل اطمینان ہے۔ میری مراد تواریخ و متعلقات تواریخ سے ہے۔ تعجب ہے کہ باوجود آسانی یہ شعبہ ہنوز بہت کچھ محتاج ترقی ہے۔ اور ملکوں اور قوموں کا کیا ذکر خود اپنے ملک اور اقوام کی مکمل اور عمدہ تواریخ (میری مراد تواریخ سے محض شجرات نسب و فہرست واقعات تقید سنین نہیں ہے بلکہ میں اُسکو اس سے بہت زیادہ وسیع معانی میں استعمال کرتا ہوں) ابھی موجود نہیں۔ چند کتابیں جو قابل قدر سمجھی جا سکتی ہیں ہمارے ادب کی عظیم ضروریات کو پورا کرنے والی نہیں کہی جا سکتیں بالکل طبع زاد کتاب اگر اس وقت نہیں لکھی جا سکتی تھیں تو محض ترجمہ بھی اس ضرورت کو بڑی حد تک پورا کر سکتا تھا۔ ترقی خواہان اُردو کے لیے یہ بھی کچھ تھوڑا کام نہیں ہے کہ وہ اپنی زبان کو ہر قسم کی تواریخ و متعلقات تواریخ سے بھر ڈالیں۔ چونکہ تاریخ اور جغرافیہ کا چولی دامن کا ساتھ ہے جب تک تواریخ جغرافیے بھی ساتھ ہماری زبان میں نہ لکھے جائیں گے اس شعبے کی کمی کبھی پوری نہ ہوگی۔

۱۰۔ ادب کا ایک شعبہ ضرور ایسا ہے جس میں بہ نسبت دوسرے شعبوں کے بہت کچھ کام کیا گیا ہے لیکن بہت کچھ قوت ضائع گئی ہے۔ میرا مقصد اپنی زبان کے فنون لطیفہ سے ہے۔ سب جانتے ہیں کہ ہنوز اُردو شاعری بہت کچھ محتاج اصلاح ہے اور اس وقت اس فن میں ہمارے ادب کے جو کچھ ہوا ہے وہ تاریخی عظمت سے زیادہ کا مستحق نہیں ہے۔ مگر اسوقت ایسے آثار جمع ہو گئے ہیں جو ہماری شاعری کے مفید انقلاب کی پیشین گوئی کرتے ہیں۔ ہر روز طبائع اصلاح پسند ہوتی جاتی ہیں جس سے بجا طور پر امید کی جاتی ہے کہ اُردو شاعری کا ایک دن ضرور آنے والا ہے جب ہماری شاعری پر لفظ شاعری کا صحیح اطلاق ہو سکے گا۔

حکایات و افسانہ کی کتابوں کی تعداد اُردو میں معقول سے بہت زیادہ ہے اور چونکہ اُردو پبلک کو سنجیدہ مطالعہ کا اس وقت تک شوق پیدا نہیں ہوا ہے اس وجہ سے (یہی) کتابوں کی مانگ بھی بہت زیادہ ہے۔ اس فن کی کتابیں دو قسم کی ہیں ایک قدیم دوسری جدید۔ قدیم کتابوں میں یہ

بات بالعموم پائی جاتی ہے کہ سوائے جزئی اختلافات کے انکا پلاٹ ایک ہی ہوتا ہے اور انکے لکھنے والون کا خاص منشا، بجاے پلاٹ کے صرف زبان ہوتی ہے۔ جدید کتب مین بھی جو "اوریجنل" تصانیف ہوتی ہین انمین سے اکثر دو ایک مخصوص پلاٹون پر لکھی جاتی ہین۔ حکایات و قصص اور افسانہ دنیا کے ہر عمدہ ادب کا ضروری حصہ ہین اسلیے کہ تفریح و تفنن طبع کے لیے انسان بالخصوص انکی طرف مائل ہوتا ہے اور ان کا مطالعہ کلفت کو دور کرتا ہے۔ نیز انکی مدد سے بہت سے اخلاقی، علمی اور فلسفی نتائج حاصل کیے جاتے ہین۔ بچون کی تعلیم مین ان سے مدد لی جاتی ہے اور تاریخ کے بعض خاص واقعات کا نہایت دلکش مرقع انکے پیرایے مین پیش کیا جاتا ہے جس سے پڑھنے والون پر خاص اثر پڑتا ہے۔ مگر دیگر فنون لطیفہ کی طرح انکے شغل و مطالعہ کے لیے صرف اتنا وقت حکمانے مخصوص کیا ہے جو مجیدہ مطالعہ یا محنت کے کامون کے بعد بطور فرصت کے بچ رہتا ہے۔ قصص و افسانہ کے عمدہ تصانیف ہر ادب مین وقعت سے دیکھی جاتی ہین۔ اُردو مین قدیم طرز کی حکایات و افسانہ کے بجاے اب جدید طرز کی کتابون یعنی ناولون کا بیحد رواج ہوگیا ہے لیکن ہمارے ادب کے مخرب اخلاق جدید و قدیم تھے۔ کہانیون۔ ناول اور افسانون کو کون بالغ نظر ادب کا مایۂ ناز سمجھ سکتا ہے؟ افسوس ہے کہ انکی پیداوار مین ہر روز افزونی ہے۔ مین یہ نہین کہتا کہ دوسری زبانین اس زہریلے جزو سے بالکل خالی ہین بلکہ اس سے میرا یہ منشا ہے کہ برخلاف اور ترقی یافتہ زبانون کے ہماری غریب زبان اس قسم کی کتابون کے لیے بالکل مخصوص ہوگئی ہے اور اُسکی بے روک ٹوک اشاعت نے کم تعلیم یافتہ اور جاہل لوگون کے دل و دماغ پر بہت ناپسندیدہ اثر ڈالا ہے۔ مغربی زبان انگریزی کے تعلق نے بہت سے ناکارہ لوگون کے ہاتھون دوسرے لوگون کے ردی سامان سے ہمارے گھرون کو بھر دیا ہے اور ایسا بھر دیا ہے کہ اُسے نکالنے پھینکنے اور اسکے بجاے اچھا سامان مہیا کرنے کے لیے وقت اور محنت درکار ہے۔ رہا ادب بحیثیت ادب کے وہ بھی فنون لطیفہ مین سے ہے) وہ اس وقت تک اعلیٰ معیار پر پہنچ ہی نہین سکتا جبتک اردو پبلک کی معلومات کا افق فراخ نہ ہوجاے۔ موجودہ بے مائگی کی حالت مین کسی شخص کی نظر [illegible] کے کیڑے کی طرح اسی لکیر کے اندر چکر کیا کرتے ہین۔۔۔۔ لیکن اس بحث سے یہ نتیجہ نہین نکالا جا سکتا کہ ہمارے قدیم ادب کے فنون لطیفہ کا تمام حصہ بے کار اور فضول ہے اور وہ ادب سے بالکل نکال کر پھینکدینے کے قابل ہے بلکہ اصلی منشا یہ ہے کہ دیگر اصناف کی طرح اسمین بھی ترقی اور اصلاح کی گنجایش ہے۔

ورنہ ہمارے اجداد کی بعض تصانیف ایسی بھی ہین جو اپنی خاص خوبیون کے لحاظ سے ہمیشہ تعجب اور تعریف کی نظر سے دیکھی جائین گی جو ہمارے ادب کے ترقی پا جانے پر بھی اُس کا مستقل اور غیر فانی حصہ رہین گی اور جن مین سے بعض کی نظیرین پھر پیدا نہو سکین گی۔

۱۱۔ اردو زبان کی ہر قسم کی کتابون پر ایک اجمالی نظر کے بعد اب پھر اُردو کی حالت پر ایک عام نظر ڈالنی چاہیے اور اسی ذیل مین ان تجاویز کو بھی ختم کر دینا چاہیے جن کے اوپر عمل کرنے سے اُردو ترقی یاب ہو سکے۔ بحث بالا سے صاف ظاہر ہے کہ اُردو کے ہر شعبے مین ابھی بہت کچھ کام کیا جانا باقی ہے بعض صورتون میں بالکل ابتدا کرنا ہے اور بعض حالتون مین بہت اصلاح کی حاجت ہے۔

اس وقت سب سے بڑی ضرورت ترجمے کی ہے لیکن محض ترجمے سے بھی بڑھکر اُردو کی سرسبزی کا انحصار خاندان اُردو کی انتخابی لیاقت پر ہے۔ آج کل جب کہ السنۂ مغرب مین ہر قسم کی کتابون کی بڑی بھرمار ہے اور ہر مضمون پر بیشمار کتب دستیاب ہو سکتی ہین مترجمین کی وہی کوششین بار آور ہو سکتی ہین جو بہترین تصانیف کے ترجمے مین صرف کی جائین ورنہ ناقص اور ادنیٰ قسم کی تصانیف کی اشاعت کا عدم وجود ہماری زبان کے لیے برابر ہے۔ موجودہ حالت مین ایک ایسا شخص جو انتخابی قابلیت کے ساتھ تناسب توازن اور شکست و ریخت کا مادہ بھی رکھتا ہو ہماری زبان کی آبیاری بخوبی کر سکتا ہے۔ بدین وجہ اُردو کی ترقی کے لیے نہایت مستقل اور با اصول کوشش کی ضرورت ہے۔ جب تک ہر علم کے ماہرین جو ساتھ ہی ساتھ ہماری زبان کے بھی عمدہ ادیب ہون ترجمے یا تالیف کی جانب آمادہ نہ کیے جائین یا خود نہو جائین اُس وقت تک اُردو کی ترقی کی کوئی شکل نہین ہے۔ اسکے لیے تقسیم کار کے اصول پر سعی ہونی چاہیے ہماری دیان کے انشا پرداز اور مصنفین و مؤلفین مل کر کام کرنے کے فوائد سے یا تو بالکل ناواقف ہین یا دانستہ اُسکے فوائد سے محروم رہنا چاہتے ہین۔ ہمارے ادب مین مشکل سے ایسی مثال نکلے گی جس سے یہ ثابت ہو کہ دو یا زائد اہل قلم نے مل کر تصنیف تالیف یا ترجمے کا کام انجام دیا ہو۔ برخلاف اسکے ان ترقی یافتہ ممالک مین جہان بیشمار افراد جداگانہ کام کرنے کی قابلیت رکھتے ہین ہر روز بکثرت ایسی کتب شائع ہوتی رہتی ہین جن مین سے ہر ایک دو یا اس سے زیادہ شخصون کی محنت کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ان ہی ممالک مین سے کہ ایسی ضخیم کتابین بھی شائع ہوتی ہین جن کا عجم بعض اوقات سیکڑون سے گزر کر ہزارون ماہرین کے

رشحات قلم کا حاصل ہوتا ہے۔ ایک ہماری زبان ہے جس مین باوجود اسکی بیس بتی بستی کے آج تک ایک بھی ایسی کوشش یا تحریک نہین ہوی جس کا منشا یہ ہوتا کہ حامیان اُردو اپنی متحدہ قوتون سے ایک ایسا سلسلہ تصانیف طیار کرین جس سے نہایت ضروری ابتدائی معلومات کا ہی مختصر ذخیرہ جمع ہوجاے۔ مگر سوال یہ ہے کہ اسکا الزام کس کے سر ہے؟ اسکا الزام کسی کے سر نہین اور ہر اُس شخص کے سر ہے جو کچھ کرسکتا تھا اور اُس نے کچھ نہین کیا۔

۱۲۔ ہماری تمام بحث اُردو کے متعلق نامکمل رہ جاے گی اگر ہم زبان کے نہایت مشہور صیغہ اخبارات ورسائل وغیرہ کو بغیر ذکر کیے چھوڑ دین۔ فی زماننا اخبارات ہر مہذب و متمدن ملک کی ایک عظیم الشان قوت ہین سیاسی حیثیت (جو ہماری موجودہ بحث سے خارج ہے) کے علاوہ انکا زبان اور ادب پر بھی بڑا اثر ہے۔ حتیٰ کہ کسی قوم یا اخباری حالت سے اُسکی سیاسی ترقی کی طرح ادبی ترقی کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ہر قسم کے مضامین و مباحث پر خامہ فرسائی ہونے کی وجہ سے زبان کے اظہار خیالات کی صلاحیت بڑھتی ہے اور اخبار مین پبلک کی معلومات وسیع ہونے کے ساتھ خود اُنکی طلاقت لسانی بہت زیادہ ہوجاتی ہے۔ جو لوگ مغربی دنیا کی اخباری حالت سے ناواقف نہین ہین وہ اس بارے مین اختلاف راے نہین کرسکتے کہ قابل تقلید نمونے اپنے پیش نظر ہوتے ہوے اُردو زبان کا عالم اخباری فی الجملہ مستحق ستایش نہین سمجھا جاسکتا۔ سیاسی نقطۂ خیال سے اُپر کچھ کم نکتہ چینی نہین ہوسکتی لیکن ادبی اور زبانی حیثیت سے بھی اُن مین بہت سی عیب جوئی کی گنجائش ہے۔ قطع نظر اسکے کہ فن اخبار نویسی (جو لازم) سے عام طور سے ناواقف ہونے کے باعث اخبارات کا نظام اور انکی ترتیب کس قدر پریشان بے اصول اور بعض اوقات خلاف قاعدہ ہوتی ہے یہ کتنی افسوسناک بات ہے کہ اخبارات کی زبان سے بجاے ہمارے ادب کی موجودہ صلاحیت ہی کے آثار مویدا ہونے کے اسکے ناجائز انکسار اور رقت فاک کمزوری کی علامات اکثر آشکارہ ہوتی ہین۔ ایسی مثالین متعدد بتائی جاسکتی ہین جنھین دیکھکر تعجب ہوتا ہے کہ بیسوین صدی مین ایسی ناکارہ اور قابل احتراز اردو کس طرح اظہار خیالات کا جائز آلہ تصور کی جاسکتی ہے بلکہ بعضے اُردو اخبارات تو ایسے ہین جن کا کام اُردو کو مسخ کرنے کے سوا اور کچھ نہین ہے۔

یہ تو ایسے اخبارات اور رسائل کا ذکر تھا جن کے اغراض مین ادبی خدمت مثل دیگر جلیل القدر ملکی و قومی و مذہبی جذبات کے شامل نہین ہے اب اُن اخبارات اور رسائل کو لیجیے جنکے اغراض کا لب لباب

اُردو کی ادبی۔ علمی۔ تاریخی۔ اخلاقی (اور خدا جانے کیا کیا) خدمات ہیں سب سے پہلے تو یہی افسوسناک امر ہے کہ انکی تعداد قلیل ہے جس کا مورد الزام بے شوق اور بے توجہ پبلک کے سوا کس چیز کو بتایا جا سکتا ہے؟ یہ تھوڑے سے نام نمود کے علمی و ادبی رسائل بھی کچھ اچھی حالت میں نہیں ہیں۔ تجربے نے ثابت کیا ہے کہ اس قسم کے اکثر رسائل تھوڑی سی مدت بعد ایک خاص مرض کا شکار ہو جاتے ہیں وہ یہ ہے کہ جب رسالہ کی اشاعت اچھی ہو جاتی ہے تو خادمان ادب یعنی کارکنان رسالہ ایسی بے پروائی برتتے ہیں کہ بہت جلد پرچے کی حیثیت گھٹ جاتی ہے۔ آخر وہ رسالہ جو ایسی دھوم دھام سے نکلتا ہے نہایت خاموشی کے ساتھ تھوڑے ہی دنوں میں روپوش ہو جاتا ہے۔ اکثر لوگ اس وجہ سے بھی رسالوں کی جانب سے بدگمان ہو گئے ہیں اور کسی اچھے سے اچھے نئے رسالے کو خریدتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ ہمارے ادبی رسالوں کے علاوہ کارکنان رسالے کی بے پروائی کی ایک دوسری بدقسمتی بھی ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے ادب کے اکثر انشا پرداز مشہور و مقتدر ہو جانے کے بعد اپنے مضامین کی تیاری میں اس محنت اور دماغ سوزی سے کام نہیں لیتے جس سے وہ ابتدا میں کام لیتے ہیں۔ کہنہ مشقی کے بھروسے اور شہرت کے سہارے پر انکے ادنیٰ قسم کے مضامین "بہترین" رسالوں کی قطار میں جگہ پا جاتے ہیں سخت ناانصافی ہوگی اگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی نہ کہدیا جائے کہ فی الحال اُردو کے معاونین انشا پردازوں کی تعداد نہایت ہی محدود ہونے کی وجہ سے ہمارے مضمون نگار رسائل کی مانگ کو اچھے مضامین سے پورا نہیں کر سکتے۔ بہرحال چاہے اس کا باعث وہ عیب ہو جو اکثر مصنفین میں پایا جاتا ہے یا انکی معذوری ہو، یہ نقص واقعی ہے جس سے بچنے کی ہماری زبان کے انشا پردازوں کو ویسی ہی سخت ضرورت ہے جیسی کارکنان رسالہ کو مذکورۂ بالا خطروں سے بچنے کی۔

۳ اب صرف ایک بحث اور باقی رہ گئی ہے اور وہ لکھائی چھپائی کے متعلق ہے۔ ہماری زبان کی واقعی یہ بہت بڑی خوش قسمتی ہے کہ اُسے ایک ایسے رسم الخط کا پابند بنا دیا گیا ہے جو اپنی اختصاری و اجمالی خصوصیات کے باعث دنیا کے کسی رسم الخط کو اپنی جگہ نہیں دے سکتا۔ بیشک کتابت میں تھوڑی سی اصلاح کی گنجایش ہے اور زیادہ صحیح اور صاف بنانے کے لیے چند علامات کی تعیین و ترویج باقی ہے۔ لیکن یہ ایسی بڑی دقت نہیں ہے جسکے دور کرنے میں ترقی خواہ اُردو کو کچھ زیادہ دشواری کے پیش آنے کا اندیشہ ہو سکے۔ عربی اور فارسی مغرب کی علامات حرکت، وقف و سکون میں سے چند مناسب علامات اُردو کے لیے بڑی آسانی سے منتخب ہو سکتی ہیں جسکی ترویج بھی تھوڑی سی مدت میں ہو جانا ممکن ہے۔

رہی چھپائی اور کتابون کی ظاہری حیثیت اور نمایشی شکل و صورت اسمین ہماری زبان کی کتابین بیشک ابھی بہت پیچھے ہین جس کی وجہ یہ ہے کہ مطالعہ کرنے والون کی تعداد قلیل ہے اور اہل ملک بہت غریب ہین کوئی شخص اچھی شکل و صورت کی کتابین چھاپ کر یا چھپوا کر فائدہ نہین اُٹھا سکتا۔ لیکن باوجود اس تمام خستہ حالی کے ملک مین اچھی چھپی ہوی کتابون کے چھاپنے اور خریدنے کے شوق کے آثار پیدا ہو چلے ہین اور پڑھنے والون کی تعداد مین اضافہ ہو جانے کے بعد ہمین قوی امید ہے کہ اعلے قسم کی لکھائی چھپائی اور عمدہ کاغذ کی کتابین آیندہ اُردو زبان مین کثرت سے شایع ہونے لگین گی۔ لکھائی چھپائی کی اصلاح و ترقی کچھ پریشان کن عقدہ نہین ہے پریس کی حالت اب بغیر سنبھلے نہ رہ سکے گی سب سے زیادہ قابل توجہ مسئلہ اُردو زبان مین توسیع معلومات کا ہے بیکار اور فضول کتابون کا اعلے خصائص کے ساتھ چھپنا نہ چھپنا ہمارے ادب کے واسطے برابر ہے۔ اُردو کی کامل ترقی تو جبھی ہو کہ جب لباس کے ساتھ ملبوس بھی باجمال ہو

۱۴۔ یہ امید کہ ایک دن لباس و ملبوس دونون دیدہ زیب اور دلکش ہو جائین گے کوئی شاعرانہ خیال نہین ہے جن قدرتی اسباب کی بدولت اُردو کی ولادت اور اُسکا نشو و نما ہوا ہے اُن ہی کی بنا پر ایک دن اُردو ہندوستان کی مسلمہ بین الاقوامی زبان ہو کر رہے گی۔ ابنای وطن کچھ ہی کہین گمنت کے محکمے اب نا واقف نہین ہین۔ زمانہ سب سے بڑا معلم ہے وہ انھین بتا چکا ہے کہ وہ تمام سذباب چیزین جو اہل ملک کو ایک دوسرے سے جدا کرتی معدوم کیے جانے کے قابل ہین۔ زبانون کا فرق بھی بہت کچھ مانع اتحاد ہے اور دلدادگان استحکام فرض ہے کہ وہ اہل وطن کو اتفاق کی برکتون سے آگاہ کرتے رہین۔ انھین یہ بتادین کہ حصول مقصد کے لیے سب سے پہلے انھین ایک مشترک ملکی بین الاقوامی زبان کی ضرورت ہے جسکے بغیر تبادلہ خیالات اور یکرنگی ناممکن ہے

خدا کا شکر ہے کہ علمای ہند کی تمام قومین اُردو کے لسان مشترک ہونے کی معترف ہین۔ ہندوون نے مسلمانون سے بڑھکر عملاً اُردو کی سرپرستی کی ہے اور عیسائیون نے سب سے بڑھکر اُردو کے خدمات انجام دیے ہین۔ اگر یہی مسعود تبدیل و نمارہین تو ایک دن اُردو ضرور ہند کی مادری زبان ہو کر رہے گی جس طرح اُردو ہند کی ہر قوم و ملت کی نمک پرورده اور خادمہ ہے اُسی طرح ملک کی ہر قوم و ملت کو اس کا مربی اور خادم ہونا چاہیے۔ اگر ہند کا مستقبل کسی طرح شاندار ہو سکتا ہے تو بلا شک و شبہ سب سے بیشتر اُردو کا مستقبل شاندار ہوگا۔

سید حسن برنی (علیگ)

# کارنامۂ حسن

ہے فلک پر قدرت باری کے یوں نور فشاں اک ماہ مبین
کہ منور جس سے سرتاسر مخلوق خدا کے دل کی زمین

کورا اسکو یہ بیضا سمجھا۔ بیمار اسے عیسے سمجھا
مجنون نے اُسے لیلےٰ سمجھا۔ فرہاد اُسے سمجھا شیریں

واسق نے اُسے عذرا سمجھا۔ ہاروت اُسے زہرہ سمجھا
موسیٰ نے نہ جانے کیا سمجھا غش ہو کے گرے دیکھا جبیں

محمود ایاز اُسکو سمجھا۔ شہ کشور نازاُسکو سمجھا
شایان نیاز اُسکو سمجھا۔ کیا تشنۂ طاعت زیب جبیں

اُس نے سمجھا ہے اِسکو صنم تو نے جانا ہے شمع حرم
برق خاطف کہتے ہیں ہم جسکی ہیں تاب دیدہ نہیں

نیروں کے لیے ہے جام دسبو۔ آہو کے لیے سبزہ کا نمو
قمری کے لیے سرو و لجو۔ بلبل کے لیے ہے گل رنگین

اک جا گہر پُر آب وفا۔ اک جا نور دل اہل صفا
اک جا تیغ پر خون جفا۔ اک جا شکن بالا ے جبین

کہیں نخل پری کہیں ناگن ہے کہیں چشم آہوے پُر فن ہے
کہیں باغ مین لالہ و سوسن ہے۔ کہیں نیف دامان گلچین

کہیں زرکش چشم کہیں گارو۔ کہیں غنچہ دہن کہیں سنبل مو
کہیں شعبدہ گر کہیں عربدہ جو کہیں شان خدا کہیں مے حسین

کہیں غمزہ ناز روے زیبا ہے کہیں روح روان تمنا ہے
کہیں رحمت جان لیجا ہے کہیں ملک مصر مین تخت نشین

کبھی محسود ابناے زمان۔ کبھی نور دیدہ چاہ کنعان
کبھی روشنی کنج زندان۔ کبھی شمع ہدایت راہ یقین

کبھی مایۂ ناز تعیّش ہے۔ کبھی پرتو برق تجلّی ہے
کبھی مضطر دل کی تسلی ہے کبھی شان خدا کبھی روے حسین

کبھی صحرا گزیدن کا مہمان۔ کبھی زیب دہ قصر سلطان
کبھی شیر افگن کا ہاے جان۔ کبھی تاج شاہ کا دُر ثمین

گہ دام پے مرغ دل ہے۔ گہ محو نظارۂ بسمل ہے
گہ صید فگن گہ قاتل ہے۔ گہ تیر قضا گہ خنجر کین

گہ باعث الفت وانس ہے گہ مقصد جذب صادق ہے
گہ مثیل قلب عاشق ہے۔ گہ سوز دل شیداے حزین

یہ مطلب ہر اہل دل ہے۔ یہ مراد فرد کامل ہے
زاہد بھی اسی پر مائل ہے۔ کہنے کو ہے طاق چو العین

یہ حسن یہ اک روشن لو ہے۔ نظارۂ سوز پر ضو ہے
مگر اسکا نور اک پرتو ہے یعنی روشن بالذات نہین

ہان جس سے ہے روشن نام اسکا جس سے ہے یہ شہرہ عام اسکا
یوں جس سے بڑھا اکرام اسکا وہ عشق ہے انور اسکا ہین

ہے شان نمود حسن اس سے۔ یہ ہست و بود حسن اس سے
عالم مین وجود حسن اس سے بے عشق کے ہیچ ہین حسن و حسین

اے عشق اے تابت خشنده اے جوہر محض اے نور متین
تو شمس نظام قدرت ہے یہ حسن اگر ہے ماہ مبین

تو جس نورانی منظر تو لعل کا ہے رنگ اسمہ — تو آب رخ تابان گہر تو داغ دل مانی حزین
تیرے فیض سے حسن کے جلوے ایسے کچھ مشہود ہوے — آخر اُس کو جوہر سمجھے جہان کے اکثر ظاہر بین
ارباب دل واقف ہیں مگر یہ حسن ہے عرض اور تو جوہر — آتا نہ کسی کو حسن نظر گر تیری ضیا ہوتی نہ مبین
اوصاف اپنے اے عشق سُنے اب ایک حکایت بھی سُن لے — ایسی کہ جواب اُسکا تجھسے ممکن ہی نہیں ممکن ہی نہیں
وہ حسن نوازی کی تونے وہ حسن کو عزت دی تونے — وہ شان اے بخشی تونے وہ ناز سے وہ جفائیں سہیں
کہ نیاز بانی جور و جفا اور خوگر غمزۂ ناز و ادا — ہوا متحسن تسلیم و رضا غرض اس کی ترکیبیں بدلیں
وہ طرز ستم اسے یاد ہوے کہ ہزاروں دل ناشاد ہوے — آہ ارمان سب برباد ہوے سب آرزوئیں پامال ہوئیں
آ تجھکو دکھاؤں ایک سماں اک حال پراندوہ و حرماں — جب ایک قیامت کا سامان واللہ عجب منظر خونیں

قطعہ

وہ مریض جو بستر غم پر ہے کیا دیکھتا ہے کہ دم پر ہے — حسرت کی نظر کبھی ہم پر ہے کبھی سوے فلک کبھی سوے زمین
پیرے روتے اُسکے نصیبوں کے نبضوں پر ہاتھ طبیبوں کے — نالے ہیں لبوں پہ غریبوں کے یوں جمع عزیز سرہانے ہیں
ہیں نبضیں ساقط حال ادھر نہ دوا کا عمل نہ دعا کا اثر — مہمان ہے دنیا کا دم بھر ترے عرق آخر ہے جبیں
جب یاس کا دریا چڑھتا ہے حسرت کا تلاطم بڑھتا ہے — یہ تیر کا مطلع پڑھتا ہے باچشم پُرآب و صد آہ حزیں

اٹھی ہو گئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اُس بیماری دل نے آخر کام تمام کیا

حسن کے جور و تعدی سے بظاہر ہیں نبی نوع پر اسکے — لیکن تو اگر مجھ سے پوچھے میرا تو یہ ہے ایمان و یقین
خون مریض اے عشق ستمگر تیری قسم تیری گردن پر — تونے نازِ حسن اُٹھا کر ایسی جفائیں اُسکو سکھائیں

مانی جائسی

جو کچھ الفاظ مسمّٰی حشر کے عنوان سے حضرت مانی کی پاکیزہ نظم کسی تحریف کے ساتھ چھپی ہے اور کتابت کی غلطیاں ہی اسمیں رہگئیں اسکا سبب جو نہ کی بعجلت تیاری اور ہماری بعد مسافرت ہے۔ وصف اس قصیدہ کے حضرت مانی تپنی مسمّٰی سے بالا و لا برتر ہے رحمت فرمائی۔ ہم پر صوت کے شکر گزار اور معافی کے خواستگار رہیں۔ سب اڈیٹر

# میت اور عزا کے مراسم

۱۔ عدم و ہستی کے خیال سے گزر کر اگر دیکھیے تو زندہ اور مردہ میں کچھ یوں ہی سا فرق معلوم ہوتا ہے اسی وجہ سے ایک خاص حالت کی شباہت پر نظر کرکے یہ کہا گیا ہے "النوم اخ الموت" سوئے اور مرے ہوئے آدمی کے پیکر خاکی میں صرف اتنا ہی تو فرق ہوتا ہے کہ ایک کے سینہ میں سانس چلتی رہتی ہے اور دوسرے کا جسم بے حس و حرکت ہوتا ہے۔ غشی اور مردنی کی حالتیں اس سے بھی زیادہ ناقابل امتیاز ہوتی ہیں جنمیں آدمی کو اپنی کچھ خبر تک نہیں رہتی اور جسم بالکل ٹھنڈا ہو جاتا ہے مگر چونکہ دیکھنے والوں کو یہ یقین ہوتا ہے کہ ایک کے جسم میں روح ہے اور دوسرے کے جسم سے روح پرواز کر گئی ہے اسلیے بے حس زندہ اور بے حرکت مردہ کے ساتھ زمانہ میں کس قدر مختلف برتاؤ کیا جاتا ہے ایک کو پانی چھڑک کر، نخلہ سنگھا کر، بید مشک میں ڈال کر ہوش میں لایا جاتا ہے اور دوسرے کو بہ تعجیل تمام سامنے سے ہٹانے کی فکر کی جاتی ہے۔ کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ جب ایک دم پہلے اسی شخص کی سانس چل رہی تھی تو کوئی اسکے پاس سے ہٹنا گوارا نہ کرتا تھا مگر جونہی نبض ساقط ہوئی اسی شخص کو ہمیشہ کے لیے جدا کر دینے کی فکریں ہونے لگیں انسان کا مزاج بھی کس قدر تغیر پسند ہے کہ وہ عزیز جنکی چند روزہ جدائی اسے اتنی شاق ہوتی تھی کہ ہنگام رخصت اسکی طرف دیکھکر آنکھ سے آنسو نہیں پڑتے تھے انہیں کو ایکدن خود ہمیشہ کے لیے جدا کرتا ہے!! جنکی صورتوں کا آنکھ سے اوجھل ہونا اسے گوارا نہ تھا انھیں کے پیارے چہروں کو اپنے ہاتھ سے کفن میں لپیٹ کر ڈھانکتا ہے اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ یہ کوشش کرتا ہے کہ مردے کے جسم کو اس طرح ناپید کر دے کہ کسی کو پھر دیکھنا نصیب نہ ہو۔

۲۔ ہر قوم ہر ملت اور ہر مذہب میں مردے کے ساتھ قریب قریب یکساں برتاؤ کیا جاتا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ موتے کے اکثر مراسم کی بنیاد مذہب، اخلاق، فطرت اور طب کے اصول پر ہوئی ہے۔ ملکی اور قومی ضروریات کے مطابق ان رسموں کی ترمیم ہوتی رہی مگر جہالت کے اثر سے اکثر خراب، لغو اور غیر ضروری رسمیں بھی رفتہ رفتہ ایسی جاری ہو گئیں کہ انکی پابندی کو عوام ضروری رسموں سے کچھ کم لازمی نہیں سمجھتے۔ اور یہ بری اور بھی رسمیں کچھ ایسا گھل مل گئی ہیں کہ انکو حسن و قبح کے لحاظ سے علیحدہ کرنا اتنا ہی دشوار ہو گیا ہے جتنا گیہوں سے چھلکے کا جدا کرنا۔

۳۔ موت کے نتیجہ اثر میں سے پہلی چیز اعزا اور اقربا کا رونا پیٹنا ہے۔ اور ایک عزیز کی سانس ٹوٹی اور میت کے گرد گھر والوں کا ہجوم ہو گیا۔ میت پر زیادہ رونا پیٹنا دنیا کے تمام بڑے مذاہب کے نزدیک مذموم ہے جیسا

کہ واللہ یحب الصابرین کے بلیغ الفاظ میں گریہ وزاری کے بے سود ہونے کی طرف خود قرآن اشارہ کرتا ہے عیسائیون کے یہان بھی بآواز بلند رونا قطعاً ممنوع ہے۔ اہل ہنود اگرچہ گریہ وزاری کی تقسیم متوفی کی اہمیت پر کرتے ہیں مگر انکو بھی ہدایت ہے کہ اگر کوئی معمر اور سن رسیدہ آدمی مرے تو اسکی عمر طبعی پر پہنچ کر مرنے کی خوشی کرو۔ یہ سب سے مگر غم رسیدہ دل جسکو کسی عزیز کی جدائی کا داغ نصیب ہوتا ہے۔ مذہب کی ہدایت کو پس پشت ڈال کر عالم بیتابی میں بغیر روے قرار نہیں لیتا ؎

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیون ۔۔۔ روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیون

یہ بیقراری سے رونا دھونا صرف تھوڑی دیر رہتا ہے اسکے بعد دفن و کفن کا سامان ہونے لگتا ہے مختلف اقوام میں تجہیز و تکفین کی رسم کے ادا کرنے کی صورتوں میں اختلاف ہے۔ کفن پورا یا آدھا سفید یا سیاہ سادہ یا بھڑک دار سب ہی دیتے ہیں البتہ دفن کرنے کے طریقے مخصوص ہیں مسلمان غسل و کفن دینے کے بعد گہری قبر کھود کر ایک لحد میں مردہ کو آرام لٹا دیتے ہیں۔ اہل ہنود میں سے بعض نرقے لاش کو جلا کر راکھ برباد کر دیتے ہیں یا زیر خاک دفن کر دیتے ہیں بعض نعش کو دریا برد کرکے بجاے اسکے کہ خاک دفن کریں تہ آب مدفن قرار دیتے ہیں اور اس طرح عضو عضو کی ہڈیاں ادھر ادھر چھٹک کر پانی کے نیچے خدا جانے کتنے مدفن بناتی ہیں جو کسی ہجراں نصیب کے اس آرزو کا مصداق ہو جاتے ہیں ؎

دل پارہ پارہ تجھکو کوئی یوں تو دفن کرتا ۔۔۔ وہ جدھر نگاہ کرتے اُدھر اک مزار ہوتا

عیسائیوں کی میت پر نظر کیجیے تو وہ سیاہ کفن دے کر تابوت کو سیدھا کھڑا کرنے کے بعد قعر زمین میں چُن دیتے ہیں۔ پارسی اپنی میت کو بجنسہ گنبد نشینی میں ڈال دیتے ہیں۔ طریقے جو کچھ بھی ہون اصل غرض سب کی یہی ایک ہوتی ہے کہ جسم کو جلد سے جلد نیست و نابود کر دین حسن رحم اور طبی اصول کو مدنظر رکھکر اہل اسلام خاک کے پتلے کو احتیاط کے ساتھ سپرد خاک کرتے ہیں اہل ہنود اپنے اصول حکمت کے موافق مٹنے والے کو بالکل مٹا کر خاک میں ملا دیتے ہیں۔ عیسائی مردہ کو کھڑا رکھکر دوسرے دنیا کے فشار کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور پارسی یہ چاہتے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی یکجائی رہے اور سب کا حشر ایک ہو۔ آخری نتیجہ سب کا ایک ہوتا ہے۔ ایک طرف بڑے بڑے نازک اندام تہ خاک حشرات الارض کی غذا ہو جاتے ہیں اور انکی ہڈیاں سرمہ کی طرح پس کر قدرتی استحالہ سے جزو خاک ہو جاتی ہیں دوسری طرف جو اجسام کہ قعر دریا کے سپرد ہوتے ہیں وہ دریائی جانوروں کی غذا ہو جاتے ہیں۔ پانی کے نیچے ان سافران عدم کا چاہے خیالی مدفن سمجھ لیا جاے مگر حقیقت میں نہ انکی کہین قبر ہے نہ مزار کیونکہ جب کہ دریا کی پر شور لہرون میں انہین کا ماتم بپا ہو رہا ہو اور انھیں کی بیکسی پر حباب کے پردہ میں پانی پیٹ پیٹ کر

رات دن ہوتا ہو۔

اکثر مرنے والوں اور بعض پس ماندگان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ انکا یا انکے بزرگ کا نام و نشان کسی ظاہری یادگار سے باقی رہے۔ بقاے نام کے خیال سے بڑے بڑے مقبرے اور دوامی نشان کی غرض سے بڑی بڑی مستحکم قبریں بنوائی جاتی ہیں مگر آہ یہ خیال نہیں ہوتا۔

نہ ہے قبر دارا نہ گور سکندر ۔۔۔ مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

اسکی خبر نہیں کہ ہماری بنوائی ہوئی عمارتیں بھی اول تو تھوڑے دنوں میں خود ہی منہدم ہوجائیں گی اور اگر باقی بھی رہیں تو ایک قرن کے بعد والی نسلیں یہ بھی نہ جانیں گی کہ یہ کس کی قبر یا کس کا مقبرہ ہے اگر عمارت کی شان و شکوہ نے اپنی طرف انکی نگاہ بھی پھیر لی تو وہ انکی کچھ بہت زیادہ پروا نہ کرینگے کہ یہ کس کے نام سے موسوم ہے اور اسکا بنیادی پتھر کون رکھ گیا ہے کاش وہ یہی اتنا سمجھتے کہ صفحۂ ہستی پر سوا نیکیوں کے نقوش کے سارے نقش مٹنے والے ہیں اعمال حسنہ اور مکارم اخلاق کسی کی بہترین یادگار ہوسکتے ہیں مقبرہ گر جاے قرمٹ جاے مگر انکے کارنامے نسلاً بعد نسلٍ یادگار رہیں گے انکی خوبیوں کا تذکرہ ہمیشہ الفاظ خیر سے کیا جاے گا اور انکے اخلاق و اوصاف کی شہرت سلاطین کی ملک گیری کی شہرت سے زیادہ پائدار ہوگی انکی نیکیوں کے صحیفے ستاروں کے چمکتے ہوے پیکر کی طرح چم چم چمکتے رہیں گے جیسا کہ لسان الغیب حافظ شیرازی فرمارہے ہیں ؎

بریں رواق زبرجد نوشتہ اند بزر ۔۔۔ کہ حسنہ کوئی اہل جہان نہ خواہد ماند

بڑی بڑی عمارتیں کھڑی کرنے سے کہیں بہتر ہے کہ مردے کے نام پر کاہاے خیر کیے جائیں۔ ہر فرقہ یہ یقین رکھتا ہے کہ مردہ کے نام پر جو کارہاے خیر کیے جاتے ہیں ان سے اسکی روح کو ثواب پہنچتا ہے اسی امید پر تو کوئی اسکے نام پر پن کرتا ہے۔ کوئی مسکینوں کو کھانا تقسیم کرتا ہے۔ کوئی فاتحہ خوانی کرتا ہے مسلمانوں کے یہاں موت کے دن سے چالیس دن تک صف ماتم بچھی رہتی ہے اور تیجہ یا سوم۔ پانچویں۔ دسویں بیسویں اور چالیسویں کی رسمیں جنمیں فاتحہ خوانی ہوتی ہے اسی دوران میں ادا کی جاتی ہیں۔ ان دنوں میں میت کے سوگوار غم عزیز کو پُرسا دینے کے لیے خاص طور سے اعزا اور احباب آتے ہیں۔ فاتحہ خوانی مذہباً اور پرسا دینا اخلاقاً ہم پر فرض ہے مگر ہندوستان کے اکثر حصوں میں فاتحہ خوانی اور پرسا دینے کو ظاہرداری اور دنیا سازی کی رسم قرار دیدیا ہے ہفتہ کے کچھ دن مثلاً دوشنبہ جمعرات جمعہ ان کاموں کے لیے موزوں سمجھکر مخصوص کردیے گئے ہیں کچھ عجب بات ہے کہ فاتحہ خوانی کے لیے ایسے لوگ آتے ہیں جنکے حرکات سکنات صورت اور حالت سے ہرگز یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ کسی شخص کے لیے دعاے

مغفرت کرنے کو جمع ہوے ہین جسکے قبول ہونے کا دارومدار خلوص نیت پر ہے جو لوگ پرسا دینے آتے ہیں انکے دل خواہ متاثر ہون یا نہون انکو آواز بکا بلند رونا لازمی ہے یہی حال ان عورتون کا ہے جو اپنے اوپر فرض سمجھکر آتی ہین کہ مُنھ ڈھانپ کر زور زور سے کارن کیا جاے چاہے رونا آئے یا نہ آئے۔ مُنھ شاید اسلیے ڈھانپا جاتا ہے کہ چہرے سے یہ ظاہر نہو کہ اسپر حزن وملال کے اسقدر آثار نہین پاے جاتے جسقدر ظاہر کیے جاتے ہین اور اتنا جوش اشک نہیں ہے جتنی آواز بکا بلند ہے۔ سوگوار میت عزیز کا دل تو چوٹ کھایا ہوتا ہی ہے۔ اس تصنع کو اپنے وفور غم کی وجہ سے خلوص سمجھکر وہ بیساختہ رونے لگتا ہے اور گھر بھر میں ایک کہرام مچ جاتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد غدر یا پرسے والے صاحب توجہ ہوکر پان تمباکو کھانے اور باتین بنانے لگتے ہیں۔ مگر ریش خوردہ اور غم رسیدہ دلون کو جلد کیون صبر آنے لگا۔ ؎ تھمتے تھمتے تھمین گے آنسو + رونا ہے یہ کچھ ہنسی نہین ہے۔

غنی کے گھر میں سوگوار مستورات بیچاری رویا کرتی ہیں اور ستم یہ ہے کہ دن رات میں بیسیوں مرتبہ ہر شخص کی آمد پر اسکی نوبت آتی ہے بقول شخصے ؎

صبر آتا دیکھکر ظالم نے پھر تڑپا دیا ۔۔۔ میرے قابو میں طبیعت اکبی بار آنے کو تھی

دل کی حالت اسکے مصداق ہوتی ہے۔

اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ان غم رسیدون کا کثرت گریہ وزاری سے کیا حال ہوتا ہوگا یہ مانا کہ اظہار ہمدردی انسانی فرض ہے مگر ایسی بھی کیا ہمدردی کہ پہلو میں بیٹھکر آتش غم سے سلگنے والے دل میں ایک اور لو کا لگا کے اُٹھ گئے۔ کیا محض اس طریقے سے صاحب عزا کی غمگساری کی جاسکتی ہے۔ کیا دلاسے کا کوئی اور طریقہ نہین۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ مرنے والے کا ذکر کسی اور عنوان سے کیا جاے۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ اسکی زندگی کے اچھے واقعات۔ اسکے اوصاف کا ذکر خیر کیا جاے اور اس طرح ہمدردان غم خود بھی متاثر ہون اور اپنے خلوص بھرے ہوے الفاظ سے ان غم زدون کا بھی غم بٹائین جن کو عمر بھر رونا ہے۔ تعجب یہ ہے کہ ہم لوگ ایسے موقعون پر اپنے رویے سے تصنع کا اظہار کرتے ہیں جب ہماری ہر حرکت سے خلوص اور ہمدردی ٹپکنی چاہیے۔ وہ لوگ جو اصل میت پر جاتے ہیں انکو ظاہرداری پر نظر نہین کرتے جانتے ہین کہ ان باتون کا اثر دل پر کیا ہوتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ بہت سی باتیں جن کی ابتدا خلوص اور ہمدردی کے ہاتھون ہوی تھی آج دنیا سازی کے ہاتھون اسمین بالکل کایا پلٹ ہوگئی۔ تعزیت یا پُرسے کی رسم اسلیے رکھی گئی تھی کہ سوگوار میت کے غم میں دوسرے شریک ہون اور وہ تنہائی مین رو رو کر اپنی جان نہ کھوے بلکہ دوسرون کی غمخواری اور تسلی سے اسکو تسکین اور صبر آجاے

مگر برعکس اسکے موجودہ رسم تعزیت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ سوگواریت تنہائی میں تو نہیں ہمدردوں کے ہجوم میں ہلاک ہو جاتا ہے۔ ہم نے خود دیکھا ہے کہ ایک موت گھر میں کئی اشخاص کو مریض بنا دیتی ہے۔ ایک طرف تو غم اور دوسری طرف منھ ڈھانپنا اور کارن کرنا میت کے گھر والوں کو نیم مردہ کر دیتا ہے۔ لطف یہ ہے کہ ان سب باتوں کا نتیجہ کچھ نہیں کسی نے خوب کہا ہے۔

"ممکن ہے کہ رونے والوں کے آنسو انکو قبر میں لیجائیں لیکن وہ کو قبر سے لاکر اُن سے نہیں ملا سکتے"

جب یہ حالت ہے تو پھر ہم کیوں نہ خداوند جلیل کے زبردست وعدہ پر بھروسہ کریں جو "ان اللہ مع الصابرین" کے الفاظ میں ظاہر کیا گیا ہے اور یہ کیوں نہ سمجھیں "صبر تلخ است ولیکن بر شیرین دارد" بیشک اپنے چھوٹوں سے ملنے کا اگر کوئی ذریعہ ہو سکتا ہے تو وہ یہی ہے کہ ہم صبر کے ساتھ اُس دن کا انتظار کریں جب سب ملینگے۔

جو کچھ اوپر لکھا گیا اس سے مطلب یہ ہے کہ ہماری معاشرت میں بہت سی باتیں قابل اصلاح ہیں جہالت و نقل کی عادت سے بہت سی قبیح رسمیں مسلمانوں کی نخل زندگی کا کیڑا ہو گئی ہیں شادی ہو یا غمی ان سب میں ہمارے قومی زوال کی جھلک نظر آتی ہے شادیوں کے دھوم دھڑکے اور فضول خرچیاں ہماری مالی حالت کو درست نہیں ہونے دیتیں اور غمی کا شور و فغاں ہمارے سینہ کی ساری صحت کی چولیں ہلا دیتی ہے۔ ان رسموں کا پورے طور سے مٹنا تو تعلیم کی شاعت اور روشن خیالی پر منحصر ہے پھر بھی جتنے کچھ تعلیم یافتہ اور سمجھدار لوگ ہیں دوسروں کی اصلاح کے لیے بہت کچھ کر سکتے ہیں مگر ہم مراسم کی زنجیریں ایسے جکڑے ہوئے ہیں کہ انکو توڑنا گناہ عظیم سمجھتے ہیں۔ واجبات مذہبی ترک ہو جائیں۔ زکوٰۃ نہ دیں مگر رسم کے خلاف کوئی کام نہ ہو۔ شادی میں ناچ ضرور ہو۔ غمی میں کارن ضرور ہو۔ طرفہ یہ ہے کہ اصلاح مراسم کے متعلق جب کبھی کسی صاحب سے گفتگو آئی تو انھوں نے فوراً تسلیم کر لیا کہ ہاں بہت سی رسمیں ہم میں بُری ہیں مگر ترک کرنے کا جہاں سوال ہوا نغلیں جھانکنے لگے

افسوس کہ اخلاقی ہمت جو کسی زمانہ میں شعار اسلام تھا آج ہم سے اتنی دور ہے کہ ایک چیز کو ہم برا کہتے ہیں پھر اس سے پرہیز نہیں کرتے۔ جانتے ہیں کہ آگے غار ہے مگر رسم کے تانہ پانے کے خوف سے خود بھی ہم اس میں گرتے ہیں اور پیچھے آنے والوں کو بھی گراتے ہیں۔ اے کاش ہم میں کچھ اخلاق کے پکے نیک مثال قائم کرنے والے پیدا ہو جاتے۔

کلب عباس بی۔ اے۔ علیگ،

# تصویر عبرت

کل سو گیا میں فکرِ عذاب و ثواب میں
ویرانہ ایک مجھکو نظر آیا خواب میں

یوں دیکھنے میں تھا وہ بیابان ہولناک
تھیں بستیاں زمین کے نیچے حجاب میں

مٹی کے پُتلے خاک کی بالین پہ سر دھرے
لیٹے تھے مُنھ چھپائے ردائے تراب میں

یوں سنگریزے خاک پہ تھے منتشر تمام
جیسے ہوں داغ غم دلِ خانہ خراب میں

سرد ہوا بہہ رہی تھی آکے بگولے مزار پر
اُٹھ اُٹھ کے گرد بیٹھتی تھی اضطراب میں

تھا نہ تھا کوئی کہ جو پوچھیں یہاں کا حال
حیران میں کھڑا تھا عجب پیچ و تاب میں

ناگاہ اک جوان مجھے آگیا نظر
دنیا سے اُٹھ گیا تھا جو عہدِ شباب میں

صورت اُداس خاک میں نصفین اٹی ہوئیں
چہرہ نہفتہ گرد کی ہلکی نقاب میں

پوچھا یہ میں نے کچھ تو بتا اپنی سرگزشت
کیوں دیکھتا ہوں تجھکو میں اس انقلاب میں

غربال تیرا مصحفِ رخ ہو گیا تمام
کیڑے یہ کیسے لگ گئے ساری کتاب میں

کچھ آبدیدہ ہو کے جو میں نے کیا سوال
مغموم دل سے اُس نے کہا یہ جواب میں

اک دن وہ تھا کہ زینتِ بزمِ جہاں تھے ہم
رندوں کے جمگھٹے تھے ہماری جناب میں

ساقی بریز بادہ و ساغر بہ گردش آر
دن رات کا یہ دور تھا عہدِ شباب میں

آئی کبھی نہ نیند فسانہ سُنے بغیر
ملتی تھی روح نغمۂ چنگ و رباب میں

تہ کر کے رکھ دیا تھا مصلے کو طاق پر
دیکھا کبھی نہ کھولکے خدا کی کتاب میں

اب یہ اندھیری قبر ہے اور ہم اسیرِ غم
کیا پوچھتے ہو روح ہے کیسے عذاب میں

ممتاز حسین

## رباعی

زاہد چہ بشوی خشک نمیازہ کشد
با بیقدمے زبادۂ تازہ کشد

حقّا نہ خود برو نہ بحشر ملزم
آن شخص کہ جامِ مے بانداز کشد

۱ تمنا عمادی پھلواروی

# تذکرۂ سرخوش

محمد افضل سرخوش عالمگیر کے عہد مین ایک مشہور شاعر تھے شاہجہان آباد مین رہتے تھے انھون نے اپنے عہد کے فارسی شعرا کا ایک مختصر تذکرہ لکھا ہے جو آج تک چھپا نہین اور نادر ہے جس کا نام تو کلمات الشعرا ہے مگر تذکرۂ سرخوش کے نام سے مشہور ہے۔

مصنف صاحب دیباچے مین لکھتے ہین کہ حکما کا قول ہے آدمی مین دو چیزین عجیب ہین ایک نبض جس سے بغیر کہے سنے صحت اور بیماری کا حال معلوم ہو جاتا ہے دوسرے کلام موزون جو سرنے کے بعد بھی آدمی کو زندہ رکھتا ہے اور اسی کی بدولت انسان مخاطب بہ تعلیمنا الرحمن ہے بقول ظہوری ؎

ز حیوان منطق آدمی بہتر است　　پس آدم تر آنکو سخنور تر است

شاعر کی نسبت انبیا سے بہت قریب ہے دونون مبدء فیاض سے رجوع کرتے ہین بقول نظامی ؎

پیش و پس قلب صف کبریا　　پس شعرا آمدہ پیش انبیا

غرض تذکرۂ شعرا فائدے سے خالی نہین۔ قدیم شعرا نے جتنے تذکرے لکھے ہین حکیم رودکی کے احوال سے ابتدا کی ہے اور اکبر بادشاہ کے زمانے پر ختم کیا ہے لیکن ایسا تذکرہ لکھنا گویا فضل نویسی ہے۔ ؎

مکرر گرچہ سحر آمیز باشد　　طبیعت را ملال انگیز باشد

بہتر یہی ہے کہ ہم اپنے زمانے کے شعرا کا حال لکھین لہذا تھوڑا حال عہد نورالدین جہانگیر کے شعرا اور عہد عالمگیر کے فصحاء کا لکھا جاتا ہے انمین اکثر وہی شعرا ہین جنکی صحبت سے مجکو فیض حاصل ہوا ہے انمین سے کچھ شاعرون کا تذکرہ نہایت اختصار کے ساتھ لکھا جاتا ہے

میرالٰہی عہد جہانگیر بادشاہ مین ہمدان سے ہندوستان آیا نازک مزاج اور خوش خیال شاعر تھا ؎

مطلع خورشید می سازد رخت کاشانہ را　　سودہ می گردد زبان در وصف رفعت شانہ را

روے در ہم می کشد از روے ما آئینہ ہم　　چین پیشانی ست گویا آئینہ درشان ما

مرزا ابراہیم ادہم سید عالی نسب صفوی شاہجہان کے زمانے مین ہندوستان آئے دلبانہ مشرب اور آزاد رو تھے ؎

برائے نثار مش زشرمندگی ہا اگر جان نہ می داشتم مردہ بودم

نامی خان زمان خلف مہابت خان خان خانان طبیعت بہت رسا پائی تھی ؎

گر نیم مائل رخسار تو حیرانی چیست ورندارم سر زلف تو پریشانی چیست
در رہ عشق صلاح از من رسوا مطلب کافر عشق چہ داند کہ مسلمانی چیست

برائے کعبہ چہ سری زنی خدا این جاست بطوف مردہ کجامی روی صفا این جاست
زپائے تا بسرش ہر کجا کہ می نگرم کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا این جاست

حسن ظفر خان خلف خواجہ ابوالحسن شاعر عالی طبع تھے اکثر کابل اور کشمیر کی صوبہ داری پر معمور رہے جس زمانے مین کابل کے ناظم تھے مرزا صائب تبریزی ان سے ملنے ایران سے آئے اور مدت تک انکی صحبت مین رہے شعراء کے بہت قدردان تھے ایک تذکرہ اپنے زمانے کے شعرا کا اس طرح تالیف کیا کہ جو شاعر ان سے ملا اس کا حال اسی کے قلم سے لکھوایا کلام اچھا ہے۔ فرماتے ہین۔ ؎

بہ تیغ بے نیازی تا توانی ترک ہستی کن فلک تا افگند از پا ترا خود پیش دستی کن
ہر کجا کہ رہم وصف دوستان گویم برائے یار نسرین وشی دکان نہ می باید
زہر مستیم کہ کام با جام شراب افتد مرا از گفتگوئے تازہ سرخوش میتوان کردن

آصف قمی شاہجہان کے زمانے مین ہندوستان آئے تھے فرماتے ہین ؎

شعلہ ام انمازد و دل سیہ پوشیم ما چون چراغ لالہ میسوزیم وخاموشیم ما

اعجاز مولوی محمد سعید خلیق ملنسار تھے تمام عمر تحصیل علوم معقول ومنقول مین صرف کی اکثر طلبہ کو درس دیا کرتے تھے کبھی شعر کہتے تھے۔

کشیدہ ام زجنون ساغرے کہ ہوش نماند دگر معاملہ با پیر مے فروش نماند

اشرف ملا محمد سعید عالمگیر کے وقت مین ہندوستان آئے نواب زیب النسا بیگم کی سرکار مین ملازم ہوے۔

جلوۂ نازت رسائی داد بیدادم مرا کوہ تمکینت دو بالا کرد فریادم مرا
در نامۂ زمانہ بجز حرف جنگ نیست گویا کہ اد سیاہی لشکر نوشتہ اند

از پرہمیشان حالی آخر کار مین صحبت گرفت بسکہ مو آمد بہ کلکم خامۂ تصویر شد

ملا علی گورانی فقیر مشرب تھے۔

ہر کہ شد خاک نشین برگ و برے پیدا کرد  سبز شد دانہ چو با خاک سرے پیدا کرد

بو الحسن یہ شاعر ہندوستان مین نہین آیا میر معز فطرت کے پاس دیوان تھا ؎

احوال شب از شمع سحر گاہ بپرسی  از سوختگان قصۂ جان کاہ بپرسی

رفیع خان باذل وزیر خان کے بھتیجے عالمگیر کے عہد مین آئے تھے صاحب طبع رسا تھے کتاب معالج النبوۃ کو شاہ نامہ کی بحر مین نظم کیا اور جملہ حیوانی اسکا نام رکھا جس مین چالیس ہزار اشعار ہین ۔

عشق را ہر دلے بنسبت قدر جوہر است  قطرہ بر گل شبنم و در تعر دریا گوہر است

بسکہ خرج غم دل مضطرب احوال دہم  ہر کبوتر چو دہم نامہ پر و بال دہم

چہ نشاط بادہ بخشد بمن خراب بے تو  دل گرفتہ ماند قدح شراب بے تو

ملا علی تجلی دور شاہجہانی مین شیراز سے ہندوستان آئے خوش خیال شاعر تھے فکر بلند تھی ۔

در قطرہ قطرہ خونم پیکان آبدار است  چون استخوان کہ پنہان در دانۂ انار است

عبد اللطیف خان صوبہ دار پنجاب مرزا جلال اسیر کے بھائی تھے فکر شعر بہت بلند تھی اور انشا پردازی مین طبع رسا رکھتے تھے ۔

یارم بہ کنج غمکدہ تنہا نشاند و رفت  گفتم کہ من غبار تو دامن فشاندہ رفت

بے داغ عشق خون رود از چشم دل مرا  آیینہ کی بہ غیر عطش چو خاموش شد چراغ

بہر شاعر چو موج بادہ کے گردد زبان من  بہ رنگ شیشہ از مے معنی دارد استخوان من

مست آن جان خوش است کہ گوید بہ روز حشر  من کیستم شما چہ کسانید این چہ جا

جہانگیر بادشاہ باوجود اشغال سلطنت کبھی کبھی زبان فیض ترجمان سے کچھ ارشاد فرماتے تھے طبیعت دشوار پسند خود رو گیر دقت آفرین تھی کسی شاعر نے مدح مین قصیدہ پڑھا ؎ اے تاج دولت بر سرت از ابتدا تا انتہا آپ نے شاعر سے پوچھا تم عروض جانتے ہو اس نے کہا نہین فرمایا اس مین تمھاری جان کی خیر ہوی ورنہ قتل کیے جاتے شاعر نے پوچھا حضور خطا آپ نے فرمایا خطا تقطیع مین ظاہر ہوی ۔

خان خانان نے مشاعرہ کیا جس کا مصرع طرح تھا ؎ ہر یک گل محفت صد خار می باید کشید

آپ نے باغ مین بیٹھکر مطلع کہا

ساغرے را بر بر گلزار می باید کشید  ابر بہار است مے بسیار می باید کشید

ہرکس بہ ضمیر دل صفا خواہد داد آئینۂ خویش را جلا خواہد داد

ہرجا کہ شکستہ بود دستش گیرد بشنو کہ ہمین کار صدا خواہد داد

عید کا چاند دیکھکر ایک مصرع موزون کیا ع ہلال عید بر اوج فلک ہویدا شد۔
نورجہان بیگم موزون طبع اور خوش فکر تھین فی البدیہ یہ جواب دیا ع کلید میکدہ گم بود باز پیدا شد۔
کلید میکدہ کے نام سے بادشاہ کے مُنھ مین پانی بھر آیا اور بہت تعریف کی۔

ایکدن بادشاہ کے پیرہن مین نگینہ لعل کا ٹنکا ہوا تھا جو بہت خوشنما تھا بیگم نے کہا ؎

ترا نگینہ لعل است بر لباس حریر شود بہ قطرۂ خون منت گریبان گیر

جہانگیر بادشاہ کا زمانہ عیش و عشرت کا زمانہ تھا ہر ایک کو اطمینان خاطر حاصل تھا
حکیم صادق قدما کے رنگ پر کہتے تھے کلام درد سے خالی نہ تھا۔

در سخن پنہان شوم مانند گل در برگ گل تیل دیدن ہر کہ دارد در سخن مبند مرا

نمود فاش بہ آنسان کہ گوش گل شنید سکوت من سخن نارسیدہ بر لب را

میر ہاشمی آگرہ کے رہنے والے ایک بزرگ سے ملاقات ہوی تھی شیدا کے ملنے والون مین تھے قدیم طرز کے شاعر تھے

موے سر گردم صفیر بیخ کارم سر نہ شد دست و پاے نیز نم اکنون کہ آب از سر گذشت

میر خلیل نواب زیب النسا بیگم کے ملازم تھے اور انکی تالیفات کو مرتب کرتے تھے۔

حاجت بگفتگو ے ندارد بیان ما سوزد چو شمع بر سر حرفے زبان ما

خانخانان عالمگیر کے عہد مین آے تھے اور زندگی کا زیادہ حصہ دکن مین بسر کیا۔

غبار راہ گشتم سرمہ گشتم طوطیا گشتم بچندین رنگ گشتم تا بچشمت آشنا گشتم

بہر صورت کہ گردیدم نبردم راہ در کویش نواے بلبل بوے گل دباد صبا گشتم

میرزا رفیع دستور جہانگیر کے زمانے مین تھے

در عشق الٰہی ہمہ تقلید گفتگوے این راہ را چو سایہ بپاے کسان بپوے

بر بد سگال بہ شکم از نفاق چون گہر بفروش خویش را و نگہدار آبرو

اضطراب اندر سخن عیب است اما چون بہا مصرع برجستہ باید کوشش ار ماہے رسد

محمد امین ذوقی صاحب سخن تھا

گنہ ہم را عذابے بایدازدوزخ فزون ترسم کہ سوزندم بہ داغ ہجر فردائے قیامت ہم

میر احسن بیگ رفیع نظر محمد خان والی توران کے میر منشی تھے ہند وستان مین آکر شاہجہان کے دربار مین پنج صدی منصب پر سرفراز ہوے اور عہد عالمگیر مین دیوانی ہوتات صوبۂ کشمیر کی خدمت پر ممتاز رہے بادشاہ انکو اکثر اپنی صحبت مین رکھتے تھے اور جب کسی عہدے پر مقرر ہوکر صوبے مین جاتے تھے واپس بلاے جاتے تھے اس تغیر و تبدل پر برخواستہ خاطر ہوکر بادشاہ کی خدمت مین ایک شعر پیش کیا۔

یک نفس فاصلۂ نیست سفرہاے مرا رفتن و آمدن من نفسی می ماند

ایک شعر ان کا بہت مشہور ہے جس کو اکثر فخر سے سناتے تھے

عمر گر خوش گزرد زندگی خضر کم است ور بنا خوش گزرد نیم نفس بسیار است

ایک مثنوی شاہجہان آباد کی تعریف مین کہی تھی تخت مرصع کی تعریف مین کہتے ہین

اگر پاسبانش سود مست خواب بہ رویش نشاند زیاقوت آب

عمارات عالیہ کی تعریف مین کہتے ہین۔

قصار فقشش را بجا کے رساند کہ آتش بہ ہمراہی سنگ ماند

باغ حیات بخش کے متعلق کہتے ہین

انار دل کشِ این تازہ بستان بود بے دانہ ہم چون نار پستان

نواب عالیہ بیگم یہ شعر سن کر بہت خوش ہوئین اور پانچ سو روپے صلے مین دیے

چو برشتہ از گہرم گر لباس پوشانی برآورم سر خود را ہمہ بہ عریانی

چو غنچہ کہ بود در میان خرمن گل نشستہ ام بدل جمع در پریشانی

خوشم کہ خیرہ نگنجد میانۂ من و تو چو خاتم و نگین است خانۂ من و تو

از وطن یارے نیاید با سن شیدا برون آدم اتند دست از آستین تنہا برون

خویش را آشنائے حرف مکن نقطۂ امتحان کاتب باش

میر محمد علی راسخ قلندر وضع آزاد مشرب تھے مشق سخن پختہ تھی

جز ہواے نبود این ہمہ ما و من ما خالی از تن چو حباب آمدہ پیراہن ما

میر محمد زمان راسخ خوش خیال بلند نظر نازک بند صاحب فکر رسا تھے

یاد از شام غم بزم خموشان کردیم مشتے از سرمہ گرفتیم و پریشان کردیم
جا سے صبر بہ بالائے جنون تنگ آمد اینچہ از دست برامد بہ گریبان کردیم

مرزا رونق ان کی حقیقت حال معلوم نہ ہوی صرف ایک شعر دستیاب ہوا۔

کمیش سخت دلان ہم فسردگی تنگ ست گواہ این سخن است آتشے کہ در سنگ ست

خواجہ رضا کشمیری خوش فکر تھے

محبت واپس از قطع محبت لذتے باشد کہ شاخ نخل پیوندی بہ از اول ثمر گردد

ان کا حال معلوم نہین ہوا۔

نہ گفتے نہ گلے نے پیام از خارے درین چمن بچہ دل خوش کند گرفتارے
غرض الم بود از خم و نہ فرقے نیست میان چاک دلی و شگاف دیوارے

اگر حریف بلائے ہلاک خویش مخواہ چرا کہ آرزو مرگ عافیت طلبیست

میر جلال الدین سبہ وت لاہور مین دفن تھا تلامش اچھی تھی

بجوانمرگ اگر چون سروی خواہی سر خود را مکن مقراض عمر خویشتن بال و پر خود را

چو آفتاب لب بام آخر وصل ست رسیدہ بر سر ناخن حیات عشرت ما

ملا نزاری جہانگیر بادشاہ کے عہد مین ہندوستان مین آئے تھے خوش طبع اور خوش فکر تھے ایک دن نواب قلیچ خان کی صحبت مین بیٹھے تھے نواب نے فرمایا ہم بھی کچھ شعر کہتے ہین تم نے ہمارا کلام سنا ہے عرض کی ارشاد فرمائیے کہ مستفید ہون حکم دیا کہ ہماری بیاض لاؤ۔ بیاض ہاتھ مین لے کر چند اشعار پڑھے جو بے معنی بے ربط بے سر پیر تھے ملا نے کئی جگہ داد دے کر اپنی استادی کا اظہار کیا۔ نواب آشفتہ ہوے اور خفگی کا بیان دین ملا سر جھکائے بیٹھے رہے جب نواب بک جھک چکے تو آپ نے اٹھکر نواب صاحب سے کہا کہ واللہ ہی نثر تو آپ کی نظم سے بہتر ہے ایک شعر ملا کا دستیاب ہوا۔

دیدہ بہم برزد نم این خانہ خراب است نادیدہ بہم برزد نم این خانہ خراب است
مژگان من از گریۂ بسیار فرو ریخت آخر فتد آن نخل کہ نزدیک بہ آب است

ملا شیدا شاہجہان کے عہد مین ہنگامہ سخنوری رکھتے تھے شاعر پر گو اور خوشگو تھے اپنے عہد مین یکتاے زمانہ تھے ایک قصیدہ کہا جس کا مطلع یہ تھا

چیست دانی بادۂ گلگون مصفا جوہرے — حسن را پروردگارے عشق را پیغمبرے

لوگون نے بہت پسند کیا بادشاہ کی سمع مبارک تک یہ مطلع پہنچا دینی جوش آگیا بہت خفا ہوے اور کہا اس کافر کا کلمہ کہا ام الخبائث کی حرمت قرآن سے ثابت ہے اسکی ایسی تعریف کی ہمارے ملک سے نکل جاے جب حکم اخراج صادر ہوا شاعر نے معذرت مین ایک قطعہ لکھکر کسی مقرب کی معرفت پیش کیا جو قبول ہوگیا۔

جہان پناہا وشاہا لقدر جاہ و جلال — نیافریدہ خدا چون ترا عدیل و نظیر
بہ وصف می نرود سر از من این دو صریع خوش — کہ گشتہ ورد زبان ہم صغیر و کبیر
اگرچہ لطفش عام است وصفتش خاص است — بہ خاص و عام بود شہرہ ہم چو مہر منیر
چنین کہ میکشد اسرار مولوی جامی — کہ ہست گفتۂ او دور از دو تقصیر
بہ وصف ے وصراحی دوبارہ قلقلے — بہ از چہار قلش گفتہ فارغ از تکفیر
مرا کہ فرچہ نسبت بود کہ بہ زمنے — سخن چنین کند و ہیچ فایدش بضمیر

مرا چو شاہ براند کجا بہ خواہم رفت
بگاہ راندن از کف کجا رود شمشیر

مشہور ہے کہ آپ بہت ظریف طبع ہجو گو حاضر جواب تھے طالب آملی سے کچھ ان بن ہوگئی فوراً ہجو مین ایک قطعہ لکھا۔

شب در وز مخدوم ما طالبا — کہ پے ہیضہ دنیوی در تگ ست
مگر قول پیغمبر آمد بہ جا — کہ دنیا ست مردار طالب سگ ست

مرزا امر اللہ بسر خان خانان کی ہجو مین لکھا ہے

نہ تنہا من ہمی گویم کہ امر اللہ مفعول است — خدا فرمود در قرآن کہ امر اللہ مفعولا

بادشاہ سیر کشمیر کو تشریف لے گئے تھے معلوم نہین وہان کچھ دوشالے یا رومال سرکاری گم ہوگئے یا اور کوئی آفت آئی حکم ہوا کہ تمام شاگرد پیشون کی چہارم تنخواہ کاٹ لی جاے۔ اس جرم سے بری کرنے کا اختیار اسلام خان دیوان اعلے کو حاصل تھا ملا سید ابھی اس عذاب مین گرفتار تھے اپنی برءت کے لیے اسلام خان کے دربار مین گئے بساولون نے پاس تک نہ جانے دیا اور بہت بے حرمتی کی گردن مین ہاتھ دے کر سامنے سے ہٹانا چاہا دستار مبارک اس کشمکش مین گر پڑی آپ نے جھک کر کہا نواب سلامت

خدا کے لیے ایک بات میری سُن لو بلائے گئے سامنے جاکر کہا ایک غزل مین نے تمھارے دیوان مین لکھی دیکھی ہے اور وہی میرے دیوان مین بھی لکھی ہے۔ (مراد یہ تھی کہ شاگرد پیشہ مین بھی ہون تم بھی ہو پھر تم کیون بری الذمہ ہو اور مین کیون مجرم ہون) نواب نے ہنس کر ان کو بری کر دیا۔

عشرت لکھنوی

# گوشۂ تنہائی

کیا خوش قسمت ہے وہ انسان — جس کو ہے کچھ اندوہ نہ حرمان
تنہائی ہے مونس و ہمدم — رنج سے خالی فکر سے بے غم
نغمہ ہے نہ ترانہ کوئی — قصہ ہے نہ فسانہ کوئی
فرحت بھی ہے سکون بھی حاصل — گوشۂ دل ہے راحت منزل
رات کو میٹھی نیند میسّر — دن کو باغ کا دل کش منظر
کب ہے خوف خزان سے ترسان — طبع ہے شاداں قلب ہے فرحان
بے فکری کا لطف یہا ہے — گوشۂ تنہائی مین مزا ہے
فکر کا غصہ کا نام نہین ہے — رنج و الم سے کام نہین ہے
دنیا کا ہے منظر فانی — ٹھہرے کیونکر بہتا پانی
آنکھون پہ کب تک پردۂ غفلت — دیکھ یہ گھر ہے مقام عبرت
کوئی جگہ ملتی ہین اکثر — گوشۂ تنہائی سے بہتر
یہ ہے غیرت صحن گلستان — یا ہے بہار گلشن رضوان
دیکھین کب رہبر ہو مقدر — دیکھین کب طالع ہو یاور
عمر دو روزہ چین سے گزرے — مرجائین تو کوئی نہ روئے

(ماخوذ از انگریزی)

اوج گیامی

یارب! ہمین ایک بات درکار ہے صرف — پہنچے اپنی نجات درکار ہے صرف
ہان در پہ ترے پہنچ کے مرنے کے لیے — تھوڑی سی ہمین حیات درکار ہے صرف

# حسن تخیل

اردو رسائل کے ناظرین کے لیے منشی رشید احمد صاحب ارشد تھانوی کا نام نامی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ آپ کی لطیف نظمیں اور پاکیزہ مضامین اکثر ادبی پرچون مین شائع ہوکر ہدیۂ ناظرین ہوتے رہتے ہین صدیون کا بگڑا ہوا ہندوستان کا مذاق شاعری گو اب نکھرتا جاتا ہے لیکن ابھی وہ وقت بہت دور ہے جب یہ کہنا خلاف واقعہ نہوگا کہ اردو لٹریچر مہذب ممالک کی شائستہ زبانون سے بازی لے جاچکا ہے۔ اور شعرائے اُردو کی نازک خیالیان یورپ کے نکھرے ہوے مذاق شاعری سے کسی طرح کم نہین۔

تاہم اس گرے ہوے زمانہ مین ایسے شعراء کا موجود ہونا ہندوستان اور بالخصوص زبان اُردو کے لیے کچھ کم باعث افتخار نہین ہے جن کی مضمون آفرینیان اُردو مین اعلےٰ قسم کا لٹریچر پیدا کر رہی ہین اور ایشیائی و مغربی شاعرانہ خیالات مخلوط ہوکر نئی مگر دلچسپ صورت اختیار کرتے جاتے ہین۔

جناب ارشد تھانوی کا شمار بھی اُنھین بزرگان قوم مین ہے جن کی قلم فرسائی کا زبان اردو پر بار احسان ہے اس مضمون کی جو دلفریب سرخی مین نے قائم کی ہے وہ حضرت ارشد ہی کے اُن نظمون کے مجموعہ کا نام ہے۔ جو وقتاً فوقتاً اردو رسائل کے صفحات مین زینت افروز ہوکر علمی حلقون مین بنظر استحسان دیکھی گئی ہین۔

کتاب کی لکھائی چھپائی اور کاغذ کی نفاست اُس کمی کو پورا کر رہی ہے جسکی عموماً تعلیم یافتہ طبقہ مین شکایت ہے۔ اردو اچھی سی اچھی کتاب کو یہ کہکر میز پر رکھدیتے ہین کہ لکھائی چھپائی ایسی خراب ہے جس کی وجہ سے پڑھنے کو جی نہین چاہتا۔

کتاب کے شروع مین خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب وزیر مال ریاست بھاول پور کا ہاف ٹون فوٹو بھی شامل ہے۔ اور سب سے زیادہ مسرت کی بات یہ ہے کہ محسن تخیل جناب مرزا صاحب جیسے بلند خیال اور مہربان عالم کے نام پر ڈیڈیکیشن کیا گیا ہے۔ تاہم جناب مصنف کی خدمت مین ہمین اسقدر عرض کرنا ضروری ہے کہ اُنھون نے ڈیڈیکیشن کرتے وقت کتاب کی نوعیت کا پورا خیال نہین کیا۔

کتاب حسن تخیل نظمون کا مجموعہ ہونے کی حیثیت سے اس بات کی مستحق تھی کہ کسی سخن سنج* اور باکمال شاعر کے نام پر معنون کی جاتی۔ ہمارے خیال مین خان بہادر اکبر حسین صاحب الہ آبادی اسکے بہترین

* خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب اگرچہ شاعر باکمال ہین۔ مگر باکمال سخن سنج نہین ہین۔ ایڈیٹر

مستحق تھے۔ خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب گو ویسے ہی نکتہ شناس اور سخن گستر ہوں لیکن اُنکا اصلی مذاق فلسفیانہ ہے۔ اگر حُسن تخیل = چند خشک مضامین کا نظم ہونا ہو تو مضائقہ نہ تھا۔

"حُسن تخیل" کا دوسرا فوٹو۔ تصویر ارشد ہے۔ جو مصنف کے اُس شاعرانہ اغراق پر پوری روشنی ڈال رہا ہے جس کی تفصیل جناب محوی لکھنوی نے اپنی نظم موسومہ "تصویر ارشد" میں فرمائی ہے۔ اور جو رسالہ تمدن میں شائع ہو کر اپنی دلچسپی و نفاست کی پبلک سے کافی داد لے چکی ہے۔ لیکن ناظرین الناظر کی دلچسپی کے لیے یہاں ہم ایک اور غیر مطبوعہ نظم درج کرتے ہیں۔ جو اسی عنوان سے ایک فطرت پرست خوشگو نے تصویر مذکور کو دیکھکر لکھی تھی۔ ممکن ہے کہ یہ لطائف ہمیں فروگزاشتیں ہوں۔ مگر جناب ارشد کی قبولیت عامہ کا اس سے پورے طور پر پتہ چلتا ہی ہو ہذا۔

اے معانی آفرین جلوہ نمائے شاعری — حُسن افروز عروس دلربائے شاعری
موجب طرز سخن رونق فزائے شاعری

صاحب "حُسن تخیل" ارشد شیریں زبان — ناظم جدت طراز و شاعر رنگین بیان
مالک ملک سخن فرمانروائے شاعری

کہہ رہی ہے تیری صورت فطرتاً شاعر ہے تو — کہہ رہی ہے تیری حالت قدرتاً شاعر ہے تو
شاعری تیرے لیے ہے تو برائے شاعری

کس لیے جنگل میں ہے مٹھا ہوا زیر شجر — لوٹتا ہے حُسن فطرت کی بہاریں تو مگر
کر رہا ہے اسطرح نشو و نمائے شاعری

تیری آنکھوں سے ہے جذبات لطیفہ کا ظہور — شاہد مضمون کا جلوہ دیکھتا ہے تو ضرور
ہے نظر کے سامنے ہر ہر ادائے شاعری

کچھ نشان افسردگی کا بھی ہے کیوں مغموم ہے — تیری خوش گفتاریوں کی تو بہت کچھ دھوم ہے
جانتے ہیں لوگ تجھکو رہنمائے شاعری

تیرے ہی دم سے بڑھی ہے آج توقیر سخن — ذلت سے تیری ہی وابستہ ہے تعمیر سخن
تو نے ہی کی ہے اسی سے محکم بنائے شاعری

کیسی کیسی بیاری غزلوں کا ہے مجموعہ بیاض — رشک فردوس ہے افکار کا تیرے ریاض

## جبکہ تو سینچے نہ کیون بچہ گل کھلائے شاعری

شروع کتاب مین مسٹر پیارے لال صاحب شاکر ایڈیٹر العصر کا لکھا ہوا مقدمہ بھی شامل ہے۔ عزیز ایڈیٹر نے گو مقدمہ مین شاعری کے چند پہلوون پر دلچسپ بحث کی ہے تاہم مین اسقدر کہون گا کہ شاکر صاحب اپنے مقصد مین پورے طور پر کامیاب نہو سکے۔ مقدمہ مین ایسے دعوے اور دلیلین بھی ہین جن پر تین آدمی بھی بغیر مسکرائے نہین رہ سکتا۔ کچھ مثالین نظیراً پیش ہین۔

آغاز مقدمہ مین فرماتے ہین۔

"زبان عرب کا مقولہ بالکل صحیح ہے کہ "شعرا خدا کے شاگرد ہین" یعنے بے واسطہ انکو مبدء فیاض سے فیض پہنچتا ہے غور کیجیے کہ جب کوئی شاعر یا انشا پرداز نظم یا نثر لکھنے بیٹھتا ہے تو اُسکے پاس مین صرف قلم اور سفید کاغذ ہوتا ہے۔ وہ یہ طے کر لیتا ہے کہ مجھے فلان عنوان پر لکھنا ہے۔ لیکن اُسکو یہ نہین معلوم ہوتا کہ مین کیا لکھون گا۔ اور عنوان پر کیا کیا دلائل لاؤن گا۔ کس کس پہلو سے بحث کرون گا۔ مگر جب تھوڑی دیر طبیعت متوجہ ہوتی ہے اور قلم جولانیان دکھاتا ہے تو دیکھتا ہے کہ سادہ کاغذ سیاہ ہو جاتا ہے"

حالانکہ شاعر اور انشا پرداز جب تک اپنے دلائل اور پیش پا افتادہ مضامین پر اجمالاً غور نہین کر لیتا ہے۔ اور جب تک لکھنے سے پہلے اپنے دل و دماغ سے عنوان اور اُسکے نتائج و براہین وغیرہ کے متعلق اُسکی کوئی قرارداد نہین ہو جاتی تب تک کچھ نہین لکھتا۔ ہان لکھنے کے ساتھ ساتھ مبدء فیاض سے "بیان مفصل" کا فیض ہوا کرتا ہے۔

"الشعراء تلامیذ الرحمٰن" کے صحیح ہونے مین کوئی شک نہین۔ علم اجمالی ہو یا تفصیلی دونون کا فیض مبدء فیاض ہی کے فیض سے ہوتا ہے۔ فرق صرف اسقدر ہے کہ اجمالی تخیل مین حاصل ہوتا ہے اور تفصیلی حالت تحریر مین صفحۂ قرطاس مین جناب مقدمہ نگار صاحب رقم طراز ہین۔

"موزون اور مقفیٰ کلام سے انسان کو بالطبع اُنس ہے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ حرکات نفسیہ و وجدان خون کے ساتھ ساتھ ہر وقت تڑاق پڑاق چلتی ہین"

لیکن یہ واقعہ علمی اسکی تصدیق سے قاصر ہے۔ فیلسوف اسلام خواجہ نصیر الدین طوسی شرح اشارات مین ایک جگہ لکھتے ہین

"چونکہ مقفیٰ اور موزون کلام طرز بیان کے لحاظ سے عجیب اور پاکیزہ ہوتا ہے اس لیے نفس تاطقہ اسکی طرف متوجہ ہوتا ہے"

حکیم وقت ابن مسکویہ کی رائے سنیے۔ تہذیب الاخلاق مین کہتا ہے۔

"جس طرح طبیعت انسانی اپنی تکمیل کے درپے ہوتی ہے۔ اسی طرح نفس ناطقہ اپنی کمی کو پورا کرنا چاہتا ہے"

"یہی کمی اُسے ہر اُس چیز کی جانب متوجہ کر دیتی ہے جسمین تکمیل کی صورت موہوی بھی پائی جائے اور یہی شوق ہے"

اسی بناء پر حکیم ابن سینا اشارات مین مشورہ دیتا ہے کہ عارف کو موزون اور مقفیٰ پند و نصائح کی طرف توجہ کرنی چاہیے سلاست بیان کی وجہ سے وعظ مین دل لگے گا۔ اور طبیعت امور حیوانیہ سے تھوڑی دیر کے لیے علیحدہ ہوکر اس طرف متوجہ ہوجائے گی۔ ایسے عارف پر عمدہ اثر پڑے گا۔ طبی اصول سے دیکھیے تو وہ بھی جناب شکر کے ہم آہنگ نہین۔ شرائین مین خون اتنی قلیل مقدار مین ہوتا ہے جس سے روح حیوانی کو تحلیل ہونے کے بعد غذا مل جاتی ہے۔ اور فضلات دخانیہ کے مدافع اور اچھی ہوا حاصل کرنے کے لیے شرائین کو حرکت انبساطی و انقباضی ہوتی رہتی ہے قوت زندگی کا کام یہ ہے کہ انسان کو زندہ رکھے۔ لیکن شوق اور ادراک یہ قوت نفسانی سے متعلق ہین اور اس قوت کا مرکز دماغ ہے۔

صفحہ (۱۰) مین شاعر کے متعلق فرماتے ہین۔

"وہ جو کچھ لکھتا ہے تحقیق اکتشاف کے بعد لکھتا ہے"

مگر ارسطو جیسا استاذ الکل اور متفرد دقیقہ سنج حکیم کہتا ہے "مقتضایات شعریہ مضامین خیالی کا نام ہے" اسلیے شعر ایسی چیز نہین ہے کہ مواعظ و معارف مین بکار آمد ہو۔ کیونکہ ان مسائل کے ثبوت کے لیے مبادی یقینیہ چاہیے۔

نظامی کا مبلغ شعر ایسا نہین ہے جسمین کسی کو گفتگو کی گنجایش ہو۔ وہ شعر کے متعلق اپنی رائے اس طرح ظاہر کرتے ہین ؎

| | |
|---|---|
| در شعر مپیچ و در فن او | چون اکذب اوست احسن او |

ایک عالم شعر سے رنجیدہ ہوکر کہتے ہین۔

| | |
|---|---|
| ولولا الشعر بالعلماء یزری | لکنت الیوم اشعر من لبید |
| اگر شعر علما کے لیے عیب نہ ہوتا | تو مین آج لبید سے بہتر شعر کہتا |

زبان کی کہ وہی مضمون کی جان ہوتی ہے) مقدمہ مین کئی جگہ غلطیان موجود ہین۔ مثلاً ملاحظہ ہون۔

خیالات ورلے۔ اور چھوٹے چھوٹے بعض ترکاریون کدو وغیرہ کو بھی لگتے ہین اور انسانون کے سینے ان جواہر کے گنجینے ہوتے ہین جناب شاکر نے مقدمہ کے آخر مین کلام اور شعر پر بھی اعتراض کیے ہین۔ عوام لکیر کے فقیر ہوتے ہین۔ جو کچھ لکھا

پاتے ہین - اُسے سہج سمجھتے ہین - اس طرح پر اکثر باکمال اور لغز گو شعرا کی نسبت غلط فہمی پھیل جاتی ہے -

کلام ارشد پر جو کچھ نکتہ چینی کی گئی ہے افسوس ہے اُسمین ہم اکثر کیا سب کو قابل گرفت اور غیر صحیح پاتے ہین - ذیل مین اُنھین ملاحظہ فرمائیے -

جناب ارشد - آما نظر نہین ہے گو آستان تیرا لیکن بنا ہے سب کے دل مین مکان تیرا

جناب شاکر - مصرعہ اولی کی بندش مین الجھن اور تقدیم و تاخیر ہے - اور دوسرے مصرع مین خود دل کو مکان بنانا چاہیے - نہ کہ مکان کے اندر مکان مثلاً ع لیکن ہر اک بشر کا دل ہے مکان تیرا -

جناب ارشد کے پہلے مصرع مین گو تعقید ہے لیکن مطلب سمجھنے مین دقت نہین ہوتی ایسی تعقیدون سے اشعار مشکل ہے تلاش سے اساتذہ کے کلام مین ایسی مثالین بکثرت ملین گی - جناب غالب کے ایک قصیدہ کا شعر ملاحظہ ہو ؎

توسن شہ مین ہے وہ خوبی کہ جب تھان سے وہ غیرت صرصر کھلا

غالب کا مدعا یہ ہے کہ جب بادشاہ کا غیرت صرصر گھوڑا کھلا تو اُسکی خوبیان ایسی پائین کہ نہین بیان کر سکتا - شعر کو ملاحظہ فرمائیے تو تعقید کی وجہ سے بات دیر مین سمجھ مین آتی ہے - شاکر صاحب کا اصلاحی مصرع ۔ لیکن ہر اک بشر کا دل ہے مکان تیرا بھی اُسی تعقید کا مرہون منت ہے جسکے لیے اُسے عالم ناسوت مین آنا پڑا دل مین مکان بنانے سے جناب ارشد کا مدعا نہین ہے کہ فضاے دل کے کسی گوشہ مین مکان بنا لیا گیا ہے ہم رات دن بولتے ہین کہ - آپ کے دل مین جگہ کرلی = " آپ کے دل مین گھر کرلیا " مکان بنانا بھی اسی معنی مین مستعمل ہے اور اگر مکان بنانا ناجائز ہے تو دل مین گھر کرلینا بھی ناجائز ہوگا -

جناب ارشد - ہر ایک کو عطا کی اک شان خاص تونے رکھا ہر اک طبیعت مین اختصاص تونے

جناب شاکر - خاص اور اختصاص مین ایطا ہے - لہذا پورا مصرع تغیر طلب ہے ع قدرت پر اپنی کھی ہان خاص تونے حالانکہ خاص اور اختصاص مین نہ تو حرف روی ایسا ہے جسمین اصل حرف ہونے کی صلاحیت نہو اور نہ مضارع ہے - اسکے علاوہ خاص اور اختصاص کا مادہ گو ایک ہی ہے - لیکن دونون علحدہ علحدہ ہین - خاص صفت کا صیغہ ہے اور اختصاص مصدر ہے - ایطا کے لیے دونون کا فرق بھی مٹ جانا ضروری ہے البتہ اصلاحی مصرع مین برہان رکھنا بالکل خلاف محاورہ ہے -

جناب ارشد بلبل کو گلستان مین آہ و فغان ہی ہے پا کر ہنسی چمن کی ہر اک کلی کھلی ہے

جناب شاکر مصرع اولی مین گلستان کے ہوتے دوسرے مصرع مین چمن حشو ہے اور ہنسی پانا محاورہ نہین

ع کرنے کو خندہ اُس پر اک کلی کھلی ہے۔ فیضان الٰہی کے ذکر مین شاعر ہر چیز کے انعام کے در پے اظہار ہے اسلیے اُسے کلی کے لیے بھی چمن کے لفظ کی ضرورت ہوی۔ اگر دوسرے مصرع مین چمن جشو قرار دیا جاے تو بیجا لطف شعر بھی جاتا رہتا ہے۔ ہنسی پانا بھی اُسی فیضان الٰہی کے اظہار کو پوری طرح ظاہر کر رہا ہے لیکن شاگرد صاحب کے مصرع مین یہ بات میسر نہین اور خندہ کرنے کی ترکیب پر شاگرد صاحب پھر غور فرمائین۔

جناب ارشد دی سرو کو بلندی نرگس کو چشم حیران لالہ نے داغ پایا سنبل نے زلف پیچان

جناب شاگرد دونون مصرعے مرتبط نہین بصرعہ اول مین تعدیہ۔ دوسرے مین لزوم۔ ع لالہ کو داغ حسرت سنبل کو زلف پیچان مسٹر شاگرد کی جودت طبع نے اس جگہ جو دقیق فرق پیدا کیا ہے۔ مین اسکی مبارکباد دیتا ہون تاہم اسقدر اور عرض کرنے کی رعایت کو ملحوظ رکھکر جناب ارشد کا مصرع بھی قابل گرفت نہین۔ جناب ارشد کا مصرع بلند اور جناب شاگرد کا مصرع بلند تر ہے جسکی وجہ استہمار مین حضرات سے پوشیدہ نہین۔

جناب ارشد تپش دل نے عجب شان نیا رکھی ہے شرر عشق نے اک آگ لگا رکھی ہے

جناب شاگرد تپش دل اور شرر عشق مین کوئی فرق نہین۔ ع جگر و سینہ مین اک آگ لگا رکھی ہے

میرے ہی نزدیک نہین اہل لغت کے نزدیک تپش اور شرر علیحدہ علیحدہ چیزین ہین۔ اول گرمی کے معنی مین مستعمل ہے دوسرا چنگاری کے معنے مین تعجب ہے کہ جناب معترض نے ڈکشنری دیکھنے کی زحمت بھی گوارا نہین فرمائی۔

جناب ارشد فرط سوز عشق سے ہوے آبلے پیدا دل مین شمع کی طرح گدازی ہے مجھے محفل مین

جناب شاگرد مطلق گدازی محاورہ نہین۔ البتہ دلگدازی جگرگدازی محاورہ ہے یا صرف گداز ع شمع سان سینہ گدازی ہے مجھے محفل مین۔

وسعت زبان کو روکنے کے لیے اس سے بہتر اعتراض واقعی نہین ہوسکتا۔ لیکن خلاف محاورہ ہونے کے الزام سے اپنا مصرع لکھکر شاگرد صاحب خود بھی محفوظ نہین رہے سینہ گدازی اور شمع سان جیسے متروک الاستعمال دور موجودہ مین غرابت کا درجہ رکھتے ہین۔

جناب ارشد ہمہ تن داغ ہون داغون سے نمایان ہونگے چشم ناظر کے لیے سرو چراغان ہونگے

جناب شاگرد چشم ناظر محاورہ نہین ہے ع چشم بینا کے لیے سرو چراغان ہون مین۔ اور چشو کا خیال ہو تو یون ہو سکتا ہے ع چشم عبرت کے لیے سرو چراغان ہون مین۔

چشم بینا کی ترکیب تو صرف آنکھ ہی کی خصوصیت مین اضافہ کر رہی ہے۔ حالانکہ شاعر نیرنگی قدرت کا تماشا

اہل جہان کو دکھلانا چاہتا ہے جسکے لیے کچھ چشم ناظر ہی مورد ون ہے۔ کربلا اور پھر نیم چڑھا جناب شاکر کا اصلاحی مصرع تو اور بھی سقیم تر ہے چشم عبرت کے لیے کھنڈر۔ زمانہ کے انقلابی کارنامے اور حوادث یومیہ درکار ہین۔ سرورجہان کے لیے اور ہی آنکھ چاہیے۔ ایک ایسے شخص کے قلم سے (جو ادیب کا ایڈیٹر رہ چکا ہو اور اب لکھنؤ مین رہکر جس کا قسم العصر کے صفحات پر گلکاریان کر رہا ہو) قدیمہ مین یہ ایسی غلطیان سرزد ہوی ہین جن کو ایک باخبر آدمی کسی حال مین نظر انداز نہین کرسکتا۔ بالخصوص آخری حصہ یعنی تنقید مین تو سعی باطل کا شائبہ صاف طور پر نمایان ہوکر تجدید خیالات کا پتہ دے رہا ہے۔

مین یہ نہین کہتا کہ مصنف حسن تخیل سے غلطی نہین ہوی۔ الانسان مرکب من الخطاء والنسیان پر جن لوگون نے فلسفیانہ نگاہ ڈالی ہے۔ انکا عقیدہ ہے کہ غلطی اور نسیان ہونا فطرت انسانی مین داخل ہے جناب ارشد نے غلطیان کی ہین لیکن جو مذکورہ بالا فرد قرار داد جرم جناب شاکر نے مصنف حسن تخیل پر قائم کی ہے غلط ہے۔

مصنف موصوف کی غلطیان ملاحظہ ہون۔

آہ نا نظر نہین ہے گو آستان تیرا — لیکن بنا ہے سب کے دل مین مکان تیرا

آستان اردو مین منفرد ہوکر مستعمل نہین ہوتا۔

چاند کی کرنین سمندر مین گرا کرتی ہین — جوش الفت مین اُسے چوم لیا کرتی ہین

شاعر کا مطلب یہ ہے کہ چاند کی کرنین سطح دریا پر گرکر اُسے چوم لیتی ہین لیکن "گرا کرتی ہین" اس مفہوم کو ادا کرنے سے قاصر ہے اور اگر اسے درست تسلیم کرلیا جاے تو دوسرا مصرع پہلے مصرع سے مربوط نہین رہتا۔

کچھ ہوا ایسی چمن کی ہے دل بلبل مین — خوف صیاد نہین شوق تقاضے گل مین

یہان "ہوا" محبت کے معنی مین مستعمل ہے۔ فارسی مین گو "ہوا" کا مفرد استعمال جائز ہو۔ لیکن اردو اس بارے مین مختل نہین۔ اردو مین جب بولین گے تو ہوا و ہوس۔ بولین گے۔

دیوانہ محبت مین فرماتے ہین۔

یا بیل درخت پیچان کی مینارے پر چھا جاتی ہے — ملنے کو تجھسے روح مری بس جوش مین یون ہی آتی ہے

جوش مین آنا محاورہ کے خلاف ہے۔ اس موقع پر تم سے ملنے کو بہت جی بہت چاہتا ہے۔ یا دل بیچین رہتا ہے بولین گے

غلطی ہاے مضامین مت پوچھ — لوگ نالہ کو رسا باندھتے ہین

غالب کی اتباع کی ہوا چل گئی ہے ہم نہین کہتے کہ غالب پرستی بُری چیز ہے اگر معنی اور دلکشی الفاظ مین متبع کیا جاے

تو کیا کہنا غضب تو یہ ہے کہ نامانوس ترکیبین غریب الفاظ استعمال کیے جاتے ہین اور بعض اشعار مین فارسی رنگ اس قدر غالب ہوجاتا ہے کہ بمشکل کوئی انھین اُردو کہتا ہے ؎

وحشت ہمین متبع غالب ہے آرزو دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہین

چنانچہ حضرت ارشد اپنی نظم "خاطر مایوس" مین فرماتے ہین

آہ نادانستگیہاے دلِ نابردہ غم سادگیہاے دلِ ناآشناے فکر و ہم

سادہ لوحی دل نادیدۂ رنج و الم ناشناسی دل نادانف جور و ستم

حسن عالم سوز کا یہ بھی تماشائی ہوا
بہترین آفرینش کا تمنائی ہوا

نہ کے چارون مصرع کچھ تغیر سے فارسی کے اشعار بن سکتے ہین۔ اول مصرع مین نابردہ غم کی ترکیب قابل توجہ ہے

بچون کی مسرت ہے عیان شور و شغب سے وہ پھولے سماتے نہین افراط طرب سے

افراط جمع مفرد کی جگہ پر مستعمل ہوا ہے۔ اس موقع پر فرط طرب کی ترکیب سے شاعر کو مدد لینی تھی۔

آہ کیسا رنگ لائی یہ مری بداختری آہ کیسی جل گئی امید کی کھیتی ہری

دوسرے مصرع مین تعقید ہے۔

"آفسردۂ خاموش" اور "حسن اجل" دونظمون کی سرخیان ہین۔ اول مین آخر لفظ اور دوسرے مین پہلا لفظ قابل حذف ہین لیکن یہ ایسی غلطیان ہین جن سے اساتذہ کا کلام بھی محفوظ نہ رہ سکا۔ اس سے بھی قطع نظر کر لیجیے تو حسن تخیل کی خوبیان اسقدر ہین جن کے سامنے یہ چند غلطیان ہیچ سیز ہونے کا دعوی کرتی ہین۔ جناب ارشد کو قدرت نے خداداد طبیعت عطا کی ہے جس نگاہ سے وہ سیاسی اور علمی معاملات کو دیکھتے ہین۔ وہی نظر مناظر قدرت کے دلفریب نکتون کو دریافت کرتی ہے تعلیم نسوان۔ سیر باغ۔ اور سانجھ۔ ایسی نظمین ہین جن سے جناب ارشد کی بلند خیالی کا بین ثبوت ملتا ہے۔

حضرت ارشد کا دل بظاہر کسی کی خدنگ نظر کا زخم خوردہ ہے۔ کیونکہ جو آواز نکلتی ہے وہ آہ سینہ سوز اور صداے شاعرانہ بلند ہوتی ہے وہ سوز و ساز سے بھری ہوی ہے نہین ہے شاعری میری مگر جشت بیان ان حسن تخیل مین کثرت سے عاشقانہ نظمین ہین مثلاً سوز پنہان۔ خاطر مایوس۔ بیان آرزو۔ تصویر غم۔ آفسردۂ خاموش وغیرہ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو۔ نظم "دوست کو پیام" مین فرماتے ہین

عطا کیا ہے تم نے مجھے سوز و ساز کیسا — مرے دل میں بھر دیا ہے غم جانگداز کیسا
یہ کشاکشِ تمنا یہ امید کامیابی — یہ تخیلاتِ باطل یہ نمود اضطرابی

"خاطر مایوس" میں فرماتے ہیں

دل کشائے قصرِ تمنا تیرا ہر اک باب ہے — اے گلستانِ تصور تو بھی کیا شاداب ہے
واہ کیا پیارا تخیل کیا مزے کا خواب ہے — یہ اگر سچ ہو تو جنت عالمِ اسباب ہے
مرتے دم تک دلکشی زندگانی ہے یہی — سچ اگر پوچھو حیاتِ جاودانی ہے یہی

نظم "افسردہ خاموشی" کے صرف دو اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

اکدم سے ہائیں یہ تری حالت کو کیا ہوا — ارشد شگفتگیٔ طبیعت کو کیا ہوا
کیا ہو گیا ہے کیوں یہ ترا چہرہ زرد ہے — خاموشی کیوں ہے ہونٹوں پہ کیوں آہ سرد ہے

الغرض تمام نظمیں نہایت دلچسپ ہیں۔ جنکے لفظ لفظ سے درد ٹپک رہا ہے۔ حضرت مخمور لکھنوی نے بھی اس خاص امر کو بہت جناب ارشد کے کلام ہی میں محسوس فرمایا ہے۔ بلکہ انکی تصویر سے بھی پتہ پتہ کی باتیں پوچھ لی ہیں ملاحظہ ہو فرماتے ہیں

لگی ہے چوٹ شاید دل میں عشقِ حسنِ جانان کی — خبر دیتی ہے ہر اک نظم تیرے سوزِ پنہان کی

\+ \+ \+ \+ \+ \+ — \+ \+ \+ \+ \+ \+

تری ہر نظم جو گلدستہ ہے گلہائے رنگین کا — دل درد آشنا کے واسطے موجب ہے تسکین کا
ترے افکار ہیں ذوقِ سخنرانی سے آلودہ — ترے اشعار ہیں جذباتِ پنہانی سے آلودہ

\+ \+ \+ \+ \+ \+ — \+ \+ \+ \+ \+ \+

نظر آتا ہے تو مدت کا پامالِ جفا ارشد — تبسم سے بھی تیرے لب نہیں ہیں آشنا ارشد
یہ بگڑی مانگ سر کی نقشۂ چاکِ گریباں ہے — شبیہ اضطرابِ قلبِ ہر موئے پریشان ہے
کھلی صدری تو پردہ کھل گیا سینہ کی دھڑکن کا — ترا چاکِ جگر ہے معجزہ اک شوخ چتون کا

سچ یہ ہے کہ حضرت ارشد ایک سچے شاعر ہیں۔ اور انکی نظموں کا مجموعہ حسن تخیل ایسی کتاب ہے جسے انسان اول سے آخر تک پڑھے بغیر نہیں رہ سکتا میں ناظرین سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اسکی ضرور زیارت کریں۔

منشی رشید احمد صاحب ارشد تھانوی بھوپال یا الناظر بک ایجنسی لکھنؤ کے پتہ سے صرف ۸ رکو مل سکتی ہے۔

ابوالحسن

# سیاحت سلطانی

(از قلم زوہ جناب مولوی سید ضمیر الدین احمد آنریری مجسٹریٹ پٹنہ و سابق چیف سکرٹری ریاست بھوپال)

کتاب "سیاحت سلطانی" جو ابھی شایع ہوی ہے ہماری نظر سے گزری۔ اسکی مؤلفہ جناب شاہ بانو صاحبہ دبیگم صاحبۂ جناب صاحبزادہ کپتان حاجی محمد حمید اللہ خان صاحب بھوپالی ہین۔ ہم نے اس کتاب کو اچھی طرح اول سے آخر تک پڑھا۔ حیرت ہوتی ہے کہ جناب مؤلفہ نے اس کم عمری مین بلا کی ذہانت وذکاوت پائی ہے ہر زبان کے طبقۂ مصنفین ومؤلفین مین یہ بات نمایان طور سے پائی جاتی ہے کہ مرد عورت کے طرز ادا۔ استعمال الفاظ۔ ترکیب جملہ۔ محاورات مین علی العموم کچھ نہ کچھ فرق ہو۔ البتہ خال خال مصنفین ومؤلفین طبقۂ اناث مین ایسے بھی گزرے ہین اور اسوقت بھی موجود ہین اس کلیہ سے باہر اور استثنایات مین داخل ہین۔ مگر یہ بات انمین بھی اسوقت حاصل ہوی ہے جبکہ ایک معتدبہ حصہ اپنی عمر کا اسی کام مین صرف کردیا ہے۔ اس نعمتی سی عمر مین یہ قوت درالکلامی یا تو بالکل خداداد بات ہے یا ہم اسکو کلیتہً ہر ہائنیس بیگم صاحبہ بھوپال دام اقبالہا کے طرز وعنوان تعلیم کا نتیجہ سمجھین۔ غرض یہ کہ اگر خود کتاب مین نہ جتلایا جاتا کہ اسکی مؤلفہ ایک عورت ہین تو شاید بمشکل اسکا حس ہوتا۔ ہم جناب مؤلفہ کو اس کامیابی پر مبارکباد دیتے ہین۔

اب اگر مضامین کتاب کو دیکھیے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک بالغ النظر ودقیقہ رس سیاح اپنا سفرنامہ تحریر کررہا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سیاحت کرنے والے دو طبقے کے ہوتے ہین ایک تو وہ جو آنکھ رکھکر بے آنکھ کے ہوتے ہین اور ایک وہ جو آنکھ بھی رکھتے ہین اور اُس سے کام بھی لیتے ہین۔ بڑا گروہ سیاحت کرنے والون کا اول ہی طبقہ مین داخل ہے۔ مگر ہماری جناب مؤلفہ دوسرے طبقہ کے صف اولین مین ہین جس جگہ جس چیز کو دیکھی سنا بس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسکی ساری باتون پر حاوی ہوگئین۔ شہر تو شہر وہان تو انسان چند ہے شہر تا بھی ہے اور کچھ زمانہ بھی اُسکو دیکھنے۔ اسکے حالات دریافت کرنے اسکو جاننے کے لیے پاتا ہے۔ یہان تو راہ چلتے بھی جس وادی جس پہاڑ جس دریا جس مرغزار جس صحرا جس آبادی پر نظر پڑگئی ہے اسکے متعلق بھی ساری باتین نوٹ بک مین درج ہین۔ اور ہان خالی درج ہی نہین کرلی گئی ہین۔ اُن پر مناظری عاقرتی مالی۔ اقتصادی اور کہین کہین مذہبی پہلو سے بھی نظر کی گئی ہے۔ اسمین کوئی شبہ نہین کہ ان باتون مین بہت

کچھ خود سرہا مس نے بھی جیسا کہ مولفہ نے اعتراف کیا ہے مدد کی ہے تاہم یہ زود رسی اور بالغ نظری کچھ کم تعجب خیز نہین -

چونکہ یہ سفر ہی مغرب کے ساتھ حسن عقیدت کے ساتھ شروع ہوا تھا اسلیے اتنی بات لبتہ ہے کہ مغربی و مشرقی دونون ہی ممالک اور سلطنتون کو مغربی ہی عینک سے دیکھا گیا ہے - اور مغربی ہی معیار سے انکی تہذیبی اور مذہبی حالتین جانچی گئی ہین - اسمین مولفہ معذور ہین - ہم ہندوستانیون کو خواہ راجا ہون خواہ پرجا مغربی سلطنت و اقتدار کی وجہ سے مغرب کی ہر بات دل آویز - قابل تقلید اور مناسب و برجا معلوم ہوتی ہے اور جو بات اہل مغرب کے نزدیک بری ہے وہ ہمین بھی دکھائی دیتی ہے پس جہان جہان مشرقی ممالک - مشرقی تہذیب - مشرقی معاشرت - مشرقی تمدن اور مشرقی انتظام کو نہایت ہی بھونڈی اور کریہہ صورت مین دکھایا گیا ہے یا جہان کہین کوئی مشرقی چیز باوجود مسکت طور سے عمدہ اور قابل تحسین پائے جانے کے بھی کسی نہ کسی مغربی ملک کے دست امداد کی جناب مولفہ کی نظر مین مرہون منت نظر آتی ہے وہ انھین اثرات کا نتیجہ ہے جنکا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے - ہم یہ نہین کہتے کہ مشرقی ممالک بے عیب ہین یا مشرقی معاشرت و انتظام بے نقص - نہین - ایسا نہین ہے - اگر ایسا ہی ہوتا تو یہ روز بد ہی انکو دیکھنا کیون نصیب ہوتا لیکن جہان ان مین خرابیان ہین وہان سیکڑون ایسی خوبیان بھی ہین جنکا مغربی ملکون اور معاشرت مین پتہ تک نہین ملتا - چاہیے تھا کہ یہ سب باتین بھی بیان کردی گئی ہوتین اور یہی اصول مغربی ممالک و معاشرت کے ساتھ بھی برتا گیا ہوتا -

اکثر جگہ اس کتاب مین جناب مولفہ نے مذہبی امور پر بھی جنکا ذکر آگیا ہے رائے زنی کی ہے اور ایسے اہم کام کی اہلیت کا خیال ایک دم سے نظر انداز کردیا گیا ہے یہ بھی اسی مغربی طرز تعلیم کا اثر ہے جو آجکل ہر ہندوستانیون مین دائر و سائر ہے -

اگر اس کتاب کو معلومات جدیدہ کے خیال سے دیکھا جاے تو آجکل کی عورتون کے لیے معلومات کا یہ ایک نہایت ہی منعت دہ ذخیرہ ہے حضرت مولفہ نے اپنی ہندوستانی بہنون پر نہایت ہی گران بار احسان کیا ہے جس کے بوجھ سے بہت زمانہ تک وہ سبکدوش نہین ہوسکتین -

ہم امید کرتے ہین کہ ہماری معزز مولفہ آیندہ بھی اپنی خداداد ذکاوت و بہرہ علمی سے اپنی ہمجنسون کی خدمت کو اسی طور سے تیار رہین گی اور ملک و قوم دونون کے حق مین مفید ثابت ہون گی -

## غزل حضرت عزیز لکھنوی

کہیں وعدہ بھی کریں وہ تو کہ ذرا قرار آئے
کہیں ختم زندگی ہو شب انتظار آئے

مجھے کیا غرض ہے اے ہم نفسو چمن نے کل کھلے
جو چراغ قبر ہنس دے تو مجھے قرار آئے

مری مردہ مسرتوں پر وہ ہیں کون ہنسنے والے
کوئی نوحہ خوان آئے کوئی اشکبار آئے

دل بیقرار میرا ہے خزانہ بجلیوں کا
جو خدا ہی کردے ساکن تو اُسے قرار آئے

اُنھیں کیا غرض کہ سُنتے وہ غریب کی صدائیں
یہ جنوں ہی تھا کہ جو ہم پکار آئے

یہ زبان کی فضل کیا ہے فقط اُنکی چشم پوشی
دل گرسنہ نہ بولا کہ کھلی ہوئی تھیں نظریں

یہ وصیت آخری ہے اسے سن رہیں سب جنازہ
کوئی دل کا ذکر کرتا نہ سر مزار آئے

کچھ اثر ہوا بھی تو نے کبھی او نہ ملنے والے
یوہیں آنے والے در پر ترے لاکھ بار آئے

ادب فنا سکھا نا اُسے آنے والی دنیا
کوئی بندۂ محبت جو سر مزار آئے

ترے وعدوں کی حقیقت کو ہمیں سمجھ رہے ہیں
وہ حریص زندگی ہے جسے اعتبار آئے


بخار اور وبا عموں کی تباہی حالت میں باملیوالا
کی بخار کی دوا ہی یا گولیاں استعمال کیجیے قیمت ... عدد
ہیضہ کے لیے باملیوالا کا کارل جنریں دوا ہے قیمت عدد
باملیوالا کا خضاب ... ہیں نئے اضافے ہے ہیں عیوب
بالوں کو اپنے تیرگی ... ہیں تا ہے قیمت ۲
باملیوالا کی مقوی گولیاں ۔ اعصاب کی کمزوری اور
جسمانی بے طاقتی کو دور کرتا ہیں قیمت ۲
باملیوالا کا سفوف دندان ۔ دیسی اور ولایتی دواؤں سے
تیار ہوا ہے مایا پھل اور کاربولک ایسڈ کے مانند اجزا ہیں
شامل ہیں قیمت فی پیکٹ ..... ۴
باملیوالا کا کیڑوں کا مرہم ۔ ایک دن میں اچھا کردیتا ہے ۴
یہ دوا ہر جگہ ملتی ہے ... سے بھی سکتی ہے
ڈاکٹر ایچ باملیوالا ... مہتی



## پیم کہانی وارث جانی

یہ وہ نادر کتاب ہے جس کا شہرہ قبل از طبع شائقین علم موسیقی
میں ہو چکا ہے ۔ اس سے ہر مذہب اور ہر مذاق کا آدمی لطف اٹھا
سکتا ہے ۔ دلشو کے لیے تصوف بھرا ہے عاشقوں کے واسطے حسن و
عشق کا اچھا نقشہ ہے خوش آوازوں اور زندہ دلوں کے لیے اس سے
بڑھکر اور کیا ہو کہ ہندی زبان ہے ۔ ٹھمریاں ۔ بھجن ۔ اور بسنت
وغیرہ اس سے بہتر گانے کے لیے اور کون سی چیز ہو سکتی ہے
اس کتاب کے مصنف حضرت سید شاہ امین صاحب قبلہ
حارثی بغدادی روشن ہیں ۔

(کتاب ذیل کے پتے سے (۱۴) کو مل سکتی ہے)

حیدرآباد دکن ۔ عقب مسجد چوک ۔ مکان
عبد اللطیف خط ذوالقرنین

کوستے جاتے ہین جو بدشکل اور منحوس ساحرہ کی طرح یون آہستہ آہستہ قدم اُٹھا رہی ہے۔ بیچارے اجل گرفتہ انگریز قربانی کے بکرون کی طرح دھونی کی آگ کے اردگرد بیٹھے ہین اور آنے والی صبح کا خطرہ اُنکے دلون کو مسوس رہا ہے۔ ماہتاب کی پھیکی پھیکی چاندنی مین اُنکی اضطرار آمیز حرکتون، اُنکے اُترے ہوے چہرون اور اُنکی رزم دیدہ وردیون کو دیکھکر اُنپر غول بیابانی کا دھوکا ہوتا ہے۔ اتنے مین اس واماندگون بخت قافلے کا اقبال مند سالار اپنے لشکر کے معاینہ کے لیے نکلتا ہے، وہ ایک ایک چوکی اور ایک ایک خیمے پر جاتا ہے ملاطفانہ مسکراہٹ کے ساتھ سپاہیون کو جنگ مین کامیاب ہونے کی دعا دیتا ہے اور اُنھین "میرے بھائیو" "میرے دوستو" "میرے ہم وطنو" کہکر خطاب کرتا ہے۔ اُسکے بشرہ پر شاہانہ جلالت جلوہ افگن ہے وہ مغرور پر ہیبت دشمنون مین گھرا ہوا ہے مگر اُسکے چہرہ سے مطلقاً خوف کے آثار نہین پاے جاتے۔ ساری رات آنکھون مین کٹ گئی مگر کیا مجال جو اُسکے رخ کی سرخی مین تل بھر بھی فرق آیا ہو۔ اُسکی روشن آنکھون سے جرأت و اُمید کی شعاعین نکل نکل کر سپاہیون کے رگ پٹھے مین نفوذ کر رہی اور اُن مین ہمت و جانبازی کی گرمی پہنچا رہی ہین۔ اُسکے بشاش اور مطمئن تیور دیکھتے ہی وہ سپاہی جو ایک ساعت پہلے خوف و ہراس سے نڈھال ہو رہے تھے شگفتہ اور تازہ دم ہو گئے۔ اُسکی خورشید تمثال فیاض نگاہین ہر لشکری کے دل کو گرماتی اور اُسکی تاب و توان کو متحرک کرتی ہوی ترس و بیم کے محیط گھیرے کو چھانٹ رہی ہین ہر ادنیٰ و اعلےٰ سپاہی نے جس خوش انداز مین ہنری کو اس رات دیکھا ہے، ہمارے ایکٹر اُسکا خاطر تک نہین رکھا سکتے۔ اب ہم اپنے سین کو رزمگاہ مین لیے جاتے ہین لیکن افسوس اسکا ہے کہ ہم گویا مسخرون کی طرح چند ٹوٹی ہوی تلوارین لے کر ایجن کورٹ کے نام کی تحقیر کیا چاہتے ہین مگر غیر بیٹھے رہیے اور نقل سے اصل کا اندازہ کر لیجیے۔

[کورس جاتا ہے]

## سین پہلا

### ایجن کورٹ، انگریزی کیمپ

[کنگ ہینری، بیڈفورڈ اور گلاوسٹر]

**کنگ ہینری** "گلاوسٹر، کیا ہوا جو اس وقت ہم شدید خطرہ مین مبتلا ہین۔ لازم ہے، ہماری جرأت بھی المضاعف ہو جاے۔ خدا کل ہم سب کو سرخرو رکھے وہ قادر مطلق ہے اُسکے فضل و کرم سے کچھ بعید نہین۔

امورِ خیر مین بھی کچھ نہ کچھ خیر و نکوئی کا جوہر ضرور ہوتا ہے، بشرطیکہ انسان عقل و تمیز کی کسوٹی پر کس سکے۔ دیکھو ہمارے عیار حریف نے ہمین صبح خیز بنا دیا ہے، جو صحت بخش ہونے کے علاوہ حسن انتظام مین بھی مُمد ہے۔ جس طرح ضمیر ہمارا باطنی ناصح ہے، اسی طرح تنعیم ہمارا کھلا ناصح ہے اور ہم سب کے لیے سبق آموز۔ یہ اسی کی نصیحت کا سبب تو ہے کہ ہم آل کار کے لیے اس وقت بالکل مستعد ہین۔ پس ہم کانٹون سے شہد نکال سکتے ہین اور خود شیطان سے بھی کچھ نہ کچھ سبق حاصل کر سکتے ہین۔

[ارفگم آتا ہے

میرے سمر اور ضعیف نائٹ، ارفگم، خدا کی رحمت نازل ہو تجھپر یہ نیک و نورانی سر اور فرانس کی سخت گھاس اس کے لیے تو نرم و نازک تکیہ زیادہ موزون تھا۔"

ارفگم "نہین حضور، ایسا نہ فرمایئے۔ مین اسی کو بہتر سمجھتا ہون۔ کیونکہ اب مین فخریہ کہہ سکتا ہون کہ میرا اور بادشاہ کا بستر ایک ہے۔

بادشاہ ہینری "انسان کو چاہیے کہ اورون کو اپنی سی حالت مین مبتلا دیکھکر اپنے مصائب سے نفرت نہ کرے دل کو صرف اسی طرح تسکین دی جا سکتی ہے اور جب دل زندہ و بشاش ہو جاے تو اسمین کلام نہین دوسرے اعضا کیسے ہی بے حس اور مردہ کیون نہ ہون غفلت و بیہوشی کے بند ہاے کفن کو توڑ کر نئی قوت اور روح کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوتے ہین اور کانٹی کی مکروہ کینچلی جھاڑ کر پھر تازہ اور چست و چالاک ہو جاتے ہین۔ خدا مجھے اپنا لبادہ تو دیدو۔ دیدو فورڈ اور گلاؤسٹر سے، تم دونون جاؤ اور شہزادون سے کہو کہ تمھین یاد کیا ہے سب ہمارے خیمے مین جمع ہو جائین"

گلاوسٹر "بہت خوب ہم جاتے ہین"

ارفگم "کیا مین حضور کے ہمرکاب رہون؟"

کنگ ہینری "نہین ضرورت نہین آپ بھی ان کے ساتھ سرداران لشکر کے پاس جایئے۔ مین چاہتا ہون آج تنہائی مین ذرا اپنے دل سے دو دو باتین کر لون"

ارفگم "خدا کا سایہ رہے تجھپر اے شریف دل بادشاہ!" [سواے بادشاہ کے سب جاتے ہین

---

سلہ خاص شاعرانہ لطافت ہیر یہ ہے حضرت شیراس رمز کو یون بیان کرتے ہین "نیند ہی مین بھی کچھ خوبی ہوتی ہے تب تو موت کو بھی اچھا کرنے کو وہ بھلا جانتا ہے" مترجم

جراح کے لیے تڑپ رہا تھا۔ کوئی جورو بچون کی بیکسی کا خیال کرکے آہین بھر رہا تھا۔ اور کوئی مرتے دم ادائے قرض کی فکر مین ہائے ہائے کر رہا تھا تم ہی کہو بھلا وہ اپنے حقوق سے باحسن وجہ کیونکر سبکدوش ہوسکتے تھے جبکہ جنگ و پیکار کے سودے نے اُنکے دل و دماغ کو مختل کر رکھا تھا۔ یا درکھو کشتگان جنگ مین بہت کم ایسے ہوتے ہین جنکی موت کفران معصیت اور شکیک[1] و ناراضگی کی آلودگی سے ملوث نہو۔ اب اگر یہ لوگ مرگ میمونہ سے محروم رہین تو اسکا سیاہ دھبا بادشاہ کے دامن اعمال پر رہ جاتا ہے جس نے اُنکو بُری موت کی ہدایت کی اور جسکی نافرمانی کرنا اُنکے فرائض محکومی اور حقوق ملازمت سے بالکل خلاف تھا۔"

**بادشاہ** "اچھا اگر کوئی لڑکا، جسے اُسکے باپ نے کسی کام پر بھیجا ہو راہ مین بحالت معصیت مرجائے تو تمھارے اصول کے موافق اُسکی بداعمالیان باپ کی طرف منسوب کی جائین گی، جس نے اُسے بھیجا تھا یا اگر کسی نوکر پر جو اپنے آقا کے حکم سے کوئی رقم لے کر کہین جا رہا ہو قزاق آپڑین اور وہ اپنی سابقہ غلط کاریون سے بے توبہ کیے قتل ہوجاے تو تم آقا کے حکم کو نوکر کی عقوبت و سزا کا موجب ٹھہراؤگے، حالانکہ ایسا نہین ہے جس طرح باپ اپنے بیٹے اور آقا اپنے نوکر کی طرف سے قابل مواخذہ نہین ہوسکتا ہی طرح بادشاہ پر بھی اُسکے سپاہیون کے اعمال قبیحہ کی وجہ سے جواب دہی عائد نہین ہوسکتی۔ ہمن تو

| | |
|---|---|
| بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ عمر "حاکم کے حکم سے کوئی ہو منحرف اگر | قطعی یہ حکم ہے کہ جدا کر بدن سے سر |
| حاکم ہون مین سزا کا مجھے اختیار ہے | دُرّہ ہے بیڑیان ہین اسیری ہے دار ہے |
| ناحق بھی مجھکو خوف ہے اور اسقدر ہر اس | جاؤ بلا کے لاؤ ابھی حر کو میرے پاس |
| [ستمگر جاتا ہے | |
| عمر افسران فوج سے "کھولو نشان لڑائی کا ہو جلد بند و بست | دریا پہ جائین اور جوانان تیز دست |
| آل نبی کو تشنہ دہن ذبح کیجیو | گر پاس آب رہے تو پانی نہ دیجیو" |
| ایک افسر "لشکر مین یان چھ لاکھ دلاور جوان ہین | وان ایک صف ہے جسمین ہمہ جوان ہین! |
| ان مین بھی چھوٹے چھوٹے ہین کچھ طفل نوجوان | تلوار جنکے ہاتھ سے اُٹھے گی اور نہ ڈھال" |
| دوسرا "تھوڑے بہت ہین یاور سلطان احمد | پس جائینگے اُٹھائے سوارون نے جب سمند |
| کیا جانے دل مین سوچے ہین کیا شاہ خوش خصال | روکینگے پیلوانون کے حربے یہ خردسال |
| فوجون کے ریلے ہونگے جو وشت نبرد مین | دب جائینگے سوارون کے گھوڑون کی گرد مین |

[1] سارکی موت کشتی اور جنگ کی اصطلاح ہے ۱۲

صرف انکی خدمات درکار ہوتی ہین اسمین خواہ وہ مرین یا زندہ رہین قطع نظر اسکے۔ ایسا کوئی بادشاہ نہوگا جس کا قضیہ خواہ کیسا ہی بے لوث کیون نہ ہو جب اُسکا فیصلہ تلوار پر آپڑے تو اپنی جنود و جہد مین بالکل پاک اور منزہ سپاہیون کی خدمات حاصل کرسکے۔ ممکن ہے کہ اُن مین سے بعض کے ہاتھ ظلم و غارتگری مین رنگے ہوے ہون، بعض کے دامن اعمال فریب زنا اور پیمان شکنی کی ناپاک آلایش سے داغ آلودہ ہون اور بعضون نے جو پہلے نقض امن، سرقہ یا خون وغیرہ کے مرتکب ہوچکے ہین جنگ کو اپنے بچاؤ کا ذریعہ قرار دے لیا ہو۔ اگر یہ قانون کو رد کردینے اور سزایابی سے بچنے مین کامیاب ہوگئے تو حکام مجازی کے چنگل سے تو چھوٹ گئے مگر اُس احکم الحاکمین کی دسترس سے کیونکر نکل سکتے ہین؟ جنگ خدا کا گزر گران ہے انتقام کا ذریعہ ہے کیونکہ اسمین لوگون کو اپنے بادشاہ کی سابقہ خلاف ورزیون کی پاداش مین سزا مل جاتی ہے۔ جہان اُن کو موت کا ڈر تھا، وہان سے وہ جان سلامت لیگئے اور جہان وہ اپنے آپ کو محفوظ و مامون سمجھتے تھے، وہان اُنپر موت و تباہی نے آگھیرا! پس اگر وہ دغدغۂ موت کا شکار ہوجائین تو جس طرح بادشاہ انکی سابقہ بدیون کا

بقیہ تقریر صوفہ عمر گزشتہ

عمر "دیجے کر مرے ہاتھون سے کہان جائینگے سرور" — پنجون مین ہے شیرون کے یہ سادات کا لشکر
کھولون گا کر لوٹ کے گھر سبط نبی کا — بچہ بھی نہ چھوڑون گا حسین ابن علی کا
دوڑاؤن گا گھوڑے جسد شاہ امم پر — چادر نہین رہنے کی سر اہل حرم پر

[حر آتا ہے مع برادر و فرزند و غلام

حُر "بس بس کہین بجلی نہ گرے تجھ پہ سما سے — باز آ ستم و ظلم و تعدی و جفا سے
شہزادون سے اپنے نہین دیندار کرے لعن — سادات ہین یہ لنکے حق امت پہ بڑے ہین
چھوڑا ہے پیمبر نے امانت انھین ہم مین — اللہ ترحم مین فوشی ہے کہ ستم مین؟
سادات کے بدخواہ نہ پھولے نہ پھلین گے — چھد جاے گا دل؟ کس کا؟ جو تیر انپہ چلینگے"

برادر حُر "ہے جس طرف حسین وہ راہ نجات ہے — ظلمت یہ کفر کی ہے وہ آب حیات ہے
وہ قبول توبہ آدم ہے انکا نام — جس پر درود بھیجے یہ وہ ہین والسلام
لنکے عدو کو رحمت حیدر دین نہین — حامی جو یہ نہون تو ٹھکانا کہین نہین"

حُر "ہمت کے آبرو ہین مرض کی دوا ہین یہ — ہادی ہین یہ امام ہین یہ مقتدا ہین یہ
یہ خانۂ کرم ہین یہ رحمت کے باب ہین — مانند خضر ہادیٔ راہ ثواب ہین"

ذمہ دار نہین تھا۔ جن کا انجام اُنکو اب پیش آیا ہے، اُسی طرح اُنکی موجودہ بے وقت موت کا بھی جواب دہ نہین ہے۔ ہر فرد رعایا کی خدمات پر بادشاہ کو حق حاصل ہے، مگر وہ اپنی اپنی روح کے خود مالک و مختار ہین۔ اسلئے اگر تائب مریض کی طرح جو بستر بیماری پر موت و حیات کی کشمکش مین اپنے افعال ماضیہ پر تاسف و پشیمان ہوتا ہے، میدان جنگ مین ہر سپاہی اپنے نفس کو رجس و ضلالت سے پاک کرلے، تو موت اُسکے لیے آیہ رحمت ہوگی ورنہ سمجھو کہ وہ مبارک ساعت اُسکے ہاتھ سے نکل گئی جسمین اُسکو ایسا اچھا موقع بہم پہنچا تھا اور اگر وہ بعد توبہ کے زندہ رہے تو اُسکے متعلق یہ خیال کرنا بیجا نہوگا، کہ چونکہ اُس نے خدا کے حضور مین عجز و معافی کا ہدیہ پیش کیا تھا۔ اسلیے خدا نے اُسکو بچالیا کہ وہ اُسکی رحمت و بزرگی کا مشاہدہ کرے اور دوسرون کو موت کے لیے ہر وقت تیار رہنے کا سبق دے"

مائیکل "بیشک یہ امر یقینی ہے کہ جو شخص بحالت گناہ مرتا ہے تو اُسکا عذاب خود اُسکے نفس پر ہوگا، بادشاہ بالکل بری الذمہ ہے"

بیطس "میری یہ خواہش نہین کہ بادشاہ کو میری طرف سے جوابدہی کرنی پڑے، مین اُسکے لیے پوری سرگرمی کے

| | |
|---|---|
| تیسرا منظر عرصہ اللہ یہ اوصاف یہ مدح ستہ خوشخو | مین خوب سمجھتا ہون ہر اک بات کا پہلو |
| جا بیرہے یزید اسکا بھی کچھ خوف نہین ہے | ہین لوگ رسالہ کے کمین آپ کمین ہے! |
| صالح ہو کہ طالح ہو کسی سے ہمین کیا کام؟ | طالب ہین کہ ہاتھ آئے زر خلعت و انعام |
| برسون سے ہے تو شام کے حاکم کا نمکخوار | سرکار کا جو حکم مناسب نہین انکار" |
| شمر "ماما کہ حسین ابن علی ہین شہ ابرار | آپڑتی ہے جب بات تو مٹتے نہین جرار |
| جنگ احد و بدر مین کیا کھیت پڑے ہین؟ | وہ کون تھے آخر؟ جو ہمپر سے اڑے ہین؟ |
| مٹ جائیگا دفعتہ سے شجاعون کے ترا نام | سکتے مین ہے سن کر تری باتین سپہ شام |
| فرقہ یہ پیادون کا ہے آفت نہ بپا ہو | ڈنکا ابھی لشکر مین جو ہو جاے تو کیا ہو" |
| حُر "کیا حاکم شقی کی محبت کا اعتبار؟ | نامرد بدنژاد جہان ننگ روزگار |
| دن رات اُسکو شغل شراب و غنا کا ہے | غیطان کا مطیع ہے عادی زنا کا ہے" |
| برادر حُر "باپ اُسکا بھی ہمیشہ رہا پر فساد | بغض علی مین بھول گیا تھا خدا کی یاد |
| پہنچائے رنج قبر مین خیر الانام کو | دلوا کے زہر جان سے مارا امام کو" |

ساتھ جنگ کرون گا"

**بادشاہ** "مین نے خود بادشاہ کو کہتے سُنا ہے کہ میرے فدیہ کی فکر نہ کرو"

**مائیکل** "اجی یہ صرف اسلیے کہا ہے کہ ہمارے جوش یا عزم مین فرق نہ آنے پائے۔ لیکن جبکہ ہم تلوار کے گھاٹ اُتر جائین گے تو کون دیکھنے آئے گا کہ فدیہ دے کے اُسے قید سے چھڑایا ہے یا نہین۔ ہم تو بیوقوف کے بیوقوف رہے"

**بادشاہ** "اگر مین یہ دیکھنے کے لیے زندہ رہا تو پھر کبھی اُسکے قول کا اعتبار نہ کرون گا"

**مائیکل** "بے کو بھی دعویٰ ہوا کہ مین بھی بڑا تو بچی ہون حضرت بادشاہ کے مقابلہ مین آپ کیا اور آپ کا اعتبار کیا؟ کل تم یہ کہو گے کہ مین مہینہ کا پرچھل کر آفتاب کو سر کرنا تو معمولی سی بات ہے کرہ بنا دونگا پھر کبھی بادشاہ کے قول کا اعتبار نہ کرون گا" لو بس آؤ۔ ایسی حماقت کی باتین نہین کیا کرتے"

**بادشاہ** "تمھارا طنز زور معنی ہے۔ اگر اور موقع ہوتا تو مین تم سے لڑ پڑتا"

**مائیکل** "اچھا جیتے بچے تو یہی سہی۔ یہان کیا دیر ہے"

**بادشاہ** "منظور"

---

بقیہ نوٹ صفحہ گذشتہ

حُر — لالچ نہ کر حکومت دے کا خدا سے ڈر — کعبہ کو ڈھا کے کوئی بناتا ہے اپنا گھر؟

عقبیٰ بخیر جسمین ہو وہ کام چاہیے — گو صاحب نگین نہو پر نام چاہیے

آدم ہو دل مین مُنھ کو گریباں مین ڈال — ایمان کس کے گھر سے ملا نہین خیال؟

اُس شے سے آدمی کو صدا چاہیے حذر — جسکی طلب مین دولت ایمان کو ہو ضرر

دنیا مین کیا خبر کہ رہے یا نہ تو رہے — وہ کام کر کے جا کہ صدا آبرو رہے

سوچا اگر تو عاقل و ہشیار ہے بشر — شر ہو کہ خیر فاعل مختار ہے بشر

جس کام مین ہو شر بشر اُس سے جدا رہے — لازم ہے امر خیر کہ راضی خدا رہے

ایمان کا فیض رب علا کی طرف سے ہے — شر اس طرف سے خیر خدا کی طرف سے ہے

کتنے ہوا پرست ہین کتنے خدا پرست — انکے لیے ہے فتح تو اُنکے لیے شکست

لے رائے نیک ہے تجھے ہی اگر پسند — فرزند فاطمہ کو نہ پہنچا کوئی گزند

سید علی الدا مسافر شکستہ حال — نے ملک جس کے پاس نہ دولت نہ زر نہ مال

**مائیکل** "مین تمھین کیونکر پہچانون ؟"

**بادشاہ** "اپنی کوئی نشانی دو۔ اُسسے مین اپنی ٹوپی مین لگا کر نکلون گا۔ اگر تم نے کبھی اُسکا دعوی کیا تو پھر مین تم سے سمجھ لون گا"

**مائیکل** "لو یہ میرا دستانہ، اپنا مجھے دو"

**بادشاہ** "لو"

**مائیکل** "مین بھی اسے اپنی ٹوپی مین لگا لون گا۔ اگر تم نے کل کدھار کو اسکو دیکھا اور کہا میرا ہے تو ایک ایسی دھول رسید کرون گا کہ چھٹی کا دودھ یاد آجائے گا"

**بادشاہ** "اگر مین اس لڑائی مین زندہ بچا۔ تو ضرور دعوی کرون گا"

**مائیکل** "مگر یہ یاد رہے جان کے لالے پڑ جائین گے"

**بادشاہ** "مین ضرور دعوی کرونگا تو تم بادشاہ کے ساتھ کیون نہ ہو"

**مائیکل** "اچھا تو بھول نہ جانا۔ خدا حافظ"

---

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ

یہ تشنہ لب حبیب الٰہی کا ہے حبیب — تو ساتھ اس امام کا دے تو ہے نصیب

فیض محبت شہ نامی نصیب ہو — گر ہو تو پنجتن کی غلامی نصیب ہو

مین بے تقیہ کہتا ہون سن لے گوش دل — جاتا ہون دیکھ جاتا ہون آقا کے متصل

چھوڑا کنشت صاحب مسجد کے ساتھ ہون — تیرا غریب بین سید کے ساتھ ہون"

**عمر** "نام حسین منھ سے نہ بس بار بار لے — کہدون کہ تن سے کوئی ترا سر اُتار لے

کیا جانتا نہین کہ ہے اس نام سے عناد — دشمن سے کیسی دوستی اور کیسا اتحاد؟

نعلین پاے شہ کو سمجھتا ہے سر کا تاج — محتاج ہین وہ آپ کدھر ہے ترا مزاج

دم مین کرینگے باغ محمد کو پائمال — لوٹین گے گھر علی کا ملے گا متاع و مال

ہونگی علی کی بیٹیان بلوائے عام مین — ہندی بنی کی آل کی جائے گی شام مین

جانے دے جان جائیگی جانے مین کد نہ کر — اچھا یہی ہے گر کو کسی کی مدد نہ کر"

**حُر** "شیطان تجھے سُنتے نہین دیتا ہی تقریر — بنیا ہے وہ سوجھے جسے انجام کی تدبیر

گر سبط پیمبر پہ ترا زور چلے گا — تو نابہ ابد نار جہنم مین جلے گا

بیطس "تم بھی عجب آدمی ہو۔ ارے لڑنے کے لیے دشمن کیا کم ہین جو آپس مین جوتی پیزار کرنے لگے۔ لو بس اب مصافحہ کرو"

بادشاہ "سچ کہتے ہو۔ فرانسیسیون کو اس بات کا غرہ ہے کہ بیس برسوے میدان اُنکے ہاتھ رہے گا لیکن دیکھنا کل کیا مُنھ کی کھاتے ہین" [سپاہی جاتے ہین

**بادشاہ** (اپنے آپ سے) "بادشاہ کے سر پر! ہماری جانین، ہماری روحین، ہمارے قرض، ہمارے اہل وعیال، ہمارے گناہ، ان سب کا بارگران بادشاہ کی گردن پر! خوب یہ بوجھ ہمین اُٹھانا پڑے گا۔ آہ اے سنگین ذمہ داری! تو حکومت کی ہزادے، جسکی طرف ایک جاہل گنوار کو بھی انگشت نمائی کرنے مین باک نہین ہوتا، حالانکہ اس سر خدا کو بجز اپنی تکالیف وما یحتاج کے غیر کی شکایتون کا احساس تک نہین ہوتا۔ کسقدر راحت اور اطمینان قلب ہے جس سے عوام متمتع ہوتے ہین، مگر بادشاہ محروم! ہان ایک ظاہری شوکت و اعزاز تو ہے جو بادشاہون کے لیے مخصوص ہوتا ہے مگر اے اعزاز سلطانی! اے شوکت شہریاری! تو کیا چیز ہے؟ تو کون فرشتہ ہے؟ تو کیسا معبود ہے؟ کہ اس دنیاے فانی مین اپنے بندون کی نسبت مصائب والام مین زیادہ حصہ لیتا ہے؟

| | |
|---|---|
| بے لعن نہ لے گا کوئی دنیا مین ترا نام | کام آے گا خلعت یہ پس از مرگ نہ الغام |
| ناشاد و دل آزردہ و مغموم رہے گا | دنیا کے تمتع سے بھی محروم رہے گا |
| کہتا ہے بار بار ترے شاہ دین کا نام | مین حرز جان سمجھتا ہون نام شہ انام |
| بھولا ہے اپنی فوج کی کثرت پہ تندخو | نامرد میرے سر کو اُڑا دے گا تن سے تو؟ |
| کیا تو مجھے ناپسند ہو یا ناپسند ہو | مین حق پہ ہون زبان مری کس طرح بند ہو |
| لعنت ترے یہ پیہ کرتا ہون بر ملا | آنکھون مین جھونک ہاتھ تو ڈالے کوئی بھلا؟ |
| کہہ تو لڑے گا لال سے میدان کارزار | وہ شیر ہین جنھون نے پیا فاطمہ کا شیر |
| چھوڑا ہے سیدون نے کہین آن بان کو | اُٹھین جو حسنین اُلٹ دین جہان کو |
| ہو قطع یہ زبان تری او دشمن امام | لیتا ہے تو اسیری بنت علی کا نام! |
| بھولے مین قید خترشیر الٰہ ہو | ویران شہر شام ہو کوفہ تباہ ہو |
| عقبیٰ خراب ہوتی ہے فرزند ستم کا | نے سر رہا شہ دوجہان کے قدم کے ساتھ |
| چھوٹے گی روح سے بھی نہ لعنت حسین کا | ڈھونڈھے گی پیری خاک بھی دامن حسین کا |

یہ دو شعر نہ چھپے

تجھے کیا فوائد اور کیا حقوق حاصل ہین؟ ذرا مجھ سے اپنی قدر و قیمت تو بیان کر اے شاہی کرونر! آخر مجھ مین کیا جوہر ہین جو تو اتنا عزیز سمجھا جاتا ہے۔ کیا تیرے پاس کچھ اور بھی ہے سوائے تاج و تخت اور ظاہری طمطراق کے جس سے لوگ مرعوب ہو کر رہجاتے ہین؟ اور کیا تجھے ان نوازشات سے سچی خوشی حاصل ہوتی ہے؟ بتا تیری غذا بجاے اطاعت مندی اور خلوص کے محض سم آلود خوشامد ہی ہے یا ضلاوہ اسکے کچھ اور بھی ہے؟ اے حکومت اے بزرگ و محسود حکومت، تھوڑی دیر کے لیے بیمار ہو جا، اور اپنی سطوت و جلالت کو ذرا حکم دے کہ تجھے اچھا تو کردے۔ کیا تو خیال کرتی ہے کہ تپ سوزان تیرے ان خطابات و القابات کے فسون سے ٹھنڈی ہو کر ہمیشہ کے لیے تیری مطیع و منقاد ہو جاے گی۔ جب ایک عاجز و درماندہ تیری جناب مین گھٹنے ٹیک کر کھڑا ہوتا ہے کیا تو اس حکم کی تعمیل کرا سکتی ہے کہ وہ اپنی صحت و تندرستی بھی تیری نذر کردے؟ نہین! بالکل نہین اے حکومت اے خواب باطل، تجھے تو صرف بادشاہون کے آرام و سکون پر شبخون مارنا آتا ہے۔ مین بھی ایک بادشاہ ہون مین نے تجھے خوب دیکھا بھالا ہے۔ تیری خاتم فرمانروائی، تیری شمشیر جوہردار، گرز گرانبار طرۂ دستار مرصع ہے جواہر نگار و طلا کار سب سامان تکبر و افتخار ہے۔ یہ مانا کہ تو اپنے منظور نظر کی راحت رسانی مین بظاہر کوئی کوتاہی نہین کرتی۔ وہ گرانبہا تخت پر جلوس کرتا ہے، ایک ہاتھ مین اسکے عصاے سلطنت ہوتا ہے، دوسرے

---

بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ

کیا اتحاد فرق ہو جب نو سو نا رکا؟ — مین دوست پنجتن کا ہون تو نا بکار کا!
سمجھا ہے تو ثواب جسے وہ گناہ ہے — تیری ہے اور راہ مری اور راہ ہے
کہلاؤن شوہر نجبت جو پاس نمک کر دن — بیکس کا ساتھ چھوڑ کے تیری کمک کرون؟
کیا اس کا ساتھ جسکی اطاعت گناہ ہو — حاکم ہو یا رئیس ہو یا بادشاہ ہو

مرتد ہون منھ کو قبلۂ عالم سے موڑ کر!
مسکن بناؤن دیر مین کعبہ کو چھوڑ کر

ذرۂ حقیر: "سامع سخن حق کا یہ مردود نہ ہوگا — جاہل کو نصیحت سے کبھی سود نہ ہوگا
ہوتی ہے بس اب دیر جہنم سے نکلنے — جل کر چمن فاطمہ مین پھولے پھلے"

برادر خرد: "ہان جہل مرکب مین سیہ روہے گرفتار — عقبیٰ سے غرض کیا ہے گر دنیا ہے یسار
سو بار یہین مرکے تو ہمت کو نہ ہارین — دنیا کے لیے بندۂ مقبول کو مارین!
ہمراہی غدار و جا فعال پہ لعنت — دین کھو کے جو ہاتھ آے تو اس مال پہ لعنت

مین کرۂ جہانبانی اُسکے نام کو خودی تو بخترِ بھرے القاب سے زینت دی جاتی ہے۔ آوازۂ شہرت اور کوس لمن الملک سے زمانہ گونج اُٹھتا ہے اُس کا تجسس اسباب زینت و عیش سے مملو ہوتا ہے مگر باوجود اسکے اُسے اُس خاک نشین کا سا خواب راحت نصیب نہین ہوتا جس کا دماغ خالی معدہ دن کی محنت و مشقت سے کمائی ہوی روکھی روٹی سے پُر ہوتا ہے۔ خواب پریشان اُسے جہنم کے ہولناک مناظر نہین دکھاتے صبح سے شام تک مزدوری کرتا اور سیرون پسینہ دھوپ کو نذر دیتا ہے، رات کو جب پاؤن پھیلا کے سوجاتا ہے تو عالم سویا مین باغ عدن کے مزے لوٹتا ہے۔ علے الصباح تازہ دم ہوکر اٹھ کھڑا ہوتا ہے، شمسو افلاک کی رکاب تھامتا ہے اور پھر اپنے دن کے کام مین لگ جاتا ہے۔ اسی طرح محنت و مشقت کی سالانہ منزلین طے کرتا ہوا گور کی آخر منزل تک جا پہنچتا ہے۔ اے گرانبار لے راحت سوز حکومت تو ہی بتا آیا یہ تیرے انعام واکرام سے تا آشنا محنت کش مزدور جو دن کو سختی اور رات کو راحت مین گزار دیتا ہے، ایک بادشاہ پر فوقیت نہین رکھتا؟ وہ ملک کے امن وامان اور قانون کی حفظ و حمایت سے بہرہ اندوز ہوتا ہے۔ نمایشی تمکن و احتشام نہ ہوا تو سہی؛ افسوس ایک عالم اور باطل دماغ کو کیا خبر کہ بادشاہ کو حفظ امن اور رعایا کی بہبودی و کامرانی کے لیے ذاتی آرام اور خواب و خورش کی کس قدر قربانی کرنی پڑتی ہے۔ اسکی بیخواب راتین تو فکر جمہور مین تیر ہوتی ہین اور وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر امروز و فردا کے سودے سے مستغنی نیند کے مزے لوٹتا ہے [ارفنگھم آتا ہے

ارفنگھم "جہان پناہ" سرکردان فوج خیمۂ حضوری کے سامنے مشتاق نیاز کھڑے ہوے ہین اور حضور انور کے

---

بقیہ نوٹ صفحۂ گزشتہ

غلام ہو دنیا مین نہ ہوگا عم سعد سا بے پیر — کہیے تو کروں اسکے مٹانے کی مین تدبیر

حافظ ہے خدا زور سے تلوار کے چلیے — اُس فوج مین چلیے تو اسے مار کے چلیے

گر ہو تو حق پرست کے دہن یہ ہاتھ ہو — ساتھ اُس ولی کا دے کہ خدا جسکے ساتھ ہو

شیکسپیر کی تعلیم کا یہ منشاء ہے کہ ہر فرد رعایا پر نیک ہو یا بد اپنے بادشاہ کی اطاعت واجب ہے۔ ہر شخص اپنے اعمال کا خود جواب دہ ہے کسی گنہگار سپاہی کے لڑائی مین مارے جانے کا بادشاہ پر کچھ مظلمہ نہین۔

میر انیس یہ فرماتے ہین چونکہ ہر فرد بشر اپنی زندگی مین آزاد اور "فی عمل مختار" ہے اس لیے اگر وہ چاہتا ہے کہ اُسکی عقبیٰ بخیر ہو تو فرمے محترز رہے اور حاکم مجازی کی اطاعت کے بہانہ سے حاکم حقیقی کو ناخوش نہ کرے۔

ہمارے نزدیک تو دونون شاعرون کی تعلیم کا یہی مقصود ہے۔ اب ان مین جو نازک اور لطیف فرق ہے، اُسکا معنوی لطف نکتہ سنج ناظرین کے حسن فہم پر موقوف ہے۔ ناشر

رونق افروز نہ ہونے سے نہایت فکرمند ہین"

**بادشاہ** "خیمہ مین بٹھائیے، مین ابھی آتا ہون"

**ارفنگھم** "بہت خوب، حضور" [جاتا ہے

**بادشاہ** "اے خدائے حرب و پیکار! اے نصرت و فیروزی بخشنے والے، میرے سپاہیون کے دلون کو فولاد کی طرح مضبوط بنا دے، اُن سے خوف و ہراس کی صلاحیت سلب کرلے، ان سے شمار اعداد کی قوت چھین لے کہ وہ غنیم کی کثرت سپاہ سے مرعوب نہ ہوسکین۔ بارالٰہ! آج کے روز، میرے باپ کے اُس قصور کو بھلا دے جو اُس سے تاج و تخت کے تصرف مین سرزد ہوا تھا۔ بارالٰہ، مین نے ریچرڈ کی میت کو شاہی اعزاز کے ساتھ ایک متبرک مقبرے مین منتقل کرا دیا ہے، اور جتنے قطرے خون کے اُسکے جسم سے گرے تھے، اُن سے زیادہ تاسف و توبہ کے آنسو میری آنکھین اُسکی قبر پر چھڑک چکی ہین۔ پانسو محتاج، جنکی سالانہ کفالت مین نے اپنے ذمہ لے لی ہے روزانہ دو وقت اپنے کانپتے ہوئے ضعیف ہاتھون کو تیری بارگاہ صمدیت کی جانب اُٹھاتے ہین کہ اس خون سے درگزر فرما۔ اور مین نے دو عبادت گاہین بنوائی ہین جن مین صالح اور پاکباز زاہد شب و روز ریچرڈ کی مغفرت روح کے لیے دعائین مانگتے رہتے ہین۔ بارالٰہ مین اسکی پاداش مین ابھی اور بہت کچھ کرنے والا ہون۔ لیکن جو کچھ مین کرسکتا ہون وہ سب ہیچ ہے۔ بان اپنے تائب اور پشیمان دل کی ارادت سے کسی قدر ڈھارس بندھتی ہے جو تیری جناب مین ہر وقت گڑگڑا کر عفو و رحم کا متمنی رہتا ہے"

**گلاوسٹر** "حضور!"

**بادشاہ** "میرے بھائی، گلاوسٹر کی آواز ہے؟ ہان، مین تمھارا مطلب سمجھ گیا۔ اچھا چلو طلوع آفتاب میری سپاہ اور سب چیزین میری منتظر ہین ۵ کانپون مین کب تک غم فزاے حشر مین + ہنوز جو ہے وہ ہومے پرورد گار آج

## سین دوسرا

## فرانسیسی کیمپ

ڈافن، آرلینس، رام پورلیس، اور دیگر اُمرا آتے ہین

**آرلینس** "اہا! دیکھتے ہو، سورج نے اپنی سنہری کرنون سے ہمارے سلاح جنگ کو طمع کرکے اُنکی آب و تاب کو کس قدر بھڑکا دیا ہے!"

**ڈافن** "سائیس! رے سائیس، لا ہمارا تازی لا۔ دیر نہ کر"

**آرلینز** "یہ بادل نہیں، یہ تو صرصر مجسم ہے ۔ اُڑنے میں لپکنے میں ہے شعلہ تر اتو سن + ہی ٹھہر کر دیتا ہے ہوا دامن زمین اور (ظلم)

**ڈافن** "ہاں آج خاک و آب کو اپنے سموں سے گوندھ ملا کر ایک کر دے!"

**آرلینز** "بس اتنا ہی، ہوا اور آگ کو کیوں چھوڑ دیا؟"

**ڈافن** "ابھی یہی نہیں، بلکہ ملاوا حلے بھی!" [سپہ سالار آتا ہے

**ڈافن** "او ہو! سپہ سالار صاحب!"

**سپہ سالار** "دیکھتے ہیں آپ، ہمارے گھوڑے شوق جنگ سے بے تاب ہو کر کیسے منھ مار رہے ہیں"

**ڈافن** "تو بس سوار ہو جائیے، اور مہمیز لگائیے کہ اُن کا کھولتا ہوا خون اُچھل اُچھل کر دشمنوں کی پتلیوں میں آبلے ڈال دے انکو پھوڑ دے اور اُنکی ساری بہادری پیپ بن کر بہ جائے"

**رام بوریس** "واہ صاحب، کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے پیارے گھوڑوں کا خون ان انگریزوں کی آنکھوں سے ٹپک کر گرے۔ ایسا ہے تو پھر ہم اُنکے اصلی آنسوؤں کو کیونکر دیکھیں گے؟"

[جاسوس آتا ہے

**جاسوس** "انگریزوں کی سپاہ صف بستہ ہو کر آمادۂ پیکار ہو گئی ہے"

**سپہ سالار** "اے افسران فوج، سوار ہو جاؤ، ہاں فوراً سوار ہو جاؤ، اس مصیبت زدہ اور فاقہ کش و جاں بلب جماعت کو ایک نظر اور دیکھ لو تھوڑی ہی دیر میں تمھاری پُر ہیبت و قیامت خیز آمد آمد کی ایک نگاہ غلط انداز انکے خرمن ہستی پر بجلیاں گرانے والی ہے۔ سوائے چند کالبد سوختہ اور تودۂ خاکستر کے کوئی نشان انکا باقی نہ رہے گا اسکی ضرورت ہی کیا ہے کہ ان سرگشتگان وادی اجل کو ٹھکانے تک پہنچانے کے لیے ہم سب لوگ زحمت گوارا کریں۔ افسوس ہماری تشنہ کام شمشیریں بشوق تمام نیام سے نکلیں گی اور پھر اُسی طرح خشک لب میان میں چلی جائیں گی، ان بدبختوں کی سوکھی رگوں میں اتنا خون کہاں کہ ایک ایک قطرہ ہی اُنکے حصہ میں آسکے۔ ہم سب مل کر ایک ایک پھونک مار دیں تو ہمارے طوفان خیز سینوں سے نکلی ہوئی ہوا کے زور ہی سے ایکدم میں اُنکے قدم اُکھڑ جائیں گے۔ بلکہ اے سرداران لشکر! اسے مبالغہ نہ سمجھنا، ہمارے عسکر ظفر پیکر کے بہیر و نگاہ کے جوبیگاری اور دمقانی میں، یہی بیکار لوگ میدان مصاف کو دشمنان شوم سے

---

لہ بہادل شیشہ ہائے تاخدا جو ٹوٹ کر بہ گیا ساتھ آنسوؤں کے آبلہ سا پھوٹ کر (سودا)

# مقوی اکسیر گولیان

ہماری ایجاد کردہ اتنگ نگرہ گولیون کا نام شاید آپ نے نہین سُنا ہوگا یہ گولیان عجیب و غریب صفات سے بھری ہین بڑے بڑے نامی و گرامی ڈاکٹرون حکیمون ویدون نے تجربہ کرکے اسکی تعریف مین سکہ خطوط لکھے ہزارون سندین اور سارٹیفکٹ اسکے موجود ہین سینکڑون فرمایشین ان گولیون کی نصرف ہندوستان بلکہ غیر ملکون سے متواتر ہمارے شفاخانے پہنچتی رہتی ہین۔ اعصابی کمزوری کے دور کردینے مین اکسیر ثابت ہوی ہین اور مایوسون کو سراپا امید بنانا اور مادۂ تولید کے تمام نقصانات کو دور کرنا۔ ذہن مین جودت تیزی پیدا کرنا حافظہ کو قوت دینا جسم کو تندرست و توانا بنانا۔ مردہ دلون کو تازہ روح عطا کرنا انکا ادنیٰ کرشمہ ہے مردون اور عورتون کے ہر قسم کے ضعف کو دور کرنے اور عالم جوانی دکھانے مین یہ گولیان اکسیر کا کام دیتی ہین۔ اگر انکو تندرست آدمی بھی کھاے تو بیشمار فائدہ جسم مین پاے۔ جن لوگون نے سرٹیفکٹ دیا ہے اُن سے دریافت کرکے اطمینان خاطر کرلیجیے۔ یا خود ایکبار تجربہ کرلیجیے قیمت فی بکس جسمین ۳۲ گولیان ہوتی ہین ایک روپیہ محصول ڈاک بذمہ خریدار بچار روپیہ کے خریدار کو ایک ڈبیہ مفت اور آٹھ ڈبہ کے خریدار کو دو ڈبہ اور نو ڈبہ کے خریدار کو تین ڈبہ بکمیشن مفت دیا جاتا ہے مزید اطمینان کے لیے ہماری کتاب کام شاستر جو راز تندرستی کا حلیہ ہے ۱۴۴ صفحے مین قریب قریب ہر زبان مین چھپی ہوی ہے صرف ایک کارڈ لکھکر ہم سے بالقیمت طلب کرین۔

## طلاے واجی کرن

اس طلا کا ثانی ہماری نظرون سے ہنوز نہین گزرا یہ طلا بمثل بلاچون وچرا ثابت ہوچکا ہے اعضاے تناسل کی پتلی ہوی جڑ کو موٹا کرنے مین اور سستی اور نامردی کو جو بسبب ڈھیلا پڑجانے رگون کے درست اور صحیح کرنے مین مجرب اور ہمثیل ہوا ہے اس کی شہادتین اور سرٹیفکٹ بھی ہمارے پاس موجود ہین چند ان مین سے کتاب مذکورہ مین درج کیے گئے ہین قیمت فی شیشی نصف تولہ صرف دو ہفتہ کا پانچ روپیہ صرف ایک شیشی کے خریدار کو ایک ڈبہ اتنگ نگرہ بکمیشن مفت۔

**ویدشاستری منی شنکر گووندجی جام نگر کاٹھیاواڑ**

## مولوی ظفر علی خان بی اے۔ ایڈیٹر زمیندار

کی تصنیف کردہ کتاب "برکات اسلام" کے اب تھوڑے نسخے باقی رہ گئے ہین۔ جلد نہ منگائیے گا تو ایک بے بہا چیز سے محروم رہیے گا جوش و خروش کا سیلاب ہے۔ قیمت صرف ڈھائی آنے (۲/۲ر)

## مولانا ابوالکلام۔ ایڈیٹر الہلال

کی لکھی ہوی حضرت سرمد کی اُردو زبان مین پہلی سوانح عمری جس پر سیدی خواجہ حسن نظامی حسب ذیل رائے دیتے ہین کہ باعتبار ظاہر اس سے اعلےٰ اور شاندار الفاظ آجکل کوئی نہین جمع کرسکتا۔ اور باعتبار معانی یہ سرمد کی زندگی و موت کی بحث ہی نہین معلوم ہوتی۔ بلکہ مقامات درویشی پر ایک مستانہ اور البیلا خطبہ نظر آتا ہے قیمت ڈھائی آنے (۲/۲ر)

## آنے والے انقلابات

کے دریافت کا شوق ہو تو حکیم جاماسپ کی نایاب کتاب جاماسپ نامہ کا ترجمہ طلب فرمائیے جو مُلا محمد الواحدی ایڈیٹر نظام المشائخ نے نہایت فصیح و سلیس اُردو مین کیا ہے۔ پانچہزار برس پہلے انہین بحساب جفر و نجوم آجتک کی بابت جسقدر پیشین گوئیان درج کی گئی تھین وہ سب ہو بہو پوری اُترین مثلاً بعثت آنحضرت صلعم معرکہ کربلا خاندان تیموریہ کا عروج زوال وغیرہ وغیرہ قیمت وہی ڈھائی آنے (۲/۲ر)

## شکوہ فرہاد

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم اے۔ اور مولانا سیماب اکبرآبادی کی دو مقبول خاص و عام نظمین خدا اور رسول خدا سے راز و نیاز درویش پریس کی چھپائی کا بہترین نمونہ قیمت وہی ڈھائی آنے (۲/۲ر)

## اگر آپ یہ جاننا چاہتے ہین

کہ اگلے زمانے کے بزرگون کی مجالس مین کیا چرچے رہا کرتے تھے اور آجکل کے مشائخ نے کیا ڈگر اختیار کر رکھی ہے تو مذبوم فریب ملاحظہ کیجیے جسے مُلا محمد الواحدی نے سلطان الاولیا خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کی مثیل کتاب راحت القلوب کا ترجمہ کیا ہے ضخامت ۱۱۲ صفحے قیمت آٹھ آنے (۸/۸ر)

المشتہر

منیجر رسالہ نظام المشائخ درویش پریس کوچہ چیلان دہلی

**المامون** - دہر دوحصہ مولانا شبلی کی مشہور تصنیف جسمین مامون رشید کے زندگی کے واقعات بہت دلچسپ پیرایہ مین درج ہین قیمت عہ

**فلسفۂ ازدواج** کے متعلق خواجہ حالی تحریر فرماتے ہین میرے نزدیک ہر متاہل اور غیر متاہل شخص کا فرض ہے کہ اس کتاب کو اول سے آخر تک بار بار پڑھے اور اسکی ہدایتون پر عمل کرے اور جس ہدایت پر خود نہ عمل کر سکتا ہو اسپر اپنے متاہل دوستون اور عزیزون اور ان نوجوانون کو جو عنقریب اس جوت کو اپنی گردن پر رکھنے والے ہین اُنپر عمل کرنے کی تاکید کرے کیونکہ یہ ہدایتین ماؤن اور بچون کی صحت اور انکی بقاے نسل کے لیے ایسی ضروری ہین کہ انکے کسی طرح مخرج نہین ہیں صرف عہ

**ریاض سحر** - شیخ امان علی سحر کا دیوان قیمت ... ۸ر

**دیوان بحر** - شیخ امداد علی صاحب بحر کا دیوان قیمت .. عہ

**دیوان وزیر** - خواجہ وزیر صاحب کا دیوان قیمت ۱۲ر

**دیوان صبا** - میر وزیر علی صاحب صبا کا دیوان قیمت ۸ر

**الاحسان** - جسمین لفظ صوفی کی تحقیق اور تصوف کی ابتدا اور اسکی سفر رفتہ ترقی کا ذکر کیا گیا ہے اور آخر مین تصوف کے تمام شعبون اور اسلام سے تطبیق اور اسکی حقانیت اور اصول پر بحث کی گئی ہے قیمت ۸ر

**نظم نگارین** - حکیم سید ضامن علی صاحب جلال لکھنوی کا چوتھا دیوان ..... عہ

**نظم بے نظیر** - شمس العلماء ڈاکٹر نذیر احمد مرحوم کی نظمون کا عجیب مجموعہ قیمت ..... عہ

**اسرار رنگون** - رنگون کے باشندون کی معاشرت اور اخلاق کی حالت کا آئینہ قیمت عہ

**پھویا عیگڈھ کالج** کے تعلیمیافتہ سید سجاد حیدر بی۔ اے کی عجیب مزے دار نظم قیمت .... ۱ر

**بیالات آزاد ولایت** مین پڑھنے والے بیٹے کے لکھے ہوے خطوط اپنے پدر بزرگوار کے نام - مولانا آزاد کی عجیب و غریب دلستری ولایت مین ڈیرہ جسمین کی مانچولیا جبال کولمبس کی کارروائی اور دیگر مزہ دار نتیجہ خیز مضامین قیمت عہ

**انشاے اُردو** - دلچسپ اور پُر از نصائح مکتوبات کا مجموعہ جس مین مولانا ذکا اللہ نواب محسن الملک اور ہندوستانی بیگمات کے خطوط ہین قیمت ..... ۸ر

**اُردو شکر** - ترکیب بند اُردو کی سرگزشت خود اُردو کی زبان سے نہایت دلچسپ پیرایہ مین زبان پاکیزہ قیمت ۴ر

**نبی جی کی خوشی** - زنانہ میلاد شریف لڑکیون اور بی بیون کے پڑھنے کے قابل قیمت فی جلد ..... ۱ر

**ایک نادان دوست** مصنفہ سید مرحوم - لڑکون اور اور لڑکیون بھی لڑکون اور بڑون سب کے پڑھنے کے قابل اسکے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمسی نکی کس کو کہتے ہین قیمت فی جلد ... ر

**آئینہ مشاعرہ** - مرزا غالب کی مشہور غزل اجو تیری بزم سے نکلا سو پریشان کلا کی طرح پر بھوپال مین ایک عظیم الشان مشاعرہ ہوا جس کے روداد سے ہندوستان کے تمام سامعون نے نہایت زور دار خراجین لکھی ہین یہ اسی کا پُر لطف مجموعہ ہے قیمت ۴ر

**حسن تخیل** - حضرت ارشد تھانوی کی تمام غزل نظمون کا لطیف مجموعہ مع تصویر مصنف ..... ۸ر

**بیاض ارشد** - موصوف کا ابتدائی کلام اور رنگ تغزل کے نمونے ..... ۴ر

**عروس سخن** مشہور شعراے اُردو کی تیرہ غزلون کا مجموعہ انکے حالات اور مرقع **لیلے و مجنون** - مرزا محمد ہادی پی۔ اے رسوا کا بے نظیر ڈراما قابل دید ہے ..... ۶

# کتب مندرجۂ ذیل میرالنا ظر بک ایجنسی لکھنؤ سے طلب کیجیے

## مولانا آزاد دہلوی مرحوم کی تصنیفات

دربار اکبری۔ ۔۔۔ ۔۔۔ ۔۔

رجسٹرڈ نمبر

اے ۴۷۸

ھوالمستعان

# الناظر

جامیست جہان نماے ہر صفحہ درین

۱۳۲۷ھ


اڈیٹر۔ ظفر الملک علوی

الناظر پریس واقع خیالی گنج لکھنؤ میں طبع ہو کر

دفتر رسالۂ الناظر و ملز لکھنؤ سے شایع ہوا

قیمت فی پرچہ ۲ پیسہ

# کتب مندرجۂ ذیل میرالناظر بک ایجنسی لکھنؤ سے منگوایئے

رسائل شبلی - مولانا شبلی کے مختلف مضامین کا نادر مجموعہ عہ

الکلام حصۂ اول - مولانا شبلی کی مشہور تصنیف .... عہ

ایضاً حصۂ دوم .... عہ

شعرالعجم - مولانا شبلی کی تازہ تصنیف

شعرائے فارس کے کلام پر تفصیلی و تنقیدی نظر جلد اول .. عہ

جلد دوم .... عہ

جلد سوم .... عہ

جلد چہارم .... عہ

مسدس حالی - قابل دید ہے ۳

دیوان غالب - اردو ۳

کلیات نظم فارسی غالب ۴

مرآۃ الغیب - ملک الشعراء آسیر

مینائی کا پہلا دیوان ۱۰

قاسم و زہرہ - حضرت شوق

قدردانی کی بے انصافی ہے

بدل مثنوی .... ۸

مرآۃ العروس - مولوی نذیر احمد

مرحوم دہلوی کی امور خانہ داری کے متعلق نہایت مفید و دلچسپ پرمغز

قصے کے پیرایے میں .. ۶

بنات النعش - تعلیم و تربیت نسواں کے متعلق مولانا کا دوسرا قصہ

جیبیں نہایت سلاست سے مزین

عقلیہ سمجھائے گئے ہیں ۶

توبۃ النصوح - ناصح کا خواب اور اسکے معاشرتی اصول سے

کتاب بھی فرد ہے ... ۶

بہشتی زیور - کل دس حصے

مولانا اشرف علی تھانوی کی

تصنیف مذہبی تعلیم کے لیے لاجواب

کتابیں فی حصہ ... ۳

خزینۃ الامثال - فارسی ۸

محاورات و امثال - زبان

عربی و فارسی و اردو ۸

عزیزۂ طاہرہ بیگم - نہایت

اخلاقی اور زرتاپا تربیت عہ

افسانۂ نادر جہان - مصنفہ کے

خود نوشت حالات عہ

پیاری سہیلی - دلچسپ زنانہ

طرز کے خطوط ... ۸

قصۂ گلاب چمیلی - عورتوں کے

لیے مہذب اور مفید بگرفردار

قصہ ..... ۸

کنیز فاطمہ - نہایت پراثر اور

عبرت خیز و مہذب ناول ۶

نشتر - چبھتا قصہ مزیدار و پراثر

مین ڈوبا ہوا ... ۶

مارا ستین - منشی جوالا پرشاد

برق بی اے جج عدالت خفیفہ لکھنؤ

آنجہانی کا نہایت عمدہ ترجمہ ۱۲

مرنالنی - ایضاً بنگالی سے ترجمہ

دیکھنے کے قابل سننے کے لائق ۱۰

بنگالی دلہن ایضاً ۱۲

الف لیلہ - بطرز ناول جادو

نگار رتن - ناتمام سرشار کی تصنیف

وجدت طرازی حصۂ اول عہ

ایضاً حصۂ دوم ... ۱۲

جام سرشار - دینی خریدنی عہ

معشوقۂ عرب - اپنی لطافت

و سلاست کے اعتبار سے

اچھوتا ناول .... ۶

محبوس کنشت - ایک مجبوبہ کی

کی دردانگیز داستان ۴

ہم خرما و ہم ثواب - دیکھیے

حظ حاصل کیجیے ... ۱۲

جذبۂ عشق - ایک یونانی لڑکی

کا قصہ جس نے اپنے حسن تبسم

سے ایک وحشی کو مہذب

بنایا تھا .... عہ

جام زہر - ایک چبھتا ناول

مصنفہ محمد حسن صاحب

وحشی نگری ... ۱۲

ارمان نصیب - منشی احمد علی بی

اے - مرحوم کا پرلطف ترجمہ عہ

خون ناحق - سراغ رسانی

پولیس اور دیگر پرلطف باتیں

قابل ملاحظہ ناول ہے ۱۰

مرقع اودھ - اسم بامسمی ۶

شباب لکھنؤ - شاہی زمانے کے

عجیب حالات انگریزی سے ترجمہ عہ

عروس ہرن - حضرت نادر

مرحوم کا کوروی کا جنبل ناول ۸

بہرے کی کہنی .... ۵

طلسم شرر - عرق گلاب کنور

صاحبزادہ محمد مصطفےٰ علی خان قمر

کا دلفریب ناول ... ۱۲

شاہد طرار - ایک نرالے ناول کا

سلیس ترجمہ .. ۵

فریب نیرنگ - و فریب وفا

دلچسپ واقعات مصنفہ سید

عاشق حسین عاشق لکھنوی ۱۰

لال کہستان - نہایت دلچسپ

انگریزی ناول کا ترجمہ اسمیل بے

ترکی و دلی جلی اسود کی جنگ ۱۱

شہید وفا - سرولٹر اسکاٹ کے

انگریزی ناول کا ترجمہ عہ

نافذ ..... ۶

---

نمبر ۲

یہ کیا؟ اس کا نصف صفحہ کیون خالی ہے؟

رہنے دیجیے اس مین کیا ہے۔

سبب ہم صرف یہ تبلانا چاہتے ہین کہ بچون سے ضعیف تک کے لیے ڈاکٹر ایس کے برمن کی ایجاد کی ہوئی چالیس سخت امراض کی ان ادویات کی پوری فہرست اپنے پاس کیون نہین رکھتے۔

اس کے رکھنے سے سوائے نفع کے نقصان نہین ہوسکتا۔

کیا ایک فہرست آپ کی خدمت مین روانہ کرسکتا ہون۔

ادویات ہر موضع ہر قصبہ و ہر شہر مین مل سکتی ہین۔

**ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ**

# الناظر

نمبر ۵۳ جلد ۹ — یکم نومبر سنہ ۱۹۱۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# مقدمۂ تحقیق الجہاد

(مصنفۂ نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی مرحوم)

واشنگٹن آئرونگ امریکہ کے ایک مشہور مصنف اور ادیب نے آنحضرت صلعم کی بھی لائف لکھی ہے۔ اسکے پہلے ہی صفحہ پر آنحضرت کی ایک تصویر دی ہے جسمیں ایک ہاتھ مین قرآن اور دوسرے ہاتھ مین تلوار ہے۔ یہ تصویر مصنف کے اصلی خیال کا فوٹو ہے جسکی پہلے سے یہ رائے ہو وہ ایک ایسے بڑے مصلح اور نبی دینی نوع انسان کے محسن کی لائف کیا خاک لکھے گا۔ اور یہ کچھ آئرونگ ہی پر موقوف نہین یورپ میں یہ خیال عام طور پر پھیلا ہوا ہے اور پولیٹکل وجوہ نے وہی کام کیا ہے جو جس پنسلوانیا کی پنگاری کرتی ہے۔ برسہا برس سے مسلمانون اور عیسائیون میں صدیون سے جنگ و جدل چلی آرہی ہے اور اگرچہ یہ جنگ ڈھل گئی ہے لیکن اس نے اپنے ساتھ مذہب کو بھی سان لیا ہے۔ تلوار والے تو تلوار سے کام لیتے ہیں اور اہل قلم اپنے دل کی بھڑاس یون نکالتے ہین۔ غرض یہ منحوس جنگ ایسی ٹھنی کہ ختم ہونے کو نہین آتی۔ کمزور کا قاعدہ ہے کہ جب ہاتھ سے کام نہین نکلتا تو زبان سے کام لیتا ہے۔ عیسائیون کو شکستین کیا ہوئین کہ انھون نے مسلمانون کو بدنام کرنا شروع کیا۔ اور بدنام بھی کیسا کچھ کہ تہمت لگا نہ رکھا جس نے مانہ مین آنحضرت صلعم کی شہرت ہوی تو روما کے ایک پوپ نے آنحضرت کے حالات دریافت کرنے کے لیے ایک مشن عرب کو بھیجا۔ معلوم نہین وہ مشن عرب پہنچا یا نہین پہنچا مگر جو رپورٹ اس نے لکھکر بھیجی وہ کذب و افترا کی ایک پوٹ ہے۔ سچ نام کو نہین۔ اور ایسی ایسی باتین اور واقعات تصنیف کیے ہین کہ الف لیلہ بھی اسکے سامنے ماند ہے۔ اور افسوس کا یہ رسم اب تک جاری ہے کوئی دن ایسا نہین جاتا کہ کوئی نہ کوئی کتاب یا اخبار یا رسالے مین کوئی ایسا مضمون شائع نہ ہوتا ہو جسمین مسلمانون کی

دل آزاری نہ ہوتی ہو اگر وہ تمام کتب و تحریرات جمع کی جائین جو عیسائیون اور خاص کر اہل یورپ نے اسلام، بانی اسلام، اور اہل اسلام کے خلاف لکھے ہیں، تو وہ ایک ایسا بڑا انبار کذب و افترا و دروغ و بہتان کا ہوگا کہ روتر و ٹائمز اسکے ایک صفحہ کی برابری بھی نہین کرسکتے۔ بات یہ ہے کہ مسلمانون کو کامیابی ہوی آناً فاناً اور کامیابی پیدا کرتے ہی حسد اور خصوصاً جب عیسائی اُنکے آگے ہر جگہ ناکامیاب اور پسپا ہوتے گئے تو حسد کی آگ اور بھڑک اٹھی اور بغض و کینہ کی کوئی انتہا نہ رہی یہ سارا فساد اسی کا ہے۔ گو اسوقت یورپ کی تہذیب و شائستگی اور سائنس کا آفتاب عین نصف النہار پر ہے مگر تعصب کے جراثیم رگ رگ اور ریشے ریشے مین کچھ ایسے سرایت کرگئے ہین اور گوشت پوست مین کچھ ایسے پیوست ہوگئے ہیں کہ تیزسی تیز شعاعین بھی انھین ہلاک نہین کرسکتین۔ آجکل اسے مذہبی تعصب نہین کہتے، بلکہ تعصب ایک دوسری ہولناک اور مکروہ صورت مین ظاہر ہوا ہے، جسکے کاٹے کا منتر نہین۔ اسے پالیٹکس یا ڈپلومیسی کہتے ہین۔ اسکے لیے ہماری زبان مین کوئی لفظ نہین اور ہو کہان سے، ہمارے یہان یہ سیاسی چالبازیان اور عیاریان قسمین کہان، جو لفظ ہوتا۔ اگرچہ صدہا انقلاب ہوگئے، حالات بدل گئے، اور جو آگے تھے وہ پیچھے اور جو پیچھے تھے وہ آگے ہوگئے، مگر افسوس ابھی تک دلون مین کدورت وہی چلی آتی ہے۔ درد جا تو رہا مگر کسک باقی ہے۔ سانپ کبھی کا نکل گیا، مگر لکیر جوت ابھی تک لکیر پیٹے جاتے ہین، اور کوئی دن ایسا نہین گزرتا کہ کچوکے پر کچوکا نہ دیتے ہون۔

اسلام کی ترقی اشاعت کو جو بجلی کی رو کی طرح تمام عالم مین دوڑ گئی، عیسائی دیکھ دیکھکر حیران و ششدر تھے اور جب وہ اپنے نبی علیہ السلام کے حالات عہد جدید مین پڑھتے تھے تو انکی حیرت اور بھی بڑھ جاتی تھی۔ حضرت عیسیٰ وعظ کرتے کرتے اس دنیا سے اُٹھ گئے، مگر اپنی قوم پر کچھ اثر ڈال نہ سکے۔ یہانتک کہ انکے حواریون کی یہ حالت تھی کہ پتا کھڑکا اور بندہ بھڑکا، خطرے کے نام سے بھاگ کھڑے ہوتے تھے اور یہان یہ حالت تھی کہ جو لوگ اسلام لاے، اُنھون نے ہر طرح کی صعوبتین، اذیتین اور ظلم سہے، گھر بار چھوڑا، بال بچے چھوڑے مگر مذہب نہ چھوڑا۔ یہانتک کہ اپنے مذہب کے لیے جانین تک قربان کردین۔ وہ بت جو گھرون مین خدا بنے بیٹھے تھے اور جو یہودیون کی کوشش سے نکلے نہ عیسائیون کی سعی سے، انھین وہ خود بخود پھینک پھینک کر اسلام مین داخل ہونے لگے۔

اس غیر معمولی ترقی اور اثر کو دیکھ دیکھکر عیسائی حیران ہین کہ یہ کیا معاملہ ہے جو کوئی نبی نہ کرسکا وہ پیغمبر اسلام سے کیونکر ہوگیا۔ بس اس پر سے یہ قیاس کرلیا کہ رسول اللہ صلعم نے اسلام بجبر پھیلایا اور اپنے ذہنون مین وہ تصویر کھینچ لی جو آئرونگ واشنگٹن نے اپنی کتاب کے پہلے صفحہ پر دی ہے۔ حالانکہ یہ واقعہ ہے اور ایسا کھلا واقعہ ہے کہ جسکے لیے مزید تحقیقات یا پرانے کھنڈرون یا قدیم کتبون یا بھوج پتر دن کی تلاش کی ضرورت نہین ہے،

کہ اسلام کبھی آنحضرت کے زمانہ مین یا اسکے بعد بجبر یا بزور شمشیر نہین پھیلایا گیا۔ بلکہ جس رواداری، سالمت اور اعتدال کے ساتھ مسلمانون نے دنیا پر حکومت کی اور جو فیاضانہ برتاؤ انھون نے غیر اقوام کے ساتھ روا رکھا، دنیا مین اسکی نظیر کہین نہین ملتی مجھے اسکے متعلق اس مختصر مقدمے مین کسی شہادت کے پیش کرنے کی ضرورت نہین ہے اسپر دفتر کے دفتر لکھے جا سکتے ہین اور ان واقعات سے ہماری اور غیرون کی تاریخین بھری پڑی ہین۔ اور جسے مذہبی پہلو سے اس مسئلے کو دیکھنا ہو تو اس کتاب کا مطالعہ کرے۔

معترضین کو جہاد کا حربہ ایسا مل گیا ہے کہ اُسے جا و بیجا ہر موقع پر پیش کر دیتے ہین گویا اُسے مسلمانون کی طرف سے نفرت پیدا کرانے کے لیے ایک ہوا بنا رکھا ہے اور یہ ایک ایسا ڈراونا اور خوفناک لفظ ہو گیا ہے کہ اہل یورپ اسے سن کر اس طرح چونک اُٹھتے ہین جیسے کبھی ہولین کے نام سے وہان کے تاجدار سہم جایا کرتے تھے۔ لیکن کیا درحقیقت یہ لفظ ایسا خوفناک ہے؟ جہاد کیا ہے؟ اپنی حفاظت کے لیے ہاتھ پیر ہلانا اور حتی المقدور کوشش کرنا۔ کب؟ جب جان و مال، ننگ و ناموس اور مذہب پر آبنے۔ کون سا قانون ہے جو اسکی اجازت نہین دیتا اور کونسا انسان ہے جو ایسے وقت اپنی حفاظت نہین کرتا۔ مدافعت اور اپنی حفاظت ایک قدرتی فعل ہے اور بڑے بڑے انسان سے لے کر ادنے سے ادنی کیڑے مکوڑے تک وقت پڑے پر اپنی حفاظت اور مدافعت مین سعی کرتے ہین۔ اسلام نے کہین بجبر یا بزور شمشیر کسی کو مسلمان بنانے کی اجازت نہین دی اور نہ آنحضرت صلعم نے کبھی ایسا کیا نہ کسی دوسرے کو ایسا کرنے کا حکم دیا جن لوگون نے آنحضرت کے حالات کا مطالعہ کیا ہے انھین معلوم ہے کہ ابتدائی تیرہ سال آپ پر کیسے مصیبت کے گزرے ہین۔ قریش نے انکے ساتھ کیا کیا نہ کیا۔ طرح طرح سے آپ کی توہین و تحقیر کی، جسمانی، مالی اور روحانی صدمے پہنچائے، ادلے نماز سے روکا، یہانتک کہ تھوکا، کوڑا کرکٹ اور گندگی ڈالی، آپ کی گردن مین آپ ہی کے عمامے کا پھندا ڈال کر کعبہ سے باہر نکال دیا۔ تلقین و تعلیم سے باز رکھا اور ہر قسم کی اذیتین اور صعوبتین پہنچائین۔ آپ کے پیروون پر بڑے بڑے ظلم توڑے اور کوئی دقیقہ ان کے ستانے اور انکی زندگی تلخ کرنے کا اُٹھا نہ رکھا۔ آپ کے اور تمام مسلمانون کے خلاف سازشین کین ایک جتھا قائم کیا، اور آمد و رفت، میل جول اور تمام تعلقات باہمی قطع کر دیے۔ آخر انھین مایوس و مجبور ہو کر اپنے وطن مالوف کو خیرباد کہنا پڑا۔ اور آوارہ وطن ہو کر مکہ سے دور جا کر پناہ لی۔ مگر ظالمون نے وہان بھی پیچھا نہ چھوڑا۔ اور پہلے سے زیادہ ظلم و تعدی پر آمادہ ہو گئے اور فوجین لے کر حملہ آور ہوے۔ اسپر بھی اگر آنحضرت صلعم خاموش صبر و تحمل کیے بیٹھے رہتے تو وہ اپنے فرض کے ادا کرنے مین کوتاہی کرتے۔ اس وقت آپ کا فرض عین تھا کہ اپنے تئین اور اپنے رفقا کو ہلاکت سے بچاتے

اور یہی کیا اور یہی کرنا چاہیے تھا اور ایسا کرنا بدرجہ مجبوری تھا کیونکہ سوائے اسکے کوئی چارہ نہ تھا۔ اسلیے آنحضرت صلعم کے تمام غزوات دفاعی تھے۔

اس مسئلہ پر جس شرح وبسط اور تحقیق وتدقیق کے ساتھ مولوی چراغ علی مرحوم نے اس کتاب مین بحث کی ہے آجتک کسی نے ایسی غائر نظر نہین ڈالی تھی۔ اس زمانہ مین جبکہ جدید خیالات اور جدید فلسفہ ہمارے ممالک مین گھر کرتا جاتا ہے اور اسلام اور اہل اسلام مین نئے اور دلاویز طریقون سے حملے کیے جارہے ہین اور مسلمان انھین پڑھ پڑھ کر اپنے اعتقادات وخیالات مین ڈانوان ڈول ہورہے ہین، ایک ایسی محققانہ کتاب کی بیحد ضرورت تھی جسکے تعلیم یافتہ تو خیر نشانہ ملامت ہین ہی مگر ان پرانے علما کا کیا کیا جائے جو اپنے کلام سے (خواہ وہ کسی نیت سے ہو) معترضین کی تائید کرتے ہین۔ چنانچہ ایک عالم محدث کو جنھون نے علوم دینی کو اردو مین شایع کرکے اسلام کی بڑی خدمت ادا کی ہے اور خاص کر کل صحاح ستہ کا اردو مین ترجمہ فرما کر ہند کے اہل اسلام پر احسان کیا ہے جب کوئی صحیح حدیث ملتی تو اپنی طرف سے ایک حاشیہ اس مضمون کا جڑدیا کہ رسول کریم کے غزوات حصول نفع اور بجبر اشاعت اسلام کی غرض سے تھے[1]

مین نہین جانتا کہ کہان تک یہ بات صحیح ہے بہرحال اسی حالت مین مولوی چراغ علی مرحوم کی کتابین پیاسے کے لیے آب حیات اور مریض کے لیے نسخہ اکسیر اور گزیدہ کے لیے تریاق کا کام دین گی۔ مرحوم اس ضرورت کو بہت پہلے سمجھ چکے تھے اور جبکہ مفسدہ پرداز غیر قومون نے شیعہ قوم مین، جن مصروف تھے وہ ایک ایسی عظیم الشان خدمت اپنے دین وملت کی ادا کر رہے تھے کہ اسی اثنا مین اچانک موت آکر بیچ مین حایل ہوگئی۔ بعض مدعیان حمایت دین وملت کی آنکھین اب کھلی ہین اور دن بدن ہر ایک جماعت کو کلام کی ضرورت محسوس کررہے ہین، اور اسکے متعلق مشورے اور کمیٹیان ہورہی ہین لیکن انھین خبر نہین کہ موت ہوی اسکی بنیاد سرسید ڈال چکے اور مولوی چراغ علی مرحوم اسکی تکمیل بھی کرچکے۔ اور خبر کیونکر ہو انھین شاید اسکا اعتراف کرتے ہوئے یا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہین اغراض کرو یا نہ کرو چلنا اُسی نقش قدم پر پڑے گا۔ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بناؤ مگر قبلہ وہی ہوگی۔

مولوی صاحب مرحوم کا طریقۂ تحریر سب سے الگ اور نرالا ہے وہ کبھی جوش مین آکر فصاحت کے دریا نہین بہاتے، دوسرون کو الزام نہین دیتے عبارت کی رنگینی یا لطائف ادبی کا خیال نہین کرتے اور نہ ناظرین کے جذبات کو اشتعال دے کر اپنی بات منواتے ہین۔ وہ نفس معاملہ کو نہایت ٹھنڈے دل اور غور سے دیکھتے ہین اُس کے

[1] دیکھو ترجمہ صحیح بخاری حاشیہ صفحہ ترجمہ مولوی وحید الزمان (دفتر رفونہ جنگم)

متعلق تمام واقعات جمع کرتے ہیں اور سوائے قرآن پاک اور افعال واعمال آنحضرت صلعم کے کسی دوسری خبر پر اپنے استدلال کی بنیاد نہیں رکھتے۔ ان کا مطالعہ ایسا وسیع، اُن کی نظر ایسی غایر اور اُن کی تحقیق ایسی گہری اور اُنکی منطق ایسی مستحکم ہوتی ہے کہ جس مضمون پر وہ قلم اُٹھاتے ہیں پھر کسی دوسرے کے لیے ایک لفظ کی گنجایش نہیں چھوڑتے۔ انکا زور جذبات انسانی پر نہیں بلکہ استدلال عقلی پر ہے۔ وہ جذبات کو اُبھار کر جوش میں لانا نہیں چاہتے کیونکہ یہ ناپائدار ہے بلکہ ازراہ تحقیق وہ مضمون کو اس پہلو سے پیش کرتے ہیں کہ اگر پڑھنے والا غور سے پڑھے تو اسکی صداقت اس طرح ذہن نشین ہوجائے کہ پھر اسکا نقش نہ مٹ سکے وہ شاعر نہیں محقق ہیں۔ وہ فسانہ نگار نہیں منطقی ہیں۔ وہ واقعات اور اصل حقیقت سے بحث کرتے ہیں تخیل و بلند پروازی سے کام نہیں لیتے۔ وہ اپنی تمام تائید میں شاہان اسلام کے تاریخی واقعات وفتحا کی رائیں پیش نہیں کرتے، بلکہ آیات قرآنی افعال واعمال رسول صلعم کو مستند گردانتے ہیں۔ وہ کسی الزام یا اعتراض کو الزامی جواب دے کر یا لفظی ہیر پھیر سے ٹالتے نہیں بلکہ جرأت کے ساتھ اسکا مقابلہ کرتے اور زور سے اسکی تردید کرتے ہیں۔ اور یہی طریقہ اُنکی تمام تصانیف میں پایا جاتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اُن کی تصانیف تعلیم وتحقیق دین اسلام کا ایک ایسا بے بہا مجموعہ ہیں کہ ان کو غور سے پڑھنے کے بعد حقیقت وحقانیت دین اسلام پر اسقدر عبور ہوجاتا ہے کہ لہا سال کی محنت اور صدہا کتب کے مطالعہ سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ اسمیں ذرا شبہ نہیں کہ مرحوم نے اسلام کی ایسی بڑی خدمت کی ہے کہ ہم سب کو اُن کا بہت شکرگزار اور ممنون ہونا چاہیے۔ یہ بڑی خوش قسمتی کی بات ہے کہ مولوی عبداللہ خان صاحب انکی کتابوں کا ترجمہ کرا کر اور بڑی محنت سے اُن کے مضامین ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر جو اب تک طبع نہیں ہوئے تھے ترتیب دے رہے اور شائع کر رہے ہیں۔ اب لوگوں کو معلوم ہوگا کہ جن موتیوں کی تلاش میں بڑے بڑے شناور غواصی کر رہے ہیں مرحوم اُن سے بہت پہلے پرو چکے ہیں۔ یہ کہنا کچھ مبالغہ نہ ہوگا کہ آئندہ اسلام پر جو کچھ لکھا جائے گا وہ زیادہ تر مرحوم کی خوشہ چینی ہوگی خواہ کوئی اعتراف کرے یا نہ کرے خواہ انکی کتابوں کا حوالہ دے یا نہ دے۔

اس کتاب میں مرحوم نے کمال تحقیق سے کام لیا ہے اور اس مضمون کے مختلف پہلوؤں پر ایسی خوبی سے بحث کی ہے کہ پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ مضمون کسی قدر دسیع ہے، اور فاضل مصنف کی جانفشانی، دماغ سوزی اور انتہائی تلاش کا حال کھلتا ہے۔

اس کا ترجمہ مولوی خواجہ غلام حسنین صاحب (مترجم فلسفۂ تعلیم ہربرٹ اسپنسر) نے کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ بہت با محاورہ صاف اور شگفتہ ہے۔

پبلشر نے بھی اس کتاب پر بہت محنت کی ہے۔ جابجا ایسے حواشی کا اضافہ کیا ہے جو مصنف کی نظر سے

رہ گئے تھے اور بجاے ایک آدھ کے کئی کئی حوالے ہو گئے ہین جس سے مصنف کے خیال کو بہت تائید ملتی ہے بعض حوالے جو انگریزی کتاب میں غلط چھپ گئے تھے اُن کی بھی تصحیح کی ہے۔ عربی اسماء و اعلام کی جیسی کچھ مٹی انگریزی کتابون مین خراب ہوتی ہے وہ ظاہر ہے، ان ناموں کی صحت میں بھی بڑی احتیاط کی گئی ہے۔ کہنے کو تو یہ معمولی سا کام معلوم ہوتا ہے، لیکن دراصل اس میں بڑی محنت اُٹھانی پڑتی ہے۔ اور بہت وقت صرف کرنا پڑتا ہے۔ یہ کام ایسا مشکل ہے کہ بعض مترجمین تو اس مشکل سے ڈر کر ترجمے ہی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ مولوی عبداللہ خان صاحب کا ممنون ہونا چاہیے کہ اول تو اُنھون نے اس بے نظیر کتاب کا انگریزی سے اُردو میں ترجمہ کرایا اور پھر اسکی صحت اور چھپائی میں خاص طور سے محنت کی۔ ہمیں امید ہے کہ یہ کتاب ہر لحاظ سے مقبول ہوگی۔

عبدالحق

## ترانۂ وحدت

ابر نیسان مشیت سے جو قطرا نکلا — صدف کُن سے معاً گوہر دنیا نکلا
کوئی جنبش نہ ہوی جب تو بیابان بنے — حرکت کی لب قدرت نے تو دریا نکلا
اک تعشق سے ترے عشق جنون خیز بنا — اک تبسم سے ترے حُسن خود آرا نکلا
مختلف رنگ مین جلوے نظر آئے تیرے — اور ہر جلوہ مری آنکھ کا تارا نکلا
ایک وادی مقدس میں بنا جلوۂ برق — دست موسیٰ مین چراغ ید بیضا نکلا
رنگ وحدت کو نہ چھوڑا تری یکرنگی نے — جلوہ کثرت مین دکھانے پہ بھی یکتا نکلا
تجھپہ خلوت مین نظر کی تو ہر اک شے مین ملا — کی نظر غور سے مجمع مین تو تنہا نکلا
ماسوا اللہ ہے اک قشقۂ دیر فانی — لوح پیشانی دنیا پہ فقط لا نکلا
جم گیا قلزم رحمت کا ترے کف جس دم — ماہ و خورشید لیے گنبد مینا نکلا
جب یہ چاہا کہ ہو قدرت کا صحیفہ کامل — لے کے کونین مین دل حوصلہ فرسا نکلا
میرا مذہب ہے زمانے مین پرستاری حسن — لے کے دیوان قضا سے یہی طغرا نکلا
جب عزیز سخن آرا کو دہی دل بخشا — وادی حسن میں یون زمزمہ پیرا نکلا

دے کیے ہست مرا شیفتہ و سودائی
عملش عشق پرستی ہنرش شیدائی

عزیز لکھنوی

# حسیاتِ قلبی

علم کی افزایش کے ساتھ ساتھ ہمارے احساسات کی ماہیت مین نمایان تغیرات وقوع پذیر ہوتے ہین جس قدر تجربہ ہم اپنی ذات - موجودات اور اُن سے باہمی تعلقات کی بابت حاصل کرتے جاتے ہین - اسی نسبت سے ہمارے محسوسات بھی زیادہ دقیق اور پیچیدہ ہوتے جاتے ہین حسیات کی مفرد اور سادہ اشکال یا تو باہم مخلص ہو سکتی ہین یا متناقض ہوتی ہین - یہی وجہ ہے کہ وہ حالتِ کمال کو پہنچکر اس قدر متفاوت اور مختلف النوع ہو جاتے ہین مزید براں جو احساسات بالخصوص زیادہ قوی اور پُرزور ہوتے ہین وہ اعضائے جسمانی کی حالت مین مہتم بالشان تغیر پیدا کر دیتے ہین یہ انقلابات قلب (یا نفس النفاس) پر اپنا اثر ڈالتے ہین - اور پھر یہی احساسِ نفسی ان احساسات کی نئی اور جدید صورتون کی تدوین کا باعث ہوتا ہے - علاوہ ازین جب کبھی احساسات کسی نہ کسی فعل کی ترغیب ضرور دیتے ہین - وہ بذات خود یا تو دردانگیز اور المناک ہوتے ہین - یا لذت بخش اس لیے ان ہی کی وساطت سے ہمین محذورات اور ممتنعات کا علم ہوتا ہے بادی النظر مین یہ کہا جا سکتا ہے کہ حسیات قوتِ ارادی کو تحریک دیتے ہین اور صدورِ افعال کا باعث ہوتے ہین - اور ان کا یہ اثر نفس بُرے زور کے ساتھ محسوس کرتا ہے -

یہ حسیات قلبی اس قدر متفاوت اور پیچ در پیچ ہین کہ انکی کوئی تقسیم قطعی نہین کہلا سکتی - بہرحال ہم ان چند اصولون کی بنا پر جن کی تشریح بعد مین آئے گی "جذبات" اور "تخیلات" مین تمیز کر سکتے ہین - اور جب یہ دونون ارادہ کو برانگیختہ کرین اور ہمین کسی عملی کارروائی پر آمادہ کرین تو ایک تیسری قسم جسے "میلان" یا "رغبت" سے تعبیر کر سکتے ہین ممیز ہو سکتی ہے - یہ تینون اقسام حسیات کی تین مختلف صورتین ہین - اس مضمون مین ہم ان ہی

---

لہ پروفیسر میمس کا عقیدہ ہے کہ ہماری ذہنی بیداری ایک قوت محرکہ ہے - اس لیے ہمارے تمام ممکن الوقوع احساسات کے لیے حرکت کا پیدا کرنا ایک امر ضروری ہے - یہ حرکت محدود نہین ہوتی بلکہ سارے نظام جسمانی کی اجتماعی حرکت ہوتی ہے - یہ حرکت جو احساسات کے ذریعے پیدا ہوتی ہے تین اقسام مین منقسم کی جا سکتی ہے :-

(۱) جذبات (ب) الہام فطری (ج) افعال ارادی - پھر جذبات دو قسم کے ہو سکتے ہین - (۱) جذبات کثیفہ یہ وہی جذبات ہین جن کا ذکر مضمون مین ہو یعنی غم و غصہ - محبت و عداوت وغیرہ - (۲) جذبات لطیفہ یہ اخلاقی عقلی اور مذاقی احساس پر مشتمل ہین یہ وہی احساسات ہین جنکو ہم نے اپنے مضمون مین تخیلات کے زیر عنوان موسوم کیا ہے - پروفیسر جیمس اُن کو جذبات مین شامل کرتے ہین

ہر سہ اقسام پر خامہ فرسائی کرینگے۔ ہان یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ فرع سوم یعنی میلان اُن کوائف پر مبنی ہے جنمین احساس مجرد کا رجحان ارادہ کی صورت مین منتقل ہونے کی طرف ہو۔

(۱) جذبات

کسی احساس کے لیے جذبہ کی صورت اختیار کرنے مین دو امور اشد ضروری ہین پہلی بات تو یہ ہے کہ اُس احساس مین ایک مخصوص شدت اور تیزی آجاے۔ سب جانتے ہین کہ اگر آواز مدہم اور بہت خفیف ہو گی تو ممکن ہے کہ ہمین سنائی نہ دے یعنی عصاب سمعی پر اس کا کچھ اثر نہوگا۔ اعصاب سمعی پر اثر ڈالنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ آواز ایک حد مخصوص سے متجاوز ہوجاے۔ جب وہ آواز اسقدر تیز ہو کہ اس حد مخصوص سے متجاوز ہو سکے تو ہم اسے سماعت کر سکین گے۔ اب یہ آواز جس قدر زیادہ تیز ہوتی جاے گی۔ اسی نسبت سے اسکا احساس بھی زیادہ تیز ہوتا جاے گا۔ بعینہٖ یہی حال جذبات کا ہے۔ جب تک کوئی احساس اُس حد مخصوص سے متجاوز ہونے کی صلاحیت نہین رکھتا۔ اس وقت تک وہ جذبہ کی صورت بھی اختیار نہین کر سکتا۔ ہان۔ جب اُس مین اسقدر تیزی آجاے کہ وہ حد فاصل سے گزر جاے تو اُس وقت وہ جذبہ کہلاے گا۔ حسیات کے ذہنی اور باطنی ہونے کی وجہ سے ان کی شدت کا اندازہ نہین کیا جا سکتا جیسے کہ حواس ظاہری کی شدت کا کیا جا سکتا ہے جب کسی احساس کی قوت مین تیزی و زیادتی نمودار ہوتی ہے تو وہ زیادتی مختلف اعضاے جسمانی مین گوناگون انقلابات کا باعث ہوتی ہے یعنی اسکی وجہ سے جلد۔ عضلات۔ حرکت قلب و شش مین تغیر پیدا ہوجاتا ہے۔ انسان اب ان تغیرات کو محسوس کرتا ہے۔ یہی احساس جذبات کی دوسری اہم خاصیت ہے

حسیات کی غیر معمولی شدت و تیزی اور انکا مادی یا جسمانی احساس

جذبات کے دو بڑے خواص ہین اور جذبات کے لیے ان دونون کی موجودگی ضروری اور لازمی ہے۔

انسانی احساس کی بعض فروعات جو جذبات کی ذیل مین آسکتی ہین بالعموم ابتدائی اور عمومی حالت مین ہوتی ہیں۔ اُن کا وجود جملہ مخلوقات مین پایا جاتا ہے۔ اور وہ صرف انسان ہی کی ذات سے مخصوص نہین ہین۔ ادنے قسم کے حیوانات مین بھی اس قسم کے محسوسات کا علانیہ طور پر اظہار ہوتا رہتا ہے۔ شاید انمین نمایت ضروری فروعات یہ ہین۔ غصہ۔ خوف۔ رنج۔ انبساط۔ حیرت۔ شوق۔ شک اور ہمدردی۔ یہ سب نفس کی ادنے تربیت پر مشتمل ہین

(نوٹ بسلسلۂ ماسبق) الارابرکنبری صاحب جو پروفیسر سٹوٹ کی مداح ہین۔ جذبات اور تخیلات مین تمیز کرتی ہین۔ اُنکے نزدیک تخیلات کی ہستی محض خیالی ہوتی ہے۔ اسکے علاوہ وہ ایک تیسری قسم جذباتی میلان بھی بیان کرتی ہین۔ جذباتی میلان سے وہ میلان مراد ہے جو کسی شے کی موجودگی مین تو جذبہ مین مبدل ہوجاے مگر اسکی عدم موجودگی مین ایسا نہو۔

مگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ سب خیالات اور تجربہ کی نشو ونما کے ساتھ اُسی ترتیب سے وابستہ ہین جس ترتیب سے ہم نے ان کے تمام تحریر کیے ہین۔ بالفرض اگر کوئی شخص کسی ننھے بچے کا ہاتھ پکڑے یا کسی اور طریقہ سے اسکو آزادی سے چلنے نہ دے تو احساس کی وہ تمام مادی صورتین پیدا ہوسکتی ہین جو سانپ کے سانپ بیت پھینکنے سے پیدا ہون۔ بچے اکثر خوف کا اظہار کیا کرتے ہین جبکہ وہ جانتے بھی نہین کہ کونسی چیز خوفناک ہے۔ چنانچہ ایک شخص کا بیان ہے کہ "اس نے تین ماہ کی لڑکی کو بلی سے خوف زدہ پایا۔ حیرت انتہائی تعجب کا جذبہ ہے اور خوف دنشاط سے یکسان وابستہ ہے۔ خوف کا جذبہ بھی خاص خاص جانورون اور بچون میں یکسان پایا جاتا ہے اور اسکا اظہار جسمانی اور دماغی اضطراب سے ہوتا ہے۔ ہمدردی بھی ایک فطری جذبہ ہے جو انسان اور ادنی حیوانات مین مشترک ہے۔ ہم سب اپنے رنج وغم یا خوشی وانبساط کے اظہار مین ایک دوسرے کے شریک حال رہتے ہین۔

ہر ایک جذبہ بتدریج ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اگرچہ بادی النظر مین ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسکی تخلیق طرفۃ العین مین ہوی ہے بمحض واہمہ یا خیال یا فقط حسی انطباری ہی سے دماغ کے خاص خاص عصبی مراکز مین ایک تلاطم برپا ہوجاتا ہے۔ پھر یہ طوفان ایک مرکز سے دوسرے مرکز عصبی کی طرف منتشر ہوتا ہے حتی کہ یہ اُن عصبی شاہراہون پر ہولیتا ہے جو جسم کے بیرونی حصص کی طرف جاتے ہیں یعنی کھال عضلات بمفاصل۔ قلب وشش وغیرہ۔ جلد پر تمتماہٹ یا لرزہ نمودار ہوجاتا ہے اور اعضاے زیرین پر جو اسکی کشش ہوتی ہے اسمین فرق آجاتا ہے عضلات یا تو غیر معمولی طور پر سخت ہوجاتے ہین یا نرم پڑجاتے ہین۔ جبڑے کشادہ ہوجاتے ہیں یا باہم پیوست ہوجاتے ہیں حرکت قلب مین کمی وبیشی آجاتی ہے۔ اور یہ طائر مذبوح کی طرح پھڑپھڑاتا ہے یا ساکت ہوجاتا ہے یعنی غشی طاری ہوتی ہے۔ تنفس اور حجاب حاجز (دایافرغمہ) اور دیگر اعضا کی حالت مین نمایاں فرق آجاتا ہے۔ آہ وزاری۔ گریہ وبکا وقوع پذیر ہوتے ہین۔ اور عجیب وغریب باطنی اضطراب محسوس ہوتا ہے۔ بحیثیت مجموعی ہم اس تمام کارروائی کو جسمانی احساس کے نام سے تعبیر کرسکتے ہین۔ جو دماغی تزلزل کی وجہ سے اعضاے جسمانی پر خدیدہ حسیات کے اثر سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ مادی احساس خاص ذہنی احساس سے مل کر اُسے حقیقی جذبہ کے رنگ مین رنگ دیتا ہے۔

جذبات کے ان جسمانی[1] اثرات کی بے انتہا صورتین ہین۔ ہر ایک جذبہ ایک خاص وصف سے متصف ہوتا ہے۔

---

[1] جذبات کے متعلق پروفیسر جیمس کی تھیوری بہت دلچسپ ہے۔ پروفیسر موصوف کا قیاس ہے کہ مادی تغیر جذبات کے اثر سے نہین پیدا ہوتا۔ بلکہ ذہن پر حالات جذباتی طاری ہونے سے پیشتر ایک مادی تغیر اعضاے جسمانی مین واقع ہوتا ہے۔ اور یہ مادی تغیر ہی جذبات کو تحریک مین لاتا ہے۔ ہم کہتے ہین کہ ہماری دولت جاتی رہی ہے اسلیے ہم غمگین ہین اور روتے ہین۔ یا ہم نے آج ایک ریچھ دیکھا

لیکن باین ہمہ ایک ہی جذبہ کا اثر مختلف اشخاص پر مختلف ہوا کرتا ہے۔ مزید براں جذبات ایک دوسرے سے ممتزج ہو کر گوناگون جذبات پیدا کرتے ہیں اور مختلف صورتیں اختیار کرتے ہیں غصہ کی حالت میں جبڑے باہم مل جاتے ہیں اور دانت جڑ جاتے ہیں اور جسم میں کپ کپی اور لرزہ پیدا ہو جاتا ہے جن عضلات کی مدافعت یا حملہ میں ضرورت پڑ سکتی ہے۔ اُن میں صلابت آجاتی ہے۔ مگر باوجود اسکے بعض اشخاص کا رنگ غصہ کی حالت میں فق ہو جاتا ہے اور بعض کا چہرہ تمتما اُٹھتا ہے بعض کا میلان ذرکی وجہ سے فراری کی طرف ہوتا ہے یا باطنی اضطراب کی وجہ سے انکی ہمت ٹوٹ جاتی ہے۔ درانحالیکہ دیگر اشخاص مقابلہ پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ علیٰ ہذا انتہائی خوف کے وقت گردن جھک جاتی ہے۔ جبڑوں اور رخساروں کے عضلات میں رخاوت آجاتی ہے۔ ٹانگیں بیٹھی۔ جاتی ہیں۔ بدن ترش ہو جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان مادی تغیرات کا احساس جذبات کو تقویت دیتا ہے اور تیز کرتا ہے۔

لیکن ان تمام قوی جذبات کا ایک خاص انتہائی درجہ ہوتا ہے جس پر پہنچنے کے بعد یہ تلاطم اور تیزی زد ہونے لگتی ہے اور "عمل یا زگشت" یا "رجعت قہقری" شروع ہو جاتا ہے منتہائی جذبات کی صورت میں جملہ حسیات ایک قسم کی مادی زندگی بسر کرتے ہیں۔

حسیات کی ان قوی اور پرزور صورتوں (یعنی جذبات) سے فقط اعضاء جسمانی ہی اثر پذیر نہیں ہوتے۔ بلکہ ہمارا تجربہ اس امر کو واضح اور بدیہی طور پر ثابت کرتا ہے کہ ہمارے تفکرات (خیالات) بھی ان سے امن میں نہیں ہیں جو لوگ راسخ العادۃ اور خود دار ہوتے ہیں۔ ان کی قوت مفکرہ ان ہی حسیات کی بدولت ترقی پذیر ہوتی ہے اور جبکہ وہ محبت و خوف یا غم و غصہ کے جذبہ سے متاثر ہوتے ہیں تو وہ اپنی بہترین حالت میں ہوتے ہیں مگر قلیم خیالات

(بسلسلہ نوٹ صفحہ سابق) اور ڈر کر بھاگ آتے۔ ایک شخص نے ہماری بے عزتی کی ہمیں غصہ آیا اور ہم نے اُسکو مارا۔ یہ تمام ریمارک غلط ہیں کیونکہ انکا طریقۂ استدلال درست نہیں۔ اصل واقعات یوں ہیں۔ ہم غمگین ہیں اس لیے ہم روتے ہیں ہمارا غصہ مارنے کی وجہ سے ہے۔ ہمارا خوف بھاگنے کی وجہ سے ہے۔ احساس کے بعد اگر مادی تغیر واقع ہو تو جذبات کا ظہور کسی طرح ممکن نہیں۔ مادی تغیر ہی جذبات کا محرک ہوتا ہے۔ اگر ہم کسی پر زور جذبہ کا تصور باندھیں اور پھر اُس کے جسمانی تغیر کے احساس کو اپنے ذہن سے خارج کرنے کی کوشش کریں تو یہ معلوم ہوگا کہ کچھ باقی نہیں رہا اور اُس جذبہ کا شائبہ تک کالعدم ہو گیا۔ یہی قیاس جذبات کے اختلاف اُن کے اور گوناگون ہونے کی تشریح بھی کرتا ہے۔ کیونکہ جذبات مادی تغیر سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ تغیرات ہر شخص میں مختلف ہوتے ہیں اور ان کا اثر بھی مختلف ہوتا ہے۔ اس وجہ سے جذبات بھی اس قدر مختلف اور متفاوت ہوتے ہیں۔

جذبات کی مداخلت کا اثر بالعموم اچھا نہین پڑتا۔ اور ان دو باتون مین سے ایک بات ضرور منتج ہوتی ہے۔ یا تو ذہنی تصورات اور قوت استدلال ضمیر مین ناگفتہ بہ ابتری پھیل جاتی ہے اور یا وہ قوی مفلوج ہو کر بیکار ہو جاتے ہین۔

ذہنی تصورات اور قوت استدلال و خیال کی اس بے ترتیبی اور سراسیمگی کو انسان مادی تغیرات کے ہمراہ اصلی احساس کی نئی اور تبدیل شدہ صورت کے طور پر محسوس کرتا ہے۔ سب لوگ واقف ہین کہ بے ہوشی یا "اس بات کی" کے احساس سے کیا مراد ہو سکتی ہے۔ بیہوشی کا احساس اصلی احساس کی نئی اور تبدیل شدہ صورت ہے جو ان حالات مین انسان محسوس کرتا ہے بعینہٖ یہی حالت بعض ادویہ کے استعمال سے بھی پیدا ہو سکتی ہے۔ اور یہ تمام دیوانگی کی مختلف صورتین ہین۔ بعض دیوانے فطرتاً ایسی جذوبانہ حالت مین دیکھے گئے ہین۔ جو خیالات کی ابتری اور پراگندگی کے احساس سے متعلق ہوتی ہے۔ اسی طرح بعض دیوانے دماغی اور ذہنی عنایت کے مایوسانہ احساس سے متاثر ہوتے ہین۔

حسیات کی یہ تمام صورتین جو پہلے ہی کم و بیش پیچیدہ اور مختلط ہین۔ اور بیشمار مختلف طریقون مین باہم امتزاج پا سکتی ہین۔ اور ایک دوسرے کی پیروی کر سکتی ہیں۔ یہ بات اکثر دیکھی گئی ہے کہ نفس انسانی ایک انتہائی جذبہ سے دوسرے انتہائی جذبہ مین فوری انتقال کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس امر سے اس اصول کی تشریح بھی ہوتی ہے کہ کوئی احساس خواہ وہ کیسا ہی ناگوار اور ناپسندیدہ کیون نہو اپنے منتہائی درجۂ کمال سے گزر کر کس طرح مرغوب اور خوشگوار ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات انتہائی درجہ کی نفرت صادق جذبۂ الفت سے مبدل ہو جاتی ہے اسی طرح ایک ہی ادراکِ روحانی مین بظاہر متباین اور متناقض جذبات باہم مخلوط اور ممتزج ہو سکتے ہین چنانچہ افلاطون سقراط کے شاگردون کی اُس عجیب حالت قلبی کو جب وہ اُسے مرتے ہوے دیکھ رہے تھے "شادی و غم کے مخلوط جذبہ" کے نام سے موسوم کرتا ہے بعض اوقات ہمین بھی اُس حالت کا تجربہ ہوتا ہے جبکہ ہم مطلق تمیز نہین کر سکتے کہ آیا ہم رنجیدہ ہین یا مسرور۔ ایک جذبہ کا دوسرے آنے والے جذبہ پر جو مصلحانہ اثر پڑتا ہے وہ بھی بہت ضروری اور اہم ہے۔ فوری انقلاب یا تغیر جذبات کی حدت و تیزی کو اور زیادہ کر دیتا۔ یہ بمصداق ع سمندِ نازکو اک اور تازیانہ ہوا۔ چنانچہ وہ رنج و غم جو عین خوشی کی حالت مین اچانک پیش آجاتے ہین غیر معمولی طور پر تلخ و تند محسوس ہوتے ہین۔ اسی طرح کوئی راحت اُس راحت کا مقابلہ نہین کر سکتی جو بعد اور رنج نصیب ہو[1]

[1] جس طرح یہ ذہنی تغیر جذبات کی حدت کو زیادہ کر دیتا ہے اسی طرح عادی تغیرات بھی جذبات کے لیے تازیانہ کا کام دیتے ہین۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مادی احساس جذبہ کی ایک اہم خاصیت ہے۔ اگر ہم مادی تغیر سے اپنی توجہ ہٹا لین اور خونبہا کو کام مین لائین تو

ہمارے جذبات بجائے خود دو طرح کے ہو سکتے ہین ایک تو یہی معمولی جذبات جو پیدا ہوتے ہین اور چلے جاتے ہین ان کو ہم فوری یا عارضی جذبات کہہ سکتے ہین۔ کیونکہ ان کا وجود دیر پا نہین ہوتا۔ لیکن ایسے جذبات کے لیے جن کے ہم بوجہ کثرت تکرار کے عادی اور خوگر ہو جائین اور جن کی پشت و پناہ ہماری قوت ارادی ہو۔ استمراری جذبات کا نام زیادہ موزون معلوم ہوتا ہے۔ اسی امتیاز کی بنا پر ایک مصنف لکھتا ہے: "تکرار عارضی اور مستقل جذبات پر مختلف اثر رکھتی ہے۔ ایک تو یہ کمزور کرتی ہے اور دوسرے کو تقویت دیتی ہے" فوری جذبات شدید۔ عارضی اور ناگہانی ہوتے ہین۔ اور جب وہ زیادہ شدت اختیار کرین تو ضبط و اختیار کی حد سے بھی متجاوز ہو جاتے ہین مستقل جذبات مخفی اور دیر پا ہوتے ہین۔ اور انسان کی مرضی اور اختیار کے تابع ہوتے ہین۔ ان مین ایک تو رعد و برق کے طوفان کے مانند ہے اور دوسرا منظمۂ حارہ کی شدید اور مستقل تمازت کے مشابہ ہے۔ عورتین فوری جذبات سے زیادہ متاثر ہوتی ہین مگر مردون مین مستقل جذبات خصوصیت سے زیادہ ہوتے ہین۔ شدید فوری جذبات اخلاقی کمزوری کو ظاہر کرتے ہین۔ بجا لیکہ زبردست مستقل جذبات اخلاقی تقویت کا باعث بھی ہو سکتے ہین۔

## (ب) تخیلات

کمال پذیر احساس کی وہ صورتین جو تخیلات کے نام سے موسوم ہین جذبات سے اس امر مین اختلاف رکھتی ہین کہ ان مین جذبات کے تمام خواص ضروری مفقود ہوتے ہین۔ ان مین جذبات کی سی غیر معمولی شدت و تیزی اور مادی تغیر کا احساس نہین پایا جاتا۔ اور یہ بالعموم خیالی اور ذہنی ہوتے ہین بعض تخیلات احساس کی ایسی مخلوط صورتون پر مبنی ہین جنکی تخلیق محض واہمہ کی امداد سے ہوتی ہے اور اُن کا وجود ظاہری کچھ نہین ہوتا۔

یہان بھی تخیلات اور جذبات کا امتیاز قطعی نہین ہے۔ مذاقی اور مذہبی احساسات اسقدر

(بسلسلہ نوٹ صفحہ سابق) وہ جذبہ کا فور ہو جاتا ہے۔ برخلاف اسکے اگر ہم مادی احساس کو تقویت پانے دین تو جذبہ مین بھی تیزی آجاتی ہے چنانچہ خوف بھاگنے سے اور زیادہ ہو جاتا ہے۔ اگر ہم خون و غم کی علامات ظاہری کو اپنے اوپر قبضہ پانے دین تو وہ جذبات زیادہ تیز ہو جائین گے آہ و زاری ٹھنڈی سانسین بہنا اور اسی قسم کی اور علامات غم و اندوہ کی تو فیر کا باعث ہوتے ہین۔ برخلاف اسکے اگر ہم اس قسم کی باتون سے احتراز کرین اور اپنی طبیعت دوسری طرف لگائین تو غم و خوف کے جذبات بجائے تقویت پانے کے معدوم ہو جائین گے۔

**b تخیلات** (Sentiments) سے وہ خیالات مراد ہین جو احساس کے ذریعہ معرض وجود مین آئے ہون۔ اس قسم کے محسوسات کی ہستی فقط ذہنی اور خیالی ہوتی ہے۔ تخیلات بھی جذبات کو برانگیختہ کر سکتے ہین جون جون ہماری عمر زیادہ ہوتی ہے۔ اسیقدر ہمارے جذبات ضعیف اور کمزور ہوتے جاتے ہین اور انکی جگہ تخیلات لے لیتے ہین۔ جو ہماری ذہنی بیداری مین معتدبہ حصہ لیتے ہین۔

قوی اور شدید ہوسکتے ہیں کہ وہ مختلف اعضائے جسمانی کو تحریک دے سکیں۔ اس وقت وہ درحقیقت جذبات کی ذیل میں آجاتے ہیں۔ چنانچہ علم الموجودات یا علم النفس کے بعض طلبہ اپنے علمی مشاغل میں اسقدر ذہنی اور جسمانی انتشار کے ساتھ منہمک ہوتے ہیں کہ حالاتِ جذباتی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ مزید برآں مادی انتشار کی علامات اکثر اوقات لطیف خیالات کے احساس کے ساتھ بھی موجود ہوتی ہیں۔ اس قول کی صداقت اُس وقت پورے طور پر منکشف ہوگی جبکہ ہم رغبتی اور اخلاقی تخیلات پر بحث کریں گے۔

تخیلات کی تقسیم بھی ایک نہایت دشوار امر ہے۔ لیکن اُنکے حدوث کے اسباب و محرکات اور اُن ذہنی تغیرات کو (جو اُنکی وجہ سے ظہور میں آتے ہیں) مدنظر رکھکر ہم اُنھیں آسانی سے تقسیم کرسکتے ہیں۔ اس طرح اُنکی تین بڑی قسمیں تمیز کی جاسکتی ہیں۔

(ا) عقلی (ب) مذاقی (ج) اخلاقی اور مذہبی

ذہنی بیداری کی مختلف صورتوں یعنی ادراک حافظہ۔ تصور اور فکر کے ہمراہ ایک عجیب و غریب احساس بھی ہوا کرتا ہے جو یا تو محرک کے طور پر ہوتا ہے یا متحرک کے طور پر۔ اسی احساس ذہنی کو عقلی تخیل کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ تخیلات جیسا کہ بیان ہوا دو طرح کے ہوتے ہیں ایک صورت میں تو یہ ذہنی بیداری کو تحریک دیتے ہیں اور اُسکی رہنمائی کرتے ہیں۔ دوسری صورت میں بحیثیت ایک احساس ذہنی کے اُسی ذہنی بیداری کی معیت و شرکت اختیار کرتے ہیں۔

ذہنی تشویق کا تخیل نوع اول سے متعلق ہے۔ اگر ہم اُسے کسی فعل کے ارتکاب کا باعث قرار دیں تو وہ خواہش علم سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ اُس تخیل کا اظہار اس حیوانی اضطراب و بیقراری کے ساتھ ہوتا ہے جس کا ذکر جذبات کے بیان میں آچکا ہے۔ جس وقت تصور علم کو اپنا تختۂ مشق بناتا ہے۔ اُس وقت علم کے فوائد اور خوبیوں کی ایک لاجواب اور خوشنما تصویر ذہن کے سامنے آجاتی ہے۔ اس خیالی تصویر کو مجاز عقلی سے تعبیر کرسکتے ہیں بطور ایک علم کی دلدہی کے نہایت جوش و خروش سے پرستش کی جاسکتی ہے۔ اسی کا نام خیال پرستی ہے۔

نوع ثانی کے تخیلات پر غور کرتے وقت اس امر کو خوب ذہنشین کرلینا چاہیے کہ ہم اپنی ذہنی بیداری کی حرکات کو واقعی محسوس کرتے ہیں اور ان ہی حرکات کے اختلاف کے مطابق ہمارے احساس کی صورت بھی مختلف ہوتی ہے۔ مثلاً شباہت کا ادراک جو شناخت کے تخیل کو برانگیختہ کرتا ہے تعجب کے اُس احساس سے بالکل متباین ہوتا ہے جو اختلاف کے ادراک سے پیدا ہوا ہو۔ جب انسان کسی نئے مسئلے کی تحقیق کرلیتا ہے تو

اُسے حیرت و مسرت کا یکجائی احساس ہوا کرتا ہے۔ اسی طرح جب کسی بات کو یاد میں لانے کی کوشش کی جاتی ہے تو انسان متحیر سا ہو جاتا ہے اور جب تک اسکی یاد و ہنت بالکل صحیح نہ ہو اُسکی تسلی نہیں ہوتی۔ جب وہ بات پورے طور سے ذہن میں آجاتی ہے اسوقت کامل اطمینان حاصل ہو جاتا ہے فی الحقیقت اس قسم کا احساس منطقی دلائل و براہین کی نسبت حافظہ کی زیادہ رہنمائی کرتا ہے۔ ان سب سے بالا اور مہتم بالشان وہ تخیل ہے جس کی وساطت سے انسان حق بات کی شناخت کرتا ہے۔ اسکو ہم تخیل امتیازی کہہ سکتے ہیں کیونکہ وہی حق و ناحق میں تمیز کرتا ہے اور یہ بات بالکل بجا ہے کہ ہم بسا اوقات ذہنی احساس (تخیل) ہی کی امداد سے حق بات کا استدراک کرتے ہیں بجائے اسکے کہ منطقی استدلال کے ذریعہ نتیجہ اخذ کریں۔

مذاقی تخیلات حسن کے احساس سے متعلق ہیں۔ جب کہ انسان کسی قدرتی منظر یا تصاویر کو دیکھتا ہے یا نغمہ ہائے خوش آہند کو اصغار کرتا ہے۔ یا شعر خوانی میں مصروف ہوتا ہے تو وہ تحسین و آفرین کے عجیب و غریب احساسات سے متاثر ہوتا ہے۔ یہی احساسات مذاقی تخیلات کے نام سے موسوم ہیں۔ علم النفس کے لحاظ سے ان محسوسات کی تدقیق و تحقیق خالی از دلچسپی نہیں لیکن اس تحقیق میں ابھی صرف جزوی کامیابی حاصل ہوئی ہے حسین اشیاء اور فنون لطیفہ کئی طرح سے تقسیم کیے جا سکتے ہیں۔ مگر علم النفس کی رو سے اُن کی تقسیم محض اُن اختلافات پر مبنی ہوتی ہے جنھیں ہم ان اشیاء پر غور کرتے وقت محسوس کرتے ہیں۔ یہاں لفظ حُسن اپنے وسیع ترین معانی میں استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً حسن کی ایک صورت رفعت یا عظمت بھی ہے۔ رفیع الشان اشیاء کے سامنے ہماری ذہنی حالت میں ایک خاص رفعت کا احساس معلوم ہوتا ہے۔ یہی خصوصیت جسمانی احساس میں بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ جب انسان کسی ارفع و اعلےٰ شے کا مطالعہ کرتا ہوتا ہے تو سر آپ سے آپ بلند ہو جاتا ہے اور گہرے تنفس سے سینہ پھیل جاتا ہے۔ ذہنی بیداری میں بھی وسعت آجاتی ہے اور اس میں کامل توجہ اور غور نہیں رہتا۔ تصور بھی رفعت پرواز اختیار کرتا ہے اور تمام معلومہ خوبیوں کو بڑھا چڑھا کر پیش نظر کرتا ہے حتیٰ کہ ناممکن الفہم اور غیر متناہی اشیاء تک جا پہنچتا ہے۔ عجز و نیاز کے احساسات جو مذہبی اور اخلاقی رنگ لیے ہوئے ہوتے ہیں۔ پیدا ہو جاتے ہیں بعینہٖ اسی قسم کے احساسات اُس وقت برانگیختہ ہوتے ہیں جب کہ ہم کسی بحری طوفان کی عظمت کو محسوس کرتے ہیں۔ یا جب برق و باران یا برفانی چوٹیوں کی رفعت سے متاثر ہوتے ہیں۔ کسی بڑے جنگی کارنامے یا مذہبی اشیاء کے فعل کے خیال سے بھی ہم پر یہی حالت طاری ہو سکتی ہے۔

لیکن اگر وہی شے جس کا انسان خط اٹھا رہا ہو محض خوبصورت ہی ہو تو یہ تخیلات کس قدر مختلف

ہوتے ہیں۔ اسمین جسمانی توسیع کا احساس مطلق نہین ہوتا۔ توجہ اس شے کی خوبی اور رنگینی پر منعطف ہوجاتی ہے تصور بھی اس سے بالاتر اور کچھ نہین چاہتا۔ اور عجز و نیاز و پرستش کا ارادہ بھی پیدا نہین ہوتا بلکہ اکثر اوقات حد سے زیادہ خوبصورتی نفرت کا احساس پیدا کرنے کا موجب بھی ہوسکتی ہے۔ اسی طرح رعنائی و زیبائی کا احساس ان دونون سے بالکل جداگانہ ہوا کرتا۔

جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے بعض ذاتی تخیلات اخلاقی اور مذہبی تخیلات سے بہت مشابہ ہین۔ عجز و نیاز کے خیالات جو رفعت کے احساس سے پیدا ہوتے ہین اسی قبیل سے ہین۔ اسی طرح اکثر جذبات مثلاً غم و غصہ محبت و ہمدردی اور خوف سب کے سب نیک و بد ہوسکتے ہین۔ اور یہ نیکی و بدی انکے اسباب پیدائش پر منحصر ہے غصہ کا فطری جذبہ فکر و تجربہ کی معاونت سے تربیت پاکر ایک اخلاقی تخیل کی صورت اختیار کرسکتا ہے اور انتقام ظلم و تشدد اور دیگر نارو افعال کے برخلاف اشتعال پذیر ہوسکتا ہے۔ اسی طرح کا غصہ خدائے تعالیٰ کی ذات سے بھی بجا طور پر منسوب کیا گیا ہے۔ خوف کا جذبہ عجز و نیاز کے تخیل مین تبدیل ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے دغابازی یا افترا پردازی سے بعض اشخاص حد سے زیادہ خوف کھاتے ہین اور وہ کبھی بھی انکے مرتکب نہین نہین ہوسکتے۔ اسی طرح بائبل مین مذکور ہے کہ خداوند کا خوف دانائی کا مشروع ہے ہمدردی کا خام جذبہ بھی تکمیل کو پہنچ کر بے غرضانہ باہمی محبت و الفت جب بلندی اور حسب قومی مین مبدل ہوجاتا ہے۔

باین ہمہ خیال احساسات ایسے بھی ہین جو خالصتہً اخلاقی تخیلات کہلا سکتے ہین۔ ان ہی تخیلات کی موجودگی انسانی خیالات کو پاکیزہ بناتی ہے۔ اور انسان کو ادنی حیوانات سے ممتاز کرتی ہے۔ فرض اخلاقی کا تخیل انمین سب سے پہلا خیال ہے یعنی وہ احساس جس کا اظہار ان الفاظ سے ہوتا ہے کہ مجھے لازم ہے اسے واجب ہے وغیرہ یہ تخیل سب سے جداگانہ ہے اور اسکی ندرت و یکتائی مین کسی کو کلام نہین ہوسکتا جس قدر تحقیقات ہوچکی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ادنی حیوانات مین اس قسم کا کوئی احساس نہین پایا جاتا۔ دوسرا خیال اخلاقی پسندیدگی و ناپسندیدگی کا تخیل ہے۔ جو کہ پہلے خیال کی طرح خالصتہً اخلاقی خیال ہے یہ احساس بھی انسان ہی تک محدود ہے۔ جب کوئی جانور مثلاً کتا کوئی چیز چرایا ہوا پکڑا جائے تو وہ ایک طرح کی شرم و ندامت کا اظہار کرتا ہے۔ یعنیاسی طرح ایک ہزیمت خوردہ فٹ بال ٹیم بھی اپنا فرض ضروری بجا لانے کے باوجود اسی قسم کا انفعال محسوس کرتی ہے لیکن وہ خالص اخلاقی احساس جو انسان کے دل مین عین خطرے کے وقت پیدا ہوتا ہے۔ اور جس کی وجہ سے انسان امر حق کی خاطر جان پر کھیل جانے کو تیار

ہوتا ہے فقط انسان ہی کا حصہ ہے۔

(ج) میلان یا رغبت

نفس کی وہ کیفیتیں جنھیں ہم نے میلان یا رغبت کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ جذبات اور تخیلات کی نسبت ارادہ سے زیادہ تعلق رکھتی ہیں۔ فی الحقیقت میلان کی اصلیت و ماہیت کو سمجھنے کے لیے ہمیں تحریکات سے شروع کرنا چاہیے۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ طبعی جذبات کی مختلف صورتیں مختلف حرکات کا باعث ہوتی ہیں۔ مثلاً غصہ کا جذبہ ہاتھ پیٹ پر آمادہ کرتا ہے محبت کی تحریک لاڈ پیار کی طرف ہوتی ہے تجسس کا جذبہ سراغ رسانی و جاسوسی کی تحریک دلاتا ہے۔ لیکن یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ تمام تحریکات افعال ارادی پر مشتمل ہیں یعنی کوئی ایسا کام کرنا جسکی علت غائی اطمینان دلی حاصل کرنا ہو۔

خالص میلان کے لیے جو ایسی تحریکات سے ممتاز ہو تعقل کی کافی نشوونما کی ضرورت ہے۔ اور ایسے تجربہ کی بھی ضرورت ہے جو افعال کے نتائج اور اُن طریقوں کے اثرات سے بھی باخبر ہو جنکی حصول مقصد کے لیے پیروی کی جاتی ہے۔ میلان کی بنیاد کسی ایسے انجام یا غایت پر ہوتی ہے جسکی تصویر ہمارے ذہن میں موجود ہو۔ اور جس کے اثرات و نتائج کا ہمیں اپنے سابقہ تجربہ کی بنا پر علم ہو۔ یہی وجہ ہے کہ میلان قوائے باطنی کی کامل نشوونما اور استعمال پر منحصر ہے۔ میلان کا مخصوص وصف احساس قلبی کا وہ باؤ ہے جو کسی خاص ارادی فعل کو کسی خاص غرض و غایت کے استحصال کی طرف تحریک دیتا ہے۔

میلان مختلف طرح کا ہو سکتا ہے لیکن احساس کی دیگر اصناف کی مانند اسکی بھی قرار واقعی تقسیم نہیں ہو سکتی بایں آسانی کے خاطر ان کی چار قسمیں تمیز کی جا سکتی ہیں۔ (۱) میلان طبیعی جو ہماری معمولی احتیاجات سے وابستہ ہے اور جس کی غایت اغراض و مقاصد کا سرانجام دینا ہے نفسانی خواہشات اسکا سرچشمہ ہیں۔ (۲) میلان تعقلی۔ یہ میلان قوائے ذہنی سے تعلق ہے اور اسکا مقصد ذہنی ریاضت کے ذریعہ اطمینان حاصل کرنا ہے

---

لہ میلان۔ خواہش و ارادہ نفس کی تین مختلف حالتوں کے نام ہیں بیانوں کہنا چاہیے کہ ایک ہی حالت کے تین درجے ہیں کسی غایت یا مقصد کا احساس میلان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اب اگر اس انجام کی تحصیل ہمارے امکان سے باہر ہو یعنی اُس میلان کے سائھ ہم اپنی لاچاری کو محسوس کریں تو وہ میلان فقط خواہش رہجاتا ہے۔ برخلاف اسکے اگر اُس کام کی سرانجام دہی ہمارے امکان میں ہو تو وہ میلان ارادہ کی صورت اختیار کرتا ہے بطلب یہ کہ کسی قابل حصول انجام کے لیے عملی کوشش کا نام ارادہ ہے۔ میلان کے لیے ان دو امور کا ہونا لازمی ہے (۱) کسی خیالی تجربہ کا ذہنی تصور اور (ب) اُس خیال کو عملی صورت میں لانے کی خواہش۔

(۳) میلانِ تخیلی - یہ وہ میلان ہے جو کسی حسین یا نیک شے کے تصور کے ساتھ پیدا ہوتا ہے - (۴) میلان تعارضی یعنے جب کسی شے سے گونہ نفرت بھی ہو اور اسبات کا بھی علم ہو کہ اس شے سے سوائے رنج و تکلیف کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا - تو بھی اُس شے کی دیوانہ وار جستجو کی جائے - یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ میلان کی اس تقسیم کا مدعا صرف یہی ہے کہ اسکے سمجھنے مین آسانی ہو اور کسی قسم کی دقت و دشواری حائل نہو - ورنہ اس قسم کی تقسیم کو کسی طرح قطعی نہین کہا جا سکتا -

(ماخوذ) فضل الٰہی قریشی - بی - اے

# آرزو

کون سی دل مین نہین جینے کی آرزو — دل مین رہ رہ کر کھٹکتی ہے وطن کی آرزو

ہے تو بجا کو بھی جی جانے کی آرزو — کون دولھا ہے نہین جسکو دلہن کی آرزو

تا بقا ہے کسکی ہمیشہ ہوئی - ہے بعید زوال — اب خزان مین کر رہے ہین ہم چمن کی آرزو

پھر بہار آئی ہے سینون مین پھر ہوا جوش جنون — پھر مجھے ہونے لگی دیوانہ پن کی آرزو

جب کبھی چاہا کوئی اُجلی نظر آئی نہین — خود بخود پیدا ہوی دل مین کفن کی آرزو

رنج غربت رنج فرقت درد حرمان سوز دل — آٹھ آٹھ آنسو رُلاتی ہے وطن کی آرزو

مفت کی بیگار بھی کی جان شیرین بھی گئی — مرتے مرتے بھی نہ نکلی کوہکن کی آرزو

فصل گل مین کم نہین سودائیون سے عندلیب — تنکے چنوانے لگی سیر چمن کی آرزو

وہ سوال وصل پر گردن جھکا کر چپ رہے — بر نہ آئی غمزۂ خاطر شکن کی آرزو

دیکھیے کب تک زیارت ہو قمر احباب کی
مار ڈالے گی ہمین اہل وطن کی آرزو

سید قمر الدین احمد قمر سندیلوی

# عمومیت و خصوصیت فلسفہ

تمنا نہ مرا باسر زلفش سر سودا است ہر کس دل صد چاک بکف شانہ فروش است

یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ مواد فلسفہ جو ایک حد تک عام طبایع مین بھی رکھا گیا ہے یا اس ذہن مین جو ہر ایک طبیعت کسی نہ کسی حد تک سنمک رہتی ہے اُس کا ثبوت کیا ہے اور اسکی ضرورت ہی کیا تھی۔ اس کا ثبوت چنداں محتاج دلائل نہین کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ ہر شخص کی طبیعت مین فلسفہ کا مادہ کچھ نہ کچھ رکھا گیا ہے کسی مین کم اور کسی مین زیادہ فلسفہ کی ایک یہ بھی تعریف ہے کہ وہ تعجب اور حیرت کے روپ مین اپنا اتا پتا دکھاتا ہے یہ تعریف اگرچہ جامع نہ ہو مگر اسمین شک بھی نہین کہ تعجب اور حیرت ہی سے ایک حد تک فلسفی انوار درخشان اور تابان ہوتے ہین اور اس سے بھی انکار نہین کیا جا سکتا کہ ہر شخص کی طبیعت مین تعجب اور حیرت کا مواد قدرت نے بہ خوش اسلوبی بھر رکھا ہے۔ کوئی فرد بشر اس خاصہ اور اس جذبہ سے خالی اور معرا نہین ہے ایک کل کا بچہ بھی تعجب اور حیرت اپنی گھٹی ہی مین رکھتا اور جا بجا خلقت بہن کر دنیا مین وجود پذیر ہوتا ہے اگر چشم غور سے اپنے گرد و پیش کا تماشا کرو گے تو کہہ اُٹھو گے کہ ہر گلی کوچہ اور ہر روشن دان اور ہر بام اور ہر قدم سے مختلف لہجون اور مختلف سرون مین فلسفہ کی سریلی آوازین آ رہی ہین ہر طرف سے تعجب اور حیرت کا متموج سمان جلوہ نما ہے ہر جانب سے مختلف رنگون مین تعجب اور حیرت کے جذبات مختلف سوالات کی صورت مین اُٹھائے جا رہے ہین یہ کیا ہے یہ کیون ہے۔ یہ کیسا ہے یہ ایسا نہین یہ ایسا ہے

یہ تو قلمون آوازین اور انواع و اقسام کے سوالات کیا ہین وہی فلسفہ جو عوام کے دل و دماغ سے نکل کر خواص اور مشاہیر کی گود مین جا کر نشو و نما پاتا اور ایک حیرت افزا روپ مین دنیا کی منڈیون مین گشت لگاتا ہے۔ اگر یہ فلسفہ نہین تو اور کیا ہے افلاطون اور دیگر قدیم فلاسفرون نے فلسفہ کا تعلق سب سے زیادہ ذہن سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ کوئی بشر بھی نعمت ذہن سے معرا محض اور خالی ہے یہ جدا بات ہے کہ کوئی ذہن کچھ حیثیت اور کچھ پیمانہ رکھتا ہو اور کوئی کچھ جب کوئی متنفس بھی نعمت ذہن سے خالی نہین تو پھر یہ کس طرح کہا جاے گا کہ ہر طبیعت مین فلسفہ کا کچھ نہ کچھ مواد نہین بھرا گیا ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ فلسفہ سرون محض عقل یا عقل کا رگا نا ہے۔ اس سے ماننا پڑے گا کہ جو شخص تعقل

رکھتا ہے اور ہر شخص کسی نہ کسی مقدار مین رکھتا ہے وہ کسی نہ کسی حد تک فلسفی بھی ہے اگر یہ کہا جاے کہ بہت سے انسان یا انسانیتین عقل سے خالی ہین تو یہ ماننے کے قابل نہین جب قدرت نے حیوانات کو بھی شعور سے محروم نہین رکھا تو انسان کس طرح محروم محض ہو سکتا ہے گو کہ اُس کا پیمانہ اور درجہ کچھ بھی ہو۔ ہر انسان کچھ نہ کچھ عقل و دانش رکھتا ہے گو کہ کوئی قوم ہستی ہے عقل کے حدود اور تصرفات یا اصول تصرفات سے واقف نہ ہو اور اس سے باضابطہ کام لینے کے قابل نہ ہو لیکن یہ کہا ہی جاے گا کہ ہر فرد بشر یا ہر انسانیت کچھ نہ کچھ عقل رکھتی ہے اور اسی مین اُسکی فضیلت اور شرف ہے۔

یہ بحث کہ فلسفہ کا فائدہ کیا ہے یا کیا ہونا چاہیے ایک دلچسپ بحث ہے اگر ہم فلسفہ کے فوائد سے واقف ہونا چاہتے ہین تو ہمین یہ بحث بھی ساتھ ہی اُٹھانی چاہیے۔

فلسفہ کی ضرورت کیا ہے۔

یہ ضرورت تھوڑی نہین ہے کہ قدرت نے ایک حد تک اُسکا مواد ہمارے طبایع مین رکھا ہے اور دوسری قوتون کی طرح یا دوسرے جذبات کے مانند وہ بھی ہمارا ایک قیمتی سرمایہ ہے اگر ضرورت نہ ہوتی تو قدرت طبایع مین رکھنے کی تکلیف گوارا نہ کرتی اور ضرورت ہے کہ ایسے سرمایہ کو رائگان نہ دین بلکہ اُس سے اُسکی طاقت کے مطابق کام لینے کی کوشش کرین۔ جب ہم یہ دریافت کرنا چاہتے ہین کہ ہمین فلسفہ سے فائدہ کیا ہے تو ہمین اسکے ساتھ ہی یہ بھی معلوم کر لینا چاہیے کہ فوائد کے کتنی اقسام ہین علمی رنگ مین فوائد کی حسب ذیل قسمین ہو سکتی ہین۔

(الف) فائدہ مطلق۔

(ب) فائدہ اضافی۔

(ج) فائدہ مطلق باطنی۔

(د) فائدہ مطلق خارجی۔

(ہ) فائدہ غایتی۔

ان تمام اقسام پر بحث کرنے سے پہلے یہ بھی سوچنا چاہیے کہ فائدہ کی تعریف کیا ہے اور اُسکا مفہوم یا ہم اُس سے مراد کیا ہے ہر شخص کی زبان سے ہر ملک و قوم مین یہ مختلف الفاظ کم و بیش یہ لفظ بولا جاتا ہے اور ہر شخص اسکی لئے مین جان جوکھون لڑا رہا ہے اور ہر شخص فائدے کے واسطے زندگی ایسی گران بہا چیز و بال اور

اور تہلکہ میں ڈالنے سے بھی دریغ نہیں کرتا اور کبھی کبھی فائدہ کی خاطر دوسرے کی زندگی بھی گرداب مصیبت میں ڈالنے سے خوف نہیں کھاتا ہر گلی اور ہر کوچہ ہر مقام اور ہر منزل میں اسکا ذکر اور اسکا شور اور اسکی گرم بازاری ہے ناموس اور عزت میں اسکی شیدائی اور اسپر قربان ہیں ہر محفل میں ہر مجلس اور ہر جلسہ میں یہ پیر مغاں ہے صبح سے شام تک اسکی گفتگو اور اسکا رونا دھونا ہے۔

غوغائے عشق و شور جنون ماجرائے عقل　　افسانۂ تو قصۂ تو داستان تست

اور تعجب یہ ہے کہ جو اسپر مرمٹتا ہے اُسی کا خیال اور اُسی کی دھن پر ایمان بھی لایا جاتا ہے اگرچہ صدہا کو اس نے سے فائدہ بھی ہے مگر اسکی بدولت دنیا کی مختلف منڈیوں میں فساد اور پیچیدگیاں بھی حد سے زیادہ نشو ونما پا رہی ہیں فتوحات کے مقابلے میں کشت وخون یا خون خرابے بھی اسفدر ہوتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔

عشق کارم تباہ خواہد کرد　　روزگارم سیاہ خواہد کرد

جسمانی۔ روحانی۔ جذباتی اور خیالی رنگ میں جو شے جو کیفیت جو حالت مجھے حاصل نہیں اور وہ ایک حد تک خوش آیند بھی ہے اُس کا چاہنا اُسکی طلب اُسکے لئے میں کوشش کرنا اُسکی لے میں لگے رہنا اُسکی فکر میں زندگی کے دن گزارنے فائدہ چاہنا یا فائدہ ہے۔

جو شے جو کام انسانی زندگی کے واسطے ایک آسائش ایک راحت ایک خوش آیند ہے وہ ایک فائدہ ہے جو شے جو خیال ہمیں خوش کرتا یا ہمارے واسطے خوشی کے سامان مہیا کرتا ہے وہ ایک فائدہ ہے چاہے وہ اس زندگی سے وابستہ ہو چاہے کسی اور آنے والی زندگی سے۔

اس آرزو اس خواہش سے نہ تو کوئی انسان خالی ہے اور نہ کوئی حیوان اپنے اپنے درجے کے مطابق ہر ذرہ ہستی ہر ذرہ میں یہ ولولہ رکھتی ہے۔

فلسفی رنگ میں فائدہ مطلق سے مراد وہ سوچ اور وہ تدبیر ہے جو ہمیں اسوقت محسوس ہوتا ہے جب ہم کسی شے یا کسی چیز اور کسی مواد علم یا مواد فن کے اُن تاثرات اُن تصرفات اور اُن جذبات کی نسبت انکشافی کوشش شروع کرتے ہیں جو کسی نہ کسی رنگ میں ہمارے زیر بحث آجاتے یا لائے جاتے ہیں اور پھر سوچتے ہیں کہ جو صورتیں اور جو کیفیات زیر بحث ہیں اُن میں کیا کچھ خصوصیت اور فضیلت ہے اور باعتبار ذاتی قوتوں کے وہ کیسے واقع ہوئی ہے اور اب ہم یہ سوچیں کہ جن کیفیات اور جن حقائق کو ہم اپنی اصلاح میں فلسفہ کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اُنکی ذاتی افادت اور ذاتی عظمت و فضیلت بلحاظ تصرفات اور

جذبات کے کیسی ہے یہ ہم مان لیتے ہین کہ ایسی کیفیات کا تعلق جیسے عام کائنات یا عام موجودات سے ہے ویسے ہی خود انسان سے بھی ہے۔ ان ہی کیفیات اور جذبات کی بدولت انسان دیگر موجودات سے تعلقات پیدا کرتا ہے اور ان ہی کے زور پر خود اپنی ذات کا بھی تماشائی ہوتا ہے۔

باین حالات فلسفہ کے دو فائدے ہوے۔

(الف) ایک یہ کہ وہ انسان یا انسانیت کا معاملہ باہر کی دنیا یا موجودات سے کراتا ہے۔

(ب) دوسرے یہ کہ خود اسکے جسم مین جو بجاے خود ایک باطنی دنیا بھری پڑی ہے اور جسکی حدین بیرونی دنیا سے بھی کہین لمبی چوڑی ہین اور جن کی اصل غایت اور جہد دریافت کرنے کے واسطے صدہا فلسفی دشوار گزار منزلین طے کر چکے ہین معرض تماشا مین آتی اور اپنا سندر جوبن دکھاتی ہے۔

گو ہم ظاہری آنکھون سے باہر کی کائنات کا تماشا کرتے ہین مگر جن آنکھون سے فلسفہ تماشا کرتا ہے وہ کچھ اور ہی ہے کیفیات ہوا پانی اور بجلی ظاہری آنکھون مین جو کچھ قدر و معولت رکھتی ہین وہ سوا اسکے اور کیا ہے کہ اُنکی بدولت زندگی کے دن مرمر کر پورے کر لیے لیکن جب فلسفی آنکھون سے اُنکا تماشا اور مطالعہ کیا جاتا ہے تو وہ کچھ اور ہی رنگ رکھتا ہے ظاہری آنکھین وہی دیکھتی اور تماشا کرتی ہین جو ظاہر ہوتا ہے باطنی آنکھین وہ دیکھتی اور تماشا کرتی ہین جو قدرت نے اشیاء اور کائنات کے اندرونی حصہ مین ودیعت کر رکھا ہے ہمارے اندرونی حصہ جسم مین جو کچھ بھرا ہوا ہے وہان تک ظاہری حواس پہنچ ہی نہین سکتے یہ فلسفہ ہی کا طفیل ہے کہ انسان ظاہری حواسون کی منزل سے نکل کر باطنی حواسون کی نعمت اور فیوض سے مستفیض ہوتا ہے فلسفی مطالعہ سے قواے ذہنیہ کی اصلیت اور حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے اور اُس خزینہ پر نظرین پڑتی ہین جو قدرت نے موجودات کے باطنی حصہ مین بہ مختلف الوان ودیعت کیا ہے۔ اس خزینۂ قدرتی مین سے رنگا رنگ لعل و جواہر اور موتی چُن چُن کر دنیا کے آسایشی تاج مین لگاے جاتے ہین۔

فلسفہ کے ذریعہ سے ذہن اپنا مطالعہ رفتہ رفتہ آپ ہی کرنے کا مشاق ہوتا جاتا ہے اور اندرونی کمالات اور اندرونی جذبات کی عمدگیان اور خوبیان جلوہ نما ہوکر وجدانی حقائق کھلتے اور اُنپر روشنی پڑتی ہے فلسفہ اس طریق عمل سے کیا سمجھاتا اور کیا سکھاتا ہے یہ کہ ہمارے جسم ہی مین جو مواد فلسفہ کا قدرت نے بھر رکھا ہے اُسکا بصیرت اور غور کے ساتھ مطالعہ کرو اور دیکھو کہ بیرونی فلسفہ اور اُسمین کیا اور کیسی نسبت ہے اس مطالعہ سے تمھین معلوم ہوجاے گا کہ ہر انسان فلسفی ہے اور ہر بشر کی طبیعت مین فلسفہ کا مواد رکھا گیا ہے

پتھر کے اندر بھی آگ ہوتی ہے لیکن جب تک اُسکا امتحان نہ کیا جاے تب تک اُسکا علم نہیں ہوتا انسان کے اندر بھی حکمت اور فلسفہ رکھا گیا ہے اُس کا امتحان کرو اور اُس سے کام لو تاکہ تم اس سمجھنے کے قابل ہو کہ فلسفہ کوئی انوکھی شے اور الوکھی قوت نہیں ہے تمھاری طبیعت ہی میں اس کا بھی ذخیرہ رکھا گیا ہے جب ہم اس منزل تک پہنچ جائیں گے تو ہم فلسفہ کے فائدۂ مطلق سے ایک حد تک آگاہ ہو جائیں گے ۔ فندبر ۔

فلسفہ کا فائدہ اضافی یہ ہے کہ فلسفہ علوم اور فنون کی تنقید اور وضاحت کے واسطے ایک قوی ذریعہ ثابت ہوتا ہے چونکہ فلسفہ کا تعلق ایک طرف سے کائنات اور موجودات کے ساتھ اور دوسری جانب سے اذہان بشری کے ساتھ ہے ۔ لہٰذا واسطے وہ انکشاف حقائق کائنات اور اظہار نماے موجودات کے لیے ایک کافی ذریعہ ہو سکتا ہے فلسفہ مختلف اشیا اور حقائق اشیاء کی باہمی نسبتوں کا ایک خوبی کے ساتھ موازنہ کرتا ہے اور عمدگی سے اُنمیں کیفیت و صحت کا کھوج لگاتا ہے ۔ فائدۂ مطلق باطنی سے وہ فائدہ مراد ہے جو محض باطنیات اور وجدانیات سے براہ راست وابستہ ہے اور وجدانیات کی حد و دنگ لے جاتا اور انسان کو اُن مراحل پر پہنچاتا اور اُن مراسم سے آشنا کرتا ہے جو انسان کے ضمیر اور ضمیری شواہد سے متعلق ہیں صوفیاے عظام کا فلسفہ اسی سے زیادہ مربوط اور وابستہ ہے ۔ اور مذاہب کا فلسفہ ان ہی منازل سے شروع ہوتا ہے ۔

فائدۂ خارجی سے وہ فائدہ مراد ہے جس میں محض ان امور سے بحث ہوتی ہے جو بیرونی دنیا سے وابستہ ہیں اور جن کا اثر اُن تصرفات سے مخصوص ہے جو مادی جہت سے انسان کے اقتصادیات اور سیاست وغیرہ سے منضم ہیں ان شعبوں میں جسقدر جہان ہیں اور کثرت ہو رہی ہے یا ہو چکی ہے وہ سب اسی شق فلسفہ یا اسی مد فائدہ سے مربوط ہے جو لوگ ان امور میں شب و روز منہمک رہتے ہیں وہ فلسفی اور فلسفہ سے تعلق رکھنے والے ہیں فائدۂ غایتی سے وہ فائدہ مراد ہے جو فائدۂ باطنی اور فائدۂ خارجی یعنی فائدۂ مطلق کی صورت میں بالقوہ نفس غایت اور نفس محصولات اور فتوحات متصور ہے ہر ایک صورت میں فائدہ کی کوئی نہ کوئی غایت ہوتی ہے یا ہونی چاہیے پس جو کچھ کہ ایسی غایت ہوگی اُسی کا نام دوسرے الفاظ میں فائدۂ غایتی سے تعبیر پاتا ہے ۔

ان سب غایات اور فوائد کے اعتبار سے فلسفہ ایک عام فیضان یا عام ملکہ اور عام قابلیت ہے جو ہر ایک انسان کی طبیعت میں مختلف حدود اور مختلف مقادیر میں قدرت کی جانب سے ودیعت کی گئی ہے اور کسی نہ کسی حد تک ہر ایک متنفس اُس سے کام لے رہا ہے عام اس سے کہ اُسے اس اپنی قوت اور عمل سے آگاہی ہو یا نہ ہو ہر شخص منطقی ہے اور منطق بھی فلسفہ کی ایک شاخ ہے ۔

عوام سے گزر کر جب بعض اشخاص اس قوت سے بالخصوص کام لیتے ہین تو اُس وقت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ فلسفی اور فلاسفر ہین یا فلسفہ کے بانی اور داغ بیل ڈالنے والے ہین یہ بالکل درست ہے کہ اُنکی محنتین اور اُنکے سوچنے والے دل و دماغ ہر طرح سے قابلِ داد اور قابل تعریف ہین لیکن یہ نہین کہا جا سکتا کہ فلسفہ کوئی نیا کارنامہ ہے ان کا یا ایسے لوگون کا صرف یہ کمال ہے کہ اُنھون نے اپنے کمال فطنت اور صفائی ذہن سے ایک عام صورت کو خاص کرکے دکھا دیا اور اسکے قواعد اور قوانین کی بنیاد رکھکر اُسے ایک خصوصیت بخش دی اور اس خوبصورتی سے کہ وہ اس وجہ سے اُن لوگون کے واسطے بھی ایک انوکھی شے یا انوکھا علم معلوم ہونے لگا جو پیشتر ازین بھی اُس سے کسی نہ کسی حد تک کام لیتے تھے اور اُن کی طبائع مین ایسا مواد پایا جاتا تھا فلاسفر اس کو چہ مین صرف ایک صناع کا رتبہ رکھتے ہین جو اپنی صفتون کا سب مصالحہ اسی کائنات مین سے لیتا ہے اور عجیب و غریب اشیاء بنا بنا کر لوگون کو حیرت مین ڈالتا ہے یہ کام تھوڑا نہین ہے یہ اُن لوگون کی کمال ذہانت اور کمال فطنت پر دال ہے ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

اس خصوصیت سے مشاہیر فلاسفر نے کیا کرکے دکھایا یہ کہ جو باتین عام امور عام استدلالات سے تھے اُنھین ایک خوبصورت ضابطہ کے ماتحت لاکر اُنکی ترتیب کی بوجہ احسن ایسے طور پر بنیاد ڈال دی کہ وہ ایک مستقل علم بن گیا اور اسکی امداد سے ہزارون مسائل پر روشنی پڑی سب سے زیادہ یہ کہ جو ایسی قابلیت خدا نے انسان کے جسم مین ودیعت کر رکھی ہے وہ مختلف طور پر کام مین آنے لگی اور وہ اسرار جو مخفی تھے اور وہ قوتین جو اس جذبہ کے ماتحت رہ کر بخوشی اسلوبی نشو و نما پا سکتی تھین نشو و نما پانے لگین اور بہت سی روحین خوبصورتی اور وسعت کے ساتھ اُن کی تماشائی ہوئین۔

دلِ پر داغ کی تبھی ہے بہار دیکھیے خانہ باغ کس کا ہے

سلطان احمد

فکرِ انجام نہ آغاز کا کچھ ہوش رہا چار دن تک تو جوانی کا عجب جوش رہا
اُٹھتے اُٹھتے تھی وہی بزم کی مستانہ روش چلتے چلتے بھی وہی جمِ مے کو وہی جوش رہا
سایۂ دامنِ قاتل مین جو نیند آئی مجھے پھر تو کروٹ بھی بدلنے کا نہ کچھ ہوش رہا
پھر گئیں آنکھین مری کوچۂ جانان کی طرف شکر ہے مرتے دم اتنا تو مجھے ہوش رہا

# خود مسلمانوں کی گردن پہ ہے خونِ اسلام

خوابِ غفلت سے خبردار ہو کچھ سعی کرو
غیبی امداد کے خواہاں رہو بہر التمام

اپنی ہستی پہ نظر ڈالو ذرا غور کرو
اپنے مرکز کی طرف آؤ کہ ہو نیک انجام

اپنی ملت کے فرائض کو کرو دل سے ادا
نہ رکھو غیر کی تقلید سے ہرگز کوئی کام

دوڑو میدان ترقی میں مگر یوں دوڑو
صورت سبزہ نہ پامال ہو مذہب تہ گام

رہتے ہو دفترِ منسوخ میں جو یا جن کے
وہ تمھاری ہی کتابوں میں ہیں موجود احکام

نہ سمجھتے ہو جسے ہم مذہب
یہ ہے کچھ اور ہی شے اسکا ہے کچھ اور ہی نام

جادۂ منزلِ مقصود سے کوسوں ہو دور
دیکھو یہ نقشِ قدم ہیں کہ ہیں نقشِ الزام

کون مسجد میں سُنے شورِ اذاں کا جا کر
تم کو دنیا طلبی سے خبرِ صبح نہ شام

ناتوان بنگئے کاہیدہ ہوے شکلِ ہلال
عذر یہ جا سے بھلا یا ادبِ ماہِ صیام

چند محتاجوں پہ چھوڑا ہے خدا کے گھر کو
بیٹھے ہیں اپنی جگہ چین سے با صد آرام

بھائیو کیا یہی ہے حد کمالِ تعلیم
دل میں باقی نہ رہے خوفِ خدائے علام

قوم پر اپنی فدا ہو مگر اس طرز سے ہو
جو کہ جاری کیے محبوبِ خدا نے احکام

تم سے روحانیت اس درجہ ہوئی کوسوں دور
کہ بہکتی ہے زبان لینے میں اللہ کا نام

سنگِ بنیاد رکھو مدرسۂ علم کا جب
دل سے گرتی ہوئی مسجد کا نہ جاے اکرام

ہاے معذور ہوے عذرِ انانیت سے
ہفت اقلیم شریعت کے ہیں جو جو حکام

دست بوسی کا تو کیا ذکر وہ دور آ پہنچا
ہاتھ اُٹھتا ہی نہیں دور سے بھی بہر سلام

ہو گئے آج بُتر سے زیادہ فرقے
ایک توحید پرستی میں ہزاروں ہیں کلام

جب طبائع کا ہو یہ ذوق تو پھر میل کہاں
یک دلی کیسی یہی ہے جو ہجوم اوہام

نقصِ معبد کے ہمیں دیتے ہیں فتوے چھپ کر
ہیں مسلم ہمیں پابندِ رضاے اصنام

محشر اس دور میں کب تک کوئی خاموش رہے
تا کجا ضبطِ فغاں اور ہجومِ آلام

فاش می گویم و از گفتۂ خود دل شادم
خود مسلمانوں کی گردن پہ ہے خونِ اسلام

محشر لکھنوی

# زبان کا تعلق شعرا سے

اُردو زبان کی داستان ترقی ہی ہے کہ وہ پھیل کر ملک کے گوشہ گوشہ پر اپنا قبضہ کرے ہندوستان کی قومی دفتری - تجارتی - درباری - بازاری یہی اُردو زبان بلکہ تمام جو ہیات و کلیات کا مدار اسی زبان پر ہے اسکی ترقی مین کوشش کرنا بہت بڑی قومی اور ملکی خدمت کا انجام دینا ہے کس قدر خوشی کی بات ہے کہ اس نے ہندین اُردو نکھر کر نہایت صاف ستھری اور پاکیزہ زبان ہوگئی ہے جیسے کسی حسینہ وجمیلہ کو نہلا دھلا کے عمدہ لباس زیورات سے آراستہ کر دیا جاے اور کس قدر مسرت کی بات ہے کہ اسکی ہردلعزیزی اور عام قبولیت کی شعاعون سے دور دور کے وحشی اور بیگانہ مقامات بھی اپنی روشنی کا اثر پہنچا رہے ہین یہان تک کہ بہاری اور جنگلی قومین بھی ہماری اُردو کو اپنی زبان سیکھ لیے ہین گے جو اُردو سیکھتے اور بولتے ہین -

ہمارے شہر حیدرآباد مین اس پاکیزہ اُردو زبان کی ابتدا جب سے ہوئی پہلے کہان تک ہوئی - یہان کے لوگون نے اسکو کہان تک پہنچایا اس مین کس قدر ترقی کی کوشش کر رہے ہین - تصنیف و تالیف - اخبار نویسی - شعر و شاعری مصنفون اور انشاپردازی کی کیا حالت ہے جو اُردو زبان کے فضل و کمال ہونے کے لیے عمدہ اور قوی دلیل ہین - ان باتون کا پتا لگانا ہے کہ اُردو زبان اپنی صفائی اور شگفتگی مین جس پایہ پر پہنچ چکی ہے اُسی پایہ پر قائم ہے یا ترقی ہوتے ہوتے کہان تک پہنچی ہے - اس مین کہ خواہ مخواہ زبان کی توسیع کی جگہ بیگانہ اور بھدے الفاظ بھی شامل کیے جائین تقیل کلمات کی آمیزش سے اندیشہ ہے کہ اسکے خوشنما اور حسین چہرہ پر ایسا بدنما دھبا نہ پڑجاے کہ پھر وہ کسی کے مٹاے نہ مٹے یہ سچ ہے کہ انگریزی الفاظ شامل کیے بغیر چارہ نہین مگر اسکے لیے خود اپنی پیاری اُردو سے اجازت لینی چاہیے - وہ اپنے دامن مین طرح طرح کے پھول رکھتی ہے اور پھر بھی گود پھیلا ہوے ہے آپ ایک نیا پھول اُسکے سامنے پیش کیجیے - اگر اس نے اسی رنگ و بو کا پھول اپنے دامن سے اُٹھا کر دکھایا تو پھر یہ پھول اسکے دامن مین رکھنا بیکار ہوگا - ہان اگر آپ کے پھول کے مقابل وہ اپنے پاس سے کوئی پھول نہ پیش کر سکے تو چار و ناچار اُسکو لینا ہی پڑے گا اور اسمین اسکے لیے کوئی ہرزہ نہین ہے خلاصہ یہ کہ جس انگریزی لفظ کا مرادف اُردو مین موجود ہے اسکو زبردستی اپنی زبان مین لینا زبان کو خراب کرنا ہے -

اب یہ سوال کیا جاتا ہے کہ اُردو زبان کو پاکیزہ بنانے اور ترقی دینے اور ہر طرف اسکا ڈنکا بجانے مین

زیادہ حصہ کس طبقہ نے لیا ہے تو شعرا پکار اُٹھتے ہین کہ اسکو آراستہ و پیراستہ کرنا اور اُسکی چال ڈھال پر نظر رکھنا اسکو مخالف ہاتھون سے محفوظ رکھنا ہمارا کام ہے۔ ایک حد تک اُنکا دعوی بیجا بھی نہین ہے اگرچہ آمین بھی کوئی شک نہین کہ فی زمانہ نثر نگارون کی کوشش سے اُردو نے جسقدر ہاتھ پاؤن نکالے ہین۔ اور تمام عالم مین اپنی دلفریبی کا دام بچھانے مین جیسی کامیابی حاصل کی ہے وہ قابل قدر ہے اخبار، ناول اور آئے دن کے مختلف تالیفات و تصنیفات اور مختلف تراجم یہ سب اسکے دل سوز معاون ہین اور اُسپر بعض بعض اہل رسائل گئے مین سہاگے کا کام کر رہے ہین۔ با این ہمہ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ گو اس وقت ایسے ایسے قابل اردو لکھنے والے اور اُردو زبان مین قومی و ملکی کام کرنے والے موجود ہین۔ کہ اگر وہ اپنے دل مین سرزمین اُردو پر فرمانروائی کا خیال کرین تو خیال کر سکتے ہین، مگر اس زمین کی آب و ہوا کیسے۔ یا کلیہ مان لیجیے کہ فرمان روائی کا سہرا شعرا ہی کے سر باندھا جاتا ہے حکومت اُنھین کی مانی جاتی ہے۔ عزل و نصب۔ ترقی۔ تنزل۔ اجرا النوا۔ غرض تمام فیصلے اُنھین کی زبان و قلم سے ہوتے ہین۔ اور اس کا سبب یہی ہے کہ زبان شعر کے دامن عاطفت مین پرورش پاتی ہے اُنھین کے سایے مین اسکی تربیت ہوتی ہے۔ غرور پرداخت نگہداشت اور ہر ایک قسم کے رکھ رکھاؤ کا ذمہ دار شاعر ہی ہوتا ہے۔ بہت سے محقق نثر نگارون کو تحقیق زبان کا اتنا خیال نہین ہوتا جتنا کہ شاعر کو ہر ہر لفظ اور لفظ کے ہر ہر پہلو پر شاعر کی نظر ہوتی ہے اُسکو ہزارہا موقع ایسے پیش آتے ہین۔ کہ وہ الفاظ اور اُسکے مترادف اور محل استعمال کی تحقیق کرتا ہے ایک لفظ قافیہ مین باندھنا چاہتا ہے اگر کچھ شبہ واقع ہوا تو اُسکو [illegible] سے کسوٹی پر کستا ہے اس مجبوری سے کہ اور کوئی لفظ اُس جگہ آ نہین سکتا۔ بخلاف نثر نگارون کے کہ اُنکو جہان کوئی شبہ ہوا فوراً لفظ بدل دیا۔ فقرے بدل دیے۔ مقدم کو مؤخر کر دیا۔ کسی طرح کا رُکاؤ نہین کوئی تامل کی وجہ نہین۔ شاعر قدم قدم پر ٹھوکرین کھاتا ہے اور حق یہ ہے کہ نشیب و فراز کی حقیقت سے جیسی چاہیے شاعر کو واقفیت ہوتی ہے ناثر کو نہین ہوتی۔ شاعر کے تعہد شاعر کو تحقیق زبان پر مجبور کرتے ہین اور وہ محقق ہو جاتا ہے۔ زبان کا استفتا اسکے سامنے پیش ہوتا ہے اور وہ مجتہد کہلاتا ہے گرفت ہوتی ہے تو شاعر کے کلام کی نظرون مین تولا جاتا ہے تو شاعر کا کلام۔ زبان زد ہوتا ہے تو شاعر کا کلام سند مین لایا جاتا ہے تو شاعر کا کلام یہ کبھی نہین ہوا کہ زبان کا استفتا غیر شاعر کے سامنے پیش کیا گیا ہو یہ کبھی نہین ہوا کہ مغل شعر کے الفاظ اور فقرات معرض بحث مین لائے گئے ہون۔

اہل لغت بھی اپنی لغت کی توثیق اساتذہ کے اشعار سے کرتے ہیں۔ حالانکہ وہی الفاظ اور محاورے

اہل زبان کی نثرین بھی بکثرت موجود ہوتے ہین۔ بہار عجم کے مولف کو کون روکنے والا تھا۔ اگر وہ دلائیتون کی نثر نظیر مین پیش کرتا۔ مگر اُس نے ایسا نہین کیا بلکہ یہ کیا کہ امیر خسرو۔ مرزا بیدل۔ خان آرزو۔ اور غنی کے اشعار کو فارسی محاورات کے لیے سرمایۂ استناد بنایا جو ہند کی خاک سے پیدا ہوے تھے۔ اور ہند ہی مین ہمیشہ رہے۔ اُردو کی اگر کسی مستند کتاب مین مرزا غالب کی اُردو ے معلے کا کوئی فقرہ تمثیلاً لکھا ہو تو وہ سند سمجھا جاے گا اور اگر کسی اور کتاب کا جملہ لکھا ہو جس کا مصنف غیر شاعر ہے تو یہ سمجھنا چاہیے کہ محل استعمال بتانے کے لیے لکھا ہے نہ اس واسطے کہ وہ جملہ سند مانا جاے۔ غیر شاعر اگر چاہے کہ اُردو کا لغت لکھے تو لکھ نہین سکتا۔ اور اگر لکھے گا تو علاوہ اور ناکامیون کے شعرا کا کلام جس کا وہ استقرا کرے گا۔ اسکو مغالطے مین ڈال دے گا۔ اور جب اُسکو مغالطہ ہوا تو اُسکی کتاب تمام ملک کو مغالطے مین ڈال دے گی شعرا کے مرتبے کو پہچاننا اور اُن کے کلام کی تنقید کرنا اُسی کا کام ہے جو خود اُسی مرتبے کا ہو ایک لغت کی کتاب ہماری نظر کے سامنے ہے اس مین ایک جگہ نباہنا قائم کیا ہے اور دوسری جگہ نبھانا۔ لغت مین دونون کو مساوی رکھا ہے نبھانا قائم کرنے کی سند مین یہ شعر لکھا ہے ؎

انکو تو پاس محبت نہین اصلا لیکن نبھ سکے تم سے اگر حضرت دل اور نبھاؤ

ضرورت اسکی بھی ہے کہ لغت نگار جس شعر کو اپنے دعوے کی دلیل مین سند اً پیش کرے پہلے اس شعر کی مضبوطی اور شاعر کی قوت کا اندازہ کرے ہم دیکھتے ہین کہ جناب داغ دہلوی اپنے کلام مین نباہنا باندھتے ہین ؎

نہ دلاسا نہ تسلی نہ تشفی نہ وفا دوستی اُس بت بدخو سے نباہین کیونکر

اور تمام اساتذہ کا کلام نباہ اور نباہنا سے بھرا پڑا ہے۔ نبھانا کا کہین پتا نہین چلتا۔ اگر یہ مان بھی لیا جاے کہ نبھانا بھی زبان ہے تو یہ کیونکر مانا جاے گا کہ نبھانا اور نباہنا دونون برابر ہین زبان کے ایسے تنقیدی مسائل پر نظر ڈالنے کے لیے مصنف کا بھی مستقل الکلام ہونا ضرور ہے جس کی استعداد علمی اور قابلیت اور تحقیق زبان اور فن سخن کا لوہا زمانے نے مان لیا ہو۔

بڑے بڑے لکھنے والون کو دیکھا گیا کہ وہ لکھتے ہیں "کیفیات سُنی گئین" "اشیا خریدی گئین" "مجالس آراستہ ہو رہی ہین" حالانکہ قاعدہ ہے کہ جب عربی کا لفظ جمع کر لیا جاتا ہے تو وہ ہر حال مین جمع مذکر مستعمل ہوتا ہے "کیفیات سُنے گئے" "اشیا خریدے گئے" "مجالس آراستہ ہو رہے ہین" زبان مین دو ہی ایک لفظ ایسے نکلین گے جو اس سے مستثنےٰ سمجھے جائین گے ورنہ تمام الفاظ کا استعمال یون ہی ہے

اسی طرح بعض حضرات کہ وہ چاہیے کے لفظ کو جمع کی حالت میں چاہئیں لکھتے ہیں مثلاً ہم کو دو کتابیں چاہئیں یا ہمیں دینی چاہئیں۔ یہ ٹکسال باہر ہے ہرگز درست نہیں چاہیے ہمیشہ اپنی حالت پر رہتا ہے اس میں تغیر نہیں ہوسکتا ایسے ایسے زبان کے نکات پر شاعری کو نظر ہوتی ہے نہ غیر شاعر کو۔

ہر کسے از ہنر کارے ساختند ۔۔۔ میل او اندر دلش انداختند

## بہار کا آخری پھول

شاد

تو ہی بس اک رہ گیا ہے اے گل فصل بہار ۔۔۔ آہ! اس حالت میں تجھ کو کون دیکھے زار زار

آہ! اس گلشن میں تیرا ہم نوا کوئی نہیں ۔۔۔ ہمدم و ہمدرد و سوز آشنا کوئی نہیں

تیرے ساتھی اور ہمدم نوعِ ہم کو چل بسے
گرم جھونکوں سے ہوا کے آہ سب مرجھا گئے

ہاں بتا اے پھول تیری چشم کیوں پُرآب ہے ۔۔۔ ہمدموں کے دائمی فرقت سے کیا دل بیتاب ہے

گنجِ تنہائی کے شیدا ہو نہ تو اتنا اداس ۔۔۔ گو نظر بہت تنگ ہے پھر بھی ہے تصویر یاس

رحم آتا ہے مجھے حالت پہ تیری بار بار ۔۔۔ تجھکو میں رہنے نہ دوں گا یوں نگاہ زیر خار

صحنِ گلشن میں پڑے ہیں تیرے ہمدم بے خبر ۔۔۔ خواب راحت میں ہیں سب جو خزاں سے بے خطر

تو بھی جا مل جا انھیں میں اپنے بہتر ہے یہی ۔۔۔ ان کو اغراضِ محبت سے کل تر ہے یہی

منتشر اب کیے دیتا ہوں تیری پتیاں ۔۔۔ تیری ہستی کا مٹا دیتا ہوں یوں نام و نشاں

زیر قانونِ طبیعت میں یہ کچھ بات ہے،
چار دن کی چاندنی ہے پھر اندھیری رات ہے!

اے خدائے پاک! میرا بھی یہی انجام ہو ۔۔۔ میری صبحِ زندگی کی کاش! یوں ہی شام ہو

چل بسیں گے دارِ فانی سے جب اپنے آشنا ۔۔۔ زندگی کا لطف تنہائی میں کیا خاک آئیگا

جبکہ الفت اور محبت ہوں گی سرگرمِ سفر ۔۔۔ زندگی دنیا میں ہوگی کس طرح یارب بسر!

جب یہ حالت ہو تو دنیا سے اٹھا لینا مجھے ۔۔۔ تاکہ حسرت سے کہیں مجھکو نہ یہ کہنا پڑے

"دورِ تنہیچے کی طرح اے گردشِ ایام تو
ہاں دکھا دے اے تصور! پھر وہ صبح و شام تو"

(انگریزی سے)

فضل الٰہی قریشی

# لڑکیون کی انشا پر ایک نظر

کچھ دنون سے مین سُن رہی تھی کہ دہلی کے مولوی عبدالراشد الخیری صاحب نے لڑکیون کی تعلیم کے لیے ایک انشا بہت اچھی لکھی ہے کئی بار جی مین آیا کہ اسے منگا کر دیکھون۔ مگر بعض موجودہ مصروفیات کی وجہ سے یہ خیال ہر روز دفع الوقتی پر ملتوی ہوتا آخر حضرت مصنف نے از راہ عنایت کتاب خود ہی میرے نام بھیجدی۔

مدت سے میری دلی تمنا تھی کہ کوئی صاحب لڑکیون کے لیے ایسی "انشا" تیار کرین جو بول چال تہذیب اور امور خانہ داری وغیرہ وغیرہ کے واسطے مفید ہو۔ راشد الخیری صاحب کا نام سنتے ہی انکی زبان اور قلم پر بھروسہ کرکے مین نے یقین کرلیا تھا کہ انشا ضرور اچھی ہوگی۔ اور اسی خیال کے ساتھ ہمہ تن شوق بن کے کتاب کھولی۔ اور نہایت توجہ سے دیکھنے مین مصروف ہوی۔ پہلے خط کے بعد ہی دوسرے خط کی چھٹی سطر پر میری نگاہ متحیر ہوکر رُک گئی۔ عنوان فسطیہ ہے "چھوٹی بہن کا جواب بڑی بہن کو" اور جس عبارت نے مجھے متعجب کیا وہ یہ ہے۔ "اللہ بی آپا خط بھی لکھا تو ایسا کہ عین مین تم ہی کھڑی باتین کر رہی ہو۔ مہر بھی تمہی امرت بھی زہر بھی۔ آپا جان کیا کہہ رہی ہین" (بڑی عنایت کی کہ جھک نہین رہی ہو نہین لکھا) اب مین یہ نصیحہ نہین جو تمھاری سڑی لپاندی باتین سنون اور جھوٹ سچ اپنے اوپر لپالون" مین نہین سمجھ سکتی کہ یہ الفاظ کوئی شریف اور مہذب گھرانے کی لڑکی اپنی بڑی بہن کو کس قلم سے لکھ سکتی یا کس زبان سے کہہ سکتی ہے اگر پڑھانے لکھانے سے ایسی ہی شوخی۔ بیباکی۔ اور زبان درازی کی تعلیم ہو۔ تو کون ماں باپ ایسے ہون گے جو دیدہ و دانستہ اپنی لڑکیون کے اخلاق کو خاک مین ملانا پسند کرین گے۔

آگے چل کے خط کی عبارت اس قسم کے غیر مہذب الفاظ سے بالکل تو نہین مگر بیشتر خالی ہے۔ البتہ بعض محاورے ایسے ضرور پائے جاتے ہین جنھین دیکھو تو آنکھون مین کھٹکین۔ اور سنو تو کانون پر گران ہون مثلاً اسی خط مین ایک جگہ لکھا ہے۔ "وہ دن سچ مچ مین بے فکری کے تھے" "مین" کا لفظ اس عبارت مین زائد ہے۔ اگر دلی کی عورتین یون ہی بولتی ہون۔ تو وہ خوشی سے بولین۔ ہم تو لڑکیون کی بول چال سلجھی ہوی چاہین گے۔ شاید دلی مین پنجاب کے محاورے بہت مل گئے ہین۔ حضرت مصنف کو یہ چاہیے تھا کہ وہ اس قسم کی ترکیبون سے انشا کے قلم کو بچا جاتین پھر خط کی لکھنے والی اپنی نسبت اپنے ہی قلم سے یون لکھتی ہے۔

"اب تو یقین کرنا امان باوا کا منہ دیکھتے ہی گزرتی ہے" کوئی دوسرا شخص تو یہ کہہ سکتا ہے کہ اس لڑکی یا لڑکے کو امان بلوا کا منہ دیکھتے ہی گزرتی ہے۔ مگر ایک لڑکی اپنی ہی زبان سے اپنے ہی ماں باپ کی نسبت اگر ایسے خلاف تہذیب الفاظ کہے جو اگرچہ طنز کے لیے وضع نہ کیے گئے ہوں مگر اُن سے طنز کا پہلو نکلے تو وہ الفاظ کرخت معلوم ہونگے اور وہ لڑکی بے ادب سمجھی جاے گی۔ یہی عبارت اگر لبون ہوتی تو سنجیدہ رہتی۔ "یقین مانیے گا دیا کیجیے گا۔ یا فرمائیے گا) اب تو مین امان جان اور ابا جان کا منہ دیکھا کرتی ہون" ایک موقع پر یہ عبارت ہے۔ "جنگل مین ایک اونچا سا ٹیلا ہوتا تھا اُس پر بیٹھکر اللہ کا ذکر کرتے" یہ "ٹیلا ہوتا تھا" کچھ ایسا ملبد مضمون ہے جسکی چوٹی تک میری سمجھ نہ پہنچ سکی۔ ٹیلے کے لیے "ہوتا تھا" کے ساتھ "ایک" کی تخصیص اور بھی مضمون کی ملبدی کا ایک درجہ بڑھا رہی ہے۔ اس عبارت کی صحت کئی ترکیبون سے ہوسکتی تھی۔ مثلاً "جنگل مین جو اونچا سا ٹیلا ملتا اُسپر بیٹھکر اللہ کا ذکر کرتے" یا "جہان اونچا سا ٹیلا ملتا وہان بیٹھکر" یا "جنگل مین کسی اونچے سے ٹیلے پر بیٹھکر" یا "جنگل مین ایک اونچا سا ٹیلا تھا اُسپر بیٹھکر اللہ کا ذکر کرتے تھے"۔ غرض "تھا" کے ساتھ محاورے مین "تھی" کی ضرورت ہے یہین تو نہین۔ اور اگر مولوی صاحب یہ کہہ کے اپنے غلط محاورے کی بیخ کرینگے کہ دلی کی عورتین یون ہی بولتی ہین تو مین پوچھون گی کہ عوام یا خواص؟ اگر وہ فرمائین گے خواص تو مین نہایت ادب سے ایسی زبان کو سلام کرون گی اور مسکراکے یہ تو ضرور کہدون گی کہ پنجاب نے دلی کی بول چال کے ساتھ اچھا سلوک کیا!

اسی خط کے آخری حصے کی یہ عبارت ہے "ہم یہ نہین کہتے کہ بندہ ہماری اتنی تعریف کرے جو ہمارے لائق ہے" "یہ تو اُسکے بس ہی کی نہین۔ مگر اتنا سمجھے کہ مین تعریف کے قابل نہین" اس ہی پر ہماری تعریف سے ادا ہوگیا" یہ جملہ اگر اس انشا مین نہوتا تو کوئی لاکھ کہتا مگر مین کبھی نہ مانتی کہ مولوی راشد الخیری کا لکھا ہوا ہے بندش سست ترکیب بگڑی ہوی اور مفہوم الجھا ہوا۔ ایسی تحریر اہل زبان کے دماغ اور قلم سے حیرت کے قابل ہے "مگر اتنا سمجھے کہ مین تعریف کے قابل نہین" کون تعریف کے قابل نہین؟ اس سوال کا جواب مولوی صاحب ہی دے سکین گے۔ کہنا تو بندے کی زبان سے یہ تھا کہ "مین تعریف کرنے کے قابل نہین" لیکن فقرہ قلم سے ایسا نکلا جو بندے کی تعریف کا پہلو لیے ہوے ہے۔

شاید دہلی مین پرانی زبان "اس ہی" اور "اُس ہی" بولی جاتی ہو۔ مگر وہان کے نئے اشعار مین اکثر "اسی" اور "اُسی" کا استعمال پایا گیا ہے۔ اس سبب سے ایسا خیال ہوتا ہے کہ مولوی صاحب ہی کی قدامت پسندی ہو تو عجب نہین۔ تیسرا خط چھوٹی بہن کا نجملی بہن کے نام ہے۔ جو تھوڑا سا ذیل مین لکھا جاتا ہے۔

"کیون بی منجھلی آپا جان - ایک آنکھ مین لہر بھر ایک آنکھ مین خدا کا قہر - اُس چھوٹی کھوٹی کی تو اتنی جاہ کہ آنکھ کی جوڑی چوڑیون کے بند - لحاف کا ابرا گوٹ کا قند سب ہی کچھ اور میرے نام کی یہ موئی دو گنگھیان - اچھی بی ایسی بھیجنے کی کیا ساعت ماری جاتی تھی کہ دو کاٹ کے ٹکڑے بھیج چھدا اُتار دیا" پھر آگے چل کے یہ عبارت ہے "نگوڑے سڑے ہوے شریفے بھیجے تمہین شرم بھی نہ آئی - خدا کی قسم میری مامائے بھی نہ کھائے بی بی بھی سونگھکر پرے ہٹ گئی" خدا کی پناہ! لڑکی آگ کی بنی ہوی تھی - مزاج آفت کا پرکالہ تھا - کوئی درجہ بڑی بہن کا اُٹھا نہ رکھا - بس مارنے کی کسر رہگئی - بہن دور تھی ورنہ وہ یون بھی نہ چوکتی - اس قسم کے خطون سے نصیحت تو مراد ہو نہین سکتی اور اخلاق تو درست ہو نہین سکتے - ہان طعن و تشنیع پر زبان اور قلم خوب رواں ہو سکتے ہین - اور ہدا خلاقی کی تعلیم اچھی طرح ہو سکتی ہے - اتنے ناشائستہ الفاظ تو بہت سی شریف لڑکیون نے سُنے بھی نہونگے جتنے اس کتاب مین جمع کیے گئے ہین - کوئی اس انشا کے ذریعے سے لڑکیون کو مرزبانی کی تعلیم کیون دینے لگا - مولوی صاحب عورتون کے محاورے تو انشا مین بھرنے لگے مگر پھر وہ مرد ہین - عورتون کی بول چال کا موقع محل نہ سمجھے شریفے کو لکھتے ہین کہ "بی بی بھی سونگھکر پرے ہٹ گئی" خدا جانے وہ کس دیس کی بلیان ہین جو شریفے کھاتی ہین ہمنے تو جتنی بلیان دیکھین اُن مین سے ایک بھی کسی پھل کی شوقین نہ نکلی -

چوتھا خط اسکے جواب مین ہے - لکھنے والی آخر بڑی بہن تھی - اُس نے بھی زہر ہی اُگلا - ایسے خط کا جواب بھی دیا جاتا تو مختصر - بہتر تو یہ تھا کہ متانت کے ساتھ چھوٹی کو تہذیب سکھائی گئی ہوتی - مگر اُس نے قلم کے بدلے برچھی ہاتھ مین لے کر خوب ہی کوچے دیے - ہر خط پر علیحدہ علیحدہ لکھنے کے لیے ایک فرمایا ہے - اسلیے مین خاص خطوط کی حالت دکھانا مناسب خیال کرتی ہون اگرچہ کم کم خرابی تو بہت سے خطون مین ہے -

بیسوان خط مان کا بیٹی کے نام ہے جس کا کچھ کچھ حصہ بعض بعض جگہ سے مین لکھتی ہون - شروع یون ہوا ہے "نیروزہ کمبخت یہ کیا غضب ڈھا رکھا ہے کہ شہر بھر مین تھڑی تھڑی ہے - جو ہے وہ کیڑے ڈال رہا ہے" پھر آگے "زبان ہے کہ الامان مین بھی تو سنون کس برتے پر؟ بیکے کے بھروسے پر تو بھولی مت تو ایسی ناشدنی نام بھی نہ لون" پھر لکھا ہے "وہان سے نکل کر ادھر کا رخ تو کرنا نہین شہر کے چار کھونٹ جدھر منہ اُٹھے چلی دینا" مانا کہ اولاد کی برائی پر ان کا دل سب سے زیادہ جلتا ہے اور اُسکو سختی کے ساتھ نصیحت کرنے کی بھی ضرورت پڑتی ہے - مگر اسکے لیے یہ لازمی نہین کہ کریہ اور کمینے الفاظ استعمال کیے جائین - بھلا کون ماں اپنی لڑکی کو یہ صلاح دے گی کہ جدھر سینگ سمائین اُدھر نکل جا - یا کسی شریف لڑکی سے یہ امید کرنا

کہان تک بجا ہے کہ وہ اپنی بدمزاجی کی بدولت شوہر کا گھر چھوڑ کر نکل بھاگنے تک تیار ہو جائے گی۔ میرے خیال مین تو ضرورت اسکی ہے کہ جہانتک ممکن ہو لڑکیون کو بُری باتون کا علم بھی نہونے پاے۔ انکے دماغ مین اچھے ہی خیالات پیدا کیے جائین۔ اُنکے سامنے شریف سلیقہ مند مہذب اور غیور لڑکیون کے تذکرے۔ وفا شعار خدمتگزار اور شریف النفس بیبیون کے افسانے۔ رحم دل محبتی اور نیک طینت ماؤن کے قصے پیش کیے جائین۔ تاکہ وہ سمجھ لین کہ ہم بھی دنیا مین ایسی ہی ہیٹی۔ ایسی ہی بی بی۔ اور ایسی ہی ماں ہونے کے لیے پیدا کیے گئے ہین۔ بُری لڑکیون بیبیون اور ماؤن کے قصے یہ نتیجہ دکھانے کے لیے کہ بُرے کام کا انجام بُرا ہوتا ہے۔ اگر لکھے اور بیان کیے بھی جائین تو مہذب الفاظ اور سنجیدہ عبارت کا لحاظ رکھنا لازمی ہے۔ تاکہ لڑکیون کی زبان پر بیہودہ الفاظ نہ آنے پائین اور خیالات مین کمینہ پن نہ پیدا ہونے پائے۔

تیسرا خط اماں کی لڑکی کے نام ہے جسکا معمول شروع ہی سے غریب پر آفت نازل ہوئی۔ لڑکیون کی جھوٹی سچائی کے خطابون سے خط شروع ہوا۔ سارے خط مین نصیحتون کی بھرمار۔ اور بالآخر اس فقرے پر ختم ہے "تیرے جھوٹ کو تو دنیا جانتی ہے جو تیری طبیعت سے ہو بھی نہ سکتا۔ اسی لیے کوئی تیرے آنے کا روادار نہین نہین تو لڑکیون اس طرح بارہ پتھر باہر پھینکے پڑی سڑتی۔ اس جھوٹی نے تیرا کر کھوج کھویا اور یہ جھوٹ ہو تجھکو مجھ سے کیا دنیا بھر مین ذلیل کرے گا"

پھر تیسرا خط بڑی کو ہے جو بھی اتنی تیز ہے ایک فقرہ مان سے بڑی خالہ جوتا ہے پھر تم کو کندے سے لگائے محلے بھر کے بچے سے پیچھے والی گلی تک پہنچا آئے۔ تم نے پھر مُنھ میرے سامنے کیا کہا یا کہ چھوٹی ہو۔ پھر آگے چل کر ایک بیہودہ کہانی ہے۔ کوئی آگرہ بھی نہین کرنے کا۔ ایک کھنڈلا کیا نیا لیا ہے کہ آپے ہی سے باہر ہوئین۔ دو دھیان پیٹ مین ایسی ڈال لیتی ہو کہ دنیا بھر کو تو لے مارتی ہو لوگون کی تو ہزارون لاکھون کی املاک کھڑی ہے تم ایک دو ہزار روپے مین چھوٹ گئین۔ بڑون کی مثل ہے کہ "سیر کی ہانڈی مین سوا سیر پڑا اور اُبلی جنم نہ دیکھا بوریا سینے آئی کھاٹ لے" نیت سیر اور دل شیر ہوتا تو ایسی فرنٹ نہ تین۔ ایک مکان نہین بیس مکان ہو جائین بڑون کی آہ اوپر ہی اوپر نہین جاتی مرد پہ اثر کر رہے گی۔ اور یاد کرو گی۔

کیا سمجھانے بجھانے کا یہ طریقہ بہتر ہے یا ماں کی عورتین اس قسم کے الفاظ شامل کیے بغیر نصیحت کرنی نہین سکتین؟ یا بغیر ان فاگوار الفاظ کے نصیحت [illegible]

تیسرا خط تو ماشاء اللہ [illegible] اور اس لیے پورا نقل کیا جاتا ہے۔

چھوٹی بہن کو "واہ ری کلجھی بھائی کو کوستی ہوی کیا اچھی معلوم ہوتی ہے۔ میرا بس چلے تو تجھ نامراد کو تو کی کا منھ جھلس دون۔ عمر بھر نگلا تھوڑا۔ بیوقوفی اُسی کی ہے کہ اپنے بچون سے زیادہ مُنسایا۔ باپ کی طرح سر پر ہاتھ رکھا ماں کی طرح کلیجے سے لگایا اُسکا یہ صلا ہے کہ تو مُنھ پھر کوسے۔ مرجائے تو کوستی چڑیل اُسکا نمک پھوٹ پھوٹ کر نکلیگا فاروقی بندی جاتی کہان خدا چاہے کیڑے ہی پڑین اور کوئی چلتے والا نصیب نہو۔ دیکھ لیجیو دو رکی بھیک ہوگی اور ٹکڑا نصیب نہوگا۔ موئی نمک حرام جس ہنڈیا مین کھاے اُسی مین چھید کرے۔ اللہ رکھے اُسکے آگے بھی تو دو دو بیٹیان ہین۔ یا انکو باہر کر تیرا بھرنا بھرے جاے۔ کس دل سے ناگن تونے بھائی کو کوسا۔ اسکا تو اللہ چاہے روان بھی میلا نہوگا الٹ سُلٹ کر سارے کوسنے تجھ ہی پر پڑینگے۔ اپنے بچون کے کپڑے بنا دیتا اور تیرے نہ بناتا تو موئی پاپن تو کہتی ہوی بھی اچھی لگتی۔ ایک سوا پلی کی جوتی پر تو یون بھائی کو کوسے۔ اور پھر میری گود مین بیٹھکر میری ہی داڑھی کھسوٹے (مشیرہ صاحبہ شاید ڈر ہیل ہونگی۔ ورنہ مثل تو یہ ہے کہ جسکی گود مین بیٹھے اُسی کی ڈاڑھی کھسوٹے۔ اور یہان موقع بھی اسی کا تھا کیونکہ عورت کے قلم سے مضمون نکل رہا ہے) مین کوئی تجھ جیسی نا جو بہن تھوڑی ہون۔ تیرا تو خون سفید ہوگیا۔ مجھے بھائی کہان نصیب۔ بھائین پھوپھین جہان اُسکی دائی نے ہاتھ دھوئے ہون تجھے وہان سل کر نہ رکھدون۔ (اشرفی نامنجار ڈوب مر اشراف ہوگی تو اب مجھے نقطہ لکھنا پڑیگی اسکے ساتھ تو بلا نقطہ لکھیگی کی ضرورت ہے) ایسا بھائی چراغ لے کر ڈھونڈو تو نہ ملے اُسکی یہ قدر ہے تیرے مُنھ مین خاک دھول۔ اُسکے تو گناہ دُھلے تیرا ہی دین دنیا ناس ہوے (غالب کا شعر کی غلطی سے تیرے کے بجاے تیرا چھپ گیا ہے "تیرا ہی دین دنیا ناس ہوے" یہ تو کسی طرح صحیح اردو نہین ہے) ایسی مردار کو جو سگے بھائی اور ایسے بھائی کی جو ان دشمن ہو کون مُنھ لگاے۔ خیر (جواب مجھے خط لکھا ہوگا) یہ آخر مین "ہوگا" کہنا معلوم کیون تکلیف دی گئی۔ جملہ تو بغیر ہوگا کے ٹھیک رہتا) اللہ چاہے تو ہوگی ہے تو تیری صورت نہ دیکھونگی۔ تجھے بھائی نصیب ہے مجھے بھائی نصیب نہین۔ میری تو موی بھی شاید تیرے سرمان ہے تو باپ ہے تو ایک اُس کا دم ہے اللہ جیتی دنیا تک رکھے اور خدا کرے تجھ سا تجھ کو ملے جاؤن"

کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ مضمون کسی نا تجربہ کار لڑکی کا ہے۔ ایک عورت کے قلم سے نکلا ہوا مضمون ہے۔ طریقے سے بہن چھوٹی کو نصیحت کر رہی ہے کہ بہن سا بڑی بات ہے۔ مگر خود چھوٹی بہن کے لیے کوئی کوستا اور بُری بات خاطر نہین رکھتی۔ مین کہتی ہون بڑی بہن نے چھوٹی بہن کو کس دل سے کوسا اور پھر کس مُنھ سے اسکو نصیحت کرنے چلی کہ تو نے

بھائی کو کیون کو سا جس دل سے بہن بہن کو اسقدر فضیحت کر سکتی اور کوس سکتی ہے اسی دل سے بہن کا بھائی کو کوسنا بھی ممکن ہے۔ کیا بھائی ماں باپ کی نشانی ہے بہن نہین؟ کیا بھائی کے مقابلے مین بہن کی کچھ ہستی ہی نہین سمجھنی چاہیے؟ یہ سچ ہے کہ اکلوتا بھائی اُس بہن کو جسکے ماں باپ نہون اپنی جان سے بڑھکر عزیز اور پیارا ہوتا ہے۔ مگر اس صورت مین کیا بہن بھی اُتنی ہی پیاری ہونے کی چیز نہین ہے؟ جس طرح بھائی بڑا ہو تب بھی بہن کو ضرور ہی پیارا ہوگا اُسی طرح کیا یہ اصول بہن کے لیے بھی نہوگا۔ مان جائی بہن۔ دُکھ سُکھ کی شریک رازدار مصیبت مین رفیق باہین ہمہ بھائی کے مقابلے مین کوڑے سے بدتر۔ یہ بات ہوی بات ہے کہ جو قلق بہن کو بہن کا ہوتا ہے وہ بھائی کو بہن کا نہین ہوتا (النساء کالمصدوم) اسپر بھی بھائی کے مقابلے مین بہن پر خاک ڈالدینا کیا معنی رکھتا ہے۔ کچھ نہین۔ یہ وہی بات ہے جس پر مولوی راشد صاحب خود بارہا اعتراض کر چکے ہین کہ ہندوستان مین لڑکا لڑکی سے زیادہ عزیز اور باوقعت سمجھا جاتا ہے۔ کیا ہنسی کی بات ہے کہ بڑی بہن خود ہی کوکوس کوس کے چھوٹی کو سکھائے کہ دیکھ کوسنے اس اس طرح کے ہوتے ہین۔ اور پھر خود ہی اُسکو کوسنے پر تنبیہ بھی کرے مناسب تو یہ تھا اور دیکھا بھی یہی ہے کہ نصیحت کا بہترین اور موثر طریقہ یہ ہے کہ اگر انسان کسی کی کوئی برائی دور کرنا چاہے تو پہلے اپنی حالت پر نظر کرے کہ وہ بھی اُس عیب سے خالی ہے یا نہین۔ مثلاً ایک بے نماز دوسرے بے نماز کو یا ایک چور دوسرے چور کو نماز پڑھنے یا چوری نکرنے کی ہدایت کرے تو اُسکا اثر کچھ بھی نہوگا۔ ہان پہلے بے نماز خود نمازی بنے اور چور خود چوری چھوڑے۔

بیالیسوان خط مان کا بیٹی کے نام ہے اور پینتالیسوان جٹھانی کا دیورانی کے نام ہے۔ یہ بھی فضیحتون اور لڑائی جھگڑون کے طومار سے بھرے پڑے ہین۔ غرض تقریباً سارے خط اسی قسم کے ہین۔ میرے نزدیک ان خرابیون کے ہوتے یہ انشا کسی طرح بھی لڑکیون کی تعلیم کے لیے موزون نہین ہے۔ صرف زبان ہے مگر زبان بھی وہ جو طعن و تشنیع کوسنے گالیان اور بُرا بھلا کہنے پر رواں ہو۔ محاورے اور مثلین ہین۔ وہ بھی اس قسم کی جو تقریباً سب کی سب لڑائی جھگڑے یا غصے کے موقع (لڑائی جھگڑا اور غصہ بھی وہ جسمین بیحد کمینہ پن شامل ہو) استعمال مین آسکین۔ پھر وہ بھی جا بجا بے موقع یعنی محل استعمال کے خلاف ہین۔ لڑکیون کو ایسا نمونہ قلم درکار نہین ہے کہ گالیان کوسنے لکھکر وہ اپنی تحریر کو پُرزور بنائین۔ بیشک ایسے مواقع بھی پیش آجاتے ہین جب غصے کے ساتھ پُرجوش تحریر و تقریر کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر لڑکیون کو بتانا چاہیے کہ انھین اُس وقت بھی اپنے قلم اور اپنی زبان کو قابو مین رکھنے اور غیر مہذب الفاظ سے بچانے کی کوشش کرنا بہت ضروری ہے تحریر

یا تقریر پر جوش ہو مگر نرمی کا پہلو لیے ہوے غصے کا اظہار ہو مگر تہذیب و متانت پر نظر رکھتے ہوے اُردو کو بامحاورہ اور عام فہم بنانے کی کوشش ضروری ہے لیکن پایۂ تہذیب و سیاست سے نہ گرنے دینے کی کوشش بھی لازمی ہے۔ انشا کا اثر نہ صرف تحریر پر بلکہ خیالات و تقریر پر بھی پڑنا ضروری ہے لہٰذا جو کتاب لڑکیوں کے لیے لکھی جاے اُسمین اسکا لحاظ رکھنا بھی لازمی ہے کہ لڑکیوں کی عادات تحریر و تقریر بلکہ طرز معاشرت اور اخلاق انسانی کے تمام تر اصول و فروع پر نہایت عمدہ اثر پڑے۔ اگرچہ گلستی کے سبھی مگر چند خط ایسے بھی اسمین ہین جو (باعتبار مضامین) انشا کا اصل مقصد پورا کرسکین۔ مثلاً سلطان خط استانی کا شاگرد کے نام۔ انیسوان ہیپوی کا بھتیجی کو۔ پچیسوان بھانجی کا ممانی کو۔ تینتیسوان بھتیجی کا چچا کو۔ اڑتیسوان منھ بولی بہن کو۔ چالیسوان چھوٹی بہن کو۔ بیالیسوان سہیلی کی بیٹی کو۔ چھیالیسوان (نظم) سہیلی کو۔ اور آخری یعنی سینتالیسوان بیٹی کو۔ یہ خطوط البتہ کم و بیش۔ ہر اعتبار سے اچھے کہے جاسکتے ہین۔ خصوصاً پچھلا۔ ایسے ہی مضامین کی لڑکیون کے لیے ضرورت ہے۔

جو خیر خواہانہ نکتہ چینی مین نے اس انشا پر کی ہے اُس کے لیے مین مولوی صاحب سے معافی کی خواستگار ہون۔ ایک عورت ہونے کی حیثیت سے مجھپر یہ بات فرض ہوگئی تھی کہ اپنی بہنون کی تعلیم مین دخل دون اور انھین قیم کے ایسے ناہموار راستے سے بچاؤن جہان قدم قدم پر غیر مہذب اور نہایت قابل الفاظ کے انبار لگے ہین جنکی ٹھوکرون سے انکی مٹی خراب ہوگی۔ اور صرف اسی خیال سے مجھے اپنے قلم کو جنبش دینے کی ضرورت ہوی۔

بیگم صفدر علی (انارکلی)

# ہمت و استقلال

کسی مہم کو جب انسان چاہے سر کرنا
بنالے ہمت عالی کو مونس و دمساز

لگاے ہاتھ سمجھ بوجھکر مہمون مین
کہ دیکھے پیشتر اُڑنے سے طاقت پرواز

یہ ہے ضرور کہ لوگون سے مشورے بھی لے
ہون چند تجربہ کار ان میز جو ہمراز

نہ لاے دل مین ذرا بھی اگر مگر کا خیال
طبیعت ایسے تذبذب سے ہوتی ہے ناساز

ڈرے نہ تھوڑی پریشانیون سے دنیا کی
رکھے نگاہ مین یہ شعر حافظ شیراز

زخوف بادیہ دل بد مکن بہ نبد احرام
کہ مرد راہ نیندیشد از نشیب و فراز

تمنا عمادی پھلواری

# سنہ ۱۹۱۲ء میں محمود نے کیا کہا تھا؟

(سلسلہ کے پہلے ستمبر کا الناظر ملاحظہ ہو)

کھانے کے کمرے کا مختصر بیان یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے۔ یہ ایک مستطیل کمرہ تھا جس کا طول متوسط درجہ کا اور عرض بہت کم اور چھت بہت بلند تھی۔ دروازے تین تھے جن میں سے ایک گول کمرے سے کھلتا تھا اور اس پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا۔ دوسرا اسی دروازے کے مقابل اور برآمدے میں کھلتا تھا برآمدے کے اس حصے کے ستونوں پر ایک گھنی بیل چڑھی ہوئی تھی۔ اور داہنے ہاتھ کی طرف ایک لمبا سا راستہ چلا گیا تھا جس پر کئی کمروں کا رخ تھا اور غسل خانہ بھی اسی طرف کھلتا تھا تیسرا دروازہ بھی برآمدے کی طرف کھلتا تھا مگر یہاں گاڑی کے ٹھہرنے کا سایہ تھا۔ دونوں دروازوں پر پردے اور چقیں لٹک رہی تھیں دونوں بند تھے گو ٹٹیاں اوپر چڑھائی جا چکی تھیں۔ گول کمرے کے دروازے کے مقابل دروازے کے درمیان کھانے کی چوکھٹی میز بچھی ہوئی تھی جس پر ایک آدمی کھانا کھا رہا تھا اور ارد گرد کرسیاں بچھی تھیں۔ گول کمرے کے دروازے کے قریب بالی کرسی پر مسعود اس کے بائیں جانب محو خواب اس طرح بیٹھے ہوئے تھے کہ دونوں گھٹنوں کو اٹھائے بغیر صرف ایک گردش چشم سے [illegible] اور محمود مسعود کے مقابل والی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور ایک چھوٹا سا پاؤں سے [illegible] سے متصل رکھا تھا۔ واضح ہے کہ گول کمرے میں پیانو بھی موجود تھا جس پر انگی [illegible] کے قریب ایک آرام کرسی تھی اور اسی کے پاس پاؤں رکھنے کی ایک تپائی تھی [illegible] اور سامان آرائش شیشے کی چیزیں اور تصاویر وغیرہ تھیں جن کا تفصیلی ذکر کچھ ضروری نہیں ہے۔

ہمارے فرشتہ [illegible] بعد اپنے ہونٹوں پر کسی قدر متردد چہرے پر پڑتی تھی اور وہ اپنے ہونٹ دبا کر کسی خیال کو ظاہر سے روکنا چاہتا تھا اور کن انکھیوں سے گول کمرے کے پردے کی طرف دیکھ رہا تھا تینوں مستون [illegible] اس وقت عالم انتظار میں خاموشی چھائی ہوئی تھی کہ یکایک پردہ آہستہ سے ہلتا ہوا نظر آیا پھر حرکت موقوف ہوگئی چند لمحوں کے بعد پھر سرکت معلوم ہوئی کسی کے نازک اور کانپتے ہوئے ہاتھوں نے پردے کا کونہ پکڑ کر کئی بار پیچھے اچھال دیا پھر قدموں کے پیچھے اور آگے بڑھنے کی آہٹ معلوم ہوئی اور ایک خوبصورت سا پاؤں جس

گرگابی اور موزہ چڑھا ہوا تھا اور جسے ساری کا دامن چھپائے ہوئے تھا باہر نکلا۔ اسی طرح ٹھہرتے رکتے رکتے اور ہچکچاتے ہچکچاتے آخر کار تمام جسم باہر نکل آیا ایک ساڑی سے جو پارسنون کی وضع کی تھی اور جس کا سب سلمہ ستارے کا کام اُسوقت روشنی کی شعاعون سے جگمگا رہا تھا اُسکے جسم کی موزونیت اور حُسن چھوٹ چھوٹ کر باہر نکل رہا تھا البتہ یہ افسوس رہ گیا کہ چہرہ دیوار سے بالکل چسپان ہونے کی وجہ سے چھپا ہوا تھا۔ زبیدہ تھوڑی دیر تک بالکل ساکت کھڑی رہی پھر ایسا معلوم ہوا کہ اُسکے قدم لڑکھڑا رہے ہین اور ہاتھون نے فوراً دیوار کا سہارا ڈھونڈھا اتنے مین ایک فوری نگاہ جس کی وحشت کو کوئی نہین دیکھ سکتا تھا کمرے کے اشیا پر ڈالی گئی تو آرمیون کے چہرے پر تو شاید وہ ایک ہی لحظہ کے لیے پڑی ہوگی لیکن محمود سے دو چار ہوتے ہی زبیدہ کا دل خوف سے تھرا اُٹھا اور اُسکے اعضا مین فوری حرکت پیدا ہوگئی اُسکا جسم دیوار کی طرف جھکا ہوا ہاتھون کے سہارے اُس طرف بڑھا جدھر محمود بیٹھا ہوا تھا یہ مسافت نہایت آہستہ آہستہ طے ہوئی حتیٰ کہ شاید پانچ منٹ مین وہ اپنی منزل پر پہنچی جہان آتے ہی فوراً نہایت پھرتی کے ساتھ زبیدہ اپنے شوہر کی کرسی کے پیچھے ایک پائی پر بیٹھ گئی اور اس زور سے اُن حضرت کے کوٹ کا دامن تھام لیا کہ اگر وہ کوشش بھی کرتے تو اپنی جگہ سے نہ ٹل سکتے اُسکا کلیجہ اس وقت ایسا ہاتھون اُچھل رہا تھا جیسے کوئی بڑی مہم سر ہوگئی ہو اور رخسارون کی نمایش اور پیشانی کا پسینہ اُسکے مضطرب قلب کا پتہ دے رہا تھا۔

ہمارے ہامذاق ڈاکٹر کی کیفیت بھی قابل دیدنی تھی پردہ اُٹھتے ہی وہ جلدی سے کھڑا ہوگیا اور مبہوتانہ "گوڈ مارننگ مسز محمود" کہا اُٹھا مگر فوراً ہی کچھ سمجھ کر بیٹھ گیا اور محجوب نازنین کی طرف پشت کرلی پھر دولوں کہنیان میز پر رکھکر اُس نے کسی قدر خوش آلود نگاہ سے محمود کی طرف دیکھا اور اُسکے چہرے پر ایسی متانت ظاہر ہونے لگی جو شاذونادر نظر آتی ہے مگر فقط چہرہ پھر اصلی حالت پر آگیا اور اُس نے ایک بڑی لمبی جوائی لیکر حقہ کی طرف غوخ چشمی سے دیکھا لیکن انھون نے پرانے اخبار کا ایک ورق زمین سے اُٹھاکر اس طرح اپنی آنکھون کے سامنے کرلیا تھا اور ایسے غور کے ساتھ اُسکو پڑھ رہے تھے کہ آس پاس کی کچھ خبر نہ تھی اس ملاقات توقع سین نے محمود پر ایسا اثر کیا کہ اُس کے دل مین شرمندگی اور غیظ و غضب کا ایسا طوفان بپا ہوا کہ معلوم ہوتا تھا۔ وہ اُٹھکر اپنی بی بی کو دروازہ کے اندر ڈھکیل دیگا لیکن اس سے بڑھکر کیا حماقت ہوتی اس لیے وہ اپنے ہونٹون کو دانتون سے کاٹ کر اور خشم آلود نگاہون سے لڑکی کی طرف دیکھکر کرسی پر دم بخود سکتے کے عالم مین بیٹھا رہا۔

محفل کا رنگ اسقدر پھیکا دیکھکر ہمارے بزرگ دوست سے نہ رہا گیا اور حیرت سے اپنے میزبان کی طرف دیکھا اور محفوظ کو زور سے جھنجھوڑ کر کہنے لگا "ہین اسکے کیا معنے آپ سب پر ایسی خاموشی کیون چھائی ہے ابھی کاغذ کو الگ پھینکو اور انسانیت کے ساتھ باتین کرو (محمود کی طرف مسکراتے ہوے دیکھکر) ہماری نیز ہماری بیگمون کی ہوتی کہ یہ کیسے جنگلی لوگ آے ہین کہ انھین منھ سے بولنا تک نہین آتا" پھر نہایت ملایم اور مہذبانہ آواز سے زید کی طرف مخاطب ہوکر "مین نے نسانتی کر خدانخواستہ آپ کی طبیعت کسی قدر ناساز ہوگئی تھی اس لیے کھانے مین شریک ہونے کی عزت کو نہین بخشی گئی امید کرتا ہون کہ اب آپ بالکل اچھی ہوگئی ہونگی" جواب ندارد۔ مگر ہان محمود کے کوٹ کو ایک حرکت دی گئی اور انھون نے جھک کر کچھ سننا چاہا خدا معلوم کچھ سنا بھی یا یون ہی اپنی طرف سے بات بنا کر جواب دیا "بیگم آپ کا بہت شکریہ ادا کرتی ہین خفیف سا درد سر تھا وہ اب بالکل اچھا ہے اپنے اس عجیب برتاؤ کے لیے کہ آپ سے روبرو گفتگو نہین کر سکین معافی کی خواستگار ہین وجہ یہ ہے کہ انکو اپنے بھائی کا بڑا خوف ہے اور وہ ایسے پرانے خیال کے آدمی ہین کہ خدا کی پناہ"

ڈاکٹر نے بظاہر متعجب ہوکر جواب دیا "خوب آپین معافی کی کیا ضرورت ہے کیا مین جانتا نہین بے شک (جوش بھری آواز سے) اور یقیناً مسٹر محمود آپ نے آج وہ کام کیا ہے کہ ہماری سوسائٹی کو ہمیں پر ناز کرنا چاہیے اگرچہ پرانے خیال کے لوگ خدا معلوم کتنی ہی بڑ لگائین گے مگر جب ہم انکے منھ پر چپک مارین گے (میز کا کونہ پکڑ کر کھڑا ہوگیا) مگر آپنے وہ کام کیا ہے کہ برسون سے آزادی نسوان کے حامی اور طرفدار اسکے لیے کوشش نہین کرتے کرتے تھک گئے تھے کیونکہ ایک لحظہ مین آپنے پرانے خیالات کے اور صدہا سال کے عادات کو (ہم کو بالاے طاق رکھکر) ہم سب پر یہ ظاہر کر دیا کہ خواتین اسلام مین اب بھی کس قدر اخلاقی جرأت باقی ہے ذرورت میز پر ہاتھ مار کر) مین یہ کہتا ہون کہ آج کی رات یاد رہیگی آپ نے ایک ایسی مثال قائم کی ہے کہ دوسری سمجھدار اور تعلیم یافتہ لڑکیان ضرور اسکی تقلید کرین گی اور وہ حجاب جو صدیون سے سیاہ پردے کی طرح اُن کی آنکھون سے دنیا کے عجائبات و مشاہدات کو چھپاے ہوے تھا اور انکی پوری تعلیم و تربیت کا سدراہ تھا اور قومی تنزل کا بہت بڑا باعث تھا ایک دم سے اُٹھ جاے گا اسکے ساتھ ہی ہماری روزانہ زندگی مین ایک ایسا خوشگوار انقلاب پیدا ہوجاے گا جسکی نظیر اشیا مین بہت کم ملے گی اب آج سے ہم کو ڈنر پارٹیون بگارڈن پارٹیون۔ کلبون وغیرہ مین ایک خاص لطف آنے لگے گا اور اگرچہ ہماری بیگمات کا لباس۔ زیورات اور دیگر خانگی امور کے مصارف زیادہ بڑھ جائین گے اور چند خود غرض مردون کے دل مین اسکی وجہ سے بڑی بےچینی پیدا ہوگی مگر صحبتون اور جلسون مین ایک خاص لطف و انبساط و نشاط پیدا

ہو جاے گی اور ہمارے مردہ دلون مین جان آجائے گی۔ یہ سب آپ ایسی خواہین کی مبارک کوشش کا نتیجہ ہوگا اور مجھپر لازم ہے کہ ایسی برکات کا راستہ کھولنے والی اور فرقہ نسوان کی اتنی بڑی حامی اور اتنی بڑی چمپین (حمایتی) کا جام صحت پینے کی عزت حاصل کرکے اپنا دلی فکریہ ادا کرون۔" اسپر اُس نے گلاس مین پانی بھر کر بڑے جوش و خروش کے ساتھ پیا اور ایسے انداز سے چارون طرف دیکھا گویا وہان سو دو سو آدمیون کا مجمع موجود ہے اور وہ اُنکے سامنے بڑے معرکے کی تقریر کر رہا ہے۔ محفوظ کے ہاتھ سے اخبار چھوٹ کر زمین پر گر پڑا اور اُس نے فرط حیرت سے اور نہایت غور کے ساتھ ڈاکٹر کی طرف دیکھکر خیال کیا کہ آخر ان الفاظ ثنا وصفت کا اس جلسہ مین کون مستحق ہے اور یہ جو اتنی دون کی لے رہا ہے تو کیا کسی تصویر خیالی سے باتین کر رہا ہے۔ مگر مسعود کی آنکھون مین ایک شرارت آمیز داد اور ہونٹون پر ایک ایسی مسکراہٹ تھی کہ اُس نے سارا عقدہ حل کر دیا اور وہ فوراً سمجھ گیا کہ یہ تقریر نہین تھی بلکہ نمک تھا جو غریب محمود کے زخم پر چھڑکا جا رہا تھا اور اسطرح اسکو بنایا جا رہا تھا

زبیدہ کی سمجھ مین تو شاید ہی کوئی حرف آیا ہو۔ کیونکہ اُسکی حالت ایک مورت کی سی تھی اور سراسیمگی نے اُسکے حواس غائب کر دیے تھے اور اُسپر شوہر کے ناراض ہو جانے کا اندیشہ اور بار بار اُنکی کہنی اور پاؤن کے اشارون کا ڈر تھا جن کا منشا یہ تھا کہ سنبھل کر اور مُنھ کھول کر بیٹھے اور غیر مردون کے سامنے بیحجاب ہو کر گفتگو کرے۔ تقریر کو سُن کر محمود سے نہ رہا گیا۔ اٹھون نے ہاتھ پکڑ کر زبردستی بی بی کو آرام کرسی پر بٹھا دیا اور خفگی کے ساتھ دبی زبان سے گھڑک کر کہا "اگر تم میرے کہنے کے مطابق نہ برتوگی تو ابھی اُٹھکر چلا جاؤن گا۔" اسپر اُس نے سہم کر جلدی سے اُن کا ہاتھ پکڑ لیا مگر ساتھ ہی جھکی ہوی گردن کسی قدر اوپر اُٹھی اور گھونگھٹ اسقدر کم ہو گیا کہ بینی و لب و رخسارون کا کچھ حصہ دکھائی دینے لگا۔ مگر آنکھین زمین پر گڑی ہوی تھین اور پیشانی پسینہ سے تر تھی۔ مسعود نے محفوظ کو اشارون اشارون مین مجبور کیا کہ اسکی تقریر کی تائید مین کچھ کہے جس پر وہ بہت ہی اصرار کے بعد بادلِ ناخواستہ چند جملے کہکر بیٹھ گیا۔

مسعود (محفوظ کا ہاتھ پکڑکر) "ابھی آپ کا فرض پورا نہین ہوا ہے (دوسرون سے مخاطب ہوکر) ماشاءاللہ اٹھون نے بہت سریلی آواز پائی ہے اور اب میری یہ التجا ہے کہ یہ ہارمونیم کا کچھ سُنائین اور ہم سب کو محظوظ کرین۔"

محفوظ (حیران ہوکر) "خوب۔ یہ بھی ایک ہی ہوی۔ مین نے کبھی عمر بھر تو ہارمونیم چھوا نہین۔ یہ الہام آپ کو کہان سے ہوا۔ اگر آپ اپنی تعریف کرانا چاہتے ہین تو البتہ مین کہون گا کہ آپ کو ان دونون مین بڑا ملکہ ہے۔"

مسعود (کرسی سے اُٹھکر اور کاہلی کے آثار ظاہر کرتے ہوے) "خیر اگر تم اسوقت کنائی کاٹتے ہو تو مجھے کچھ عذر نہین ہو سکتا

یہ کہکر وہ ہارمونیم کی طرف بڑھا۔ جو اس آرام کرسی کے قریب ہی تھا جہان زبیدہ بیٹھی ہوی تھی۔ ڈاکٹر کو اپنی طرف آتے دیکھکر وہ بہت گھبرائی اور جلدی سے اُٹھکر اپنے شوہر کے پیچھے کھڑی ہوگئی لیکن یہان انکا ڈر تھا اور کوئی کرسی بھی بیٹھنے کو نہ تھی۔ اور جدھر سے ڈاکٹر آرہے تھے اُدھر کا راستہ بھی بند تھا اس لیے وہ دوسری طرف سے چکر کے ساتھ گول کمرے کے دروازہ کے قریب پہنچی۔ یہان بھی راستہ بند تھا کیونکہ محفوظ بیٹھے ہوے تھے مگر انھون نے یہ انسانیت کی کہ زبیدہ کو اپنی طرف قدم روک روک کر آتے ہوے جو دیکھا تو اُٹھکر ہارمونیم کے قریب والی کرسی پر بیٹھ گئے اور زبیدہ جلدی سے اُنکی خالی کرسی پر خود جا بیٹھی۔ اس موقع پر محمود نے یکایک دروازہ کی کہ جاکر گول کمرے کے دروازے کی شکنی چڑھادی اور ایک طرف خاموشی کے ساتھ کھڑا ہوگیا۔ بی بی کے کان مین کہا کہ یہ حرکت اُسکی بہت بیجا تھی۔

مسعود اپنی موسیقی کی دُھن مین اس سے بے خبر تھے۔ ایک دو غزلون کے بعد اُنھون نے پیچھے مڑکر زبیدہ کی طرف مخاطب ہوکر کہا "شاید آپ کو میرا آنا ناگوار ہوا کہ اتنی دور ہٹ کر چلی گئین۔ بھائی محمود کہتے ہین کہ آپ کو بھی موسیقی سے بڑا شوق ہے۔ اگر تکلیف نہ ہو تو ہم کو بھی اُس سے لطف اندوز ہونے کی عزت بخشی جاے"

زبیدہ کی زبان سے یہ پہلی مرتبہ تھا کہ اسکے جواب مین ایک لفظ نکلا اور وہ "نہین" تھا۔ باقی جملہ کہ "مجھے کچھ نہین آتا" کسی کو سُنائی نہ دیا۔ اسپر مسعود نے مایوسی کے لہجہ مین کہا "آپ اپنے کمال کے اظہار مین بڑی سخت کرتی ہین۔ خیر اگر آپ کو اس سے دلچسپی نہین تو مین ہی کسی دوسری تفریح کا سامان نکالتا ہون" اور یہ کہکر اُس نے تماشہ کی فرمایش کی اور زبیدہ کو مخاطب کرکے کہا "آپ کو برج کا کھیل آتا ہے (تیون کو پھینٹ کر) بہت ہی دلچسپ کھیل ہے۔ آپ میری ساتھی ہوجایئے گا۔ ہم ان دونون کو ہرادین گے (کچھ جواب نہ پاکر) بہت آسان کھیل ہے۔ اگر آپ کو مشق نہین ہے تو کچھ ہرج نہین (پھر کچھ جواب نہ پاکر) اچھا اگر یہ بھی منظور نہین تو دیکھیے مین تاش کے چند کرتب دکھاتا ہون"

یہ کہکر اُس نے تیون کو پھینٹا اور سب سے فرمایش کی کہ ہر ایک تین سے ایک پتہ نکال کر چپکے سے اپنے پاس رکھ لے۔ اس موقع پر زبیدہ کی جرات نے کام دیا کیونکہ اُس نے بھی آہستہ سے ایک پتہ نکال کر اپنے ہاتھ مین لے لیا مسعود نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ فوراً سب کے ہاتھ کا پتہ بتادیا اور زبیدہ سے مخاطب ہوکر کہا "آپ کے پاس چڑی کا بادشاہ ہے؟" "جی ہان" یہ دوسرا جواب تھا جو بڑی مشکل سے اور نہایت ہی دھیمی آواز سے نکلا۔ بعد ازان مسعود نے کئی اور شعبدے دکھاے مثلاً پانی سے بھرا ہوا گلاس اوندھا دینا

انگوٹھی غائب کردینا اور کاغذ کو پھاڑ کر پھاڑے ہوئے ٹکڑوں کا ان۔ اسی طرح کے اور بہت سے کرتب تھے جنھوں نے مجلس کے پھیکے رنگ کو ذرا فاخرہ مزاجی دلچسپی سے مبدل کردیا۔

اب زبیدہ کے رنگ میں اور تھوڑی سی کمی ہوگئی۔ اور وہ گھبراہٹ اور خوف جو اسکے دل پر پہلے سے طاری تھا کسی قدر کم نظر آنے لگا۔ پہلے وہ اور گرد سے غیر متاثر اور بے حس و حرکت گردن جھکائے اور بدن سکوڑے ہوئے نظر آتی تھی لیکن اب وہ اپنے ہاتھ کرسی کے ہتھے پر ٹیک کر کسی قدر پھیلی ہوئی بیٹھی تھی اور اسکے اعضا میں بھی ایسی حرکت محسوس ہونے لگی جس سے تھوڑی بہت بے تکلفی کا پتہ لگتا تھا۔ اور پلکیں بھی کبھی کبھی اوپر اٹھکر آنکھوں کو اجازت دے دیتی تھیں کہ ادھر اُدھر ذرا نگاہوں سے دیکھ لیں۔ ایسی حالت میں اسکو اپنے گھر کے مرد عزیزوں کی موجودگی کا دھوکا ہونے لگتا اور وہ جیسے یاد آجاتے تھے جب اسکے چچا یا ماموں زاد بھائی گھر کی لڑکیوں کے سامنے اس قسم کی مسخرہ پن کی حرکتیں کیا کرتے تھے مگر غیر پیر بھی غیر ہیں اور لوگ اسکو کیا کہیں گے۔ بس یہ خیال کے آتے ہی اس کا رویاں رویاں کانپ اٹھتا تھا اور اپنی بے بسی اور شوہر کے جبر پر دل مسوس کر رہ جاتی تھی

مسعود کی کیفیت یہ تھی کہ جیسے کسی نے اسکے جسم میں انجکشن (ٹیکا) بھر دی ہو۔ زبان قینچی سی چل رہی تھی اور ایسے ایسے چٹکلے چبتیاں اور مذاق کے فقرے چست کر رہا تھا کہ دونوں دوست ہنسی کے مارے لوٹے جاتے تھے۔ ایسی صورت میں اگر غریب زبیدہ کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پیدا ہو جاتی تھی تو اسکا کیا قصور تھا۔ جب شعبدوں اور موسیقی کا خزانہ ختم ہوگیا تو وہ کرامات پر آئے اور محمود سے کہا کہ آزمائش کے لیے اسکی آنکھوں پر پٹی باندھکر باہر بھیجدیا جائے اور کوئی چیز کمرہ میں چھپادی جائے جسکو وہ اپنے کشف سے ڈھونڈ نکالے۔ غرض کہ بڑے اہتمام کے ساتھ ایک رومال انکی آنکھوں پر باندھا گیا اور کمرے کے باہر وہ محمود کے ساتھ روانہ کیے گئے۔ یہاں محفوظ نے ایک شمعدان کو رمونیم کے پیچھے چھپا کر رکھدیا۔ اب مسعود کو اندر آنے کی اجازت دی گئی تو انھوں نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر اندھوں کی طرح سب طرف ڈھونڈھنا شروع کیا۔ اتفاق سے زبیدہ کی کرسی کے قریب پہنچے اور قریب تھا کہ اسکے سر پر ہاتھ رکھدیں کہ وہ جلدی سے اٹھکر بھاگی جس پر ایک بڑا فالیشی قہقہہ پڑا۔ اور زبیدہ کی زبان سے نکل گیا کہ "اے ہے آپ میرے سر کو کیا شمع ....."

محمود "ہیں ہیں تم تو سارا راز افشا کیے دیتی ہو" اسپر انھوں نے رومال کی گرہ کو اور کس دیا اور ہمارے قریب دوست مگرمچھ کی طرح ادھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارنے لگے اور بالآخر شمعدان ڈھونڈھکر نکال ہی لیا اور اور بڑی آفرین و داد کے ساتھ انکی آنکھوں پر سے پٹی کھولی گئی۔

محفوظ:۔ مسز محمود کے اشارے سے نہیں تم کو بہت مدد دی"

مسعود:۔ اچھا تو اب انکو باہر بھیجا جاے اور دیکھیں کہ انمین کہان تک غیب دانی کا مادہ ہے"

زبیدہ (ہاتھ ملکر نہین نہین کرکے اور گھبرائی ہوی آواز سے) نہین مجھے معاف ہی کیجیے۔ میرا دم گھٹنے لگے گا"

محفوظ:۔ اچھا یہین آپ کے بجاے باہر جانے پر تیار ہون"

مسعود:۔ شاباش۔ بہادری کے یہی معنی ہین چلو مین تمھارے پٹی باندھون گا کہ کسی طرح سے دھوکا دہی کا موقع نہ ملے" رومال باندھکر یہ حضرت جب کمرہ کے اندر داخل ہوے تو وہی چار قدم چلے ہونگے کہ میز کی ٹھوکر کھاکے اس زور سے گرے کہ اس ٹکر سے شیشہ گلاس چور چور ہوگیا۔ اس پر بڑا قہقہہ پڑا۔ اور انکی آنکھون کی پٹی کھول دی گئی۔ زبیدہ کے مُنھ سے بے اختیار نکل گیا "کہین آپ کے چوٹ تو نہین لگی"

محفوظ:۔ جی نہین مگر یہ (مسعود کی طرف سے اشارہ کرکے) ان حضرت کی شرارت تھی"

مسعود:۔ واہ! مسز محمود گواہ ہین کہ مین نے تم کو دھکا نہین دیا"

محمود:۔ خیر اسکو جانے دیجیے۔ اب بیٹھکر اپنی اور کوئی کرامات دکھایئے"

مسعود:۔ (کرسی پر دراز ہوکر) کیا ابھی تک آپ میری کرامات کے قائل نہین ہوے۔ اپنی بیگم صاحبہ سے پوچھیے وہ اس کی داد دین گی"

یہ آخری جملہ نہایت پر معنی تھا کیونکہ جو تغیر اور تبدیلی زبیدہ کے برتاؤ مین اس آدھ گھنٹے کے اندر پیدا ہوگئی تھی وہ واقعی بہت حیرت انگیز تھی۔ مسعود کی حرکتون اور باتون نے اسکے حجاب و غیرت کو بہت کچھ تو دور کیا تھا اس لیے اسکا یہ کہنا بالکل بجا تھا کہ سب سے بڑی کرامات یہ تھی کہ محمود سے جو بات مہینون مین نہ سکی وہ اس نے چند لمحون مین قریب قریب پیدا کردی۔ محمود شاید اسکے مفہوم کو کسی قدر سمجھ گئے کیونکہ انھون نے مسکراکر جواب دیا" اچھا تو یہ کہیے آپ کو یہ دعوے ہے مگر اس بہانہ سے کچھ آپ اپنی شرط پوری کرنے سے تھوڑی بچ سکتے ہین کیونکہ آج رات آپ پر ثابت ہوگیا کہ آپ ہار گئے"

مسعود:۔ (تعجب ہوکر اور جیبون مین ہاتھ ڈال کر) شرط! شرط! ہارنا! مین کچھ نہین سمجھا۔ ذرا صاف طور سے فرمایئے (یکایک کچھ یاد کرکے اور قہقہہ مارکر) اوہو اب مین سمجھا۔ وہ تو مین بھول ہی گیا تھا (دیدہ دلیری سے) تو آپ انہین ہین کہ مین ہار گیا۔ خوب۔ خوب۔ ابھی آزمایش ختم نہین ہوی ہے" زبیدہ اور مسعود اس گفتگو کو کچھ نہ سمجھے اور خاموش رہے۔ مسعود نے اپنے دل مین کہا "اچھا بچا مین اپنا رنگ بدلتا ہون۔ باے

اسکے کہ تم میرے ممنون ہو کہ مین نے تمھاری بی بی کی زبان کھلوائی۔ سمجھتے ہو کہ مین ہار گیا۔ تھوڑی دیر بعد مسعود نے اپنے میزبان سے پوچھا "مجھے امید ہے کہ کل کی پکنک کا وعدہ فراموش نہین ہوا ہوگا" محمود نے اپنی بی بی کی طرف دیکھا جسپر رکھی ہوی زبان سے اُس نے جواب دیا "اگر آپ کی خوشی ہے تو مین چلون گی۔ بشرطیکہ میری طبیعت اچھی رہی اور بھیا کو یہین چھوڑ جایئے گا نا؟"

مسعود نے سنجیدہ مُنھ بنا کر کہا "اسمین ایک خیال مسز محمود کی وجہ سے البتہ پیدا ہوتا ہے کہ اس شہر کے لوگون کو تو آپ جانتے ہی ہین کہ کیسے پُرانے خیال کے ہین اور ایک دفعہ آپ کے انکو باہر لیجانے کی وجہ سے سخت تہلکہ اور ہلڑ مچ چکا ہے خصوصاً بد قسمتی سے چند حضرات یہان مثلاً ڈپٹی صاحب مولوی صاحب اور مرزا صاحب آپ کی بی بی کے خاندان سے بہت واقفیت رکھتے ہین اور آپ کے سالے صاحب کو بھی بہت بھڑکا چکے ہین اگر کل یہ باہر گئین تو بس آفت ہی ہو جاے گی۔

محمود (چین بجبین ہو کر) کیا واہیات باتین کرتے ہو۔ اگر یہی لوگ کچھ دنون مین اپنی بیٹیون اور بی بیون کو باہر نہ نکالنے لگین تو میرا نام بدل دینا"

زبیدہ نے جب اپنے خاندان پر افشاے حال ہو جانے کی گفتگو سُنی تو اُس کا مُنھ فق ہو گیا ع کالو تو لہو نہین بدن مین"

مسعود (آہ بھر کر) "افسوس ابھی وہ زمانہ بہت دور ہے۔ آپ کو خبر نہین کہ پردہ کے خلاف یہ لوگ کیا کیا کہتے ہین"

محمود "مثلاً؟"

مسعود "مثلاً ایک یہ کہ پارسنون کو دیکھ لیجیے کہ جب سے اُنھون نے باہر نکلنا شروع کیا ہے ایک خراب اثر یہ ہوا کہ اُنکی تھوڑی تھوڑی سی مونچھین نکلنا شروع ہو گئی ہین جس بدصورتی کو مجھے یقین ہے کہ ہمارے ہان کی کوئی شریف عورت گوارا نہ کرے گی۔ اور یہی حال فرانسیسی عورتون کا بھی ہے۔ مین سچ کہتا ہون کہ مین نے پیرس مین ایک ایسی عورت دیکھی جس کی داڑھی بالشت بھر کی تھی۔

محمود (مسکرا کر) اچھا اسکے علاوہ اور کچھ فرمایئے"

مسعود "دوسرا عیب یہ ہے کہ باہر نکلنے والیون کو جب اُنکی عمر ڈھل جاے گی تو مجبوراً اپنے تمام چہرہ اور ہاتھون پر پلاسٹر آف پیرس کا لیپ لگانا پڑے گا اور جھرّیون کو بجلی کے ذریعہ سے دور کرنا پڑے گا۔ اور دانت ندا کی پناہ۔ دانت تو ان بیچاریون کے غیر مردون سے باتین کرتے کرتے بہت جلد جھڑ جاتے ہین اور زبان

لمبی ہو جاتی ہے (محمود کو ہنستا دیکھکر) آپ ہنستے ہین یقین نہین آتا حالانکہ مین اصلی واقعات بیان کر رہا ہون"

محمود۔ (مسکراکر) "کہے جائیے۔ سنیے نہین"

مسعودہ "اور یہ بیچارے۔ مہذوستانی قومون ہی کو دیکھیے۔ مثلاً خوجے کہ تیس سال سے رفتہ رفتہ انھون نے پردہ توڑنا شروع کیا ہے مگر تعلیم نہ ہونے کے برابر ہے۔ اور پردہ بھی کانا کہ سامنے بیٹھی ہین اور غیر مردون کے دلون مین شوق بڑھا رہی ہین مگر باتین کرنے سے پرہیز۔ نتیجہ یہ ہے کہ بجائے اسکے کہ سب کبوتریان ہو کر نکلین تیس فی صدی سے زیادہ ایسی مرغیان ہین جو گندے انڈے دیتی ہین"

محمود۔ (قہقہہ مار کر) "یہ آخری جملہ آپ کا میری سمجھ مین نہین آیا"

مسعودہ "سمجھو تو میرا کیا قصور ہے"

محمود "مسعود مین سچ کہتا ہون کہ اگر مجھے یقین نہوتا کہ تم مذاق کر رہی ہو باتین کر رہے ہو تو زور سے ایک چپت تمہارے سر پر رسید کرتا۔

اس گفتگو کا اثر زبیدہ پر یہ ہوا کہ رہی سہی جرات بس کافور ہو گئی اُسکے دل مین ناقابل بیان خوف سما گیا اور وہ سوچنے لگی کہ کیا تدبیر ہو جو اس زبان دراز آدمی کی صحبت سے جلد نجات ملے اور کسی طرح وہ اندر اپنے کمرے مین پہنچ جائے اسی خیال مین تھی کہ باہر سے گاڑی کی گھڑگھڑاہٹ کی آواز آئی اور کسی کے قدمون کی آہٹ سنائی دی زبیدہ کا دل دھڑ دھڑ کر رہا تھا کہ اتنے مین کسی نے باہر سے کمرہ کا دروازہ زور سے کھولا۔ زبیدہ کے منھ سے ہے غضب۔ بھیا آگئے" کی چیخ اس زور سے نکلی کہ تمام کمرہ گونج اٹھا۔ جلدی سے پیچھے کی طرف اس نے دیکھا دروازہ بند تھا۔ سامنے کی میز پر ایک جست مار کر پہنچی۔ لمپ گر پڑا اندھیرا گھپ ہو گیا۔ دوسری طرف زور سے کرسی کی ٹھوکر لگی۔ کوئی چیز زمین پر اور دھم سے گری۔ دیوار کے قریب پھر ٹھوکر لگی اور تا فانا مین باہر پہنچ گئی۔

ہمارے دوستون کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ ان کی سمجھ مین نہین آیا کہ یہ کیا ہو گیا۔ اندھیرے مین تینون نے چارون طرف ٹٹولنا شروع کر دیا کہ اتنے مین ایک آواز غصہ سے بھری ہوئی سنائی دی "یہان کیا ہو رہا ہے خوب تم لوگون نے مجھے پکمہ دے کر باہر بھیجا۔ یہان میری بہن کی موجودگی کے کیا معنے" دوسری غراتی ہوئی آواز سنائی دی "جاؤ یہان سے دور ہو" اسپر کمرہ کو زور سے بند کر کے کوئی باہر چلا گیا۔

تینون دوست اندھیرے مین ادھر اُدھر ہاتھ مار رہے ہین مگر کچھ نتیجہ نہین۔ اتنے مین ایک آواز جو ہنسی کو بہت دبائے ہوئے تھی سنائی دی "ارے نامعقول محفوظ تو کدھر ہے جیب سے دیا سلائی کیون نہین نکالتا"

ایک دوسری آواز غصہ سے "ایسی تیسی تمھاری دیا سلائی کی - یہ سب سر پر پٹ کس نے ماری ہے"
پہلی آواز "مجھ سے قسم لے لو - میں تم سے بہت دور کھڑا ہوا ہون"
تیسری آواز "مسعود تم بہت شریر ہو - لیمپ گل کرنے کی حرکت تمھیں سے سرزد ہوی ہے"
پہلی آواز "واہ - ذرا ہوش کی لیجیے - میں نے بلکہ آپ کا کمرہ جلنے سے بچا لیا - میری کنپٹی خود اس زور سے جھنجھنا رہی ہے کہ ہاتھ نہیں اٹھتا -
تیسری آواز "ہن یہ میرے کوٹ کو کون کھینچ رہا ہے" دیکھو میں گر پڑون گا - یہ مذاق اچھا نہیں"
اتنے میں ایک دیا سلائی روشن ہوی اور مسعود کا چہرہ دکھائی دیا کہ دونون گال پھلائے ہونٹ زور سے دبائے ہنسی کو ضبط کیے ایک طرف کھڑے ہوے تھے - محمود کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو رہا تھا اور سکی آنکھیں دھواں دھواں بی بی کو ڈھونڈھ رہی تھیں -
مسعود "ہن اب محمود کیا ہو گئین - (متانت سے) یہ دل لگی کی بات نہین ہے لیمپ تو ٹوٹ گیا محفوظ ذرا شمعدان اٹھا کر لیجیے دینا - شمعدان کو جلا کر میز پر رکھتا ہے اور پتلون کی جیبون میں ہاتھ ڈال کر محمود کی طرف خوف زدہ نگاہون سے دیکھتا ہے" بی بی اپنی بی بی کا پتہ لگاؤ - خدا معلوم وہ کہان چلی گئین"
محمود کی نگاہ اوپر نہین اٹھتی تھی اور اسکے منھ سے ایک لفظ نہ نکلا - وہ اپنے شمعدان ہاتھ مین لے کر کمرے مین ٹہلنا شروع کیا اور دونون دوست پیچھے پیچھے ہو لیے "شاید میز کے نیچے چھپ گئی ہون"
محمود "سخت بیوقوف ہو - وہان بھی کوئی جگہ ہے"
مسعود "اچھا تو پلنگ کے نیچے دیکھین - نہین اس کمرہ مین تو کہین نشان نہین دکھائی دیتا - اچھا کپڑون کی الماری کھول کر دیکھو - شاید کپڑون مین چھپ رہی ہون - یہ پاؤن کے نشان کس کے ہین - یہان ایک چوڑی پڑی ہوی ہے - ہا غریب آدھی رات کو اس کمرہ مین اکیلی رہ گئی ہے - محمود کی طرف دیکھ کر) اب تو تم سے کمرون کا کونا رہستا نہین ہے لیکن تم نے تو کل اکبر کو کمرہ سے نکال دیا تھا - اور اس بیچارہ سے اسکے بھائی آپ ہی لیے سوے اسکے باہر جانے کا کوئی رستہ نہین - مگر تعجب ہے کہ ادھر سے وہ کہان گئی ہے"
محمود نے بارخ اور احاطہ کی طرف رخ کیا اور دروازون کے پیچھے جھانکا مگر بھائی بہن دونون مین کسی کا پتہ نہ تھا - مایوس ہو کر کمرہ مین لوٹ آئے - محمود کے چہرہ کا تغیر بڑھتا جاتا تھا - غصہ اور شرم کے علاوہ اسکو ترس پیدا ہو گیا تھا کہ آخر زبیدہ کہان گئی - اور کہین اسکے کوئی چوٹ نہ لگ گئی ہو - کسی جگہ

بیہوش پڑی ہو۔ یا اگر بھائی کے ڈر کے مارے ڈپٹی یا مرزا کے یہان چلی گئی تو اور بھی خفت اور ذلت ہوگی مسعود کے چھوٹے ہوئے فقرے اور بھی نشتر کا کام کر رہے تھے اور اب بار بار اُسکا یہ جی چاہتا تھا کہ اس موٹے مسخرہ کا ہاتھ پکڑ کر دروازہ کے باہر ڈھکیل دے۔ اتنے مین ڈاکٹر نے خود ہی پیش قدمی کی اور چھڑی اور ٹوپی اُٹھا کر کہنے لگا "چلو محفوظ۔ بہت دیر ہو رہی ہے چلین (میز بان کی طرف ہاتھ بڑھا کر) گڈ بائی۔ اولڈ مین (خدا حافظ بڈھے میان) مجھے فی الحقیقت اس واقعہ کا سخت افسوس ہے اور مین تمھارے ساتھ بدل ہمدردی رکھتا ہون نوکرون کو خبر نہ کرنا ورنہ کل ہی سارے شہر مین گھر گھر اسکا چرچا ہونے لگے گا۔ خدا کرے تمھاری بی بی جلد دستیاب ہو جائین۔ مجھے واقعی بڑا تردد رہے گا۔ تار کے ذریعہ مجھے کل اطلاع دینا۔ اچھا لو اب خدا حافظ"

محمود اپنے ہاتھون سے گھٹنا پکڑے ہوئے میز پر بیٹھا تھا اور نگاہین زمین پر گڑی ہوی تھین۔ نہ اُس نے اپنے دوستون سے مصافحہ کیا نہ اُنکو رخصت کرنے گیا۔ اور جب کمرے کا دروازہ بند کر کے وہ باہر نکل گئے تو اُسکے دل کو کسی قدر ڈھارس ہوی۔ وہ اُسی حالت سے دریاے فکر مین غوطہ مارے بیٹھا تھا کہ دفعتہً باہر کی طرف سے ایک عجیب و غریب آواز سُنائی دی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے سینکڑون پٹاخے ایک ساتھ چھوٹ رہے ہین۔ محمود جلدی سے گھبرا کر اُٹھا اور دروازہ کھول کر سائبان مین پہنچا تو یہان اُس نے ایک ایسا منظر دیکھا جسکو وہ تمام عمر نہ بھولے گا۔ آسمان پر سیاہ بادلون کے اندر سے چاند باہر نکل آیا تھا اور چھٹکی ہوی چاندنی کی روشنی مین اُسکی نگاہ محفوظ اور مسعود پر پڑی جو احاطے کے پھاٹک کے قریب کھڑے ہوے تھے۔ ڈاکٹر کی یہ حالت تھی کہ اپنا پیٹ پکڑے ہوے محفوظ کے چارون طرف موٹے ببر کی طرح اُچھل رہا تھا اور منھ سے قسم قسم کی آوازین نکل رہی تھین۔ ہی۔ ہی۔ ہی۔ ہی۔ وغیرہ کا سلسلہ ختم ہوتا نہین نظر آتا تھا اور پھر بادل کی گرج کے مانند اس زور سے قہقہے کی آواز نکلتی تھی کہ دور دور تک در و دیوار گونج اُٹھتے تھے۔ محفوظ بھی بے اختیار ہنس رہا تھا اور ایک ہاتھ اُٹھاے ہوے اپنے دوست سے کہہ رہا تھا "ہین ہین آخر تمھین یہ کیا ہو گیا ہے۔ کیا زعفران کے کھیت پر پہنچ گئے ہو آپ کی اس بے تکی ہنسی کی بھی کوئی حد ہے"

مسعود "(بڑی مشکل سے آواز نکال کر) خدا کی قسم مین نے بہت ضبط کیا مگر اب نہین ہو سکتا..... ہی ہی ہی ہی..... یہ دورہ..... مجھے سال بھر کے بعد ہوا ہے..... گزشتہ موقع پر کھانا کھاتے کھاتے اُٹھا تھا تو.... مین.... سب کے سامنے کمرے کے اندر سے باہر بھاگا تھا۔ مگر اس مرتبہ بیچ کہتا ہون (منھ سے آواز نہین نکلتی عجب حالت ہے۔ ہا۔ ہا۔ ہی۔ ہی۔ ہو۔ میری پسلیان دُکھ رہی ہین" یہ کہکے پیٹ پکڑے اور

جھکے ہوے ناچنا شروع کر دیا۔

محفوظ "دیکھو اگر تم اُس غریب بے بس لڑکی پر ہنستے ہو تو مجھ سے بُرا کوئی نہین ہوگا"

مسعود۔ (ہوش مین آکر مُنھ اوپر اُٹھایا تو آنکھون سے وفور مسرت مین آنسو نکل رہے تھے) "نہین واللہ اُنپر نہین بلکہ اُس ریفارمر نپولین پر (مکان کی طرف رُخ کر کے اشارہ کرتا ہے تو محمود کی سنجیدہ صورت برآمد مین دکھائی دیتی ہے جس پر چوکنا ہو کر اور سنبھل کے زور سے ہنسا اور اُسکی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا) محمود بھائی تم بُرا نہ ماننا۔ مین اس احمق (یعنی محفوظ) پر ہنستا ہون کہ اندھیرے مین اُسکی ٹوپی غائب ہوگئی اور کہتا ہے کہ میری جیب مین ہے"

محمود (اپنے دوست کی غیر معمولی ہنسی سے متاثر ہو کر اور غصہ کو پی کر) مین سمجھا کہ شاید تم پر کوئی آفت نازل ہوگئی ہے

مسعود (پھر زور سے قہقہہ لگا کر) یہ آپ کا حُسن ظن ہے۔ ہان میری شرط کا انعام تو عنایت فرمائیے"

اسپر جلدی سے محمود نے اپنی واسکٹ کی جیب مین ہاتھ ڈالا تو گھڑی نہ تھی گھبرا کے اور زور سے چلا کے کہا "مین میری گھڑی کہان غائب ہوگئی معلوم ہوتا ہے کہ مسعود تمھین نے اندھیرے مین اوڑا دی"

مسعود (خوف زدہ بن کر) "چارون طرف سے چوری کا ملزم بنایا جاتا ہون تو اب مجھے یہان سے بھاگنا چاہیے"

محمود۔ (جلدی سے آگے بڑھکر) "ٹھہرو ٹھہرو میری گھڑی دیتے جاؤ۔ وہ مجھے بہت ہی عزیز ہے۔ (ڈاکر لمبے لمبے ڈگ مار کر بہت دور نکل گیا) اچھا بدمعاش۔ کبھی تجھ سے بھی ایسا بدلہ لیا ہوگا کہ یاد ہی کرے گا"

محمود جب کھانے کے کمرہ مین پہنچا تو دوسرے کمرون مین مختلف آوازین سُن کر اُسے یہ اندازہ ہوگیا کہ اُسکی بی بی گھر کے اندر ہی ہے مگر غصہ اسقدر تھا کہ (بدیدہ کی صورت سے نفرت معلوم ہوتی تھی اسلیے گول کمرہ سے ایک کوچ نکالا اور کھانے کے کمرہ مین اپنے سونے کے لیے رکھکر چارون طرف سے دروازے بند کر دیے اور ہاتھ پیچھے باندھکر اِدھر اُدھر زخمی شیر کی طرح ٹہلنے لگا۔ اضطراب کی یہ حالت تھی کہ سگریٹ پر سگریٹ پی کر آتشدان مین پھینکتا جاتا تھا اور گھڑی گھڑی پاؤن زمین پر دے مارتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد تھک کر کوچ پر لیٹ گیا اور طرح طرح کے خیالات مین غرق ہوگیا۔ آج رات اُسکو ایسی شکست فاش ہوی تھی جسکی اُسکو ہرگز توقع اور وہم و گمان بھی نہ تھا۔ ایک لحظہ مین تمام مہذب تعلیم و تربیت کے حاصل کیے ہوے خیالات منصوبے۔ ارمان تمنائین اور ارادے خاک مین مل گئے۔ اور کس کی وجہ سے؟ صرف ایک بیوقوف اور پردہ کے اندر تربیت پائی ہوی لڑکی کے پرانے خیالات اور بیجا شرم کی وجہ سے۔ اتنے مہینون کا لکچر دینا اور اُسکو پڑھانا سکھانا سب بیکار گیا۔ اس سبب سے

زیادہ تعلق اس بات کا تھا کہ دنیا کو اب کیا منہ دکھائے گا اور قوم کو اس منحوس رسم کے چھوڑنے کی کیسے صلاح دیگا جو اسکی آئندہ زندگی کا خاص مقصد تھا۔ اس طرح ارادت کے ساتھ وہ ارادہ اصلاح کو چشم زدن میں اپنے دل سے ہمیشہ کے لیے نیست و نابود کر دے گا۔ اسی لی لی کی محبت اور شرکت میں اب اسکو کبھی لطف نہیں آسکتا۔ اسلیے بہتر ہے کہ زید دے علیحدگی اختیار کرے۔ اسے کہ جس کسی ایسی مہذب قوم کی لڑکی سے شادی ہوئی ہو لی کہ وہ اسکی ہم خیال ہو کر ہر کام میں ساتھ دیتی۔ مگر نہیں بتلایا وہ مسلمان خواتین کی اصلاح میں اتنی دلچسپی نہ لیتی۔ اور غیر قوم ہونے کی وجہ سے اسکی مثال عام نہیں بھی سمجھی جاتی۔ مگر کیا مسلمانوں میں ایسی لڑکیاں نہیں ہیں؟ افسوس ہے کہ تین چوتھائی [illegible] کیا اور لوگ اپنی بی بیوں کا پتہ توڑنے میں کامیاب نہیں ہوئے ہیں؟ [illegible] صوبجات متحدہ میں نہیں بلکہ دوسرے مقامات اور وہ بھی [illegible] خود فرضی [illegible] اور اپنے ذاتی اطمینان قائم کی خیال رکھتے ہیں۔ یہ وہ جوش ہے جو ان میں کبھی پیدا [illegible] دوسروں کو اپنے دائرہ میں [illegible] کرنے کی ترغیب دیں تاکہ عوام پر [illegible]

شاعر کہ خیالات کے اسی پیچ و تاب اور [illegible] کے رنج اور مایوسی کی حالت میں محو تھا کہ آنکھ لگ گئی اور خواب میں ایک عجیب غریب سین اسکے پیش نظر ہو گیا جسے ہم بعینہ درج کرتے ہیں۔

(باقی آئندہ) "ناظر"

کاپی رائٹ محفوظ
مصور ایڈیٹر محمد اسمٰعیل خانصاحب بی اے علیگ
مسلمان ویل پکچر سائیکل
حصہ دوم
عدد ۸
(تصویر میں)
کتب کا کورسالہ سالانہ کی ذاتی اور [illegible] تعلیم کی ترقی کے [illegible] ہے۔ ہندوستان کی [illegible] کے [illegible] کے [illegible] کے

# غزلیات

سید انور حسین صاحب آرزو لکھنوی جانشین حضرت جلال رحم

کل اُسکو اُٹھانا بھی ہوگا جو بستر آج لگاتا ہے
گھر سمجھو نہ اسکو ہے یہ سرا اک آتا ہے اک جاتا ہے

کمزور جو مجھکو پاتا ہے زور اپنا ہر ایک دکھاتا ہے
آنسو ہین کہ ٹپکے پڑتے ہین اور دل ہے کہ اُمڈا آتا ہے

افتاد و فا عزت کی ہے شے ذلت جو کہو ذلت کیا ہے
کرتا ہے نشیب و فراز جو طے ٹھوکر بھی وہی تو کھاتا ہے

کیا پھیر ہین اُلٹے قسمت کے جو سوجھی وہ اُلٹی ہی سوجھی
رہ جاتا ہون کاٹ کے ہونٹ اپنے غصہ جو کسی پر آتا ہے

بے وجہ سہی رونا میرا اس رونے پہ ہنسی دنیا کیا تھا
معشوق کو کیا کہیے اس بات عاشق تو ہٹری کہلاتا ہے

غم اپنا ہے غیر کی ہمدردی یاد آتی ہے ایذا جھیلی ہوئی
گر پڑتے ہین آنسو اپنے بھی جب کوئی اشک بہاتا ہے

اظہار ملال بھی کرتے ہین رسوا ہون کو بھی ڈرتے ہین
اک ٹھنڈی سانس وہ بھرتے ہین جب نام ہمارا آتا ہے

ہے چین جبین کوئی خود ہین اب شیشۂ دل کی خیر نہین
کرتا ہے جو بچ بچاؤ کہین وہ مفت مین مارا جاتا ہے

پوچھو نہ بس اب وہ راز نہان مرنے کے جو ہے دل مین پنہان
کہنے مین اُلجھ جاتی ہے زبان لکھنے مین قلم تھرّاتا ہے

حیران نمولے قاصد سے یہ لفظ ہے شکوون کا دفتر
کہدے مری جانب سے جا کر جی اب تو بہت گھبراتا ہے

وہ سودائی سے جو آتے ہین جو آرزو اب کہلاتے ہین
معشوقون سے عشق جتاتے ہین مُنھ انکو کون لگاتا ہے

نہ بدن مین جان ہوتی نہ کوئی عذاب ہوتا
مجھے تم جو قتل کرتے تو بڑا ثواب ہوتا

نہ کہا جو حال مین نے یہ سمجھ کے خیر گزری
ترا حال مجھسے بڑھکر مری جان خراب ہوتا

یہی آرزو ہے اپنی کہ گھڑی کبھی وہ آتی
ہم اور آپ دونون ہوتے قدح شراب ہوتا

مرے دل کو چاہیے تھا کہین اور دفن کرتے
کہ نعش یون تڑپتی نہ یہ اضطراب ہوتا

ہوے دوست جی کے دشمن ہوے لوگ مفت دشمن
نہ تری نگاہ پھرتی نہ یہ انقلاب ہوتا

مرا داغ عشق دیکھو کہ ہے دور سے نمایان
یہ چراغ وہ نہین ہے جو تہ نقاب ہوتا

کوئی اچھی شکل دیکھی ہوے بس ظہور شیدا
عجب انکا رنگ ہوتا جو کہین شباب ہوتا

سید ظہور الدین احمد ظہور کاکوروی

قہر ہوگا لاش اٹھانا فاذنین جبلاد کا
کا سپ اٹھے گا کلیجہ کشتۂ بیداد کا

کس طرح شکوہ اسیری میں کروں بیداد کا
مد نظر ہے ڈر مزاج نازکِ صیاد کا

اپنی خوشی سے وہ تڑپے لوگ سمجھے اور کچھ
رہ گیا پردہ ہماری بے اثر فریاد کا

سرخی پاسے حنائی پر سمجھے نہ یہ راز
رنگ بھی دیکھا نہیں خونِ سرِ فرہاد کا

دونوں فرمایئے تو اب پیمانہ و خمیازہ ہے
کون دل ہے بلبلِ شاد کا کون گل ہے کون شاد کا

اٹھ نہ سکا کاش کہ وقتِ ذبح بھی دیکھی نہ گئی
اٹھ کے میری آنکھ پر دامن پڑا جلاد کا

شرم سے غیر از کفن اک گز نہیں تحفہ ہمارا نعم
بوجھ کچھ اس پر ہے خونِ حسرتِ فرہاد کا

کیا اسیرانِ قفس نے نالۂ سوزاں کیا
دود واں اٹھنے لگا وہ گھر جلا صیاد کا

جیتے رہیے اشنا قاتل میں ذبح کر
اب خدا حافظ ہے دستِ نازکِ جلاد کا

نوحے تڑپانے کو بیٹھے ہیں سب دشمن میرے
لے دلِ بسمل تڑپ آشنا اب ہے مزا فریاد کا

تم جو قسمت دام گیسو دوش پر کھلے ہوئے
بلبلوں کو باغ میں دھوکا ہوا صیاد کا

ان حسینوں کو نہیں دنیا میں کوئی اور کام
شغل آرائش کا ہے یا مشغلہ بیداد کا

مرگئی بلبل قفس میں مدتم گل بھی گیا
صرف قصہ رہ گیا بیرحمیِ صیاد کا

رنگ و بو دیتی ہے کتنا لالۂ کہسار میں
کام دیتا ہے چراغِ تربتِ فرہاد کا

لے گئے فضا ملکِ معانی میں اندھیرا چھا گیا
گل ہوا جب سے چراغ زندگی نوشاد کا

شیخ محمد عالیجاہ فضا

سنے طلب ہے بیا سلوب چشمِ یار بھی
خواب نوشین میں بھی ہے مصروف پھر بیداد بھی

ہے اگر سرمایۂ صد لطف اقرار وصال
وقت پر ظالم مزہ دیتا ہے کچھ انکار بھی

باکپین کی خیر اک تیر نگہ کے واسطے
کود پھیلائے ہوئے ہے زخم دامن دار بھی

زیست ہو جاتی ہے اس کی دیکھ لیتے ہو جسے
سینکڑوں ان اچھوں سے اچھا آپ کا بیمار بھی

آرزوئے پائمالی پہلے ہی سے تھی مگر
ذوق دو نا کر رہی ہے آپ کی رفتار بھی

پھر ہوئی ہے یاد بسمل کی الٰہی خیر ہو
عید کا موسم بھی ہے اور وعدۂ دیدار بھی

امین الحسن رضوی بسمل

حالِ دل کہ کمر یوں اُلجھی پریشانی سے مجھے
آنکو اطمینان خاطر ہے پریشانی سے مجھے

میرے استغلال پر نصاحت سے کیجئے نظر
آپ کے دشمن کو جیکو ان ہو پریشانی سے مجھے

مین نے دیکھا ہے کہ تو بہ غیر کے آغوش مین
خواب کی تعبیر دسے اے یوسف ثانی مجھے

اُس نے سمجھا اور ہی کچھ تھی یہان کچھ اور بات
اپنی نظرون سے ہوی کیا کیا پشیمانی مجھے

کشتۂ بیداد کی تربت پہ آنسو گر پڑے
ہاے کیا بے وقت قاتل نے دیا پانی مجھے

کیا خبر تھی یہ تحمل ایک دن ہوگا وبال
بون بنکے نظرون مین کانٹے کی گرانی مجھے

جگمگی اُٹھی نظر ایسی کہ اب بنتی نہین
اپنی صورت دیکھکر ہے آپ حیرانی مجھے

دیدۂ مشتاق کو حسرت نہ رہتی دید کی
کاش مل جاتی تمھارے در کی دربانی مجھے

الٹی گنگا بہ رہی ہے آج کل دنیا مین صبر
ظلم بیجا وہ کرین اور ہو پشیمانی مجھے

عبدالکریم خان صبر دہلوی

شمع عشرت بجھ گئی بزم ستم ایجاد کی
وہ ہوا یا تو بھی دل افسردہ نے فریاد کی

مہربانی ہے کبھی تو اُس ستم ایجاد کی
آرزو اکدن تو بر آے دلِ ناشاد کی

قبر پر مجکو لٹا کر دوستون نے کہا
لیجیے طے ہو گئی منزل عدم آباد کی

اُنکے دل مین بھی بھڑک اُٹھی ہے اب اُلفت کی آگ
دل جلون نے آج کچھ اس سوز سے فریاد کی

سخت جانون کے گلے سے ہوگا جسدم سامنا
دیکھ لینا خون روئے گی چھری جلاد کی

آئی استقبال کو تاثیر فوراً عرش سے
چرخ پر پہنچین صدائین جب مری فریاد کی

قبر پر آیا وہ ظالم ساتھ لے کر غیر کو
ہاے بعد مرگ یون بھی مری برباد کی

آرزوے وصل ہی ہے خواہش دیدار بھی
ہم نے اپنے دل مین اک بستی نئی آباد کی

ترک مے اور فصل گل مین حضرت واعظ بہ خدا
مجھسے ہو سکتی نہین تعمیل اس ارشاد کی

یہ لٹا دیتی ہے دل کو عاشقون کے اے اثر
یار کی چین جبین ہے یا چھری جلاد کی

الٰہی بخش اثر (دیوان)

# فوراً لکھیے

## انگریزی میں زائچے بنا کر مفت دیے جائیں گے۔

لندن کے مشہور منجم پروفیسر راکسرے نے ایک دفعہ پھر تہیہ کیا ہے کہ اہل ہند کو اپنے نئے طرز سکونت واقع ہیگ ملک ہالینڈ سے مفت زائچے بنا کر بھیجیں۔

پروفیسر راکسرے کا نام اس ملک میں اسقدر مشہور ہے کہ کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ لوگوں کے (خواہ وہ کتنے ہی فاصلہ پر ہوں) حالات زندگی بتانے کا جو ملکہ انکو ہے اُسے حیرت انگیز کہا جاتا ہے۔ دوسرے متصوص علم میں جو اُن سے کم مہارت رکھتے ہیں خود وہ بھی انھیں اپنا اُستاد مانتے اور انھیں کا تتبع کرتے ہیں۔ وہ آپ کو بتا سکتے ہیں کہ آپ کس قسم کی اہلیت رکھتے ہیں اور کیسے کامیاب ہو سکتے ہیں۔ وہ بتا دیتے ہیں کہ آپ کے دوست کون ہیں اور دشمن کون اور آپ کی زندگی کا اچھا اور بُرا زمانہ کون سا ہے۔



ماضی۔ حال اور مستقبل کی کیفیت جو وہ بتاتے ہیں اُسے سُن کر آپ حیران رہ جائیں گے اور آپ کو اُس سے مدد ملے گی بس آپ صرف اپنے ہاتھ سے اپنی تاریخ ولادت اور جنس لکھکر بھیجدیں تاکہ وہ زائچہ بنا سکیں۔ روپیہ بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ صرف الپنا نظر کا حوالہ دیجئے اور مفت کا زائچہ مفت مل جائے گا۔

اوبرہوفسادرن (ملک جرمنی) کا تجربہ کار منجم ہرپال اسٹامان لکھتا ہے کہ

پروفیسر راکسرے نے میرے لیے جو زائچہ تیار کیا وہ بالکل صحیح تھا اور نہایت عقل و ہوشیاری سے بنایا گیا تھا مجھے بحیثیت منجم ہونے کے میں نے خود سیاروں کے حسابات و علامات کی جانچ کی اور ہر جزیہ کو مکمل پایا اور وہ اپنے فن کے متعلق بہترین معلومات رکھتے ہیں۔

پیرس کی ایک قابل ترین خاتون مسز وانس بلانکٹ کا بیان ہے کہ

"میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے میرا مکمل زائچہ بھیجا جو خوبی و عمدگی طور پر صحیح ہے۔ میں نے اس سے پیشتر متعدد منجموں سے مشورہ لیا تھا مگر اس سے پہلے کبھی ایسے صحیح جوابات نہ ملے اور نہ مجھے اطمینان کامل حاصل ہوا نہایت مسرت کے ساتھ میں اپنے دوستوں اور شناساؤں سے آپ کی سفارش کروں گی اور آپکے حیرت انگیز علم سے مطلع کرتی رہوں گی۔"

اگر آپ چاہتے ہیں کہ اس خاص رعایت سے فائدہ اٹھائیں اور اپنی زندگی کے حالات نہایت انگریزی علوم کریں تو صرف اپنا پورا نام اور پتہ تاریخ بمہینہ سال اور مقام پیدائش مع اس تصریح کے کہ آپ مرد ہیں یا عورت لکھدیں یا کارڈ پر لکھکر ذیل کے پتہ پر بھیجدیں

راکسرے (ڈپارٹمنٹ ۲۲۲ بی۔ نمبر ۲۴ گروٹ مارخ۔ دی ہیگ۔ ہالینڈ)

Roxroy, Dept 222 B. No 24 Groot Markt The Hague, Holland.

نوٹ اگر آپ چاہیں تو محصول ڈاک اور معاوضہ تحریر ڈاکر کی غرض سے چھ آنے کے ٹکٹ بھی کردیں۔ ملک ہالینڈ کو جو خطوط ہندوستان سے جاتے ہیں اُن پر ۲½ کے ٹکٹ لگائے جاتے ہیں۔

# نظرِ خوش گزرے

جون کے الناظر میں لکھا گیا تھا کہ ہم نے ارباب بہار کی خدمت کرنے کے لیے پٹنہ میں اقامت اختیار کی ہے مگر وسط اکتوبر میں بعض اسباب کی بنا پر ہمیں مشیر بہا سے علیحدہ ہو جانا پڑا اور اب ہم اپنے وطن میں واپس آگئے ہیں۔ لیکن پٹنہ کے چند روزہ قیام نے ہماری تندرستی کو اس درجہ خراب کر دیا ہے کہ ہم کچھ عرصہ تک سکون و آرام حاصل کرنے کی غرض سے شہر سے باہر رہنے پر مجبور ہیں۔ اور خدائے جل و علا کا فضل و کرم شاملِ حال رہا تو سال رواں کے اختتام تک غالباً ہم اس قابل ہو جائیں گے کہ پورے انہماک اور توجہ کے ساتھ الناظر کی خدمت میں مصروف ہو سکیں۔ اس عرصہ میں اگر ہمارے سکوت و خاموشی سے ناظرین الناظر اور دیگر کرمفرما حضرات کو کسی قسم کی شکایت پیدا ہو جائے تو امید ہے کہ ہماری معذوریوں پر نظر کر کے چشم پوشی فرمائی جائے گی۔

---

انجمن ترقی اردو کے متعلق ماہ ستمبر میں جو اطلاعات ہمیں موصول ہوئی تھیں انکو گزشتہ نمبر میں شائع کر سکنے کا افسوس ہے بہرحال اب ہم مختصراً انجمن کی کارروائیوں کا ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ ماہ آئندہ میں ایگزیکٹیو کونسل کا کانفرنس کا اجلاس بمقام آگرہ منعقد ہوگا اور اسوقت انجمن کی مفصل رپورٹ جو سکریٹری صاحب پیش کرینگے اس سے تمام کارروائیوں کی تفصیلی حالات معلوم ہو سکے گی۔

(۱) حاجی یوسف حاجی اسمٰعیل ڈوانی نے جو بمبئی کے نہایت روشن خیال۔ ہمدرد قوم اور باثروت مسلمانوں میں شمار ہوتے ہیں گزشتہ کانفرنس میں انجمن کو مبلغ دو ہزار روپیہ عطا کرنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ اب یہ رقم عطیہ وصول ہو گئی ہے۔

(۲) جناب بیگم صاحبہ بھوپال نے وعدہ فرمایا ہے کہ دیگر اصحاب سے پندرہ وصول ہونے پر وہ تین ہزار کی رقم عنایت فرمائیں گی۔

(۳) نواب عماد الملک بہادر پریسیڈنٹ انجمن نے بحیثیت علی حضرت اعلیٰ حضرت معظم نظام خلد اللہ ملکہ و حشمتہ کی بارگاہ میں انجمن کی امداد کے لیے عرضداشت پیش کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔

(۴) دیگر کتب کے علاوہ پلوٹارکس لائوز کا ترجمہ بھی کرایا جا رہا ہے۔

(۵) انجمن ترقی اردو بہار نے مرکزی انجمن کی شاخ بننا منظور کر لیا ہے۔

---

گزشتہ اجلاس کانفرنس کے موقع پر جب انجمن ترقی اردو کا نظم و نسق ہمارے مکرم دوست مولوی عبدالحق صاحب بی اے کے ہاتھوں میں دیا گیا تو سابقہ حالات و واقعات کی بنا پر بدگمان و بددل ہونے پر بھی ہمارے دل میں از سر نو امیدیں پیدا ہو گئیں لیکن ہم یہ ہرگز توقع نہیں رکھتے تھے کہ اس پہلے سال میں انجمن کو کوئی معقول کامیابی حاصل ہو سکے گی۔ مگر الحمد للہ کہ مراحل ابتدائی کی منزل کو ایک حد تک بکامیابی طے کر کے انجمن نے سال رواں کے اندر اپنے عملی کام کی نہایت مضبوط بنیاد ڈال دی ہے اور اگر اس نظام میں کوئی خاص تغیر یا نقص پیدا کر دیا گیا تو یقیناً انجمن بہت جلد نہایت مفید نتائج ظاہر کر سکے گی۔

جناب حاجی یوسف حاجی اسمٰعیل ٹوبانی صاحب کے ہم تہ دل سے شکر گزار ہین کہ انھون نے انجمن کو قیمتی مدد دے کر رسالہ روان کی کارروائیون کو کامیاب بنانے کا موقع دیا۔ یہ عطیہ اگرچہ دولتمند اور فیاض دل معطی کی ثروت اور عالی حوصلگی کے لحاظ سے کوئی بڑی وقعت نہین رکھتا لیکن جس خوشدلی اور حقیقی ہمدردی سے اور جیسے نازک وقت مین یہ رقم عطا ہوی ہی اُسکے خیال سے ہم جسقدر صاحب موصوف کا شکریہ ادا کرین کم ہوگا اور ہمین قوی امید ہی کہ جون جون انجمن کے قدم میدان عمل مین بڑھتے جائینگے حاجی صاحب اور اُنکی توجہ اور تحریک سے بمبئی کے دوسرے باثروت مسلمان انجمن کی مالی امداد کرنے مین مزید فیاضی اور سرگرمی کا اظہار کرتے رہینگے

گذشتہ جنوری مین جب ہمین ہز ہائنس بیگم صاحبہ بھوپال کی خدمت مین انجمن کے اغراض و مقاصد پیش کرنے کی عزت حاصل ہوی اور علیا حضرت کے بیش قیمت خیالات سے واقفیت حاصل کرنے کا موقع ملا تو ہمین اس بات کی پوری امید تھی کہ سرکار بھوپال کی بارگاہ سے انجمن کو گران قدر امداد ملیگی۔ چنانچہ اب وقت آگیا ہے کہ ہماری امیدین بر آئین۔

اعلیحضرت حضور نظام کی بارگاہ والا سے جو بیش قرار امداد ہماری تمام مذہبی و قومی مجالس کو پہنچ رہی ہی اُسکی قدر و قیمت کا احساس ساری قوم کو ہی بیشک کسی انجمن کی اہمیت کے لیے یہ امر نا گزیر ہی کہ دولت آصفیہ کی مربیانہ توجہ اُسکی معین و مددگار رہے اور ایسے تمام ہی خواہان اُردو کے لیے قابل مبارکباد ہوگا اگر نواب عماد الملک بہادر کی وساطت سے انجمن ترقی اردو کو اسقدر جلد ریاست حیدرآباد کی اعانت حاصل ہوجاے۔ اور ہمین کچھ شبہ نہین ہی کہ پیشگاہ آصف جاہ سابع سے جو وظیفہ انجمن کو ملے گا وہ اُسکی مستقل زندگی کے لیے ہمیشہ منبع آب حیات ثابت ہوتا رہیگا۔

اکتوبر کے "نقاد" مین ایک عالمگیر انجمن اُردو قائم کرنے کی تحریک کی گئی ہی۔ ہم مشیر بہار کے کالمون مین کسی قدر تفصیل کے ساتھ اس تجویز کے خلاف لکھ چکے ہین اسلیے یہان کوئی بحث کرنا فضول ہی البتہ حضرت دلگیر سے یہ عرض کردینا ضروری سمجھتے ہین کہ اگر اُنکے خیال مین کوئی جلسہ مجلس قائم ہونا ضروری ہی اور اگر وہ سمجھتے ہین کہ خود وہ اور اُنکے ہم خیال اصحاب اس اہم کام کو سرانجام دینے کیلیے آمادہ ہین تو اسکی بہترین صورت یہ ہوگی کہ صوبہ آگرہ مین ایک شاخ انجمن ترقی اردو کی قائم کرلی جاے اور اُسکو پوری قوت کے ساتھ چلانے کی کوشش کی جاے۔ اور اگر اس تجویز کو ہمارے کرمفرما بنظر استحسان دیکھین اور اُسپر عمل کرنے کو تیار ہوسکین تو ہم اپنی ناچیز بساط کے مطابق ہر قسم کی علمی امداد دینے کے لیے آمادہ ہین صوبہ اودھ مین ایک شاخ قائم کرنے کا ہمین ابتدا سے خیال تھا لیکن "کل امر مرہون باوقاتہا" ہم وقتاً فوقتاً بیان کے حامیان اُردو کو بسطرف متوجہ کرتے رہتے ہین اور مناسب موقع کے منتظر ہین۔ لیکن اگر آگرہ مین کوئی مجلس ایسی قائم ہوجاے جو کچھ عملی کام کرنے والی نظر آئے تو ہم انشاءاللہ اُسکی تائید سے غفلت نہ کرینگے۔

اکتوبر نمبر مین صفحہ ۲۹ پر حضرت مانی جائسی کی ایک نظم "کا زمانہ حسن" کے عنوان سے شائع ہوی تھی جسکا یہ ہولناک شعر سب دل

گہہ باعث الفت واثق ہی گہہ مقصد جذبہ صادق ہے گہہ تیش قلب عاشق ہی کہہ سوز دل شیدائے حزین

اس شعر کے دوسرے مصرع مین تپش کی پ ساکن بندہ گئی ہی جسپر صاحب نظم کو متوجہ کرنے کے لیے علامت استفہام بنادی گئی تھی حضرت مانی نے تو اسکے متعلق ہمین کچھ لکھا نہین مگر ہمارے غائبانہ کرمفرما سید منظر علی صاحب (سابق سب ایڈیٹر

رسالہ اولڈ بوائے) کا ایک گرامی نامہ موصول ہوا ہے جسمین وہ لکھتے ہین کہ "اگر تپش کی جگہ نیش کر دیا جاے تو مصرع صحیح ہو جاے گا۔ کیا عجب ہے کہ حضرت مانی نے بھی نیش ہی باندھا ہو" جہانتک ہم نے غور کیا جناب نے نظر کی تاویل درست نہین معلوم ہوتی۔ اور نہ اصل مسودہ جو نہایت صاف اور واضح لکھا ہوا ہے اسطرح درج ہے۔ یقیناً حضرت مانی کی نظر اس نقصان کی طرف نہین گئی اور سہواً تپش کا لفظ بن گیا۔ ہمین امید ہے کہ صاحب موصوف خود اپنی تحریر کے ذریعہ اصل حقیقت کے ظاہر کرنے مین دریغ نہ فرمائینگے۔ اور اگر جیسی ہماری راے ہے سہواً تپش ہی باندھ گئے ہین تو اس غلطی کو تسلیم کرلینگے کہ الانسان مرکب من الخطاء والنسیان۔

---

الناظرین ماہ بماہ آتنگ نگر فارسی جام نگر کا اشتہار شایع ہوتا رہتا ہے اور ہمین یقین ہے کہ جو ناظرین کارخانۂ مذکور سے ادویہ منگاتے ہونگے وہ پورا نفع اُٹھاتے ہونگے اور کارخانہ کی حسن معاملت سے جس کا ہمین بخوبی تجربہ ہے خوش ہوتے ہونگے کارخانۂ مذکور کی ادویہ نے جو شہرت حاصل کی ہے اُسکا اندازہ کرنا آسان نہین ہے۔ حال مین کارخانہ کے خوش مذاق اور وسیع النظر مالک نے ایک خوشنما البم شایع کیا ہے جس سے کارخانہ کی ترقی کا کچھ اندازہ معلوم کیا جا سکتا ہے۔ اس قسم کا نفیس البم شاید ہی کسی ہندوستانی کارخانے نے اس سے پہلے شایع کیا ہوا اور اس سے ہمین یہ بھی اچھی طرح راے قائم کرنے کا موقع ملا ہے کہ کارخانہ کی مالی ترقی کے ساتھ ساتھ مالکون نے اس کا خاص اہتمام کیا ہے کہ وہ ہر قسم کے جدید ترقی یافتہ طریقوں تجارت سے مستفید ہون۔ اس قسم کے البم یوروپ و امریکہ مین اور نیز ہندوستان کے انگریزی کارخانون مین بکثرت شایع ہوتے رہتے ہین لیکن اہل ہند کی تجارتی ترقی کی رفتار جسقدر سست ہے اسکے لحاظ سے اشتہار دینے اور کاروبار کرنے کے جدید طریقون سے فائدہ اُٹھانے مین بھی یہان کے لوگون نے کچھ زیادہ کامیابی حاصل نہین کی۔ ایسے جہان اس کارخانے کے مالک مسٹر دیا شنکر مونی شنکر گوزدجی اپنی کاروباری ترقی کے لیے قابل مبارکباد ہین وہان اس بات کے لیے ہمارے تسکیہ اور تعریف کے بھی مستحق ہین کہ تجارت کے جدید اصولون کو رائج کرکے انھون نے ہندوستان کے دوسرے تجارت پیشہ اصحاب کے لیے ایک نظیر اور مثال قائم کردی ہے جس سے یقین ہے کہ پورا پورا نفع اُٹھانے کی کوشش کی جاے گی۔

یہ البم عام دلچسپی کا ذریعہ نہین ہو سکتا اسلیے کہ اسمین صرف ملک معظم کوئن میری اور جام صاحب جام نگر کی تصاویر کے علاوہ دوسری تمام تصویرین خود کارخانہ سے تعلق ہین لیکن کارخانہ کے الگ الگ محکمون کی تصویرین دیکھنے کے بعد کون نہین کہ دلیگا کہ ان کاروبار کے جدید طریقون کی خلعت اور تجارت کے ذریعہ سے ترقی کرنے کا خیال دل مین پیدا ہو اور بجاے خود اس قسم کی تحریک کا پیدا ہونا بلاشبہ اہل ملک کے لیے نہایت درجہ مفید و کارآمد ہوگا۔

کارخانہ نے گزشتہ ۲۲ سال کے عرصہ مین جو ملک کی خدمت کی ہے اُسکا فکر دلاتے ہوے ہم ناظرین البم سے سفارش کرتے ہین کہ وہ اس البم کو جو غالباً بلا قیمت ملے گا کارخانہ کے دفتر سے منگا کر ضرور ملاحظہ فرمائین تاکہ انھین اپنے ایک ملکی بھائی کی ترقی کا حال معلوم کرکے مسرت اس معاملہ کی بنا پر کہ ایک ہی اعلےٰ کامیابی کی کس طرح پیدا ہو سکتا ہے کارخانہ کا پتہ اس اشتہار مین درج ہے جہان ناظرین شایع ہوا کرتا ہے۔

# مقوی اکسیر گولیان

ہماری ایجاد کردہ اننگ نگرہ گولیون کا نام شاید آپ نے نہین سُنا ہوگا یہ گولیان عجیب و غریب صفات سے بھری ہین بڑے بڑے نامی و گرامی ڈاکٹرون حکیمون ویدون نے تجربہ کرکے اسکی تعریف مین ہمکو خطوط لکھے ہزارہون سندین اور سارٹیفکٹ اسکے موجود ہین سینکڑون فرمایشین ان گولیون کی نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ملکون سے متواتر ہمارے شفاخانے مین پہنچتی رہتی ہین۔ اعصابی کمزوری کے دور کردینے مین اکسیر ثابت ہوی ہین اور یورپون کو سرپا امید بنانا۔ اور مادۂ تولید کے تمام نقصانات کو دور کرنا۔ ذہن مین جودت تیزی پیدا کرنا۔ حافظہ کو قوت دینا جسم کو تندرست و توانا بنانا۔ مردہ دلون کو تازہ روح عطا کرنا ان کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ مردون اور عورتون کے ہر قسم کے ضعف کو دور کرنے اور عالم جوانی دکھانے مین یہ گولیان اکسیر کا کام دیتی ہین۔ اگر انکو تندرست آدمی بھی کھائے تو بیشمار فائدہ جسم مین پائے۔ جن لوگون نے سرٹیفکٹ دیا ہے اُن سے دریافت کرکے اطمینان خاطر کرلیجیے۔ یا خود ایکبار تجربہ کرکے دیکھیے قیمت فی بکس جسمین ۳۲ گولیان ہوتی ہین ایک روپیہ محصول بذمہ خریدار چار ڈبہ کے خریدار کو ایک ڈبہ اور آٹھ ڈبہ کے خریدار کو دو ڈبہ اور نو ڈبہ کے خریدار کو تین ڈبہ کمیشن بفت دیا جاتا ہے مزید اطمینان کے لیے ہماری کتاب **کام شاستر** جو بافتندرستی کا حلیہ ہے ۱۴۴ صفحے مین قریب قریب ہر دبان مین چھپی ہوی ہے صرف ایک کارڈ لکھکر ہم سے بلا قیمت طلب کرین۔

## طلائے واجی کرن

اس طلا کا ثانی ہماری نظرون سے ہنوز نہین گزرا یہ طلا بمثل بلاچون وچرا ثابت ہوچکا ہے اعضاے تناسل کی پتلی جڑ کو مضبوط کرنے مین اور سستی اور نامردی کو جو بسبب ڈھیلی پڑجانے رگون کے درست اور صحیح کرنے مین مجرب اور بے مثل ہے اسکی شہادتین اور سرٹیفکٹ بھی ہمارے پاس موجود ہین چند اُن مین سے کتاب ہذا کو مین درج کیے گئے ہین فی شیشی نصف تولہ صرف دو ہفتہ کا **پانچ روپیہ** ایک شیشی کے خریدار کو ایک ڈبہ اننگ نگرہ کمیشن بفت۔

**ویدشاستری منی شنکر گوردنجی جام نگر کاٹھیاوار**

## مولوی ظفر علی خان بی اے۔ ایڈیٹر زمیندار

کی تصنیف کردہ کتاب "برکات اسلام" کے اب بہت تھوڑے نسخے باقی رہ گئے ہین۔ جلد نہ منگانے کا تو ایک بہا چیز سے محروم۔ ہیے گا جوش و خروش کا سیلاب ہے قیمت صرف ڈھائی آنے (۰۲ر)

## مولانا ابوالکلام۔ ایڈیٹر الہلال

کی لکھی ہوی حضرت سرمد کی اُردو زبان مین پہلی سوانح عمری جس پر سیدی خواجہ حسن نظامی سب پیل رائے دیتے ہین کہ باعتبار نظم ہر اس سے اعلےٰ اور شاندار الفاظ آجکل کوئی نہین جمع کر سکتا۔ اور باعتبار معانی یہ سرمد کی زندگی و موت کی بحث ہی نہین معلوم ہوتی۔ بلکہ مقامات درویشی پر ایک مستانہ اور البیلا خنجر نظر آتا ہے قیمت ڈھائی آنے (۰۲ر)

## آنے والے انقلابات

کے دریافت کا شوق ہو تو حکیم جاماسپ کی نایاب کتاب جاماسپ نامہ کا ترجمہ طلب فرما کر دیکھیے جو حاجی محمد الواحدی ایڈیٹر نظام المشائخ نے نہایت فصیح اور سلیس اُردو مین کیا ہے۔ پانچہزار برس پہلے ایسین بحساب جفر و نجوم آجنگ کی بابت جسقدر پیشین گوئیان درج کی گئی تھین وہ سب ہو بہو پوری اُتریں مثلاً بعثت آنحضرت صلعم معرکہ کربلا خاندان تیموریہ کا عروج و زوال وغیرہ وغیرہ قیمت وہی ڈھائی آنے (۰۲ر)

## شکوہ و فریاد

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم اے۔ اور مولانا سیماب اکبرآبادی کی دو مقبول خاص و عام نظمین خدا اور رسول خدا سے راز و نیاز و درد و پیش پریس کی چھپائی کا بہترین نمونہ قیمت وہی ڈھائی آنے (۰۲ر)

## اگر آپ یہ جاننا چاہتے ہین

کہ اگلے زمانے کے بزرگون کی مجالس مین کیا چرچے رہا کرتے تھے اور آجکل کے مشائخ نے کیا ڈگر اختیار کر رکھی ہے تو "بزم فرید" ملاحظہ کیجیے جسے ملا حاجی الواحدی نے سلطان الاولیا خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی کی بیمثل کتاب راحت القلوب سے ترجمہ کیا ہے ضخامت ۱۱۲ صفحے۔ قیمت آٹھ آنے (۰۸ر)

المشتہر

منیجر رسالہ نظام المشائخ درویش پریس کوچہ چیلان دہلی

# اسرار حکمت و اسرار الاطبار

یعنی بارہ سو کے قریب سینون کے مخفی رازون اور نایاب و مجرب نسخہ جات و اعمال کا ذخیرہ جو ہندوستان کے مشہور و معروف اور چوٹی کے ڈیڑھ سو کے قریب حکما و اطبا و اور دیدہ صاحبان کے خاندانون مین سلسلہ بسلسلہ و سینہ بسینہ چلے آتے تھے۔ اور جن کا اظہار کسی غیر شخص پر نہ کیا جاتا تھا۔ اسرار حکمت جلد اول اور اسکی جلد دوم موسومہ اسرار الاطبا مین درج ہوکر پبلک کے ہاتھون پہنچ گئے۔ ان نسخہ جات کے صحیح اور سریع الاثر ہونے کا ثبوت اس سے بڑھکر اور کیا ہوسکتا ہے۔ کہ اسوقت تک پانچ ہزار سے زائد نسخہ جات کا تجربہ ہوکر انکی تصدیق ہندوستان کے مشہور و معروف طبی پرچہ حکمت لاہور مین ایک ہزار سے زائد اصحاب کی طرف سے درج ہوچکی تھی۔ اسرار حکمت کی پسندیدگی اور عام مقبولیت کا اندازہ اس امر سے بخوبی ہوسکتا ہے۔ کہ مشاہیر اطبا اور ڈاکٹرون کے علاوہ پبلک کے سربرآوردہ اور معززین نے بھی اس سلسلہ کو خاص وقعت کی نگاہون سے دیکھا ہے۔ کیا کسی ایک کتاب پر آج تک تین ہزار سے زیادہ مشہور آدمیون کی طرف سے ریویو رائین اور تقریظین لکھی گئی ہین۔ ہندوستان کے موقر اور معزز اخبارون اور رسالون نے نہایت عمدہ ریویو کیے ہین۔ طب قدیم مین سب سے پہلا مفید کام اسے تسلیم کیا گیا ہے۔ فی الحقیقت اسرار حکمت نے طب قدیم کے سر سے بخل کا بھاری الزام دور کرکے ایسے مجربات شایع کیے جانے کا راستہ کھول دیا ہے ۱۹۰۷ء سے اس کتاب کو شایع کیے جانے کی کوشش ہوتی رہی۔ اسکے مؤلف جناب عمدۃ الاطبا حکیم مولوی محمد عبدالعزیز صاحب کامل ایل۔ ایم۔ ایس نے متواتر اپنے رسالہ حکمت مین توجہ دلا دلا کر اور خود سفر سے صعوبات اٹھا کر اکثر مشاہیر اطبا اور دیدہ صاحبان سے مل کر انھین قائل کرکے ایسے جواہر بیش بہا کو جمع کیا ہے جنکا حاصل ہونا کسی اور صورت سے ناممکن محض تھا۔ اس کتاب مین آپ قریب قریب ہر مرض کا وہ مجرب اور آسان نسخہ پاوینگے جو ہندوستان کے مشہور طبی خاندانون کے ساتھ وابستہ تھے طبیب اور غیر طبیب ہر ایک کے لیے مفید ہے اول تا آخر سہولیت کی غرض سے کئی کئی فہرستین شامل ہین۔

دعویٰ یہ ہے کہ آج تک کوئی ایسی کتاب۔ اس سے پہلے طبع نہین ہوی ہے۔

قیمت جلد اول عہ جلد دوم عہا ایک اٹھنک نصف قیمت جو لاگت سے بھی کم ہے یعنی ہر دو جلد عہ محصول وغیرہ ہم

ملنے کا پتہ

## منیجر کامل بک ایجنسی متعلقہ حکمت لاہور

طرفۃ العین میں پاک کر سکتے ہیں، ہم اس پہاڑی کے دامن میں کھڑے تماشا دیکھتے رہیں لیکن نہیں، یہ ہماری سپاہیانہ شان سے بعید ہے۔ اور کیا کہوں؟ بس ہم میں سے ہر شخص تھوڑا تھوڑا حصہ لے۔ اس طرح سارا کام سرانجام ہو جائے گا۔ ہاں تو شکار کے لیے کوچ کرنے کی سیٹی دو، یہ بھی کوئی لڑائی ہے تمہارا جوش و ولولہ دیکھتے ہی حریف کا پتہ پانی ہو جائے گا"

[گرانڈ میری آتا ہے

گرانڈ میری "اب کیا دیر ہے؟ ان زار و نزار جزیریوں کو نہیں دیکھتے کہ جان سے ہاتھ دھوئے ملک الموت کو بوسیدہ ہڈیوں کا ہدیہ پیش کرنے کے لیے باہیں ہیئت کذائی کھڑے ہوئے ہیں۔ اور اُنکے خراب حال وجود سے رزمگاہ کی رونق صبح گاہی پر بھی اوس پڑ گئی۔ اُنکی جھنڈیوں کے پھٹے پرانے پھریروں کو چھیڑ چھیڑ کر ہوا بھی اُن سے حقارت آلود خوش طبعی کر رہی ہے مریخ فلک نے اپنے لطف و انعام اُن پر بند کر دیے ہیں اور اُنھیں قہر بھری نگاہوں سے گھور رہا ہے۔ سوار کا ٹھیوں پر نہیں بیٹھے، بلکہ معلوم ہوتا ہے مجرم ہیں جو تختۂ صلیب پر لٹکے ہوئے ہیں۔ انکے غریب مرکبوں کو تو دیکھو اگردنیں ڈالے چپ چاپ کھڑے ہیں ٹانگیں، کمر اور پیٹھ کے بوجھ سے دبی جا رہی ہیں؛ بیچاروں کا ہڈی چمڑا ایک ہو گیا ہے آنکھوں میں موت کی زردی چھا گئی ہے اور اُن سے گیڈ اور چیتڑے رس رس کے رخساروں پر بہ رہے ہیں۔ لگام کے زنگ خوردہ چھلے چبائے ہوئے گھاس کے گندے لیپ سے لتھڑے ہوئے منہ میں پڑے ہیں؛ حریص ظالم کوّے سروں پر منڈلاتے پھرتے ہیں کہ یہ گرین اور ہم انکو نوچ نوچ کر مزے سے کھا جائیں۔ غرض انسان اور حیوان دونوں پر موت کا سناٹا چھایا ہوا ہے یہیں تو اس بے جوڑ لڑائی میں خاک بھی لطف نہ آئے گا ؎

پھانسی لگا رہی ہے اجل کیا بری طرح  اُلجھائے رشتہ ہائے امید دراز میں (کلیم طباطبائی)

سپہ سالار "وہ آخری دوگانہ تو ادا ہی کر چکے، بس اب موت کی راہ دیکھ رہے ہیں"

ڈافن "اچھا تو ہم اُنھیں کھانا کپڑا اور اُنکے گھوڑوں کے لیے دانہ چارہ کیوں نہ بھیجدیں۔ بعد میں لڑیں گے"

سپہ سالار "مجھے تو صرف اپنے گارد اور علم بردار کا انتظار تھا۔ خیر اب بڑھو۔ طبلچی سے جھنڈا لیے لیتا ہوں، جلدی میں یہی سہی چلو، بڑھو۔ آفتاب بلند ہو گیا ہے۔ ہم وقت کھو رہے ہیں۔

# سین تیسرا

## انگریزی کیمپ

[گلاوسٹر، بیڈفورڈ، ایگزیٹر، ونگھم مع اپنے پورے دستے کے، سالسبری اور ویسٹ مارلینڈ]

**گلاوسٹر** "بادشاہ سلامت کہان ہین؟"

**بیڈفورڈ** "معاینہ فوج کے لیے تشریف لیگئے ہین"

**ویسٹ مارلینڈ** "خیم کے پاس ساتھ ہزار لڑنے والے ہین"

**ایگزیٹر** "اس حساب سے ہم مین اور اُن مین ایک اور پانچ کی نسبت ہوی"

**سالسبری** "خدا مدد کرے عجب ڈھی دل سے مقابلہ پڑا ہے، خدا حافظ و نام تمھارا لے شہزادو مین اپنے رسالہ مین جاتا ہون اب اگر دوسرے عالم کے سوا ملاقات نہ ہو سکے تو میرے دوستو اور عزیزو اور سپاہیو تم سب کو میرا آخری سلام"

**بیڈفورڈ** "خدا حافظ، نیکدل سالسبری، خدا کا فضل و کرم آپ کے ساتھ رہے"

**ایگزیٹر** "وداع، مہربان لارڈ، الوداع آج خوب مردانگی کی داد دو۔ معاف فرمائیے، آپ سے یہ کہنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ آپ تو خدا اللہ سے مجسم جوش و تھور ہین" [سالسبری جاتا ہے

**بیڈفورڈ** "جسقدر اسمین مہر و الفت کوٹ کوٹ کر بھری ہوی ہے اُسی قدر شجاعت بھی۔ ان دونون خوبیون مین تو ڈوک شہزادہ کے ہے"

**ویسٹ مارلینڈ** "اس وقت جو لوگ وطن مین بیکار پڑے ہوے ہین کاش اُن مین سے اسوقت یہانی دس ہزار ہی موجود ہوتے"

**بادشاہ** "یہ کون ہے جو ایسی خواہش ظاہر کر رہا ہے؟ کیا بھائی ویسٹ مارلینڈ ہے؟ نہین پیارے عمائی ایسی دعا نہ مانگو۔ اگر ہم موت کا نشانہ بن گئے تو ہمارے وطن کے لیے یہی صدمہ کافی ہے اور اگر زندہ رہے تو خدا مین جسقدر کم ہون گے اُسی قدر زیادہ عزت حصہ مین آئے گی ۔ مرضی مولی از ہمہ اولی۔ نہین بھائی ویسٹ مارلینڈ کے لیے اب ایک آدمی کی بھی خواہش نہ کرو۔ مین سیم و طلا کا متوالا نہین ہون۔ نہ مجھے اسکی پروا ہے کہ میرے خوان کرم پر کتنے کھانے والے ہین، نہ مجھے اس کا رنج ہوتا ہے کہ لوگ میرا لباس پہنتے اور بچھاڑتے ہین، ہیی

ایسی معمولی باتیں میرے گوشۂ خیال میں ہار نہیں پاسکتیں، لیکن اگر عزت و ناموری کی حرص گناہ ہے تو دنیا بھر میں کوئی روح میری روح سے زیادہ گناہ گار نہ ہوگی نہیں بھائی، خدارا وطن سے ایک متنفس کی بھی آرزو نہ کرو خدا کی قسم مجھے یہ گوارا نہ ہوگا کہ کوئی نیا شخص آئے اور اُس عظیم نیکنامی اور شہرت میں شریک ہو جائے جسکے حصول کی مجھے آج قوی اُمید ہے۔ واللہ ایک شخص کی بھی آرزو نہ کرو۔ بلکہ جاؤ تمامی لشکر میں منادی کردو کہ جس کسی کو لڑائی کا دل گردہ نہ ہو وہ نوراً چلتا پھرتا نظر آئے۔ پروانہ راہداری اور زادِ سفر حاضر ہے۔ ہم اُس شخص کی ہمراہی میں مرنا پسند نہیں کرتے جو ہمارے پہلو بہ پہلو جان دینے میں ننگ و عار سمجھتا ہو آج کرسپین دن کی برسی ہے، آج جو زندہ رہے گا اور صحیح سلامت وطن کو واپس جائے گا۔ اس دن کا ذکر آتے ہی وہ خود فخر و ناز سے جامہ میں پھولا نہ سمائے گا۔ وہ فرطِ جوش سے کرسپین کا نام لے کر اُٹھ کھڑا ہوگا۔ ہاں وہ شخص جو آج کے روز زندہ ہے گا اور بڑی عمر پائے گا، ہر سال ایک شب پہلے اپنے پڑوسیوں کو دعوت میں بلائے گا اور کہے گا کہ کل کرسپین دن کا تہوار ہے" پھر وہ اپنی آستین اور دامن اُٹھائے گا اور اُنھیں اپنے داغ دکھا کر کہے گا کہ "یہ زخم میں نے آج ہی کے دن کھائے تھے" مانا کہ مُسن شخصوں پر نسیان کا زیادہ تسلط ہوتا ہے، وہ سب کچھ بھول جاتے ہیں، مگر نہیں وہ اسکو خوب یاد رکھیں گے کہ اُن سے آج کے روز کیا کیا کارنمایاں ظہور میں آئے تھے۔ ہمارے نام اُنکے وردِ زبان ہو جائیں گے محفل سرور و نشاط میں، دورِ ساغر کے ساتھ ساتھ، کنگ ہینری، بیڈ فورڈ، ایگزیٹر، وارک ٹالبٹ، سالسبری اور گلاوسٹر کے نام بار بار اُنکے بیٹوں پر آئیں گے نیک لوگ آج کے واقعہ کا ذکر اپنے بچوں سے قصہ کے طور پر سُنایا کرینگے اور یوم آخر تک آج کا دن نہ آئے گا مگر یہ کہ لوگوں کے دلوں میں ہماری جان ہم جنس خوش نصیب نفوس کی یاد تازہ ہو جایا کرے گی۔ آج کے دن جو میرے ساتھ خون بہائے وہ میرا بھائی ہے، وہ کیسا ہی رذیل کیوں نہو، یہ دن اُسے نجیب و شریف بنا دیگا اور وہ نجباء و شرفا جو اسوقت وطن میں بستر استراحت پر آرام فرما ہیں اپنے کو مردود و بدبخت سمجھیں گے اور کہیں گے کہ افسوس ہم بھی میدان جنگ میں کیوں نہ ہوئے اور اُس شخص کے سامنے جو آج کی لڑائی میں شریک ہونے کا فخریہ ذکر کرے گا، اُن پر حسرت و پشیمانی کا گھڑوں پانی پڑ جائے گا۔

[لارڈ سالسبری آتا ہے

**سالسبری**۔ جہان پناہ عجلت کو کام فرمایا جائے، غنیم نہایت پامردی کے ساتھ صف آرا ہو چکا ہے، اور قریب ہے کہ پوری شدت سے ہم پر آپڑے"

بادشاہ "دل آمادہ ہوں تو یہاں بھی کچھ دیر نہیں"

ویسٹ مارلینڈ "بجلی گرے اُس نامرد پر جسکا دل اس وقت پس و پیش کرتا ہو!"

بادشاہ "تو بھائی جان! اب تمھیں انگلینڈ سے اور کمک نہ آنے کی حسرت تو نہیں ہے؟"

ویسٹ مارلینڈ "خدا نہ کرے، جہان پناہ! صرف حضور اور یہ خانہ زاد ہی اس لڑائی کو سر کرنے کے لیے کافی ہیں"

بادشاہ "خوب! تو اب تم ان پانچ ہزار کی بھی ضرورت نہیں سمجھتے۔ مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے بہ نسبت اسکے کہ تم ایک شخص کی بھی کمک چاہو۔ تمھیں اپنے اپنے مقامات تو معلوم ہی ہیں، جاؤ خدا حافظ و ناصر"

[ ماؤنٹ جا آتا ہے

ماؤنٹ جا "اے بادشاہ ہینری میں ایک بار اور آیا ہوں، یہ دریافت کرنے کے لیے، آیا اب بھی جبکہ تیرا ستارہ غروب ہونے کو ہے، فدیہ مستخلص کرنے کو آمادہ ہے کہ نہیں سُن تو فقر ہلاکت کے اسقدر قریب آپہنچا ہے کہ اُسمیں تیرا اوندھے مُنھ گرنا یقینی ہے۔ ہمارے سالار عسکر کی یہ کچھ کم رحمدلی نہیں جو تجھے نصیحت کے طور پر یہ کہلا بھیجا ہے کہ اپنے سپاہیوں کو اس آخری گھڑی میں توبہ کرنے کی ہدایت کرے، تاکہ اُنکی روحیں لطیف و سبکبار ہو کر اس میدان سے بخیر و خوبی پرواز کر جائیں، جہاں کہ اُنکے تیر و شمشیر سے گھائل جسم گڑھے تک کو محتاج رہیں گے"

بادشاہ "یہ کمی تجھے کس نے بھیجا ہے؟"

ماؤنٹ جا "میرے سالار نے"

بادشاہ "اے برادر کرم میرا پہلا جواب اُسے بھی پہنچا دیجیے۔ اُس سے کہو ایسا ہی ہے تو مجھے اپنے قابو میں لاکر میری ہڈیوں کو کیوں [illegible] ۔ خدائی پناہ! آخر ہم غربت زدوں کو دل لگی میں کیوں اڑایا جاتا ہے؟ وہ شخص بھی عقل کا پورا تھا کہ ابھی شیر قابو میں آیا نہیں، لگا اُسکے پام کے دام چکانے، اور جب شکار کو گیا تو خود شکار ہو گیا! یہ میں یقین و وثوق سے کہتا ہوں کہ میری فوج میں سے اکثر کو اپنے ہی وطن میں قبریں نصیب ہونگی، جن پر آج کے واقعہ کی شہادت دینے کے لیے برنجی کتبے نصب کیے جائینگے۔ برعکس اسکے وہ، جو مردانہ وار جان دے کر اپنی لاشوں کو فرانس میں چھوڑ جائیں گے، خواہ تم اُنکو غلیظ کوڑیوں ہی میں کیوں نہ گاڑ دو، وہاں بھی وہ مشہور ہوئے بغیر نہ رہینگے۔ آفتاب اپنی سیمین چادر سے اُنکی پردہ پوشی کرے گا اور اُنکے جوہر عزو شرف کو جذب کر کے آسمان شہرت پر جلوہ گر کرے گا اور اُنکے کثیف اجزا تمھاری آب و ہوا کو سم آلود کرنے کے لیے چھوڑ دے گا جسکے تعفن سے تمھارے ملک میں امراض سارید پھیل جائیں گے۔ دیکھو ہماری قوم کی افراط شجاعت کا یہ حال ہے

کہ مرنے پر بھی اُسکی مملکت فتار، اچھلتی گولی کی طرح ہتیروں کو نشانہ بنائے بغیر ٹھنڈی نہیں ہوتی! ہاں میں بھی فخر و تعلّی، بھرا لہجہ کیوں اختیار نہ کروں؟ جاؤ، کانسٹیبل سے کہدو، ہمیں مزدور سپاہی نہ سمجھنا، ہم مرد میدان ہیں۔ کیا ہوا اگر اشنا کو چ میں ہماری دردیوں کی چمک دمک اور ہمارے اسلحہ کی آب و تاب گرد و غبار اور خیمہ بوندی کی وجہ سے ماند پڑ گئی، ہماری ٹوپیوں پر اگر پروں کے طرّے نہیں تو سمجھ لو کہ ہمارا میدان سے اُٹھ کر جانا ناممکن ہے۔ وطن سے نکلے ایک مدت ہوئی اگر سفر کی سختی سے ہماری شکلیں ہوگئی ہیں تو کچھ پروا نہیں، ہمارے دل اُسی طرح ہلکے اور مضبوط ہیں۔ میرے سپاہی کہتے ہیں کہ "قبل اسکے کہ یہ دن رات کا لباس پہنے ہم اپنے آپ کو نئی پوشاک میں ملبوس پائیں گے"۔ اُن کو یقین ہے کہ فرانسیسی افسر اُنکے ہاتھ میں گرفتار ہونگے اور اُنکی زرق برق وردیاں چھین کر اُنھیں سپاہیانہ خدمت سے سبکدوش کر دینگے، اگر انھوں نے ایسا کیا، مجھے یقین ہے کہ خدا کے فضل سے وہ ایسا ہی کرینگے تو مطمئن ہوں میرا فدیہ جمع ہوگیا۔ اے قاصد تو بار بار زحمت میں کیوں پڑتا ہے؟ آئندہ فدیہ طلب کرنے کے واسطے نہ آنا میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم ہر طرح سے محروم رہوگے میں لڑتا لڑتا مر جاؤں گا مگر یہ ذلت اختیار نہ کروں گا۔ تمھاری امید کسی طرح پوری نہ ہوگی تمھیں کچھ نہ ملے گا، مگر میری مردہ لاش جو تمھارے کسی کام نہ آئے گی"۔

**ماؤنٹ جا** "بہت خوب میں رخصت ہوتا ہوں۔ اجازت ہو، اب آپ کسی قاصد کا پیام نہیں سنیں گے" [جاتا ہے

**بادشاہ** "مجھے خدشہ ہے کہ تو ایک بار اور فدیہ کے لیے آئے گا"

[ڈیوک آف یارک آتا ہے

**ڈیوک آف یارک** "حضور، غلام کو پیشگاہ لشکر کی کمان کا حکم ہو"

**بادشاہ** "بہادر ڈیوک، میں خوشی سے اجازت دیتا ہوں۔ سپاہیو، ہان بڑھو"

## سین چوتھا

میدان جنگ۔ الارم۔ قتل و غارت

پسٹل، فرنچ سولجر، اور لڑکا آتے ہیں

**پسٹل** "ڈال ہتھیار، کہتے کے پتے ڈال ہتھیار"

**فرنچ سولجر** "جا ہنٹی کو، ای میس جینٹل ہای ڈابونی کرالٹی"

پسٹل "کوالٹی ٹی کالمائی کسٹیورما! ابے کیا تو کسی شریف خاندان سے ہے؟ کیا نام ہے تیرا! بتا"

فرینچ سولجر "او سینورڈیو!"

پسٹل "اہا، سینورڈیو تو شریفوں کا سا نام معلوم ہوتا ہے۔ سُن میں کہتا ہوں، سینورڈیو سمجھ کے جواب دینا یا تو قیمتی بہا خیمت ہدیہ دینے کا وعدہ کر نہیں تو دیکھ یہ خنجر ہے ابھی پیٹ میں بھونکے دیتا ہوں"

فرینچ سولجر "اوپری نیز مزای ری کارڈی! ایئر پٹی ڈی موئی!"

پسٹل "دو موئی کافی نہیں ہے۔ میں چالیس موی لوں گا چالیس! نہیں تو ابھی تلوار کا ایک ایسا ہاتھ لگاتا ہوں کہ سر ٹھٹھا سا اُڑ جاے گا"

فرینچ سولجر "الیسٹ اِل امپاسیبل ڈی ای چیپیر لاورس ڈی ٹن براس؟"

پسٹل "براس، پیتل! حرامی پتے، ملعون، تو کے پیٹھے تو ہمیں پیتل دیتا ہے

فرینچ سولجر "او پارڈن نیر موی!"

پسٹل "ابے تو کیا بک رہا ہے! ایک ٹن موی دیتا ہے؟ لڑکے ادھر آ، اس ہمارے غلام سے پوچھ کیا نام ہے تیرا"

لڑکا "ایکوٹیز کمینٹ اپیلے وو اپی لی؟"

فرینچ سولجر "مانشیر لی فر"

لڑکا "کہتا ہے، میرا نام لی فر ہے"

پسٹل "ماسٹر فر! دیکھ میں نے تیری آنکھیں نہ پھوڑیں اور تیری کھال کھینچ کر بھس نہ بھرا تو پسٹل نام نہیں"

لڑکا "مجھے آنکھوں کی اور کھال کھینچنے اور بھس بھرنے کی فرانسیسی نہیں آتی"

پسٹل "اچھا تو اس سے کہہ مرنے کو تیار ہو جاے، میں ابھی اسکا کام تمام کرتا ہوں۔ یہ سمجھا کیا ہے"

فرینچ سولجر "کوڈٹ اِل مونشیر؟"

لڑکا "اِل می کمانڈی ڈی وو سن، ڈی رے، کو وو س نیبٹیس، وو س پیرٹ، کا سی سولڈٹ اِسی اِسٹ ڈس پوزی ٹاوٹ ٹے سیٹی ہیوری ڈی کوپر دوٹری گا رچی"

---

سلہ (حاشیہ متعلق صفحہ ۱۳۹ سطر ۱۳) پسٹل فرینچ سولجر کی زبان نہیں سمجھتا، فرینچ سولجر پسٹل کی زبان نہیں سمجھتا یہ اپنی گاتا ہے وہ اپنی گاتا ہے، اس پر مستزاد یہ کہ میں فرانسیسی سے بالکل نابلد محض قیاس کی بنا پر فرانسیسی کو اردو تلفظ میں لکھ رہا ہے غلطیاں ہوں گی اور ضرور ہوں گی اور بہت سی ہوں گی۔

پسٹل "اُدی کیپل گا جی پرمی فائی۔ اپنے گنوار کسی جگہ کے، جب تک تو ہیں اشرفیاں کھنکتی چمکتی اشرفیاں نہیں کرے گا تیری جان کی خیر نہیں"

فرینچ سولجر "اوجی ووس سپالائی، پورلی ایمرڈی ڈومی چار ڈومی شاجی شس جینٹل ہوم، ڈی بومی زن اگلانڈ والی ایٹ جی، دوس ڈونی، راے ڈوکس سینٹیس ای کس"

پسٹل "کیا مطلب ہے اسکا؟"

لڑکا "وہ عرض کرتا ہے کہ میری جان بخشی دو، میں بڑے گھر کا آدمی ہوں، اور کہتا ہے کہ میں دو سو کراؤن تم کو دوں گا"

پسٹل "کہو ہماری خفگی کم ہوگئی، اور تمھارا نذرانہ قبول کرتے ہیں"

فرینچ سولجر "پٹی، مونشیر، کوڈٹ ال؟"

لڑکا "این کوری کوپل ایسٹ کونٹری سوں ہوری مینٹ ڈی، پارڈنز آکن پرزنر فی ایں ہوا نیز پورپس ایکس کو دوس می ایوئیز، پروس ال ایسٹ کن ٹینٹ ڈی ووس ڈونرلا لبرٹی لی فرینچائز مینٹ"

فرینچ سولجر "سر میں جی نوکس جی دوس، ڈولی ملے ری مرسی مینسر، ایٹ جلی، می اکیٹ می ہیور وکس کوجی کس ڈوبی انیٹری لیس منیس ڈاون سٹی ولیسٹر، جی پن سی، لا پس پرٹو ولینٹ ایٹ ٹرلیس ڈیلینگو سینوڈا الانگ ٹیری"

پسٹل "لڑکے بیان تو کرو کیا کہتا ہے"

لڑکا "وہ گھٹنے ٹیک کر آپ کا ہزار ہزار شکریہ ادا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں بڑا خوش نصیب ہوں جو ایک ایسے نیک نفس شخص کے ہاتھوں میں گرفتار ہوا جو میرے خیال میں نہایت بہادر، دلاور اور انگریزوں میں نام آور ہے"

پسٹل "اگرچہ میں خونخوار ہوں، پر خیر اس دفعہ رحم سے کام لیتا ہوں۔ ہمارے پیچھے پیچھے آؤ"

لڑکا "سوئی دیز دوس لاگرانڈ کیپی تین [پسٹل اور فرینچ سولجر جاتے ہیں] میں نے ایک ایسے خالی دل سے ایسی اونچی آواز کبھی نہیں سنی تھی۔ واقعی یہ مثل سچ ہے 'تھوتھا چنا باجے گھنا' اس شیطان کے مرید سے بارڈلف اور نم کا دل گردہ زیادہ مضبوط تھا اور یہ تو بالکل کاٹھ کا اُلو ہے، وہ دونوں تو سولی پر نیند کے مزے اڑا رہے ہیں جو اس کا بھی یہی حشر ہونے والا ہے۔ اگر شامت اعمال اور عادت کے تقاضے سے کوئی چیز علانیہ چرا بیٹھا میں تو اسباب اور رسدخانہ والوں میں مل جاتا ہوں۔ دشمنوں کو اسکا علم ہو جاتا کہ رسدخانہ پر صرف لڑکوں کی تعینا تی ہے تو بس ہم تو کبھی کے انکے ہاتھ میں مقید ہو گئے تھے، [جاتا ہے

# سین پانچوان

## میدان جنگ کا ایک اور منظر

سپہ سالار فرانس، آرلینز، بوربن، ڈافن اور رام بورس

سپہ سالار "او دی ایبل!"

آرلینز "او سینیور! لے جو رالیٹ پر ڈو ٹاوٹ الیٹ پر ڈو!"

ڈافن "سمورٹ ڈی ماوائی! آہ سارا کھیل بگڑ گیا، آہ ہماری ساری عزت آبروئی میں ملگئی، ہم ہمیشہ کے لیے روسیاہ ہوگئے لے اقبال تو ہم سے کیوں منھ پھیرا چاہتا ہے؟" [ الارم

سپہ سالار "افسوس ہماری تمام صفیں ٹوٹ گئیں"

ڈافن "شرم! شرم! ہم اپنا گلا کاٹ کے کیوں نہ مرجائیں! اسے ہم انھیں کم بختوں کو بازی میں لگا رہے تھے!"

آرلینز "یہی بادشاہ تھا جس سے ہم نے فدیہ طلب کیا تھا"

بوربن "بس اب ہمارے واسطے سوائے شرم کے اور کچھ باقی نہیں رہا۔ آؤ پھر میدان میں چلو، مریں تو عزت سے کیوں نہ مریں اور جو اس وقت میرا ساتھ نہ دے گا، اُسے اختیار ہے، جائے! بے غیرت، شوم دیوث کی طرح آستانۂ غیر کا دربان بنے، اپنی پیاری بیٹی کا دامن عصمت رذیل ہاتھوں سے چاک چاک ہونا گوارا کرے"

سپہ سالار "اے بدنظمی! تو نے ہمیں تباہ کر دیا، بس اب ہم پر مہربانی کر۔ چلو ہم بھی مردوں میں جا سوئیں"

آرلینز "اب بھی ہماری بقیہ فوج اسقدر کثیر ہے کہ دشمنوں کو گھیر کے اُن کا دم خفا کر سکتی ہے، صرف تدبیر اور عمل درکار ہے"

بوربن "جہنم میں جائے تدبیر اور عمل۔ میں تو جاتا ہوں، رسوائی کی طولانی زندگی سے رشتۂ حیات کا منقطع ہونا بہتر ہے" [ جاتے ہیں

# سین چھٹا

## میدان جنگ کا ایک اور منظر

الارم۔ بادشاہ ہینری، اسماء، ایگزیٹر اور دیگر امراء

بادشاہ "بہادر ہمو طنو، ابتک تم نے جو کچھ کیا بہت خوب کیا، تاہم کام اتمام کو نہیں پہنچا۔ دیکھو ابھی دشمن میدان میں

ایگزیٹر "ڈیوک آف یارک نے حضور کی خدمت میں اپنی عقیدت مندی کا اظہار کیا ہے"

بادشاہ "ہم بزرگوار کیا وہ ابھی بقید حیات ہے؟ اس قلیل عرصہ میں میں نے دیکھا کہ وہ گھوڑے سے تین بار گرا اور تین بار سوار ہوا اور لڑا خود سے لے کر ممپیر تک لہولہان تھا"

ایگزیٹر "اب اُسی صف میں وہ بہادر سوار آرام کر رہا ہے۔ زمین اُسکے خون سے لالہ زار بنی ہوئی ہے۔ اُسکے زخمی پہلو میں نیزہ سے مرنے کے نشان کا ہار پہنے آل آف سفک بھی لیٹا ہوا ہے سفک پہلے جان بحق ہوا تھا اور جہاں کہ وہ لہو میں نہایا ہوا لیٹا تھا جب وہاں یارک کا گزر ہوا تو اُسکی عیسائی کو چوما۔ زخموں کے پھولوں پر جو اُسکے چہرہ پر جا بجا کھلے ہوئے تھے بوسہ دیا اور پھر چیخ مار کر کہنے لگا "سفک، میرے پیارے سفک ذرا اور توقف کر میری روح بھی سفر برزخ میں تیرا ساتھ دے گی۔ اے مبارک روح میری روح کے لیے تھوڑی سی دیر اور ٹھہر جا پھر دونوں مل کر ایک ساتھ پرواز کرنا جیسا کہ دونوں اس شاندار اور فیروزی بخت رزمگاہ میں ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو رہے ہیں" اُسکی زبان سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ میں نے اُسے تشفی اور دلاسا دیا۔ اُس نے سسکر کر اپنا ہاتھ میری جانب بڑھایا اور دبی آواز میں کہا کہ بادشاہ سلامت کو میرا آخری سلام پہنچا دینا۔ یہ کہہ کے وہ دوسری طرف مڑا اور اپنے آپ کو سفک کی لاش پر گرا دیا۔ اُسکے لبوں کو چومنے لگا، یہانتک کہ موت سے ہمکنار ہو گیا اور مرتے مرتے خوش حال پیمان محبت پر اپنے خون سے مہر کر گیا۔ اس مؤثر اور دلگداز منظر سے میرے قلب پر عجیب رقت طاری ہو گئی۔ میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ ضبط گریہ کی بہتیرا کوشش کی مگر بے سود۔

بادشاہ "یہ بات قابل ملامت نہیں ہے۔ یہ سُن کر خود میری آنکھوں میں بھی آنسو امنڈے آ رہے ہیں اور روکنا چاہوں بھی تو نہیں رُک سکتے [الارم]

سنو یہ الارم کیسا ہے! کیا فرانسیسی پھر جمع تو نہیں ہو گئے؟ اچھا تو عام حکم دیدو کہ ہر سپاہی اپنے اپنے قیدیوں کو فوراً قتل کر ڈالے" [جاتے ہیں

# سین ساتوان

## میدان جنگ کا ایک اور منظر

فلوئین اور گور

فلوئین "بیچارے حمالوں اور باربرداروں کو مار ڈالنا! یہ صریحاً اصول جنگ کے خلاف ہے۔ تم کیا کہتے ہو سکیا یہ حد درجہ

کی بات نہ تھی، نہایت شرمناک!

**گور**: افسوس ایک چھوکر بھی جیتا نہ چھوڑا۔ وہ نامرد فرانسیسی سوار جو میدان سے بھاگ گئے تھے، یہ اُن بدمعاشوں کی حرکت ہے۔ اور بھی سُنا تم نے؟ حضوری خیمہ سے بھی اکثر اسباب تو لے بھاگے اور باقی کو آگ لگا گئے۔ اس لیے بادشاہ نے تیا۔یون کے قتل عام کا حکم جو دیا بہت بجا کیا۔ کیا اچھا ہے ہمارا بادشاہ!"

**فلوئین**: "کیا تعریف ہو سکتی ہے بادشاہ سلامت کی؟ کیوں کپتان گور، وہ منماؤتھ میں پیدا ہوئے ہیں؟ اور اُس شہر کا کیا نام ہے جہاں ایکسٹر ڈی گرے پیدا ہوا تھا؟"

**گور**: "ایکسٹر ڈی گرے"

**فلوئین**: "واہ صاحب کہا، پگ، اور گریٹ، ایک ہی بات نہیں ہے پگ، یا مائٹی، یا ہیوج، یا میگنینی مَس، ان کے ایک ہی معنی تو ہیں اور اگرچہ اختلاف ہوا بھی تو یونان ہی سا ہوگا"

**گور**: "میں سمجھتا ہوں ایکسٹر ڈی گریٹ مقدونیہ میں پیدا ہوا تھا۔ اُسکے باپ کا نام شاید فیلقوس تھا"

**فلوئین**: "ٹھیک کہتے ہو۔ سکندر مقدونیہ ہی میں پیدا ہوا تھا۔ سُنو کپتان صاحب اگر تم دنیا کے نقشہ پر نظر ڈالو تو میں تمہیں بتلاتا ہوں کہ تمہیں بہت سی باتوں میں مثلاً محلِ وقوع وغیرہ وغیرہ میں منماؤتھ اور مقدونیہ مشابہ معلوم ہوگا۔ مقدونیہ میں ایک دریا ہے اور عین منماؤتھ میں بھی۔ منماؤتھ کے دریا کو وائی کہتے ہیں، مگر دوسرے دریا کا نام بھی تمہیں بتا دیتا ہوں۔ ذرا یاد رکھنا، موقت یاد نہیں آتا۔ زبان پر آ آ کر رہ جاتا ہے۔ تاہم بات ایک ہی ہے جیسا میرے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں کے برابر ہیں۔ یہ کہنے کی تو ضرورت ہی نہیں کہ دونوں دریاؤں میں مچھلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اگر تم سکندر مقدونیہ کے حالات پر غور کرو تو ہمارے بادشاہ ہینری کے حالات سے بہت ملتے جلتے پاؤ گے۔ سکندر سے خدا کو معلوم ہے اور تم بھی جانتے ہو کہ سکندر نے غصے اور غیظ اور غضب اور طیش اور خفگی اور تنہ اور ناراضی اور رنجش کی امریں برہم اور برافروختہ ہو کر اپنے سب سے بڑے دوست کلائی ٹس کو مار ڈالا..."

**گور**: "تو ہمارے بادشاہ کو اس بات میں سکندر سے بالکل مشابہت نہیں ہے۔ اس نے کبھی اپنے کسی دوست کو قتل نہیں کیا!"

---

لہ فلوئین چونکہ ویلش ہے حرف (B) اور (P) ایک انگریز کی طرح ادا نہیں کر سکتا۔ اسی لیے Pig کو Big اور Magnanimous کو Magnanimous کہتا ہے اور اکثر الفاظ کو بے محل بول جاتا ہے جیسا کہ اصل ڈراما دیکھنے والے ہی پا سکتے ہیں۔ ہو سکتا تھا کہ فلوئین کو پنجابی یا پوربی اسٹرلر دیکھی فقرہ کو پنجابی یا پوربی لہجہ میں ترجمہ کیا جاتا۔ مگر بالفعل میں ایسا کرنے سے بوجوہ قاصر رہا۔ آئندہ ایڈیشن میں اگر سمجھ آگیا تو فلوئین سے پوربی میں اسکے ہم پنجابی میں اور لڑکے سے دکنی لہجہ میں بات کرائیں گے۔ دیکھا؟

**فلولین** "پہلے پوری بات تو سن لو! ابھی میں نے گفتگو ختم نہیں کی کہ تم سے بیچ میں کود پڑے۔ میں تو صرف دونوں میں مقابلہ کر رہا ہوں۔ اچھی باتوں کا بھی بُری باتوں کا بھی۔ ہاں تو جس طرح سکندر نے مستی اور نشہ کی حالت میں اپنے دوست کلائی طس کو مار ڈالا تھا، اسی طرح ہمارے بادشاہ نے بھی نہایت عقل و دانائی، مصلحت اور دور اندیشی، حزم و احتیاط کی حالت میں اُس شراب کے کپتے کے سے پیشوا نانٹے کو دربار سے نکال دیا وہ بڑا مسخرا، دلّگی باز، بذلہ معاش اور چٹکلا تھا میں اسوقت نام بھولتا ہوں اُسکا تمھیں یاد ہے؟"

**گور** "سر جان فل اسٹاف"

**فلولین** "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ مناؤتھ کی خاک سے بھی بڑے بڑے لوگ اُٹھے ہیں۔ عجب مردم خیز شہر ہے یہ"

**گور** "بادشاہ سلامت تشریف لا رہے ہیں"

الارم۔ بادشاہ مع ایک فوجی دستہ کے، ورک۔ گلاؤسٹر۔ ایگزیٹر اور دیگر اُمرا

**بادشاہ** "جب سے ما بدولت نے سرزمین فرانس پر قدم رکھا ہے اسوقت تک اپنی جانب کو غصہ نہیں آیا تھا۔ ہیرلڈ، دیکھو اس ٹیلے پر وہ غنیم کے بھاگے ہوئے سوار پھر جمع ہو گئے ہیں۔ سرپٹ جاؤ اور اُن سے کہو اگر لڑنا چاہتے ہو تو بسم اللہ آؤ۔ ورنہ فوراً میدان خالی کر دو تم لوگ ہماری آنکھوں میں کھٹک رہے ہو۔ اور اگر ان دونو باتوں میں سے تم نے کسی کی تعمیل نہ کی تو ہمیں اپنے سروں پر آیا سمجھو۔ ایک اشارہ میں یا تو تمھاری لاشیں زمین پر پڑی تڑپ رہی ہونگی یا تم بھاگ کر جان بچانے کی کوشش کرو گے اور رستہ نہ ملے گا" اور ہاں اُن سے یہ بھی کہہ دو کہ "اگر تم اپنی بات پر اڑے رہے تو جتنے اسیر ہمارے پاس ہیں، سب کی گردن ماردی جاے گی اور یہی نہیں بلکہ آئندہ جو قیدی ہمارے ہاتھ میں گرفتار ہوں گے کسی پر رحم نہ کیا جاے گا" جاؤ جتا دو اُن کو"

[ ماؤنٹ جا حاضر ہوتا ہے

**ایگزیٹر** "حضور قاصد فرانس پھر چلا آرہا ہے"

**گلاؤسٹر** "اسکی آنکھوں میں اکی خلاف معمول عجز و انکسار پایا جاتا ہے"

**بادشاہ** "قاصد، میں نے نہیں کہہ دیا تھا کہ میری لاش ہی میرا فدیہ ہے اب کیا ماجرا ہے؟ کس لیے آیا ہے کیا زر فدیہ کے لیے؟"

**ماؤنٹ جا** "نہیں اے اقبال مند بادشاہ میں فدیہ کے لیے نہیں آیا، بلکہ رحم و فیاضی کے لیے اجازت ہو کہ ہم اس خونریز رزمگاہ میں پھر کر اپنے مقتولوں کو ڈھونڈھیں۔ اپنے امرا و نامدار کو سپاہیوں سے الگ

لرین۔ اُن سب کو دفن کرین افسوس ہمارے لیے یہ دن کیسا منحوس تھا! ہمارے اکثر شہزادے دہقانون اور سپاہیون کے خون مین آغشتہ و غلطان پڑے ہین اور گمنام لشکریون کے کثیف جسم شہزادون کے خون مین رنگین ہین۔ تیغ زخم خوردہ گھوڑے صدمۂ جراحت سے بے تاب ہوکر قتل گاہ مین دوڑ رہے ہین اور اپنے مردہ سوارون کو تاپون سے روندے ڈالتے ہیں۔ اے اقبال مند و فاتح بادشاہ ہم کو اجازت عطا فرما کہ ہم بے خدشہ اپنی لاشون کو جمع کرلین اور اُنھین جلد سنگوادین۔"

**بادشاہ** "قاصد، پہلے یہ تو معلوم ہو کہ فتح ہماری ہے یا نہین۔ دیکھو بھی تمھارے بہت سے سوار وہ میدان مین گھوڑے گراتے پھرتے ہین اور ہمین گھور گھور کے دیکھتے جاتے ہین۔"

**ماونٹ جا** "جہان پناہ، میدان حضور ہی کے ہاتھ رہا۔"

**بادشاہ** "شکر ہے اُس مالک الملک کا۔ یہ اُسی کی تائید و توفیق شامل حال تھی جو ہمین فتح حاصل ہوی! اور ہم کیا چیز تھے! وہ گاؤن جو سامنے دکھائی دے رہا ہے کیا نام ہے اُسکا؟"

**ماونٹ جا** "حضور اسے ایجن کورٹ کہتے ہیں۔"

**بادشاہ** "اچھا تو ہم بھی اس جنگ کو معرکۂ ایجن کورٹ کے نام سے موسوم کرتے ہین۔"

**فلولین** "حضور کے جدِ امجد، جنکو زمانہ جانتا ہے اور حضور کے عم بزرگوار، بلیک پرنس آف ویلز، جیسا کہ مین نے تواریخ مین دیکھا ہے، اُنھون نے بھی اسی فرانس مین بڑے بڑے معرکے مارے ہین۔"

**بادشاہ** "ایسا ہی ہے فلولین۔"

**فلولین** "اور واقعی یہ سبزہ حضور جہان پناہ کو یاد ہوگا ایک باغ مین ہم اہل ویلز نے بڑی خدمت کی تھی۔ اور گندنہ جو وہان اُگا ہوا تھا، سب نے طرّہ کے طور پر اپنی اپنی ٹوپیون مین لگا لیا تھا۔ اور حضور کو معلوم ہی ہے کہ یہی گندنہ آج تک ہم لوگون کا قومی نشان ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ حضور ٹی یو ڈوی کی تقریب مین گندنہ کے استعمال کو برا نہین سمجھتے۔"

**بادشاہ** "میں اسے قابل یادگار اعزاز سمجھتا ہون کیونکہ میرے اچھے ہموطن، تم جانتے ہو کہ مین بھی ویلش ہون۔"

**فلولین** "یہ تو میں ضرور کہون گا، دریاے وائی کا تمام پانی حضور کے ویلش خون کو جہان پناہ کے بدن سے نہین دھو سکتا خدا اس میں برکت دے اور اسکی حفاظت کرے۔"

**بادشاہ** "میرے ملکی بھائی، تمھاری مہربانی اور دعا کا شکریہ۔"

فلولین "مسیح کی قسم ہے، حضور کا ہم وطن ہون کوئی واقف نہ ہو تو کیا پروا۔ مین دنیا بھر کے سامنے اس کا اقرار کرتا ہون۔ خدا کا شکر ہے کہ حضور انور کی ذات قدسی صفات میرے لیے باعث شرمندگی نہیں ہو سکتی۔ اس وقت تک کہ حضور شرافت اور ایمان کے راستہ پر ہون"

بادشاہ "خدا مجھے اسی راستہ پر قائم رکھے۔ ہمارے پرچہ نویس بھی انکے ساتھ جائین اور ہمین بتائین کہ دونون جانب سے کتنے سپاہی کام آئے: ادھر بلاؤ اُس شخص کو" (ولیم کورٹ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ پرچہ نویس رو ہاؤنڈ جا کے جاتے ہین)

ایگزیٹر "میان سپاہی، بادشاہ سلامت یاد فرماتے ہین"

بادشاہ "اے سپاہی تو نے یہ اپنی ٹوپی مین دستانہ کیون لگا رکھا ہے؟"

ولیم "حضور یہ ایک شخص کی نشانی ہے جو اگر زندہ ہوا تو مین اُسکے ساتھ لڑون گا"

بادشاہ "کیا وہ کوئی انگریز ہے"

ولیم "حضور کیا عرض کرون، وہ بڑا بدمعاش معلوم ہوتا ہے۔ خواہ مخواہ رات مجھ سے اُلجھ پڑا۔ زندہ ہوا اور کبھی اس دستانہ کا دعویٰ کیا تو مین نے جی قسم کھائی ہے کہ بچا کے ایک ایسی دھول رسید کرون گا کہ سر پلپلا ہو جائے گا۔ یا اگر مین نے اپنا دستانہ اسکے پاس دیکھ لیا، جیسا کہ اُس نے قسم کھائی ہے کہ اگر سپاہی ہوا تو ضرور ٹوپی مین لگاؤن گا تو خوب ہی اُس کی گت بناؤن گا"

بادشاہ "کپتان فلولین صاحب، آپ کا کیا خیال ہے آیا مناسب ہے کہ یہ شخص اپنی قسم کو پورا کرے"

فلولین "اگر اس نے اپنی قسم پوری نہ کی، تو حضور میرے خیال مین اس سے بڑھکر کوئی نامرد اور بودا نہ ہوگا"

بادشاہ "اچھا اگر اسکا حریف عالیخاندان اور بڑے مرتبہ والا ہو تو"

فلولین "مرتبہ اور بڑائی مین چاہے وہ شیطان کا ہمسر اور نمرود اور فرعون کا خانی کیون نہ ہو، پھر بھی حضور اُسپر واجب ہے کہ اپنے عہد کو ایفا کرے اور اپنے قول سے نہ پھرے اور اگر اُس نے عہد شکنی کی تو یقین فرمائیے حضور، وہ دنیا بھر کے رذالون کا سردار اور اُس کی پیشانی پر ہمیشہ کے لیے کلنگ کا ٹیکا لگ جائے گا اور گردن مین بزدلی کا طوق پڑ جائے گا"

بادشاہ "اچھا بھئی جو تعین وہ شخص مل جائے تو اپنی قسم ضرور پوری کرنا"

ولیم "ایسا ہی ہوگا حضور مجال ہے کہ بات مین فرق آنے پائے ع قول مردان جان دارد"

بادشاہ "تم کس کے ماتحت ہو"

**ولیم** "کپتان گوور صاحب کے ماتحت حضور"

**فلولین** "گوور بہت قابل افسر ہے اور فنون حرب مین اُسے بڑی دستگاہ حاصل ہے"

**بادشاہ** "سپاہی اُنھین ہمارے پاس بلا کر لاؤ"

**سپاہی** "بہت خوب حضور" [جاتا ہے

**بادشاہ** "سنو کپتان فلولین، تو یہ میری خاطر اپنی ٹوپی مین رکھ لو۔ جب ایلنسان اور مین لڑتے لڑتے گر پڑے تھے تو مین نے اُسکے خود سے یہ دستانہ اُتار لیا تھا۔ اب اگر کوئی شخص اسے تمھارے پاس دیکھے اور تمھین ٹوکے تو وہ یقیناً ایلنسان کا دوست اور مابدولت کا دشمن ہے۔ اگر اُس سے تمھاری مٹھ بھیڑ ہوجاے اور تمھین ہم سے محبت ہے تو اُسکی خوب خبر لینا"

**فلولین** "حضور! ایک غلام کے حق مین یہ بڑے اعزاز اور فخر کی بات ہے اور ہمیشہ غلام کی دلی تمنا یہ رہی ہے کہ حضور کسی آزمائش سے غلام کی عزت افزائی فرمائیں۔ بھلا میں بھی تو دیکھون وہ کون مسخرا ہے جو اس دستانہ کو دیکھکر آپے سے باہر ہو جاے۔ مین ابھی جاتا ہون اور اُسکا کھوج لگاتا ہون"

**بادشاہ** "تم گوہ کو بھی جانتے ہو؟"

**فلولین** "حضور، وہ تو میرا بڑا دوست ہے"

**بادشاہ** "اچھا تو جاؤ اور اُسے تلاش کرکے ہمارے پاس لاؤ"

**فلولین** "جاتا ہون" [جاتا ہے

**بادشاہ** "نواب وارک صاحب، اور بھائی گلاؤسٹر۔ دیکھو سایہ کی طرح فلولین کے پیچھے پیچھے لگے رہو۔ دستانہ جو مین نے اُسے اعزاز کے طور پر دیا ہے، عجب نہین جو اُسکے سر پر کوئی دھول ریکرادے۔ یہ اُس سپاہی کا ہے۔ حسب قرارداد چاہیے تو یہ تھا کہ مین خود ٹوپی مین لگاتا۔ بھائی وارک جاؤ ساتھ ساتھ جاؤ۔ اگر اُس سپاہی کی فلولین سے بھڑ پ ہوجاے اور دونون مین مار پیٹ تک نوبت آئے۔ کیونکہ اُس کی جاہل اور اکھڑ طبیعت سے مین سمجھتا ہون وہ اپنا کہا ضرور کرے گا؛ تو مفت مین خون خرابہ ہوجاے گا۔ فلولین ہے بہادر اور پرجوش مزاج مین بارود کی سی تیزی ہے: کوئی ایک مارے گا تو دو کھاے گا۔ دیکھو بات بڑھنے نہ پاے: چچا ایگزیٹر آپ ہمارے ساتھ رہیے"

# سین آٹھوان

## خیمۂ کنگ ہینری کے روبرو

گور اور ولیم

ولیم "کپتان صاحب، لو مبارک ہو آج آپ نائٹ بنتے ہین"

[ فلولین آتا ہے

فلولین "خدا کی مشیت اور خوشنودی کے قربان جایئے۔ اجی کپتان صاحب، قدم بڑھاکر چلیے یقین مانو ایک ایسی خوشی آپ کا انتظار کر رہی ہے جو آپ کے خواب خیال مین بھی نہ ہوگی"

ولیم "جناب عالی، کیا آپ اس دستانہ کو جانتے ہین؟"

فلولین "دستانہ کو جانتے ہو، خوب! عجب سوال ہے! مین جانتا ہون، دستانہ دستانہ ہوتا ہے"

ولیم "اسے مین ہی خوب جانتا ہون، اور دیکھیو یون طلب کرتا ہون" [ ایک دستول لگاتا ہے

فلولین "قسم مسیح کے خون کی! بڑا نامعقول ہے یہ شخص۔ فرانس اور انگلینڈ اور دنیا بھر مین ایسا بدمعاش نہوگا"

گور "یہ کیا حرکت تھی تمھاری؟ گستاخ!"

ولیم "کیا آپ چاہتے ہین مین اپنی قسم پوری نہ کرتا"

فلولین "آپ تکلیف نہ فرمایئے، کپتان صاحب، دیکھو تو مین اس گستاخی کا کیا مزہ چکھاتا ہون اسکو۔ یہ باغی ہے"

ولیم "مین باغی نہین ہون"

فلولین "جھوٹ کہتا ہے جھوٹ، مین تجھے بادشاہ سلامت کے نام سے ملزم قرار دیتا ہون۔ اسکو گرفتار کرلو! یہ ڈیوک ایلنسان کا دوست ہے"

[ وارک اور گلاسٹر آتے ہین

وارک "ٹھہرو، ٹھہرو، کیا معاملہ ہے؟"

فلولین "مائی لارڈ وارک، خدا کا شکر کرنا چاہیے کہ اس وقت ایک بڑی سازش آشکارا ہوئی ہے۔ یہ بادشاہ سلامت بھی تشریف لا رہے ہین"

[ بادشاہ اور ایگزیٹر آتے ہین

بادشاہ "کیا ماجرا ہے؟"

**فلولین** "حضور ذرا اس بدمعاش باغی کو تو ملاحظہ فرمائیے۔ جو دستانہ جہان پناہ نے ایلسان کے خود سے اُتارا تھا کہتا ہے کہ میرا ہے"

**ولیم** "حضور یہ میرا دستانہ ہے، ملاحظہ ہو۔ دوسرا بھی دیکھا جسکو میں نے یہ دستانہ مبادلے میں دیا تھا اُس نے عہد کیا تھا کہ اپنی ٹوپی میں لگا کر نکلوں گا۔ اور میں نے عہد کیا تھا کہ اگر اُس نے ایسا کیا تو میں اُسکے دھول لگاؤں گا۔ اچھا تو اب میں نے اس شخص کو اپنا دستانہ ٹوپی میں لگائے دیکھا اور جو میں نے کہا تھا وہی کیا"

**فلولین** "جہان پناہ نے سماعت فرمایا یہ کیسی بک بک ہے۔ آخر یہ گیدی کس درجہ کا سفلہ کذاب بدمعاش اور پاجی ہے! کیا حضور میری شہادت اور گواہی نہیں دینگے۔ اور حلف نہیں اُٹھائینگے کہ یہ ایلسان کا دستانہ ہے جو حضور انور نے اس غلام کو دیا تھا۔ اب حضور کے ضمیر منیر پر اسکا فیصلہ ہے"

**بادشاہ** "سپاہی (یہ دستانہ مجھے دے دیکھ یہ اسکے ساتھ کا ہے) اصل میں یہ اپنی جانب ہی تھے جس سے لڑنے کا تو نے عہد کیا تھا اور تو اپنی جانب کے ساتھ نہایت تلخ بدکلامی سے پیش آیا ہے"

**فلولین** "پھر کیوں نہ اسکی گردن اُڑا دی جائے۔ قانون حرب بھی تو آخر کوئی چیز ہے نہ"

**بادشاہ** "ارے سپاہی تیرا کیا منہ ہے بیان تو کر"

**ولیم** "مائی لارڈ خطائیں وہ ہیں جو دل کے ایماء سے کی جائیں اور میرے دل سے ایسی کوئی خطا سرزد نہیں ہوئی جو حضور کی برہمی اور ناخوشی کا سبب ہو سکے"

**بادشاہ** "تو نے خود مابدولت سے بدزبانی کی"

**ولیم** "حضور اپنی اصلی شکل میں براہ نہیں ہوئے تھے بلکہ ایک معمولی شخص کے بھیس میں تھے۔ اگر جہان پناہ رات کی تاریکی اپنے لباس اور زرہ بکتر کا خیال فرمائیں تو حضور کو اس ہیئت میں جو ناگوار امور پیش آئے اُسکا باعث جہان پناہ خود اپنے کو ٹھہرائیں گے کیونکہ اگر در اصل حضور اُسی حیثیت کے شخص ہوتے، جیسا کہ میں نے حضور کو اُس وقت خیال کیا تھا تو میں نے کچھ قصور نہیں کیا۔ اسلیے امید ہے کہ حضور غلام کی غلطی سے چشم پوشی فرمائیں گے"

**بادشاہ** "چچا آگنیو! اس دستانہ کو لو اور نوکر سے کہکر اس شخص کو دے دو۔ سپاہی تا وقتیکہ میں اسے واپس طلب کروں اپنے پاس رہنے دو اور بطور علامت کے ٹوپی میں لگا کر چچا اسے کراؤنز دیدو۔ اور کپتان فلولین آپ کو اس سے صلح کر لینی چاہیئے"

**فلولین** "روز روشن کی قسم یہ شخص ہے تو بڑے دل گردے کا۔ یہ لے ۱۲ پنس تیرا انعام میں دعا کرتا ہوں کہ تجھ کو

## کتب مندرجہ ذیل میجر الناظر بک ایجنسی لکھنؤ سے طلب کیجیے

**المامون**۔ دوسرا حصہ مولانا شبلی کی مشہور تصنیف جسمین مامون رشید کے زندگی کے واقعات بڑے پیرایہ مین درج ہین قیمت عہ

**فلسفۂ ارزو و مزاج**۔ کے متعلق خواجہ حالی تحریر فرماتے ہین میرے نزدیک ہر متاہل اور غیر متاہل شخص کا فرض ہے کہ اس کتاب کو اول سے آخر تک دو بار پڑھے اور اسکی ہدایتون پر عمل کرے اور جس ہدایت پر خود نہ عمل کر سکے سمجھا ہوا اپنے متاہل دوستون اور عزیزون اور اُن نوجوانون کو جو عنقریب اس جوے کو اپنی گردن پر رکھنے والے ہین اُنپر عمل کرنے کی تاکید کرے کیونکہ یہ ہدایتین ماؤن اور بچون کی صحت اور آئندہ نسل کے لیے ایسی ضروری ہین کہ اُنسے کسی طرح غفلت نہین کی جا سکتی قیمت صرف عہ

**ریاض سحر**۔ شیخ امان علی سحر کا دیوان قیمت ... ۸ر

**دیوان سحر**۔ شیخ امداد علی صاحب سحر کا دیوان قیمت .. عہ

**دیوان وزیر**۔ خواجہ وزیر صاحب کا دیوان قیمت ۱۲ر

**دیوان صبا**۔ میر وزیر علی صاحب صبا کا دیوان قیمت ۸ر

**الاحسان**۔ جسمین لفظ صوفی کی تحقیق اور تصوف کی ابتدا اور اسکی رفتہ رفتہ ترقی کا ذکر کیا گیا ہے اور آخر مین تصوف کے تمام شعبون اور اسلام سے تطبیق اور اُسکی حقانیت کے اصول پر بحث کی گئی ہے قیمت ۸ر

**نظم نگارین**۔ حکیم سید ضامن علی صاحب جلال لکھنوی کا چوتھا دیوان ..... عہ

**نظم بے نظیر**۔ شمس العلماء ڈاکٹر نذیر احمد مرحوم کی نظمون کا دلچسپ مجموعہ قیمت ..... عہ

**اسرار رنگون**۔ رنگون کے باشندون کی معاشرت اور اخلاق کی حالت کا آئینہ قیمت عہ

**مرزا پھوپا علیگڈھ کالج** کے تعلیم یافتہ قدیم و جدید ہندی۔ اے کی ایک مزے دار نظم قیمت .... ۱ر

**خیالات آزاد ولایت** مین پڑھنے والے بیٹے کے دلچسپ خطوط اپنے پدر بزرگوار کے نام۔ مولانا آزاد کی عجیب و غریب دلکشی عبارستان مین نذر حسن کی مالیخولیا جنجال کونسل کی کارروائی اور دیگر مزہ دار مگر نتیجہ خیز مضامین قیمت عہ

**انشائے اُردو**۔ دلچسپ اور پُر از نصائح مکتوبات کا مجموعہ جس مین مولانا ذکا اللہ نواب محسن الملک اور ہندوستانی بیگمات کے خطوط ہین قیمت ..... ۸ر

**اُردو لشکر** (ترکیب بند) اُردو کی سرگزشت خود اُردو کی زبان سے نہایت دلچسپ پیرایہ مین زبان پاکیزہ قیمت ۴ر

**نبی جی کی خوشی**۔ زنانہ میلاد شریف لڑکیون اور بی بیون کے پڑھنے کے قابل قیمت فی جلد ..... ۱ر

**ایک نادان دوست** مصنفہ سر سید مرحوم۔ لڑکون اور اور **دنیا دار کی کہانی** لڑکیون چھوٹون اور بڑون سب کے پڑھنے کے قابل اسکے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلی نیکی کس کو کہتے ہین قیمت فی جلد ..... ۱ر

**آئینہ مشاعرہ**۔ مرزا غالب کی مشہور غزل (جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا) کی طرح پر بھوپال مین ایک عظیم الشان مشاعرہ ہوا جس کے واسطے ہندوستان کے تمام سامعہ نے نہایت زور دار غزلین لکھی ہین یہ اُسی کا پُر لطف مجموعہ ہے قیمت ۴ر

**حُسن تخیل**۔ حضرت ارشد تھانوی کی نیچرل نظمون کا لطیف مجموعہ مع تصویر مصنف ..... ۸ر

**بیاض ارشد**۔ موصوف کا ابتدائی کلام اور رنگ تغزل کے نمونے ..... ۴ر

**عروس سخن** مشہور شعرائے اُردو کی بہترین غزلون کا دلچسپ انتخاب ۱ر

**مرقع لیلےٰ و مجنون**۔ مرزا محمد ہادی ی۔ اے رسوا کا بےنظیر ڈراما قابل دید ہے ..... ۶ر

انکے علاوہ ہر قسم ہر علم و فن کی کتابین بھیجی جاتی ہین

# کتب مندرجۂ ذیل منیجر الناظر بک ایجنسی لکھنؤ سے طلب کیجیے

**مولانا آزاد دہلوی مرحوم کی تصنیفات**

دربار اکبری ... ے
سخندان فارس شعرائے
فارسی کا جامع و مفصل تذکرہ عمدہ
آبحیات مستند شعرائے اردو
کا تذکرہ تعریف سے بالاتر ... عمدہ
دیوان ذوق مرتبہ آزاد مع
مقدمہ و سوانح عمری ذوق عمدہ
نظم آزاد کل نظموں کا مجموعہ ۸
نیرنگ خیال ... استعارہ کے
لطیف مضامین ... ے
قند فارسی دیرین کی وجہ کی ضرورت ہمیشہ ۱۰
حال زبان ... ۸
نصیحت کا کرن پھول ۴
مکتوبات آزاد ... ۸
بیاض حسان ... زوجۂ آنجہ
شاہ اودھ کا دیوان ... عمدہ
دفتر شنگرف ... دہلی کے مغنیوں
شاعر نیم دہلوی کا پرلطف دیوان ۱۲
حکیم محمد علی کی لاجواب
قصائف
عبرت ... جان و بنو یا کا لطیف
قصہ نہایت دل کش تین حصہ ہے
اختر و سینہ ... عورتوں کی تعلیم

کسقدر چاہیے ... عمدہ پیرایہ میں
نتائج تعلیم ... دو حصے عمدہ
سبعفر و عباسہ ... ہارون رشید
کے زمانے کا قصہ پر درد نہ کرنے
کے بہت نتائج ... عمدہ
نیل کا سانپ ... لکھنؤ کے پیڑ
کی پر درد داستان کلیجہ تھام لوگے
جب سنوگے ... عمدہ
حسن سرور ... سیلے چیلے جانے کے
نقصانات لطیف طرز ادا کے
ساتھ کل تین حصے ... ہے
گلو رانثار حسین ... عقائد یونانیوں کے
سوانح عمری اکبر ... اکبر کے عہد
اور حالات مفصل حکومت کا بیان ۸
مسیحات عالم ... ۸
ابراہیم عصر ... ۸
دلچسپ لوہی ... اسلام کے ایک
جاہل فاتح علاؤالدین بلکندہ خلجی کا
طرز حکومت و حسن انتظام خوب عمدہ
آثار الصنادید ... سرسید مرحوم کی
نہایت مشہور و مستند تصنیف مع
نقشہ جات عمارت دہلی ... علمی
ترجمہ تاریخ فرشتہ ... نہایت مستند
و مفصل و معتبر تاریخ ... ے
قیصر التواریخ ... یعنی سوانح عمری
کی مبسوط و مکمل تاریخ ... علمی

اردو ترجمہ سیاحت نامۂ ابن بطوطہ
افسانوں کی طرح دلچسپ تمام گیارہ
کے تاریخی حالات ۲ جلدی ... عمدہ
ترجمہ تاریخ مصر ... یعنی مصری طرز
تمدن کا قابل دیدنو ... عمدہ
ترجمہ منتخب التواریخ ... علمی
عبدالقادر بدایونی کی مشہور تصنیف
کا اردو ترجمہ ... ... عمدہ
دلبستان مذاہب ... دنیا کے مختلف
مذاہب زبان فارسی ... عمدہ
سوانح عمری اورنگ زیب ... مصنفہ
محمد لطیف صاحب بی اے ۱۲
سوانح عمری اکبر ... اکبر کے عہد
اور حالات مفصل حکومت کا بیان ۸
شاہجہان نامہ ... شاہجہان بادشاہ
کے دور حکومت کے مفصل حالات سے
مطلع الشمس ... ترجمہ اردو
حسن الملک حکیم ... با تصویر عمدہ
فسانۂ پریخانہ ... انگلستان کی
معاشرتی و سیاسی زندگی کی
حالت قیمت ... عمدہ
مصائب غدر ... حالات غدر
مفصل ترجمۂ نوی مدیر مدینہ دہلی ۸
عالم سیاست ... انگلستان کے
مشہور فلسفی مصنف ملل کی کتاب

متعلق سیاست مدن یعنی سوسیٹی
حکومت اور سیاسی پر نہایت اور
مفصل بحث کی گئی ہے ... عمدہ
اعمال نامۂ روس یعنی روسیوں کے
تمدنی حالات اور معاشرتی کیفیات
اور سیاسی ترقیات کا صحیح نقشہ ۸ ہے
طلسم فرنگ ... انگریزوں کے عجیب
شعبدوں کا بیان ... عمدہ
عقل و شعور ... لڑکوں لڑکیوں
مردوں عورتوں کی تعلیم کے لیے
دلچسپ افسانہ کے پیرایہ میں نصائح
حکیمانہ و فلسفیانہ ایسے مزے سے چھوڑنے
کو جی نہیں چاہتا ... عمدہ
اردوئے معلی ... یعنی حضرت غالب
کے وقعات نثر طرز تحریر کے بے
مثل نمونے ... عمدہ
حوو بندی ... بشرح صدر ۸
اسٹرائٹر بعرون بنگالہ ... انگریزی
طرز پر اردو میں ترجمہ مخلوط نویسی ۸
وہ بہ امیری ... یعنی سوانح عمری امیر
عبدالرحمن خان امیر کابل عمدہ
آئین اکبری ... علامہ ابوالفضل کی
ضخیم تصنیف جس میں اکبر کی ذاتی
خوبیاں اور اس کے حالات و سوانح
عمری درج ہیں فارسی ... عمدہ

*

رجسٹرڈ نمبر ہوم اسٹنان اے ۴۷۸

# الناظر

جامعیست جہان نمائے ہر صفحہ درین

۱۳۲۷ھ

ایڈیٹر۔ ظفر الملک علوی

الناظر پریس چوک لکھنؤ

قیمت فی پرچہ ۴ر

قیمت سالانہ عجکر

# مشہور اساتذۂ اُردو کی کتابیں

**تصانیف مرزا غالب مرحوم**

| | |
|---|---|
| اردوے معلی | عہ |
| عود ہندی | ۱۰ر |
| دیوان غالب مع شرح حسرت | عہ |
| دیوان غالب انتخاب طبع ثانی | ۱۲ر |
| " قسم دوم | عہ |

**تصانیف سرسید احمد خان مرحوم**

| | |
|---|---|
| خطبات احمدیہ تقطیع کلان | ۷ے |
| " تقطیع خرد | عہ |
| آثار الصنادید | ۷ے |
| النظر فی بعض مسائل | ۱۲ر |
| سفرنامہ پنجاب | عہ |
| اسباب بغاوت | ۴ر |
| سیرۃ فریدیہ | ۰ر |
| مقالات سرسید | عہ |
| انشاء اللہ | ۱ر |
| بیک وقت خبر اخبار اور تاریخ کا کلنڈر | ۱ر |

**تصانیف مولانا حالی مرحوم**

| | |
|---|---|
| حیات جاوید | ۷ے |
| یادگار غالب | عہ |
| حیات سعدی | عہ |
| مجموعہ نظم حالی | ۸ر |
| مسدس حالی | ۸ر |
| شکوۂ ہند | ۲ر |
| مناجات بیوہ | ۲ر |
| الدین یسر | ۲ر |

**تصانیف مولوی نذیر احمد مرحوم**

| | |
|---|---|
| ابن الوقت | ۱۲ر |
| رویائے صادقہ | عہ |

| | |
|---|---|
| فسانہ مبتلا محصنات | ۱۰ر |
| ایامیٰ | ۱۰ر |
| الحقوق والفرائض جلد | للعہ |
| توبۃ النصوح | ۷ر |
| مراۃ العروس | ۵ر |
| بنات النعش | ۵ر |
| چند پند | ۴ر |
| منتخب الحکایات | ۴ر |
| اجتہاد | عہ |
| مبادی علمیہ | ۰ر |
| مصائب عذر | ۸ر |
| مجموعہ نظم بے نظیر | عہ |
| موعظۂ حسنہ | ۱۰ر |

**تصانیف مولوی محمد حسین آزاد مرحوم**

| | |
|---|---|
| آب حیات | عہ |
| دربار اکبری | ۷ے |
| سخندان فارس | عہ |
| نیرنگ خیال | ۷ر |
| نظم آزاد | ۸ر |
| قند پارسی | ۸ر |
| نصیحت کا کرن پھول | ۴ر |
| سیاکت سنہاکت | ۸ر |

**تصانیف مولانا شبلی نعمانی مرحوم**

| | |
|---|---|
| الفاروق | عہ |
| الغزالی | عہ |
| المامون | عہ |
| سیرۃ النعمان | عہ |
| سوانح مولانا روم | عہ |
| علم الکلام | عہ |

| | |
|---|---|
| الکلام | عہ |
| سفرنامہ شام روم و مصر | عہ |
| رسائل شبلی | ۱۲ |
| مقالات شبلی | عہ |
| اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر قسم اول | عہ |
| " قسم دوم | ۸ |
| بیان خسرو | ۱۰ |
| مثنوی صبح امید | ۱۴ر |
| کتبخانہ اسکندریہ | ۵ر |
| اسلامی حکومت | ۱۰ |
| زیب النسا | ۲ |
| جہانگیر | ۲ر |
| دیوان شبلی (فارسی) | ۸ |
| بوے گل | ۲ |
| دستہ گل | ۲ر |

**تصانیف مولوی محسن الملک مرحوم**

| | |
|---|---|
| کتاب المعارف | عہ |
| مسلمانوں کی تہذیب | ۴ر |
| مطلع العجائب | عہ |
| مسلمانوں کی تنزلی کا | |
| اونکے تنزل کے اسباب | ۸ر |

**تصانیف مولوی عبدالحق کانپوری**

| | |
|---|---|
| البرامکہ | عہ |
| نظام الملک طوسی | عہ |

**تصانیف مولانا شہری مرحوم**

| | |
|---|---|
| حیات انیس | عہ |
| الیشیائی شاعری | عہ |
| نور جہان | ۸ |
| ٹیپو سلطان | ۸ر |
| حیدر علی سلطان | ۱۲ر |

| | |
|---|---|
| اردو کا گلدستہ | ۴ر |
| ہفتہ ہاے جدید آباد دکن | ۸ر |

**تصانیف خلیفہ محمد حسین مرحوم**

| | |
|---|---|
| تاریخ سیر سیاست | عہ |
| تاریخ پنجاب | عہ |

**تصانیف مولانا اہل حیدر تبوی**

| | |
|---|---|
| حیات سعدی | عہ |
| حیات حافظ | عہ |
| حکام عرب | ۱۴ر |
| خواتین | ۴ر |
| حیات جامی | ۸ر |

**تصانیف حافظ عبدالرحمن امرتسری**

| | |
|---|---|
| سفرنامہ بلاد اسلامیہ | ۲ر |
| الصدیق | ۸ |
| الفاروق | ۸ |

**تصانیف مولوی عبدالباری**

| | |
|---|---|
| کتاب الاخلاق | ۴ر |

**تصانیف مولوی عبدالحق بکرآبادی**

| | |
|---|---|
| کلیات نظیر اکبرآبادی | ۵ے |
| زندگانی بے نظیر | عہ |

**تصانیف مولوی الحسن کرآبادی**

| | |
|---|---|
| معلم السیاست | عہ |
| تاریخ مصر جدید | عہ |

**تصانیف مولوی اصباح الدین عبدالرحمن**

| | |
|---|---|
| الہارون | عہ |
| محاسبہ فرانس و پرشیا | عہ |
| مصباح الادب | ۸ |
| تصانیف خواجہ الطاف حسین حالی پانی پتی | |
| معیار الاخلاق | ۱۲ |
| تربیت اولاد | ۴ |

الناظر بک ایجنسی چوک، لکھنؤ۔

# الناظر

نمبر ۵۴ جلد ۹ | بسم اللہ الرحمن الرحیم | یکم دسمبر سنہ ۱۹۱۳ء

## علم اقتصاد (پولیٹیکل ایکانومی)

علم اقتصاد کی عظمت کا کوئی صحیح اندازہ اُسوقت تک نہیں کیا جا سکتا جبتک خاص اس ملک کے تعلیم یافتہ حضرات حصول دولت و ثروت میں یا اپنی جائداد ون اور املاک کے انتظام اور اپنے روپیہ کے استعمال میں اس مفید و کارآمد علم سے کام نہ لیں تاہم اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ممالک متحدہ یورپ و امریکہ کے باشندون کو اس فن کی تدوین و اشاعت اور اُسکے اصول و فروع کے مطابق عمل درآمد سے جو فوائد و منافع حاصل ہوئے ہین اُنکے لحاظ سے ہمارے لیے ضروری ہے کہ اُسکی اشاعت عام کرنے اور اُسے ملکی زبان کا لباس پہنانے مین پوری جدوجہد کرین خصوصاً اس وجہ سے کہ آج جو گروہ سب سے زیادہ ان اصولون کی ہدایت و رہنمائی سے تمتع ہو سکتا ہے وہ عام طور پر اُسی طبقہ سے تعلق رکھتا ہے جس کو مغربی زبانون سے کوئی بہرہ حاصل نہین ہے۔

اُردو مین چند سال ہوے ایک کتاب اس فن کے تعلق ہمارے مشہور قومی شاعر پروفیسر شیخ محمد اقبال نے شائع کی تھی لیکن کچھ تو اس سبب سے کہ بحث نیا تھا اور کچھ اس وجہ سے کہ ہماری زبان اصطلاحات جدیدہ کا مفہوم ادا کرنے سے ایک بڑی حد تک قاصر تھی اُس کتاب کو وہ مقبولیت حاصل نہوی جو ڈاکٹر اقبال کے سے ماہر اقتصادیات بزرگ کی تصنیف کو ہونا چاہیے تھی۔ اب ہمارے کرم فرما جناب مرزا مہدی خان نے جنکے کمالات سے ناظرین الناظر بخوبی واقف اور ایک حد تک بہرہ اندوز ہو چکے ہین ایک کتاب مدون کرنا شروع کی ہے اور نمونہ کے طور پر اُسکے چند اجزا ہمارے پاس بغرض اشاعت ارسال فرمائے ہین جو نہایت دلی شکرگزاری کے ساتھ درج ذیل کیے جاتے ہین امید ہے کہ مطالب کو سلاست اور صفائی سے بیان کرنا اور اصطلاحات علمیہ کے لیے مناسب الفاظ اختراع کرنا جسقدر دشوار ہے اُسکے لحاظ سے یہ کہنا غالباً نامناسب نہوگا کہ لائق مصنف کو اس مشکل سے عہدہ برآ ہونے مین پوری کامیابی حاصل ہوی ہے۔ ہم امید کرتے ہین کہ کتاب کی طباعی اور اشاعت سے قبل اُسکے بعض دوسرے اجزا بھی ناظرین الناظر کی ضیافت طبع کے لیے ہمین عنایت ہون گے

ایڈیٹر

علم اقتصاد ایک نہایت مفید اور کارآمد علم ہے جس سے ہر شخص کو باخبر رہنا چاہیے۔ لہذا ہم اس علم کے تین معظم قوانین۔ تولید ثروت و تقسیم ثروت اور مبادلہ کا بطور مختصر بیان لکھینگے۔ اس علم کی کتابوں کا بڑا حصہ ان ہی تینوں قوانین پر مشتمل ہے۔ باقی حصہ میں ان قوانین کے استعمالات۔ رواج۔ سکہ۔ تجارتی اعتبار۔ ممالک غیر کے ساتھ تجارت وغیرہ کے بیانات کے علاوہ وہ مضامین جن کا تعلق سرکار سے ہے جیسے ٹکس قوانین محاجان آزادی تجارت سلطنتی یا ملکی قرض۔ قوانین وراثت و شراکت و دوالیہ و ساہوکار وغیرہ درج ہیں لیکن ہم بالفعل ان ہی تینوں قوانین اصول معظم سے بحث کرینگے۔ امید ہے کہ اس رسالہ کے مطالعہ سے ناظرین کو فائدہ پہنچیگا۔ یہ وہ مسائل ہیں جن کی اس وقت ہماری قوم کو شدید ضرورت ہے۔ کوئی قوم بغیر تجارت کے ترقی نہیں کرسکتی ہے۔ و بغیر اس علم کے جاننے کے تجارت۔ ساہوکار و ذخیرہ چل نہیں سکتے ہیں یعنی ان میں کامیابی کی کمتر امید رہتی ہے۔ صحیح تجارتی اور مالی اصول کی بنیاد علم اقتصاد پر قائم ہے۔ اس مختصر تمہید کے بعد اب ہم اصل مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

## پولیٹکل ایکانومی یعنی علم ثروت کے معظم قوانین

۱۔ پولیٹکل ایکانومی یعنی علم ثروت وہ علم ہے جسمیں ثروت یعنی دولتمندی کے اصول سے بحث کی جاتی ہے۔ اور یہ بحث اسی طور پر باقاعدہ اور منظم ہے جیسے کہ علم حساب جبر و مقابلہ میں اعداد سے یا ہندسہ میں اجادے یا کمسٹری میں اشیاء بسیط اور انکے مرکبات سے۔ یا فزیولوجی میں اجسام زندہ کے افعال سے۔ اسکی تعریف یوں ہے۔ یہ علم وہ ہے جو ثروت کی تولید و تقسیم سے بحث کرتا ہے۔ بعبارت اخری یہ وہ علم ہے جسمیں ان شرائط و حالات کی تحقیق کی جاتی ہے جنکے مطابق انسان کی محنت سے اطراف کی اشیاء سے ثروت کی تولید ہوتی ہے اور جن کے ذریعہ سے ان اجتماعات انسانی میں تقسیم پاتی ہے جو تولید کی ضروریات کے مالک ہیں مختلف مسائل جنکو ثروت سے تعلق ہے وہ سب اس علم میں داخل ہیں اور جن اثرات کثیرہ سے مختلف ملل و اصناف و افراد کی ثروت متاثر ہوتی ہے اس علم کے دائرہ میں محدود ہیں۔ مثلاً دولتمندی و افلاس کے اسباب و علل۔ یا وہ علل و اسباب جو ثروت کی ترقی و تنزل کے باعث ہوتے ہیں اور اسکی تقسیم پر اثر کرتے ہیں۔ اور جن سے اجناس و اشیاء کی قیمت اور ارزش حصول میں ہوتی ہے۔ اور جن کے ذریعہ سے ایک شے ارزان اور دوسری گران ہوتی ہے۔ یہ جملہ امور اسی علم کے احاطہ میں داخل ہیں۔

۲- قوانین تولید ثروت فقرۂ قوانین یا خصوصیات انسان سے متعلق ہین - جنکے ذریعہ سے اُسکی تولید ہوتی ہے اور ان اشیاء مادّی کے قوانین و خصوصیات سے جن سے اُسکی تولید ہوتی ہے یعنی انسان اشیاء مادّی سے آلید ثروت کرتا ہے پس ان دونون کا ہونا لازم و ملزوم ہے - اشیاء مادی بغیر انسان کے وجود کے بیکار ہین اور اگر وہ موجود نہون تو انسان اپنی محنت کو کام مین نہین لا سکتا ہے - ثروت کی تولید اور اُسکی ترقی انسان کی جہد و کوشش پر موقوف ہے کہ اسکو حاصل کرے اور نیز اُسکے قابل تحصیل ہونے پر اسکے معنی یہ ہین کہ ایک طرف محنت و سرمایہ کی مقدار و قدرت - اور دوسری طرف زمین کی قوت زرخیزی تقسیم و ثروت کے قوانین (انگلینڈ جیسے ملک مین بلکہ اکثر ممالک مین جہان ضروریات و مایحتاج تولید تین مختلف اصناف کے قبضہ مین ہین یعنی مزدور پیشہ و سرمایہ دار زمیندار کے) قوانین اُجرت (معاوضۂ محنت) و منافع اور محصول یا کرایۂ زمین پر مشتمل ہین - اجرت سے مراد مزدور کی محنت کا معاوضہ ہے - اور منافع سرمایہ کا معاوضہ ہے - اور محصول زمین زمین کا معاوضہ ہے محصول زمین کو کرایہ و مالیات زمین بھی کہتے ہین - قوانین تولید و تقسیم کے علاوہ اس علم مین قوانین مبادلہ سے بھی بحث کی جاتی ہے یعنی وہ قوانین جنکے ذریعہ سے معین کیا جا سکتا ہے کہ ثروت کی ایک چیز کے لیے دوسری چیز سے کیا اور کتنا دینا چاہیے یعنی ان کا باہمی مقابلہ - اسمین قوانین قیمت و ارزش یعنی مول بھی شامل ہین -

۳- علم ثروت کی تعریف کو سمجھنے کے لیے یہ بتا دیا جانا لازم ہے کہ ثروت کس کو کہتے ہین - علماء علم ثروت نے ثروت کی یہ تعریف کی ہے کہ کل وہ اشیاء جو مبادلہ کی قیمت رکھتی ہین ثروت مین شامل ہین یعنی وہ کل چیزین جو مفت نہین مل سکتی ہین - اور جنکے مبادلہ مین کوئی بکار آمد یعنی مفید یا مطبوع چیز دی جاے - لفظ قیمت کے معنی اس علم مین قیمت مبادلہ ہے یعنی خریداری کی قوت - نہ صرف بکار آمد ہونا - کیونکہ جس ہوا کو ہم تنفس کرتے ہین بہت بکار آمد و مفید شے ہے لیکن بلحاظ تبادلہ اُسکی کوئی قیمت نہین - اس لیے ہوا اشیاء ثروت مین داخل نہین جن سے اس علم مین بحث ہوتی ہے - اور فقط انھین اشیاء سے کام ہے جن مین قیمت مبادلہ یعنی قوت خریداری ہے - جیسے اقسام غلہ - لباس - روپیہ پیسہ - ہیرے جواہرات - سونا چاندی - زمین وغیرہ -

۴- اُن ابتدائی مراتب کے سمجھانے کے بعد جو اس علم کی غایت و نوعیت ہین - اب ہم پہلے مختصر سا حال قوانین تولید کا لکھین گے - جنکو مسٹر جان اسٹوارٹ مل نے اپنی پہلی کتاب مین لکھا ہے - اسکے بعد ہم تقسیم کے اُن تین قوانین کو جانچین گے اور دیکھین گے کہ اصول نفوس یعنی مردم شماری کا اثر مزدورون سرمایہ دارون اور زمینداروں پر ان قوانین کے ذریعہ سے کیا ہوتا ہے - اور آخر مین قیمت یا ارزش یعنی مول کے قوانین کو بیان کرینگے

اور جانچین گے کہ ان قوانین کے ذریعہ سے اصول نفوس کا کیا اثر اجناس واشیا کی دو بڑی قسمون کی قیمت اور ارزش پر پڑتا ہے یعنی خام اشیاء (خواہ وہ زرعتی ہون یا معدنی) اور تیار شدہ اشیاء پر حسب تجویز مسٹر مل یہ ایک فطرتی سلسلہ ہے جسمین تولید تقسیم ومبادلہ کے مضامین کو بیان کرنا چاہیے کیونکہ یہ امر مسلم ہے کہ پہلے تولید ثروت لازم ہے قبل اسکے کہ اُسکو تولید کنندون مین تقسیم کیا جاے اور اُن کی تقسیم لازم ہے قبل اسکے کہ اُنکا مبادلہ عمل مین آسکے۔

## تولید یعنی ثروت کا پیدا کرنا

۵۔ تولید ثروت کے لیے دو چیزین درکار ہین محنت یا مزدوری یعنی کاریگری اور اشیاء مادی محنت عالم خارجی مین ہمیشہ اشیاء کے متحرک کرنے مین صرف ہوتی ہے۔ انسان مادہ پر صرف ایک ہی طرح سے عمل کرسکتا ہے یعنی اُسکو حرکت دینے سے۔ اسکے بعد خواص مادہ یعنی قواے طبیعی باقی کام کو ختم کر دیتے ہین مثلاً ایک جلاہا اپنی کارگاہ پر تاگے کو حرکت دیتا ہے۔ اُسکے عمل سے جو کپڑا بنا جاتا ہے۔ وہ تاگے کے ذرون کی قوۃ امساک سے اپنی حالت پر قائم رہتا ہے۔ یا مثلاً کاشتکار بیج زمین مین بو دیتا ہے لیکن اُسکے بعد پودے کی ترقی ونشو ونما تماماً قواے طبیعی کا نتیجہ ہے۔ لیکن انسان جب دوسرے قواے محرکہ سے مدد لیتا ہے تو اسکی محنت مین کفایت ہوتی ہے یعنی اُسکی بہت کچھ محنت بچ جاتی ہے۔ جیسے بار برداری اور سواری کے جانورون سے یا نجار کے انجن سے کام لینے مین۔

۶۔ لیکن اشیاء مادی کے متعلق جن پر محنت صرف کی جاتی ہے۔ اول درجہ کے مابہ الامتیاز کے طور پر اتنا بیان کردینا ضرور ہے کہ ان مین سے بعض کم اور محدود مقدار مین ہوتے ہین۔ بخلاف دوسرون کے جو گویا غیر محدود ہین۔ مثلاً زمین کی مقدار تمام قدیم ملکون مین محدود ہے۔ بمقابل اسکے پانی کی مقدار بعض مقامات مین اور ہوا جو کی تمام صفحۂ ارض پر غیر محدود ہے۔ عوامل طبیعی اگرچہ غیر محدود مقدار مین موجود ہین لیکن تاوقتیکہ اُن کو عملی طور پر قابو مین نہ کرلیا جاے۔ بازار مین اُنکی کوئی قیمت نہین۔ البتہ جس وقت اُنکی مقدار ضرورت سے کمتر ہوجاے۔ گو وہ مفت بھی حاصل ہوسکتے ہون تو فوراً اُن مین مبادلہ کی قیمت پیدا ہوجاتی ہے اور اُن کے استعمال پر کرایہ یا محصول لگایا جاتا ہے۔

۷۔ محنت یا مزدوری یا تو صریحاً اُن اشیاء مین مستعمل ہوتی ہے جن کا پیدا کرنا مقصود ہے۔ جیسے نانبائی یا درزی کی محنت یا بطور غیر صریح سابق کے کاموں مین صرف ہوتی ہے جن سے اُن چیزون کے پیدا کرنے مین آسانی ہو

پس شکاری اور ماہی گیر کے سوا بہت کم ایسی قسم کی محنت یا مزدوری ہوگی جس کا معاوضہ فوراً مل سکے۔

۸ گزشتہ محنت یا آمدنی کا ایک عمدہ حصہ جو موجودہ محنت یعنی کام کے چلانے کے لیے درکار ہے وہ ہے جو مزدوروں کی غذا اور مایحتاج کی فراہمی میں صرف ہوتا ہے جو ثروت کے پیدا کرنے میں مصروف ہیں ابتدائی تہیہ یا غیر صریح محنت کی باقی اقسام ذیل کی پانچ قسموں میں منقسم ہوتی ہیں:- اوّل اُن کاریگروں کی محنت جو اشیا کو تیار کرتے ہیں مثل کان کن یا سنگ کاشتکاروں۔ دوم اُنکی محنت جو آلات - اوزار اور مشینری یعنی کلیں بناتے ہیں۔ سوم - اُنکی جو صنعت و حرفت اور انسان کی محنتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ جیسے پولیس یا سپاہی یا جہازوں کی اور نیز اُن کاریگروں کی جو صنائع و حرف کے لیے عمارات کی تعمیر کرتے ہیں۔ چہارم اُنکی محنت جو پیداوار یعنی پیدا اور تیار کی ہوئی چیزوں کو قابل حصول کرتے ہیں۔ اس صنف میں حمال بنجارے ریلوے کے مزدور وغیرہ اور بڑی جماعتیں تاجروں اور بیوپاریوں کی بھی داخل ہیں۔ ان دو آخری جماعتوں کو تقسیم کرنے والی صنف بھی کہتے ہیں۔ اور یہ دونوں پیدا کنندہ صنف کے ضمیمہ خیال کیے جاتے ہیں۔ یہ لوگ نظام جماعت میں بہت بڑا کام کرتے ہیں کیونکہ صرف کنندہ لوگوں کو اگر پیدا کرنیوالوں کے ساتھ بلا واسطہ معاملہ کرنا پڑتا۔ تو وقت اور آسایش کا بہت نقصان ہوجاتا۔ یہ لوگ گویا تیار شدہ چیزوں کو خواہشمندوں کے گھر تک پہنچا دیتے ہیں جب پیداوار یعنی تیار کیا ہوا مال ایک معین حد سے زیادہ ترقی کر جائے تو اس تقسیم کنندہ جماعت میں تقسیم کار لازمی ہوتی ہے۔ اور انکی دو صنفیں ہوجاتی ہیں۔ ایک تھوک فروش اور دوسری خردہ فروش جسمیں صنف اول کے لوگ کارخانہ والوں سے تیار شدہ مال یکجا عریہ لیتے ہیں اور خردہ فروشوں کی دوکانوں تک پہنچا دیتے ہیں جس سے کام میں بہت سہولت پیدا ہوجاتی ہے۔

۹- مذکورۂ بالا مزدوری کے وہ طریقہ ہیں جو جبکہ وہ اشیا خارجی پر مستعمل ہوتے ہیں بطور غیر صریح تولید کے نافع ہیں۔ ان سب کا معاوضہ صرف ایک کے سوا اُسی مال سے دیا جاتا ہے جو آخر کار تیار ہوتا ہے۔ اگرچہ عموماً یہ معاوضہ سرمایہ داروں کی طرف سے پیشگی دیا جاتا ہے۔ وہ استثنا جسکی طرف ہم نے اشارہ کیا تھا وہ اُجرت ہے جو مثمر یعنی مفید کاریگروں کی غذا کی تیاری میں صرف ہوتی ہے کیونکہ یہ اجرت اُسی غذا میں سے ادا کی جاتی ہے یا جو رقم اُسکی فروخت سے حاصل ہوتی ہے اُس سے دی جاتی ہے۔

۱۰ پنجم یعنی آخری قسم غیر صریح یا ابتدائی محنت کی وہ ہے جو انسان کی ذات پر صرف ہوتی ہے یعنی لوگوں کی صنعتی یا حرفتی تعلیم میں۔ اس محنت کا معاوضہ بھی آئندہ کی پیداوار سے ادا ہوتا ہے بہت سی دوسری ذہنی محنتیں جراح۔ ڈاکٹر۔ موجد یا معلمین وغیرہ کی ہیں جو غیر صریح طریقہ تولید کی ممد و معاون ہوتی ہیں۔

۱۱- بہت سی ایسی بیش قیمت محنتیں ہین جن کا مقصود ثروت کا پیدا کرنا نہین - اسی وجہ سے علماے علم ثروت نے انکو دو قسمون پر منقسم کیا ہے - مثمر یعنی مفید اور غیر مثمر لیکن اس تقسیم اور مقابلہ سے انکی کوئی توہین مقصود نہین - جیسا کہ بعضون نے خیال کیا ہے - بلکہ محض صحیح درجہ بندی کے لحاظ سے یہ تفریق کی گئی ہے -

۱۲- علم ثروت کی اصطلاح مین غیر مثمر یا غیر مفید محنت (وہ بالذات کتنی ہی وقیع اور قیمتی کیون نہو) اسکو کہتے ہین جو مادی ثروت کے حصول مین مدد دے - جو اس علم کا اصلی مقصود ہے اور یہ غیر مثمر محنت گویا ایک خدمت ہے جو ادا کی جاتی ہے - یا جس سے ایک فوری فرحت حاصل ہوتی ہے - جیسے ایک جج یا شاعر یا مالک دار یا بہروپیہ یا مطرب کی محنت - یہ سب علم ثروت کے رو سے غیر مثمر ہین - گو خود ان لوگون کے حق مین غیر مثمر نہون یعنی انکو اس سے ذاتی فائدہ پہنچتا ہے - بخلاف اسکے مثمر یا مفید محنت یا مزدوری وہ ہے جس سے کسی ملک کے مادی وسائل مین اضافہ ہو جسمین نصرف انھین کارگیرون کی محنت شامل ہے - بلکہ انکی بھی جو انکے کامون کا انتظام کرتے ہین -

۱۳- ثروت کا صرف یا استعمال بھی اسی طرح سے مثمر اور غیر مثمر مین منقسم ہے اگرچہ کسی سوسائٹی یعنی جماعت کے کل افراد مزدور نہین ہین لیکن سب صرف کنندہ یعنی استعمال کرنے والے ہین - اور مال کو مثمرانہ و غیر مثمرانہ طریقہ پر صرف کرتے ہین - ان مین مثمر مزدور ہی مفید صرف کرنے والے ہین - بخلاف اسکے وہ سب لوگ جو اسکی تولید مین کچھ بھی نہین لگاتے ہین - خواہ صریحاً یا غیر صریح طور پر - وہ کل غیر مثمر صرف کرنے والے ہین - یہان یہ بھی بیان کر دینا ضرور ہے تاکہ اس مضمون کا ہر پہلو پیش نظر رہے کہ ایک جزو اشیا مستعملہ کا جو خود ان مزدورون کے صرف مین آتا ہے یعنی وہ جزو جو نہ بطریق مایحتاج کے بلکہ بطور لذایذ و تعلقات کے مستعمل ہوتا ہے وہ بھی غیر مثمر صرف سمجھا جاتا ہے اس سے ظاہر ہوگا کہ ایک ایسا مابہ الامتیاز امر موجود ہے جو کسی جماعت کی ثروت کے متعلق اس سے بھی زیادہ عظم ہے جو درمیان مثمر اور غیر مثمر مزدوری کے ہے - وہ تفریق یا امتیاز دو قسم کی مزدوریون کے درمیان ہے - ایک وہ مزدوری یا محنت جو تولید کے سامان مہیا کرنے مین مصروف ہے - اور دوسری وہ محنت یا مزدوری جو غیر مثمر صرف کنندون کے مایحتاج کو فراہم کرتی ہے -

۱۴- سسمنڈی کہتے ہین کہ یہ ایک بہت بڑی غلطی ہے کہ ہم افسوس کرین کہ کسی دوامند ملک مین ایک بڑا حصہ سالانا پیداوار کا غیر مثمر صرف کنندون کے استعمال مین آتا ہے - یہ گویا اس بات پر افسوس کرنا ہے کہ اس ملک مین اسکے مایحتاج سے اسقدر بچ رہتا ہے اور دوسرے ملک کے کامون مین آتا ہے - جو چیز قابل

افسوس۔ اور اصلی طلب تعیشات ہین وہ فی الحقیقت فوق العادۃ عدم مساوات سے جو اس تقسیم مین واقع ہوتی ہے۔ اور جزا اس پیداوار کا ایسی چیزون مین صرف ہوتا جو واقعی کوئی ذاتی قیمت نہین رکھتی ہین۔ اور اس بچت کا ایک معتدبہ حصہ اون لوگون کی قسمت مین جاتا جو اس خدمت کا معاوضہ نہین دیتے ہین۔

۱۵۔ سرمایہ جس کی اب ہم تعریف کرینگے صنعت و حرفت کی پیداوار کا وہ حصہ ہے جو تولید ثروت یعنی جدید پیداوار کے کام چلانے مین صرف ہوتا ہے۔ اس بات کا سمجھنا نہایت ضرور ہے کہ تولید ثروت مین سرمایہ کیا کام کرتا ہے کیونکہ اس اہم معاملہ کی نسبت لوگون مین عموماً بہت سی غلطیان شائع ہین۔ سرمایہ کو روپیہ کے ساتھ ہرگز خلط ملط نہین کرنا چاہیے کیونکہ جیسا یہ ثروت کا مترادف نہین ہے روپیہ پیسے کا بھی ہم معنی نہین ہے۔ سرمایہ اشیا و آلات و اوزار۔ عمارات صنعتی و مشینری یعنی کارخانہ کی کلون کی اجرت (مزدوری) وغیرہ پر مشتمل ہے جو مزدورون کے لیے مہیا کی جاتی ہین جن سے وہ جدید پیداوار حاصل کرسکین۔ پچھلی پیداوار کا وہ جزو ہے جو موجودہ اجرت کے مہیا کرنے کے لیے مستعمل ہوتا ہے کسی سرمایہ دار کی کل آمدنی سرمایہ نہین سمجھی جاتی۔ بلکہ اسکا ایک جزو بطور غیر متم خود اسکے اور اسکے اہل و عیال کے لیے صرف ہوتا ہے البتہ اسکا وہی جزو سرمایہ سمجھا جاسکتا ہے جس کو یہ متم کامون مین لگاتا ہے۔ کل قیمتون کا مجموعہ جو مختلف سرمایہ دارون کی طرف سے ایسے کامون کے لیے عمل مین لایا جاتا ہے وہ ایک ملک کا مجموعی سرمایہ سمجھا جائیگا

۱۶۔ کل مزدورون کی بسر اوقات اسی سرمایہ سے ہوتی ہے۔ اور بغیر اس ضروری لازمہ کے کوئی کام چل نہین سکتا ہے۔ یہ کچھ لازم نہین کہ سرمایہ سرمایہ دارون ہی کی طرف سے کام مین لگایا جاوے۔ بلکہ ممکن ہے کہ مزدور اور کاریگر اپنے ذاتی سرمایہ پر ہی گزر کرسکین جیسا کہ کسی آزاد صناع یا مالک زمین کاشتکار یا کسی کوآپریٹیو (متعامل) جماعت کے افراد کی صورت مین ہوتا ہے۔ ذیل کے چار مسائل بنیادی سے بخوبی سمجھ مین آسے گا کہ سرمایہ کا عمل بحیثیت ایک ذریعۂ تولید کے کیا ہے۔

۱۷۔ اول محنت سرمایہ کی وجہ سے محدود ہے۔ یہ ایسا بدیہی اور سچا مسئلہ ہے کہ جب سمجھ مین آجاے تو اسکے قبول کرنے مین کوئی عذر باقی نہین رہتا ہے۔ کسی ملک مین ممکن نہین کہ اتنے مزدورون سے زیادہ رہ سکین جن کو کام کرنے کے لیے آلات و اشیا اور کھانے کو غذا نہ مل سکے۔ باوجود اسکے بھی اسکے خلاف مین اکثر رائین دی گئین اور اب بھی دی جاتی ہین۔ یہ رائے دہندے خیال کرتے ہین کہ یہ کام سلطنت و حکومت کا ہے کہ تحفظی قوانین کے ذریعہ سے بغیر سرمایہ کی تولید کے زیادہ محنت مزدوری کی تولید کرے۔

اگرچہ قوانین تخفیف سے کسی نئے قسم کی محنت مزدوری کی ایجاد ممکن ہے لیکن یہ اُسی وقت ہوسکے گا کہ کسی پُرانے کام میں سے سرمایہ کو نکال کر اس نئے کام میں لگا یا جاے البتہ حکومت یعنی سرکار کو ایک حد تک یہ قدرت حاصل ہے کہ سرمایہ کی تولید کرے اور یہ ٹیکس یعنی محصولات کے وصول سے ممکن ہے جس کے بعد اس کو تولید ثروت یا سلطنتی قرضہ کی ادائی میں صرف کیا جا سکتا ہے۔ ٹیکس یعنی محصولات لوگ عموماً ان چیزوں سے ادا کر سکتے ہیں جن کو اُنھوں نے بچا کر بطور سرمایہ کے کام میں لگا یا ہے۔

۱۸۔ سرمایہ کی ہر فزائش سے مزدوری کے استعمال میں افزائش ہوسکتی ہے جس کے لیے کوئی حد معین نہیں اگر اشیاء مادی اور غذا موجود ہو جائیں تو مزدوروں کو کسی نہ کسی کام میں مصروف رکھا جا سکتا ہے۔ یہ بات بالکل اُس عقیدہ کے خلاف ہے جو عام طور پر رائج ہے۔ اور جسکو ایسے مشہور مصنفین جیسے سٹر لمنھس اور موسیو سمونڈی بھی مانتے تھے۔ وہ عقیدہ یہ ہے کہ ضرورت سے زیادہ ہر قسم کی تولید ثروت جائز ہے۔ اور یہ کہ دولتمندوں کا غیر متمر خرچ کرنا غربا کے مصروف رکھنے کے لیے ضرور ہے۔ لیکن اس رائے کی غلطی بہت آسانی کے ساتھ دکھائی جا سکتی ہے۔ دولتمند لوگ اپنی آمدنی کا جسقدر حصّہ غیر متمر / بقیہ پر صرف کرتے ہیں گویا اُسکو فقط متمر مزدوروں کی طرف بطور اضافہ اجرت کے منتقل کر دیتے ہیں۔ اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ یا تو یہ مزدور اپنے مصارف کو بڑھا دینگے جس صورت میں یہ سرمایہ اُنکے لیے لذائذ کی تولید میں مبدل ہو جاے گا۔ یا یہ کہ یہ لوگ اپنی تعداد میں اضافہ کر دینگے جس سے وہ سرمایہ زیادہ تر ضروریات کی تولید میں صرف ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ صرف کنندوں کی کمی سے تولید ہرگز محدود نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ بالکلیہ پیداوار تولید کرنے والوں کی کمی یا سرمایہ کی کمی پر محدود ہے جو اُنکی بسر اوقات کے لیے ضرور ہے۔

۱۹۔ دوم ہر قسم کا سرمایہ پس انداز کا نتیجہ ہے۔ یہ پیداوار کا وہ حصہ ہے جو فوری استعمال میں نہیں آتا ہے بلکہ تولید پیداوار کے لیے علحدہ رکھا جاتا ہے۔ انگلستان جیسے ملک کا وہ عظیم و کثیر سرمایہ سرمایہ داروں کی پے در پے نسلوں نے بتدریج جمع کیا ہے جو ہمیشہ اپنے پس انداز میں بڑے بڑے اضافے کرتے گئے ہیں۔

۲۰۔ سوم تمام سرمایہ اگرچہ پس انداز کیا گیا ہو اور پس انداز کا نتیجہ ہو پھر بھی صرف ہو جاتا ہے (لفظ پس انداز دلچسپ) سے یہ مراد ہے کہ پس انداز کرنے والا خود اُسکو صرف نہیں کرتا ہے۔ وہ سرمایہ جس کو کسی نے پس انداز کیا ہے متمر مزدوروں کے صرف میں آجاتا ہے۔ روپیہ پیسہ۔ مال و اسباب جو استعمال میں نہیں آتے ہیں۔ بلکہ آئندہ کے استعمال کے لیے رکھے جاتے ہیں اُنکو آمدوختہ کہتے ہیں۔ یہاں ایک نکتہ ہے جسمیں ایک بڑی فاش غلطی ہے

پس انداز کرنے والے کو اُسی نظر سے دیکھا جاتا ہے جس نظر سے اندوختہ کرنے والے کو دیکھتے ہین (اندوختہ مین کسی قدر بخل کا عنصر شریک ہے جو پس انداز مین نہین ہے) حالانکہ ایک مسرف یعنی فضول خرچ شخص جو اپنی دولت کو غیر مثمر ذات نفسانی مین لٹاتا ہے وہ اچھی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اور تجارت کا مؤید سمجھا جاتا ہے لیکن وہ رقوم جو پس انداز کی گئی ہین اور کام مین لگائی گئی ہین وہ بھی فی الحقیقت خرچ ہوتی ہین۔ مگر فرق اسقدر ہے کہ وہ مثمر مزدوری کے صرف مین آتی ہین جس سے ملک کے ذخائر آمدنی مین اضافہ ہوتا ہے۔ بخلاف اسکے مسرف آدمی کی آمدنی اُسی کے صرف مین آگئی ہے جس کا کوئی معاوضہ حاصل نہین ہوتا ہے۔ درحقیقت بچت دولتمند بناتی ہے اور فضول خرچی (یعنی اسراف) جماعت کو اور خود اُس شخص کو مفلس بنا دیتی ہے۔

۲۱۔ پس معلوم ہوا کہ جو کچھ پیدا کیا جاتا ہے وہ صرف مین آجاتا ہے۔ بہت سی عام اصطلاحین رائج ہین جیسے کسی ملک کی قدیم ثروت یا صدیون کی جمع کی ہوئی ثروت وغیرہ جو حقیقت کو مخفی کرتی ہین حقیقت نفس الامر یہ ہے کہ انگلستان کی ثروت کی ترقی گزشتہ نصف صدی مین ہوئی ہے۔ اور باستثنا اراضی و عمارات اور دوسرے پائدار اقسام ثروت کے۔ انگلستان مین پہلے ثروت بہت کم تھی۔ اصل بات یہ ہے کہ سرمایہ مثل نفوس انسان کے محفوظ رکھنے سے قائم نہین رہ سکتا ہے۔ بلکہ تولید سے ہمیشہ اُسکی ترقی ہوتی رہتی ہے۔

۲۲۔ اسی حقیقت سے ان امور کی توضیح ہوتی ہے یعنی وہ ملک جس پر جنگ کے خراج لاحق ہوے ہون یا جو دشمن کی افواج یا زلزلون کی وجہ سے تباہ ہوگیا ہو۔ کس سرعت کے ساتھ وہ عموماً اپنی اصلی حالت پر آجاتا ہے اگر کوئی ملک بالکل تباہ ہوگیا ہو یعنی اُسکی آبادی بہت کچھ نہ گھٹ گئی ہو تو دو ایک سال کے عرصہ مین اُسکے سرمایہ کی مقدار پہلے کی سی ہوجاے گی اگرچہ اُسکے باشندے بڑی فلاکت و تباہی مین مبتلا ہوگئے ہون۔

۲۳۔ چہارم۔ اقتضا یعنی اشیاء و مال تجارت کی مانگ اجرت یعنی مزدوری کی مانگ کے مترادف نہین ہے سرمایہ دار اُس شخص کو نہین مانگے جو مزدورون کو کام مین لگاتا ہے اور اُنکو مزدوری دیتا ہے۔ نہ اُس صرف کنندہ کو جو تیار مال خریدتا ہے۔ صرف کنندہ شخص سے مزدورون کو کوئی کام نہین ملتا ہے وہ صرف مزدورون کو ایک راستہ پر لگا دیتا ہے۔ کیونکہ وہ ایک خاص قسم کی جنس یا مال کا طالب ہے۔ یہ مسئلہ بہ نسبت [illegible] مسائل کے بہت کم سمجھ مین آتا ہے۔ یہ ایک عام خیال ہے کہ جو شخص کسی چیز کو خریدتا ہے وہ مزدوری کو کام مین لگاتا ہے۔ اور مزدور پیشہ لوگون کو فائدہ پہنچاتا ہے جیسا کہ سرمایہ دارون کو مزدوری دیتا ہے لیکن یہ ایک صریح اور مضر مغالطہ ہے۔ وہ خریدار جو کسی جنس کو خریدتا ہے اور صرف کر لیتا ہے وہ

مزدوری کی مانگ کو مطلق نہین بڑھاتا ہے۔ نہ مزدوری پیشہ لوگون کی مزدوری کے بڑھانے مین کمک کرتا ہے اگر وہ خود صرف نہ کیا جائے۔ اور اس پس انداز کو مثمر مفید کام مین لگائے تو یقیناً مزدوری اس سے متاثر ہوسکتی ہے کسی شخص کو مزدورون کا محسن اُسوقت کہین گے جب کہ وہ کسی چیز کو خود صرف نکرے۔ نہ اُسوقت جبکہ وہ اُس چیز کو خود صرف کر لیتا ہے۔

۲۴۔ اشیاء کے پیدا کرنے اور تیار کرنے والے جب وہ منفرداً کام کرین تو انکے مال کی مانگ کی کمی بیشی سے کبھی وہ نقصان اُٹھاتے ہین کبھی نفع پاتے ہین لیکن اس سے یہ بات ظاہر نہین ہوتی ہے کہ آیا اُنھون نے جو مال تیار کیا تھا وہ دوسرون کی ضرورتون کے مناسب تھا یا نہین۔ جب کوئی چیز بکتی ہے یا خریدی جاتی ہے تو وہ صرف ایک قسم کی ثروت کا دوسری قسم کی ثروت سے تبادلہ ہے جسمین طرفین کی آسامی ملحوظ ہے۔ اُجرت اور سرمایہ کا حقیقی معاوضہ کسی شئے کی اضافہ شدہ قیمت پر مشتمل ہے جو استعمال کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ نہ اُس رقم پر جو اُس کے مبادلے سے حاصل ہوئی ہے یہ حقیقت یعنی اجرت اور سرمایہ کا حقیقی معاوضہ پیداوار ہے نہ مبادلہ۔ ایک بنیادی اصول ہے جس سے بہت سے عام مغالطون کی تردید ہوتی ہے۔ مثلاً اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ انکم ٹکس یعنی آمدنی کا محصول دولتمندون پر نہین پڑتا ہے بلکہ غربا پر اُسکا اثر پڑتا ہے۔ کیونکہ دولتمند اُسکی رقم کو اشیاء پر صرف کر دیتا ہے جس سے مزدوری کام مین آتی ہے لیکن چونکہ ٹکس اُنھین چیزون پر پڑتا ہے جنکو اُنھون نے صرف کر لیا ہے اسلیے اُسکا بار اُنھین پر پڑتا ہے نہ غربا پر۔ جو شخص بوجہ ٹکس کے اپنے خرچ کو گھٹا دینے پر مجبور ہوتا ہے تو ٹکس کا بار اُسی پر عاید ہوتا ہے۔ کیونکہ ٹکس کے پڑنے کا یہی ایک غیر متغیر امتحان ہے۔ علاوہ برین جب ٹکس زیادہ سنگین نہون تو اکثر اُس رقم مین سے دیے جاتے ہین جو دوسرے طور پر غیر مثمر کامون مین صرف ہوجاتی ہے۔ اور سرمایہ سے نہین دیے جاتے ہین۔ اس سبب سے انکم ٹکس مزدوری پیشہ لوگون کے لیے غالباً نفع رسان ہے نہ نقصان رسان۔ کیونکہ سرکار اسکی رقم کو مزدوری کے بندوبست کرنے مین صرف اور استعمال کرتی ہے۔

۲۵۔ ابتک ہم نے فقط سرمایہ کے اصولی مسائل سے بحث کی تھی۔ اب ہم اوس فرق و امتیاز کو جانچینگے جو دایر (رائج) سرمایہ اور ساکن سرمایہ مین ہے۔ دایر سرمایہ وہ ہے جو کسی کام مین صرف ہوجائے اور جسمین اس بات کی قدرت ہو کہ ہمیشہ اُسکی بجائی مع منافع کے تیار شدہ اشیاء کی ہر فروخت کے ساتھ ہوتی جائے۔ مزدوری یا اُجرت یعنی معاوضۂ کار۔ اشیاء وغیرہ سب اسی قسم سے متعلق ہین۔ لیکن ساکن یا قائم سرمایہ وہ ہے جو مشینری (یعنے کارخانہ کی کلون اور آلات) اور اوزارون۔ اراضی کی زرخیزی مین ترقی و اصلاح یا دوسرے پائیدار کامون مین لگایا گیا ہو

اور جسکی تجدید مستعد سالون پر پھیلادی گئی ہو۔

۲۶۔ دایر اور ساکن سرمایہ سے کسی ملک کی مجموعی یعنی جملہ پیداوار پر جو اثر پڑتا ہے وہ بہت مختلف ہے۔ دایر سرمایہ کی تجدید اضافہ یا منافع سے ہونی لازم ہے جو کسی ایک کام سے عاید ہوا ہو بخلاف اسکے ساکن سرمایہ کی یا بجائی یعنی معاوضہ صرف منافع سے ہی ایک مدت مین ہوسکتی ہے اور یہ بھی پائدار اوزاروں کے متعدد استعمالات کے بعد اس سے لازم آتا ہے کہ ساکن سرمایہ کا ہر اضافہ جو دایر سرمایہ کی رقم سے کیا جاتا ہے وقتاً مزدورون کے حق مین ضرر رسان ہو لیکن فی الحقیقت یہ بہت کم واقع ہوتا ہے کہ ساکن سرمایہ کا اضافہ بحیثیت مجموعی اور صنائع کے کل شعبون کو شامل کرلینے سے دایر سرمایہ کی رقم سے کیا جاتا ہو قیمتی اور گران کلون کا خریدنا۔ ارضی کی دائمی ترقیان ریلوے وغیرہ کی توسیع و ترقی عموماً سرمایہ کے سالانہ اضافے سے کی جاتی ہے نہ اُس فنڈ یا رقم سے جو اُسوقت تولید کے کامون مین لگادی گئی ہے اگر وقتاً ان کا اجرا کیا جاے اور وہ بھی وسیع پیمانہ پر تو اس صورت مین بھی ہنگامی طور پر مزدوری کے فنڈ کو نہین گھٹاتے ہین اور نہ مزدورون کی اور کاریگرون کی جماعت کو بحیثیت مجموعی نقصان پہنچاتے ہین۔ لیکن جن مخصوص شعبون مین یہ ترقیات جاری کی گئی ہین اُنمین بیشک اکثر مزدور بیکار ہوجاتے ہین جس سے اُنکو سخت تکالیف کا سامنا ہوتا ہے اور یہ وہ وقت ہے کہ سرکار کو ہر طرح سے حتی المقدور رفع تکالیف کی کوشش کرنی چاہیے۔ مسٹر مل کہتے ہین کہ۔ چونکہ کامون کی ترقی کے انتظامات جن سے بحیثیت مجموعی اُجرت گھٹ نہین جاتی ہے بیشک اکثر صورتون مین مزدورون کی بعض خاص جماعتون کو بیکار کردیتے ہین۔ اسلیے مقننین کا فرض ہونا چاہیے کہ اون ضرر رسیدہ لوگون کے ساتھ ہمدردی کرین جو دوسرون کے منافع اور کامیابی کے مدہو جاتے ہین

۲۷۔ دو اور ملاحظات ہین جنسے ظاہر ہوتا ہے کہ کلون اور دوسری ترقیات کا آخری میلان مزدورون اور عموم خلائق کے لیے مفید ہوتا ہے۔ پہلے تو ان ترقیات و اصلاحات کا رخ انجات سے عموماً سرمایہ کے منافع مین اضافہ ہوتا ہے اور مال و اشیاء کی ارزش یعنی مول کم ہوجاتا ہے۔ ان دونون صورتون مین پس انداز کے لیے مزید سامان پیدا ہوتی ہین۔ دوسرے یہ کہ سرمایہ کی ترقی کے لیے قابل تعین حدود موجود ہین جو زمین کے اصولی قوانین پر مبنی ہین اور فنون تولید یعنی پیداوار کے کامون مین کل ترقیات کا نتیجہ اون حدود کی توسیع پر موقوف ہے جسسے نہ صرف زیادہ پس انداز کرنے کا موقع ملتا ہے بلکہ ملک کو جملہ پیداوار و تولید کا بھی موقع ملتا ہے جو آگے نہین تھا تولید کی ضروریات کی تحقیقات کو اب ہم یہان ختم کرتے ہین۔ وہ ضروریات جیسا کہ ملاحظہ ہوا مزدوری سرمایہ اور اشیاء مادی پر مشتمل ہین اور اشیاء مادی ضروریات تولید سے ہین۔ لیکن سرمایہ جو مزدوری کا حاصل ہے اُسکی

خاص تشریح بھی لازم ہے۔

۲۸۔ اب ہم علم ثروت کے اُس دوسرے مظم مسئلہ پر پہنچتے ہین جو حسب ذیل ہے۔ ان تینون عوامل یا ذرایع کی قوت تولید کس امر پر موقوت ہے؟ مختلف ملک کی مقدار ثروت مین بین تفاوت کے ہونے کے کیا وجوہ ہین جنکی تعداد نفوس یعنی مردم شماری اور وسعت مملکت تقریباً مساوی ہین؟ بعض وجوہ تو بآسانی سمجھ مین آسکتے ہین۔ مگر بعض دوسرے وجوہ ایسے ہین جنکا سمجھنا بغیر عمیق تحقیقات کے ممکن نہین۔

۲۹۔ منجملہ اُن زیادہ تر ظاہری وجوہ کے جو اعلےٰ تولید و پیداوار کے باعث ہوتے ہین پہلے تو ملک کے طبیعی فوائد ہین مثلاً زرخیز اراضی۔ عمدہ آب و ہوا و موسم معدنیات کی کافی مقدار۔ عمدہ بندرگاہین اور سواحل اور وسیع دریا اور ندیان جنمین کشتیان عبور کرسکین اور تجارت کے حمل و نقل مین آسانی ہو۔ دوسرے باشندون مین محنت مزدوری کی قدرت جسکے معنی یہ نہین کہ کبھی کبھی کامون مین جدوجہد کوشش کی جاے بلکہ ایک دائمی اور لگاتار کام مین مصروفیت کی جدوجہد۔ تیسرے ہنرمندی اور علم یعنی خود انکاریگرون کی کاردانی اور نیز اُن لوگون کی جو انکے کامون کی نگرانی کرتے ہین مشینری یعنی کلین۔ زراعت اور دوسرے فنون تولید سب اسی کے تحت مین آتے ہین۔ چوتھے مزدورون اور کاریگرون کے اخلاقی صفات مثل دیانت۔ پرہیزگاری و مسکرات۔ اور اُن کا قابل اعتماد و اطمینان ہونا۔ آجکل کا موجودہ طریقہ کرایہ کی مزدوری کا بہت سے نقصانات سے مملو ہے (اسکی نسبت مسٹر مل کہتے ہین کہ یہ طریقہ انگلستان کے ساتھ ہی مخصوص ہے جو مزدورون کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے)۔ اس طریقہ سے بہت نقصان ہوتا ہے اور بہت سا وقت اور محنت کام کی نگرانی مین ضائع جاتی ہے کہ آیا کام برابر ہوتا ہے یا نہین۔ کیونکہ کاریگرون اور مزدورون کو کام کی کامیابی مین کوئی ذاتی دلچسپی نہین ہے۔ اگر وہ منافع مین شریک رکھے جائین تو نگرانی کی ضرورت باقی نہین رہتی ہے۔ پانچوین جان و مال کی سلامتی یعنی ملک کا امن و امان کی حالت مین رہنا جسمین سرکار کے کارندون سے محفوظ رہنا اور سرکار کی حفظ و امان مین رہنا دونون شامل ہین۔ اور یہ امر صنعت و حرفت کی ترقی اور تولید مین بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ بہت سے ایشیائی ملکون مین حکومت لوٹنے کے ایک منظم طریقہ سے بہتر نہین ہے۔ اور انکی خودمختارانہ زیادتیون نے باشندون کے قومی کو مفلوج کردیا ہے۔ اور ہر قسم کی صنعتی و حرفتی ترقی کی سدراہ ہوی ہین۔ چھٹے منصفانہ اور دانشمندانہ ارتباطی مجالس و جامع۔ ان ارتباطی مجامع کا عام اثر جو مزدوری کی شرح پر پڑتا ہے اسکے متعلق اتنا کہنا لازم ہے کہ یہ اسی حد تک مفید و سودمند ہین کہ دو منفرد اشخاص کے درمیان تعادل و مساوات کو قائم رکھ سکین۔ اور کسی ایک جماعت

یا صنف کو دوسری جماعت کے فوائد پر قربان نہ کردین۔ اور محنت اور کام مین جد و جہد کو پورا موقع دین اور حتی المقدور اُسکے لیے منصفانہ صلہ یا معاوضہ حاصل کرین یعنی جنھون نے بہتر یا زیادہ کام کیا ہے اُنکو بقدر اُنکی ہنرمندی اور کام کی مقدار کے معاوضہ دلائین جسکے وہ مستحق ہین۔

۳۰۔ ایک دوسری مظم وجہ کوآپریشن یعنی تعامل کی اعلےٰ درجہ کی وقت پر مشتمل ہے جسکو شرکت محنت بھی کہتے ہین۔ اور چونکہ یہ وجہ بدیہی نہین ہے۔ اور نہ مثل دوسرے وجوہ کے عموماً سمجھ مین آسکتی ہے اسلیے اسکی تفصیلی توضیح لازم ہے۔ اس مضمون کے ایک مقدمہ پر لیجی تقسیم کار پر علماء فن نے بہت کچھ لکھا ہے مگر بہت سی مظم چیزون کو ترک کر دیا ہے جسے بسٹرین اور ویکفیلڈ تقسیم کار مین ایک بہت زیادہ اہم اصول مضمر ہے اور اسکو اپنے ذہن مین لیے ہوے ہے۔ کوآپریشن یعنی باہم کام کرنا جسکے لیے ہم نے تعامل کی اصطلاح وضع کی ہے اسکو مسٹر ویکفیلڈ نے دو قسمون پر تقسیم کیا ہے۔ تعامل سادہ و تعامل مرکب۔ تعامل سادہ وہ ہے جسمین چند افراد شریک ہوکر ایک کام کو ساتھ مل کر کرتے ہین۔ جیسے کشتی کا کھینا یا ملائی یا کاشتکاری۔ دوسری قسم یعنی تعامل مرکب وہ ہے جسمین لوگ مختلف کامون مین ساتھ مل کر کام کرتے ہین کیونکہ جو لوگ صنعت و حرفت کے مختلف شعبون مین مصروف ہین فی الحقیقت وہ ایک قسم کے تعامل مین مشغول ہین اگرچہ وہ اس سے بیخبر ہین۔

۳۱۔ تفریق پیشہ کی عظمت پیداوار و تولید کے حق مین اس سے زیادہ اصلی ہے جتنی کہ عموماً خیال کی جاتی ہے۔ مثلاً ایک گروہ غذا کی پیداوار مین مصروف ہے۔ دوسرا کپڑون کی تیاری مین تیسرا اوزار و آلات کی تیاری مین علےٰ ہذا القیاس دوسرے کامون مین بہت سی چیزین ایسی ہین کہ نہ صرف چھوٹی مقدار مین تیار کی جاسکتی ہین بلکہ وہ مطلق پیدا ہی نہین کی جاسکتی تھین اگر ایسی دوسری چیزون کے ساتھ مبادلہ کی قوت موجود نہ ہوتی یہی وجہ ہے کہ کسی ملک مین متمدن زراعت بہت کم ہوگی اگر اسکے ساتھ ایک بڑی شہری یا قصباتی آبادی یا بڑے پیمانہ پر تجارت برآمد خود نہ کی گئی ہو۔ شہر کے نفوس کو وہ پیداوار پہنچانے کے لیے مسٹر ویکفیلڈ کا طریقۂ استعمار اسی اصول پر مبنی ہے۔ اور یہ ایک عملی ترقی ہے جو چالیس سال قبل سے کام مین لائی جارہی ہے۔ اس طریقہ کے مطابق سرکار افتادہ اراضی پر ایک ایسی قیمت لگا دیتی ہے جو بہت سے لوگون کو زراعت کی طرف رجوع ہونے سے روکدے کر لیکار ہے۔ اس طرح پر ایک شہری یا قصباتی آبادی دیہاتی آبادی کے ساتھ ہی ساتھ وجود مین آتی ہے جو اوس مستعمرہ یعنی نو آبادی کی ترقی کے لیے زیادہ مفید ہے۔

۳۲۔ لیکن جب کسی ملک مین پیشون اور کامون کی ابتدائی تفریق عمل مین آجاے۔ اسکے بعد بہت

ویسے ہی ضروری اور حقیقی اسباب موجود ہوجاتے ہین کہ کام کی تقسیم کو اس سے بھی زیادہ توسیع دینی لازم ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہین کہ بہت سے کام مثل پن بنانے کارڈ بنانے وغیرہ کے کہ جنمین بہت سارے اعمال کی تقسیم کی گئی ہے اور جنکی ہر ایک قسمت کو کاریگرون کا ایک گروہ تیار کرتا ہے تقسیم کار کے فوائد مین ایک تو کاریگرون کا تجربہ اور مشق تیز دستی اور کام کے سیکھنے مین مصالح اور اشیاء کا کمتر نقصان ملحوظ ہے۔ دوسرا فائدہ وقت کی بچت ہے جو ایک کام کو کرتے کرتے چھوڑکر دوسرے کام مین مصروف ہونے مین ضائع ہوتا ہے۔ آدم اسمتھ نے اسپر بہت زور دیا تھا کہ ایک کام کو چھوڑکر دوسرے کام مین مصروف ہوجانے سے ایک قسم کا آرام ملتا ہے۔ یہ سچ ہے لیکن اُس نے تضیع وقت کا خیال نہین کیا۔ تیسرا فائدہ زیادہ احتمال نئی ایجادون کے وقوع مین آنے کا ہے۔ کیونکہ کاریگر جب کام سے بالکل واقف ہوجاتے ہین تو وہ ہمیشہ کسی نہ کسی ایجاد کی فکر مین لگے رہتے ہین۔ چوتھا فائدہ کفایت شعاری کے ساتھ کام کی تقسیم ہے جس سے کاریگرون کو اُنکی خاص خاص قابلیتون کے مطابق صنف صنف مین جدا کیا جا سکتا ہے اور تقسیم کا یہ بہت بڑا فائدہ ہے اگرچہ اسکا درجہ تجربہ اور مشق کے بعد ہے۔

۳۴۔ لیکن کام کی تقسیم بھی ایک معین حد تک محدود ہے یعنی ایک تو بازار کی وسعت کے لحاظ سے جو ممکن ہے کہ چھوٹا ہو یا دور اور بکھرا ہوا ہو۔ یا مفلس لوگون کا مسکن ہو۔ بازار سے مراد مال کی کھپت لی جاتی ہے۔ بازار کے چھوٹے ہونے سے مال کا کم خرچ یا فروخت ہونا مراد ہے۔ اور بکھرے ہوے ہونے سے مقصود بکری کے مقامات کا دور دور واقع ہونا اور مفلس سے مراد کم استطاعت خریدار ہے۔ ان ہی اسباب سے تقسیم کار محدود ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ریلوے اور ندیون اور نہرون کے ذریعہ سے مال کا لیجانا اور نیز دوسرے ذرائع باربرداری اور جہازات بازار کو یعنی خرید و فروخت کے دائرہ کو وسیع کرتے ہین۔ اور مزدوری کی مقدار پر بہت بڑا اثر ڈالتے ہین تقسیم کار کو محدود کرنے کا ایک اور سبب کام کی نوعیت ہے۔ مثلاً زراعت مین کام کی تقسیم اُس حد تک عمل مین نہین آسکتی ہے جسقدر کہ کارخانون کے کامون مین۔ کیونکہ وہی ایک شخص بونے اور فصل کے کاٹنے مین ہمیشہ مصروف نہین رکھا جا سکتا ہے۔

بہت سے مال کے ساتھ مال کے چھوٹے اور بڑے پیمانہ پر تیار کرنے کے بعد مقابلہ فوائد کی تحقیقات بھی متعلق ہے۔ مال کی تولید جو بذریعہ بڑے کارخانون کلون اور دکانون کے بڑے پیمانہ پر عمل مین آتی ہے مزدوری کی مقدار نسبت کو اس سے بہت سے فوائد پہنچتے ہین۔ کیونکہ مزدوری کو بہت زیادہ مفید و مثمر بنانے کے لیے کاریگرون کو باہم شریک ہوجانا لازم ہے۔ بڑے کارخانون مین بھی کام کی تقسیم کی توسیع ممکن ہے۔ علاوہ برین جب قیمتی

اوزار آلات اور کلین استعمال کی جاتی ہین تو کافی مقدار مین مال تیار کرنا چاہیے تاکہ کلون سے پورا کام لیا جاسکے اور اس سے زیادہ سے زیادہ نفع ہوسکے اور یہ ایک مزید وجہ ہے جو بڑے اور وسیع کارخانون کے قیام کو لازم بناتی ہے۔

۳۵۔ یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ کسی کام یا کارخانہ کا خرچ اُسکی وسعت کے متناسب نہین بڑھتا ہے۔ ایک یقینی اور سادہ طریقہ اُسکے دریافت کا موجود ہے جس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ آیا وسیع پیمانہ پر کام کرنے مین کفایت ہے یا چھوٹے پیمانہ پر کام کرنے مین یعنی دوسرون سے اوس مال کو کمتر مول مین بیچنے کی قدرت۔ اگر ایک بڑا تاجر یا مال کا تیار کرنے والا اپنے مال کو کسی چھوٹے تاجر یا تیار کنندہ سے ارزان تر فروخت کرسکتا ہے تو یہ ایک یقینی علامت مزدوری کی مشمریت کی ہے۔ اور اسی فضیلت وتفوق کا نتیجہ ہے کہ فی زمانہ بہت بڑے بڑے کارخانے صنعت و حرفت کے اکثر شعبون مین قائم کیے جاتے ہین۔ جنسے اُنکے ضعیف حریفون کو بازار سے درست برداشتہ ہونا پڑتا ہے اگرچہ بہ نظر کفایت وارزانی یہ بات بظاہر عام لوگون کے لیے مفید ہے۔ لیکن اس فائدے کے مقابل ایک حد تک یہ نقصان بھی ہوتا ہے کہ چھوٹے تاجر اور مال تیار کرنے والون کی آزادی مین خلل واقع ہوتا ہے اور وہ مالک کی حیثیت سے گر کر مزدور بن جاتے ہین۔

۳۶۔ لیکن بڑے پیمانہ پر پیداوار و تولید کی ترقی مشترکہ سرمایہ والی کمپنیون کے قیام سے عمل مین آسکتی ہے جسکے افراد اپنے اپنے سرمایون کو اُسمین شریک شامل کرسکتے ہین۔ بنکون، ریلوے بیمہ کی کمپنیون وغیرہ کا قیام انھین اصول پر مبنی ہے۔ مشترک سرمایہ والے انتظامات کے فوائد و نقصانات مدتون سے معرض بحث مین ہین ایک طرف تو وہ خاص دلچسپی کامون کی کامیابی مین نہین لی جاتی ہے جو اُس سرمایہ دار کا خاصہ ہے جو اپنے کامون کی آپ نگرانی کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ بڑی کمپنیون مین چھوٹے اور خفیف منافع اور پس انداز کی طرف بہت کم خیال جاتا ہے۔ لیکن اسکے خلاف مین اس بات کا لحاظ ضرور رکھنا چاہیے کہ جو منتظم کمپنی کے کام کی نگرانی اور چلانے کے لیے عمدہ اور بیش قرار تنخواہ پر نوکر رکھا جاتا ہے اُسکو اکثر اُس کام کا بہت اچھا سلیقہ اور علم رہتا ہے اور اُسکو کوئی حصہ بھی معاملۂ مذکورہ مین دیا جاے تو اسکی ذاتی دلچسپی کا محرک ہوگا اور کامون کی کامیابی کی زیادہ کوشش کرے گا۔

۳۷۔ ان وجوہ سے اور نیز اُن آسانیون کی وجہ سے جو شراکت سرمایہ سے حاصل ہوتی ہین مشترکہ سرمایہ والی کمپنیان بہت زیادہ ہوگئی ہین۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ انکی ترقی متوقع ہے اور امید کی جاتی ہے کہ خود مزدور بھی

درمیان اشتراک سرمایہ و محنت سے ایک بڑی حد تک موجودہ طریقہ یعنی کرایہ کی مزدوری کا خاتمہ ہوجائے گا کیونکہ اس طریقہ سے مزدورون اور کارگیرون کے منافع کو بہت کچھ نقصان پہنچتا ہے۔ فرانس مین ساٹھ ستر سال قبل ایک کارگیر نے اپنی ریاضت درستکاری اور مالک کی خیرخواہی کے ساتھ اس دلچسپی سے اپنے مفوضہ کو انجام دیا کہ اُسکے مالک نے مزدورون کی چند جماعتون کی نگرانی اُسکے تفویض کی۔ اور اُس نے وہی اپنے اصول مزدورون کو بھی سمجھا دیے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مالک نے اُس کارگیر کو اپنا شریک بنا لیا۔ اور بالآخر مالک کے مرنے کے بعد جب یہ خود اُس رنگسازی کے کارخانہ کا مالک بن گیا تو اُس نے وہ ہدایات عمدہ اور فیاضانہ اصول جاری کیے جن سے مزدورون کو علاوہ اُنکی مزدوری کے کام کے خالص منافع مین سے بھی ایک حصہ دیتا تھا جس سے اُسکے کام مین بیحد ترقی ہوئی۔ کیونکہ ہر مزدور اپنے آپ کو اُس کارخانہ کا شریک و حصہ دار سمجھنے لگا۔ اور سستی۔ کاہلی۔ بربادی یہ سب بُری عادتین اُن سے معدوم ہوگئین۔

۳۸۔ چھوٹے پیمانہ پر کام کرنے کے عوض بڑے اور وسیع پیمانہ پر کام کرنا بازار کی وسعت اور خریداروں کی کثرت پر موقوف ہے۔ سرمایہ کی جلد ترقی اور محنت کی اعلےٰ درجہ کی حفاظت و امنیت۔ اور بڑے سرمایون کی تھوڑے لوگون کے ہاتھ مین رہنا یہ سب اسکے لیے مفید ہین اور یہ جملہ حالات انگلستان مین بدرجۂ اتم موجود ہین جسکی وجہ سے بڑے بڑے تجارت کے کارخانے جلد جلد ترقی کرتے جاتے ہین جیسا کہ پچھلے پچاس ساٹھ سال مین مشاہدہ ہوا ہے اگرچہ پیداوار کے بڑے پیمانہ پر ہونے کی افضلیت کی نسبت خصوصاً کلون کے کارخانون مین کوئی شک و شبہ نہین لیکن یہ حالت زراعت مین نہین ہے۔ جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہین کہ آیا بڑے کھیت جو صاحب سرمایہ زمیندار سے اجارہ پر لے کر اُنکی کاشت مزدورون سے کراتے ہین زراعتی مزدوری کی مقسمیت کے لیے مفید ہین یا یہ کہ چھوٹی آزاد جائدادین جنکی کاشت خود اُنکے مالک کاشتکار کرتے ہین مفید ہین طریقہ اول انگلینڈ مین عموماً رائج ہے اور طریقۂ ثانی کا رواج بلجیم مین ہے۔ اکثر انگریز یہی الرائے یہی صورت کو پسند کرتے ہین میلس پوپ اہل الرائے اصحاب کی شہادت جنکو تجربہ حاصل کرنے کے بہت عمدہ موقع حاصل ہین یہی کاشتکارون کی ملکیت کو زیادہ ترجیح دیتے ہین۔

۳۹۔ مسٹر مل اپنی پہلی اور دوسری کتابون مین اس مسئلہ کی نہایت تفصیل کے ساتھ توضیح کرتے ہین اور کاشتکارون کی ملکیت کے اثر کو نہ فقط ثروت کی تولید مین بخوبی جانچتے ہین۔ بلکہ اُس ثروت کی تقسیم اور مزدورون کی اخلاقی اور ہنرمندانہ خصوصیات کو مدنظر رکھتے ہوئے ذیل کے نتائج استخراج کرتے ہین۔ وہ کہتے ہین کہ کاشتکارون

کی ملکیت پر صریح عمل اور غیر صریح اثرات کی تحقیقات کا نتیجہ میرے خیال مین یہ ہوتا ہے کہ اس قسم کی زمینداری جسمین مزدور اور غیر مکمل صورت یا حالت مین فن پیداوار کے درمیان کوئی لازمی تعلق نہین ہے۔ جیسے چند اسباب سے یہ مفید ہے ویسے چند وجوہ سے غیر مفید بھی ہے یعنی زمین کی قوتون کو مؤثر طریقون سے استعمال کرنے کے لحاظ سے اور یہ کہ کوئی دوسرا موجودہ طریقہ نظام زراعتی کا محنت و مشقت۔ دانشمندی۔ کفایت شعاری اور احتیاط نفوس کے لیے اسقدر مفید نہین ہے اور نہ یہ ہیئت مجموعی کاشتکارون کی تعداد کی غیر محتاط ترقی کا مانع ہے جتنا کہ یہ طریقہ ہذا لہذا کوئی موجودہ حالت ہیئت مجموعی اسکی اخلاقی اور جسمانی بہبودی کے لیے اسقدر مفید نہین ہے۔ انگریزی طریقۂ زراعت یعنی کرایہ کی مزدوری کا جب اسکے ساتھ مقابلہ کیا جاے، تو مزدوری پیشہ جماعتون کے لیے یہ طریقہ نہایت مفید ثابت ہوگا۔ اسلیے مسٹر مل کی رائے ہے کہ انگلستان اور آئرلینڈ مین جو طریقہ اراضی کے اجارہ اور زراعت کا ہے وہ بدل دینے کے لایق ہے۔ اُسکے بدلے بہ ترتیب کاشتکار کی ملکیت کا طریقہ جاری کرنا نہایت مناسب ہوگا جسمین زراعتی مزدورون کی شرکت سے اراضی بصورت ملکیت مشترکہ حاصل کی جاسکے۔

۴۰۔ تولید کی ضروریات کے امتحان اور اُن حالات کے دیکھ لینے کے بعد جن پر اُن اشیا کا متمر ہونا موقوف و منحصر ہے۔ اب ہم تولید کی رائے کے اُس تیسرے مسئلہ کو دیکھینگے کہ اُسکے حدود کیا ہین۔ تولید ساکن نہین بلکہ ایک ترقی پذیر چیز ہے۔ اسکی ترقی کی دو وجہین ہین۔ دولتمند ہونے کی خواہش اور نفوس یعنی مردم شماری کی ترقی۔ مسٹر مل کہتے ہین کہ علم ثروت مین کوئی چیز اس ترقی و اضافہ کے قانون کی دریافت سے مقدم تر نہین اور نیز اُن حالات کے دریافت سے جنکی یہ تابع ہے۔ اور آیا عملی طور پر اسکی کوئی حد و نہایت بھی ہے یا نہین۔ اور اسکے حدود کیا ہین۔ علاوہ برین علم ثروت مین کسی مضمون پر اس سے زیادہ کم توجہی نہین کی گئی ہے یعنی جسکو لوگون نے اچھی طرح نہین سمجھا ہے یا جسمین ایسی نوعیت کی غلطیان نہین کی گئی ہین جن سے خرابیان واقع ہوتی ہون۔ بلکہ واقع ہوی ہین۔ یہ مل کا قول ہے۔

۴۱۔ تولید کی ضروریات کو تو ہم نے دکھلا دیا ہے کہ مزدوری سرمایہ اور اشیاء مادی ہین۔ چونکہ ہم اب تولید کے موانع پر نظر ڈالنا چاہتے ہین۔ لہذا لازم ہے کہ اُن ہی اشیاء مادی کی طرف توجہ کریں جنہین مقدار اور قوت تولید کی کمی کا احتمال ہے۔ اشیاء مادی ایک لفظ زمین سے ظاہر ہوسکتی ہین۔ اور اس اصطلاح سے صرف زمین، بلکہ معادن اور مچھلی کی شکارگاہین بھی اسمین شامل ہین۔ اسلیے ضروریات تولید مزدوری و سرمایہ و زمین قرار پاتی ہین پس تولید کا اضافہ ان ہی تین عوامل کے خواص پر منحصر ہے۔ اسکا قیام یا تو خود ان عوامل کی قوت تکثیر پر موقوف ہونا چاہیے یا اُنکی متمر پیداوار پر۔ اور تولید کی حد وہی ہوگی جو ان مین سے ایک یا زیادہ کی خصوصیات سے معین کیجائے

اسلیے لازم ہے کہ قانون اضافۂ تولید قوانین اضافۂ تولید قوانین اضافۂ مزدوری و اضافہ یا ترقی سرمایہ ترقی پیداوار زمین کا نتیجہ ہو۔ پس ہم ان تینون قوانین کا یکے بعد دیگرے امتحان کرینگے۔

۴۲۔ قانون ترقی یا اضافۂ مزدوری وہ ہے کہ نوع انسان کے اضافہ کی قابلیت مثل دوسرے تمام ذی حیات کے غیر محدود ہے۔ یہ قانون مع اُن موانع کے جنکے ذریعہ سے اسکی روک تھام کی جاتی ہے اصول نفوس سے متعلق ہے جسکے بیان کی یہان ضرورت نہین ہے۔

۴۳۔ قانون ترقی یا اضافہ سرمایہ یہ ہے کہ مثل مزدوری کے سرمایہ مین بھی قابلیت ترقی بلا حد نہایت ہے لیکن مین جہان زرخیز زمینین کثرت سے مل سکتی ہین سرمایہ کی اسقدر جلد ترقی ہوی ہے کہ وہان کی مردم شماری پچیس سال مین دوچند ہوگئی ہے۔ بخلاف اسکے قدیم ملکون مین سرمایہ کا حقیقی اضافہ مثل نفوس کے اضافہ کے اُنکی قابلیت ترقی سے بہت پیچھے گھٹا ہوا ہے۔ اور چونکہ کل اقسام کا سرمایہ پس انداز کا نتیجہ ہے۔ اسلیے اُسکا اضافہ دو چیزون پر موقوف رہتا ہے یعنی اُس فنڈ یا امانت کی مقدار پر جسمین سے پس انداز کیا جاسکتا ہے اور پس انداز کرنے کی خواہش کی قوت پر۔ وہ امانتی رقم جسمین سے پس انداز کیا جاتا ہے پیداوار کا وہ جزو ہے جو کسی ملک کی قابلیت تولید کو قائم رکھنے کی ضروریات کے رفع کرنے کے بعد بچ رہے یعنی پیدا کنندون کے لوازم۔ اور آلات و اوزار کہنہ کی نئے آلات سے تبدیلی اور سرمایہ ساکن کی ترمیم و تکمیل کے مصارف کو وضع کرلینے کے بعد جو کچھ بچ رہے وہی پس انداز ہے۔ یہ بچت کی رقم کسی ملک کی صاف پیداوار کہی جاتی ہے۔ اور یہ امانتی رقم آیندہ کے پس انداز کے لیے یا خود پیدا کنندون اور عام جماعت کے غیر مختتم مصارف کے لیے موجود رہتی ہے۔ اس تمام بچت کو پس انداز کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ اسکو بہت کم پس انداز کرتے ہین۔ اس سے زیادہ پس انداز کرنا ممکن نہین۔ اسکی مقدار محنت و مزدوری کی مثمریت کی علامت ہے اور اسکی مقدار جسقدر زیادہ ہوگی پس انداز کا شوق بھی ترقی کرتا جائے گا

۴۴۔ پس اندازی کی خواہش یا جیسا کہ اکثر کہا جاتا ہے جمع کرنے کی مؤثر خواہش مختلف ملکون اور مختلف افراد مین بہت فرق رکھتی ہے۔ اسکی ترقی و اضافہ کے وجوہ نفع کے نرخ کا زیادہ ہونا صنعتی امن و امان صحت افزا اور آسایش کے پیشہ۔ اور موجودہ محفوظ کے حصول کو آیندہ پر اُٹھا رکھنے کی قدرت ہین۔ علاوہ ازین اون ارتباطی فوائد کے حاصل کرنے کی خواہش جو دولتمندی سے حاصل ہوتے ہین یا اپنی اولاد کی آیندہ فائدہ رسانی کے لیے کوئی انتظام کرنا یہ بھی اسکے وجوہ مین شامل ہین۔ انسان کی پس انداز کرنے کی خواہش مین ایسے اسباب کمی واقع ہوتی ہے جو بالکل اسکے خلاف ہین مثلاً آیندہ کی بہبودی سے بے پروائی۔ ذہنی یا اخلاقی تربیت کا نہونا

فوری حظوظ کے حصول کا شوق - یا جائداد اور صنعتی کاموں کی غیر محفوظی جیسی کہ ظالمانہ اور مستبدانہ طریقۂ حکومت میں ہوا کرتی ہے - یہ سب کمی خواہش پس اندازی کے وجوہ ہین - وحشی اور نیم متمدن ممالک مین ان وجوہ کا بہت بڑا اثر پس اندازی کی خواہش پر ہوتا ہے اور اسکو گھٹا دیتا ہے - اور اسی وجہ سے سرمایہ اور نفوس کی ترقی مین بھی رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے -

۴۵ - جبکہ کسی ملک میں سرمایہ کی ترقی انمین سے کسی ایک یا زیادہ وجوہ سے ایک حد پر ٹھہر جاے بسبب منافع کی نرخ کی کمی یا خواہش پس اندازی کے نہونے کے تو سوقت کہین گے کہ وہ ملک ساکن حالت پر پہنچ گیا ہے اس حالت مین اگرچہ بعض لوگ زیادہ دولتمند اور بعض زیادہ مفلس ہو جاتے ہین - مگر ملک کی ثروت مین بہ ہیئت مجموعی ترقی نہین ہوتی ہے اور نہ بطور اسکے نتیجہ کے نفوس کی تعداد مین اضافہ ہوتا ہے کیونکہ لوگون کا اضافہ سرمایہ کے اضافہ پر موقوف ہے - انگلینڈ ہالینڈ اور یورپ کے اکثر حصص مین سرمایہ کی ترقی خواہش پس اندازی کی کمی کی وجہ سے نہین رکتی ہے - اور اقل درجہ اوسط طبقہ کے لوگون مین بوجہ کفایت شعاری کے عاید حدود متعینہ سے بڑھ جاتی ہے مگر گھٹتی نہین یا سکانک جانا دوسرے وجوہ سے ہوتا ہے - مثلاً منافع کے نرخ کی کمی سے اور نیز مزدوری کی ثمریت کے دائمی گھٹ جانے کے میلان سے - یہ میلان یا رجحان زمین کی خاصیتون پر موقوف ہے جسکو اب ہم بیان کرینگے -

۴۶ - قانون ترقی پیداوار زمین - یا بعبارت دیگر حرفِ زراعت کا قانون یہ ہے کہ زراعت کے نفع کی نسبت کمی کی طرف مائل ہوتی ہے یعنی زمین کی پیداوار اُسی نسبت سے ترقی نہین کرتی ہے جس نسبت سے اُسمین زیادہ مزدوری لگائی جاے - اسکے معنی صاف طور پر یہ ہین کہ اگر زمین پر زیادہ محنت صرف کی جاے تو جس نسبت سے محنت کا اضافہ کیا گیا ہے اُسی نسبت سے پیداوار مین اضافہ نہین ہوتا ہے - سٹرل کہتے ہین کہ پولیٹکل اکانومی یعنی علم ثروت مین عام قانونِ حرفِ زراعت ایک نہایت غامض مسئلہ ہے - اگر اس قانون مین فرق ہوتا تو تولید و تقسیم ثروت کے جملہ دوسرے مظاہر اسکے خلاف ہوتے جو اب نہین ہین - اور یہ مسئلہ دوسرے مسائل سے زیادہ مظلم ہے - کیونکہ دولتمند اور محنتی جماعت کے افلاس کے وجوہ سب اسی امر مین مضمر ہین اور جبتک اس ایک امر کو بخوبی سمجھ نہ لیا جاے ہمارا دوسرے امور کی طرف توجہ کرنا بالکل بیکار ہے -

۴۷ - انگلینڈ مین مزدوری اور منافع کے نرخ کی کمی کی وجہ یہ ہے کہ قانون کمی پیداوار کا بہت قوی اثر نفوس کی کثرت سے زمین پڑتا ہے - کیونکہ نفوس کے اضافہ اور غذا کی مانگ کی وجہ سے زمینون پر اسقدر زیادہ بار پڑا ہے کہ بجبور ادنی قسم کی زرخیز اراضی کی طرف توجہ کرنی پڑی ہے - بدین وجہ خراب قسم کی زمینون کے منافع

جنکی کاشت ہوتی ہے۔ اُس محنت و سرمایہ کی نسبت سے جو اُنپر صرف کیے جاتے ہین بہت ہی کم ہین مسٹر مکلاک کتاب ثروت ملل کی ایک توضیح مین بیان کرتے ہین کہ اکثر شہود کی شہادتون سے۔ (جو دارالعوام کی اُسی کمیٹی کے سامنے پیش ہوی تھین جو ۱۸۲۱ء مین زراعت کی حالت کی تحقیقات کے لیے منعقد ہوی تھی) معلوم ہوتا ہے کہ مزروعہ اراضی کی پیداوار کا (انگلستان اور ویلز مین) جو تخمینہ گیہون کے لیے کیا گیا تھا اُس سے ظاہر ہوا کہ گیہون کی پیداوار مین چھتیس یا چالیس بوشل سے لیکر آٹھ یا نو بوشیل تک تفاوت ہے (ایک بوشل تقریباً سات سیر کا ہوتا ہے) اور غذا کی مطلوبہ مقدار بغیر ان خراب زمینون کی کاشت کے پوری نہین ہوسکتی تھی اور بہت خفیف پیداوار کی زمینون کی کاشت کرنے کی ضرورت زیادہ آباد ملکون مین بوجہ گرانی غلہ اور دوسری خام جناس کی گرانی سے ہوتی ہے ہم پس حقیقی ذرایع مزدوریون کو دوامی ترقی دینے اور غذا کی ارزانی کے یہ ہین کہ نفوس کے اضافہ یعنی زیادہ توالد و تناسل کو مناسب طریقون سے روکا جاے۔ تاکہ وہ خراب زمینون کی کاشت پر مجبور نہون اور جیسا کہ آگے چل کر ہم قیمت اور ارزش یعنے مول کے قاعدین بیان کرینگے۔ غذا (یعنی مایحتاج غذا) ہرگز ارزان اور مزدوری گران نہین ہوسکے گی جبتک کہ کاشت کی گنجایش عمدہ زرخیز زمینون پر مشتمل ہو۔ کیونکہ بدترین اراضی مزروعہ کی پیداوار پر غذا کی قیمت اور زراعتی مزدوری اور سرمایہ کا معاوضہ موقوف ہے لیکن علم ثروت کا علی اصول یعنی وہ اصول جو بلا تردید اس علم کا سب سے زیادہ معظم نتیجہ ہے۔ یہ ہے کہ نفوس کی ترقی کو روکا جاے تاکہ جو داؤ اُن سے زمین کی قوت پیداوار پر پڑتا ہے گھٹ جاے۔ انسان کی خوشی اور مرفع الحالی کی یہ ایک ہی معظم شرط ہے۔ اور اُنکے افلاس کا یہی ایک علاج ہے۔ کیونکہ جہان نفوس بے روک ٹوک ایک معین مدت مین سلسلۂ ہندسی مین ترقی کرتے ہین اُسی مدت مین زمین کی پیداوار سلسلۂ حسابی کے مطابق ترقی کرتی ہے۔ مثلاً ایک مدت مین نفوس ۱ و ۲ و ۴ و ۸ و ۱۶ کی نسبت مین ترقی کرین تو پیداوار ۱ و ۲ و ۳ و ۴ و ۵ کی نسبت مین ترقی کرتی ہے۔ اگر نفوس کو مناسب طریقون سے کافی طور پر روکا جاے تو افلاس از دست تیقن علمی ایک نسل کی مدت مین دور کیا جاسکتا ہے۔ اگر سرکار کی طرف سے وسیع پیمانہ پر استعمار (نوآبادی) کی تدابیر کام مین لائی جائین۔ اور مزدوری کے بازار کو راحت پہنچانے اور اُن کے کم کرنے کے لیے پرزور کوشش کی جاے جسکی بہت زور سے مسٹر مل سفارش کرتے ہین۔ اور بجاے اصناف خلائق کی طرف سے ساتھ ہی ساتھ توالد و تناسل کی روک تھام ایمان داری کے ساتھ عمل مین لائی جاے تاکہ دوبارہ آبادی نفوس سے تجاوز نہ کرنے پاے اور زراعت کی گنجایش دوبارہ گھٹ نہ جاے۔ تو کوئی شک نہین کہ ان تدابیر سے چند سال ہی مین سوسائٹی یعنی جماعت کا ہر فرد آسانی کے ساتھ آرام کی روٹی پیدا کرسکے گا

اور نہایت آسایش سے گزر کر سکے گا۔

۴۸۔ افلاس کے وجوہ اور اسکے علاج کے متعلق علم ثروت کا یہ ایک طے شدہ اصول ہے۔ انگلنڈ مین اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ آیا کوئی سرکار یا سلطنت جو سالہا سال اس معظم اصول سے چشم پوشی کرتی ہے۔ اور نفوس کے اصول کی طرف توجہ کرنے سے اغماض کرتی ہے۔ اور کوئی عمدہ تدابیر مزدوری کے بازار کی راحت رسانی کے لیے کام مین نہین لاتی ہے جنکی نسبت بڑے بڑے علما فوج نے بہت کچھ لکھا ہے۔ پس آیا ایسی سرکار اپنی رعایا کے ساتھ اپنا فرض ایمانداری کے ساتھ ادا کرتی ہے؟ مدبرین و سیاست دانان ملک اور دوسرے اہل الرائے اگر ان اصول کی حقیقت سے ابتک مطمئن نہین ہوے ہین تو کیون انکی تردید کا عزم نہین کرتے ہین اور کیون اپنے اعتراضات کو عام طور پر شایع نہین کرتے ہین؟ اور اقل درجہ کیون اس امر پر صاف صاف اپنا خیال ظاہر نہین کرتے ہین تاکہ لوگون کو اچھی طرح سے معلوم ہو جاے کہ علم ثروت کی رو سے مزدوری کی کمی کا حقیقی سبب اور اسکا حقیقی علاج کیا ہے؟ آیا یہ اس علم کے حق مین۔ بلکہ غربا اور عموم خلائق کے حق مین انصاف ہے کہ ایسے عظیم امور سے چشم پوشی اور اغماض کیا جاے۔ اور انکی طرف توجہ بھی نہ کی جاے گویا کہ انکی کوئی حقیقت ہی نہین بلکہ انکا کوئی وجود ہی نہین؟ آیا یہ افلاس کی ان شدید تکالیف و مصائب کی تحقیر نہین ہے؟ فی الحقیقت حکمی اور علمی اصول کے ساتھ برتاؤ کے طریقون کے منجملہ یہ سب سے زیادہ خلاف انصاف و خلاف قاعدہ ہے۔ ان سے اغماض کرنا ہر ایک سچے جویاے حق کے لیے بالکل ناقابل معافی ہے۔ قوانین و اصول نفوس سے اغماض فی الحقیقت عمداً تباہی مسائل کی تحقیق سے دست بردار ہونا ہے۔

۴۹۔ بیانات بالا سے معلوم ہوا کہ پیداوار و تولید کا اضافہ قدیم ملکون مین اون دو اسباب مین سے ایک یا دونون سے محدود ہے یعنی حاصل خیز اور زرخیز اراضی کی کمی سے یا سرمایہ کی کمی سے حاصل خیز اراضی کی کمی قدیم دنیا کے ترقی یافتہ ملکون مین تولید کی حد واقع ہوتی ہے۔ اور سرمایہ کی کمی جو پس انداز کرنے کی موخر خواہش کے نہونے کا نتیجہ ہے۔ وحشی اور نیم متمدن ملکون مین ایک دوسرا سبب ہو جاتا ہے جو تولید کی راہ مین قوی رکاوٹ پیدا کرتا ہے۔

مرزا مہدی خان

ہم ایسی طاقتون اور ایلینون کے ساتھ پیدا ہوے ہین کہ تقریباً سب کچھ کر سکتے ہین۔ کم سے کم اس حد سے آگے ضرور بڑھ سکتے ہین جو آسانی کے ساتھ خیال کو سجھائی دیتی ہے لیکن محض ان طاقتون سے کام لینے ہی کی مقدار مین بکلن نے کہا ہے کہ ہم کسی کام مین قابلیت و بعد حاصل کر سکتے ہین وہ کامل پہنچ جانے

# شکوۂ زمانہ

مسخر کر کے چھوڑوں ساری اقلیم سخندانی
جو کھینچوں یا علی کمکر میں شمشیر زبانی

زمانہ نے مجھے اک گوشۂ عزلت میں ڈالا ہے
نہیں تو میں وہ ہوں عرفی کر دے میری ثنا خوانی

زمین و آسمان کا فرق دونوں ہیں سے حیرت ہے
نہ دل سا کوئی مردہ دل نہ مجھ سا خندہ پیشانی

عجب حالت ہے ان روزوں دل مردہ کا ماتم ہے
اٹھا ہے آرزو کا ہاتھ بہر فاتحہ خوانی

کبھی دیکھی نہ تھی میں نے کہ شکل عیش ہے کیسی
جو دیکھی خواب میں اکبار تو صورت نہ پہچانی

اسی کو اوڑھتا ہوں اور بچھا لیتا بھی ہوں اسکو
فلک نے مجھکو دی ہے چادر غم اتنی طولانی

نہیں ہے تھاہ بحر غم کی بسم اللہ مجریہا
بڑی ہی بیکسی میں کشتی عشرت ہے طوفانی

تلاطم بحر غم میں اسقدر ہے اف معاذ اللہ
کہ پانی بھرتی ہے گنگا کی اور جمنا کی طغیانی

مرے لخت جگر اور دل کے ٹکڑے کام آتے ہیں
کہ یہ غم کی ضیافت ہے الم کی ہے وہ مہمانی

غذا خوش ذائقہ غم کے لیے موجود رکھتا ہوں
بجائے مرغ بریاں ہے یہ میری سوختہ جانی

پھپھولا جان کر دل کو رہا کرتا ہے غم اکثر
کبھی تو پھانس بنکر اور کبھی خار مغیلانی

خدش اسکی کھٹک اسکی مزا دیتی ہے کچھ مجھکو
نہیں ہے آرزو دل میں یہ ہے اک خار مژگانی

غم و عیش و مسرت کا اثر کیا ہو مرے دل پر
کہ یہ فانی ہے وہ فانی ہے اور میں خود بھی ہوں فانی

بہر و ساکیا کروں دنیا کا میں اک تنگ کا مہمان ہوں
مسافر میں ہوں اور یہ ہے سرائے عالم فانی

ادھر دنیا کا کھٹکا ہے اُدھر عقبیٰ کا دھڑکا ہے
یہاں صدمات جسمانی وہاں آلام روحانی

نہ قابو میں طبیعت ہے نہ دل میرا ٹھکانے ہے
مرا ہے ہوش سودائی مری ہے عقل دیوانی

تمنا ہے نہ حسرت ہے نہ کوئی آرزو دل میں
مرے دل کی کچھ ان روزوں ہوئی ہے خانہ ویرانی

اداسی چھا رہی ہے خانۂ دل میں مرے ایسی
کہ ہوتی ہے پریشانی کو بھی آکر پریشانی

یہ دہشت ہے کہ توبہ آرزو بھی آتے ڈرتی ہے
معاذ اللہ بھارہ کھاتی ہے اس دل کی ویرانی

دھواں جب آہ کا اٹھتا ہے تو بہتے ہیں یوں آنسو
برستا ہے بخارات زمیں سے جس طرح پانی

خدا جانے یہ ہے خدا شکستہ یا لکیریں ہیں
خدارا کوئی پڑھ دے میری یہ تحریر پیشانی

میں وہ مایوس ہوں جسکا کبھی گزرا نہ تھا کا سا
تو یہ سمجھا کہ یہ بھی ہے کوئی غول بیابانی

ہنر سیکھا تو پچھتایا یہی دیتے ہیں سب طعنہ
چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

تحمل چاہیے ایسا کہ چاہے دم نکل جائے
مگر لب پر نہ آئے شکوۂ آلام روحانی

کمر تھا میں کبھی لیکن ہلال چرخ ہوں اب تو
دوبارہ جس نے دیکھی اُس نے پہچانی

سید قمر الدین احمد قمر حیدرآبادی

عہ "چھا بھی لیتا ہوں" چاہیے۔ ایڈیٹر ص ؟

# تاریخ مالوہ

مالوہ کی تاریخ سلطنت برطانیہ کے استحکام تک پانچ حصون مین تقسیم ہوسکتی ہے۔

۱۔ اہل اسلام سے پیشتر کا زمانہ

۲۔ شاہان دہلی کے صوبہ دارون کا زمانہ (۹۰۴-۷۰۵ ہجری مطابق ۱۴۰۱-۱۳۰۵ عیسوی)

۳۔ زمانۂ شاہان خلجی وغوری (۹۳۲-۹۰۴ ہجری مطابق ۱۵۲۶-۱۴۰۱ عیسوی)

۴۔ حکومت خلجی کے خاتمہ سے اکبر کی فتح تک

۵۔ مالوہ بطور مغلیہ صوبہ کے۔

عہد اسلامیہ سے قبل کی تاریخی واقعات کپتان لارڈ (Cap. Laard) نے ریاست دھار کے روزنامچہ مین درج کیے ہین (دیکھو صفحات ۵ و ۷ و ۱۲۸) یہ صحیح طور پر معلوم نہین ہوسکتا کہ مسلمانون نے مالوہ کو کب فتح کیا[۱] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلطان قطب الدین ایبک[۲] نے مہم ناہروالا کے ساتھ ہی اس صوبہ کو بھی زیر کیا تھا لیکن یقینی واقعہ یہ ہے کہ عین الملک[۳] ملتانی کی کامل فتح تک (۷۰۵ ہجری مطابق ۱۳۰۵ء) اہل اسلام اُسپر قابض نہ رہ سکے۔ عین الملک مالوہ کا پہلا صوبہ دار تھا اُسکے بعد یکے بعد دیگرے شاہان دہلی کی طرف سے صوبہ دار مقرر ہوتے رہے اور یہ سلسلہ ایک صدی کے قریب تک رہا۔

۷۹۲ھ مطابق ۱۳۹۰ء مین ایک شخص دلاور خان[۴] صوبہ مقرر ہوا۔ اُدھر فیروز شاہ کے انتقال کے بعد سلطنت دہلی کو تیموریہ تاخت و تاراج نے زیروزبر کردیا اور ایک حد تک اُسکی وسعت مین کمی واقع ہوگئی لیکن

---

[۱] عبداللہ شاہ چنگال کی قبر کا کتبہ ظاہر کرتا ہے کہ مسلمان سب سے پہلے ۷۰۰ھ کے قریب مالوہ کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ واللہ اعلم

[۲] لاحظہ ہو تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۱۹۵ مترجمہ برگز (Briggs) ہو تاریخ فرشتہ فارسی مطبوعہ لکھنؤ حصۂ اول صفحہ ۶۲۔

[۳] عین الملک ملتانی سلطان علاؤالدین خلجی کا ایک جنرل تھا۔ [۴] دلاور خان کا نام حسین تھا۔ اُسکے آبا و اجداد غور سے آئے تھے اور سلسلۂ نسب سلطان شہاب الدین غوری سے ملتا تھا۔ (تاریخ فرشتہ جلد چہارم صفحہ ۱۶۸ مترجمہ برگز و تاریخ فرشتہ فارسی حصۂ دوم صفحہ ۲۳۴) دلاور خان اور مظفر خان گجراتی دونون فیروز شاہ کی ملک ملازمت مین تھے (تاریخ خاندان ہائے اسلامیہ مرتبہ بیلی صفحہ ۴۰۹) شاہنشاہ جہانگیر نے دلاور خان کو عمید شاہ غوری کے نام سے یاد کیا ہے (تزک جہانگیری صفحہ ۲۰۰)

صوبۂ مالوہ اب تک شاہان دہلی کی ماتحتی مین تھا اور دلاور خان محمود تغلق کو آقا اور شاہنشاہ ہی سمجھتا رہا جب سلطان اپنی سلطنت دہلی کو واپس گیا کیونکہ وہ تیمور کے داخلہ کے وقت دلاور خان کے پاس مالوہ چلا گیا تھا تو دلاور خان بھی خود مختاری حاصل کرکے بادشاہ بن بیٹھا۔ اسکے بعد مالوہ کا تیسرا دور شروع ہوتا ہے جب یہ صوبہ خود مختار شاہان خلجی کے زیر حکومت رہا۔

دلاور خان کے بعد اُسکا بیٹا الپ خان۔ ہوشنگ شاہ کے نام سے تخت نشین ہوا۔ اُس نے اپنا دار السلطنت بجاے دہار کے مانڈو مقرر کیا اور تقریباً تیس برس تک حکومت کی۔ دلاور خان کی اچانک موت نے عام شبہ پیدا کردیا کہ ہوشنگ نے اس سن رسیدہ بادشاہ کا خاتمہ زہر سے کردیا اور یہی وجہ تھی کہ مظفر شاہ والی گجرات ایک بڑی فوج لے کر مانڈو پر چڑھ آیا اور اُسکو تید کرکے گجرات لے گیا۔

نصرت شاہ (برادر مظفر شاہ) دہار کا حاکم مقرر ہوا لیکن وہ بہت جلد غیر ہر دلعزیز ہوگیا اور رعایا کی بغاوت کی وجہ سے مانڈو بھاگ آیا۔ ہوشنگ شاہ بھی اس درمیان مین رہا ہوگیا تھا اُس نے موقع کو غنیمت سمجھکر مالوہ پر قبضہ کرلیا اور جب تک زندہ رہا ہمسایہ حکمرانون سے جنگ کرتا رہا۔ ۸۳۳ھ مین اُس کا انتقال ہوگیا۔

ہوشنگ شاہ کے بعد اُسکا بیٹا غازی خان سریر آرائے سلطنت ہوا۔ لیکن وہ نہایت کمزور دماغ اور لاابالی مزاج کا آدمی تھا۔ اُسکے وزیر محمود خلجی[1] نے زہر دیدیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔

محمود خلجی نے نہایت کروفر کے ساتھ ۳۰ برس حکومت کی۔ یہ مالوہ کے تمام بادشاہون سے زیادہ دولتمند اور بلند حوصلہ تھا۔ اس نے دار الحکومت مین عمدہ محلات تعمیر کیے اور سلطنت کو بہت وسعت دی۔ بعد انتقال اُس کا بیٹا غیاث الدین سریر آرائے حکومت ہوا۔ اس بادشاہ کا کل زمانہ امن سے گزرا۔ بہلول لودی سے البتہ ایک دفعہ

---

[1] دلاور خان اور مظفر شاہ نے جب وہ فیروز شاہ مرحوم کی سلک ملازمت مین تھے برادرانہ معاہدہ کیا تھا۔ تاریخ فرشتہ حصہ دوم صفحہ ۲۲۴ ۔ محمود خلجی ملک مغیث خلجی کا بیٹا تھا۔ دونون باپ بیٹے ہوشنگ کے دوسرے بادشاہون کے وزیر رہے ہوشنگ شاہ ان دونون کی حرص طبیعت سے ہمیشہ خوف زدہ رہتا تھا۔ غازی خان نے محمود کی ہمشیرہ سے عقد کیا اور سلطنت کو بیشتر اُس کے ہاتھ مین دیدی۔ اس ناشکر گزار وزیر نے وفاداری اور آقا پروری کا یہ ثبوت دیا کہ غازی خان (محمود خلجی) کو زہر دے کر ہلاک تمام کردیا۔ تاریخ فرشتہ مترجمہ برگز جلد چہارم صفحات ۱۹۶ - ۱۹۱ - ۱۹۲ ۔ تاریخ فرشتہ حصہ دوم صفحات ۲۲۹ - ۲۴۱ - ۲۴۲ ۔ محمود کی داستان واقعات مشتاقی مین بھی ملتی ہے دیکھو سر جان ملکم کی تاریخ ہند جلد چہارم صفحہ ۵۵۲ ۔

لڑائی ہوئی جس مین غیاث الدین نے بہلول کو شکست دی[۱]۔ رعایا خوش حال تھی اور ہمسایہ حکومتون سے تعلقات دوستانہ تھے۔ اسکے خصائل و عادات کی نسبت بہت سے قصے کہانیان بیان کی گئی ہین۔ یہ غلط ہون یا صحیح لیکن تاریخ بھی اسکے کارنامون کو سراہتی ہے۔ بلا مبالغہ وہ زبردست حاکم اور امور سلطنت کو بخوبی انجام دیتا تھا۔ اسّی برس کی عمر مین اُسکے ناخلف نصیر الدین نے زہر قاتل سے خاتمہ کردیا۔ ۳۳ سال حکومت کی[۲]۔ نصیر الدین باپ کے زمانہ مین وزارت کرتا تھا اور جب اُس نے دیکھا کہ غیاث الدین مرتا ہی نہین تو زہر کے ذریعہ سے جھگڑا ختم کردیا۔ اسکو اپنے بھائی علاؤ الدین سے بھی لڑنا پڑا اور بہت سے جھگڑون کے بعد مانڈو مین تخت نشین ہوا۔ یہ نہایت خفیف الحرکات اور پرلے سرے کا شرابی تھا۔ ایک دفعہ بیحد شراب پیے ہوے تالاب کے کنارے بیٹھا تھا کہ اُسی حالت مین ڈوب گیا۔ گیارہ برس حکومت کی۔

نصیر الدین کے بعد اُسکا دوسرا بیٹا محمود اعظم ہمایون تخت نشین ہوا۔ اس کا بڑا بھائی لڑ بھڑ کر شاہان دہلی کے پاس چلا گیا۔ محمود کے زمانہ مین مالوہ جنگ و جدل کا گھر بن گیا اُس کا سپہ سالار میدنی رائے باغی ہوگیا اور بادشاہ کو مدتون تک اُسکے ساتھ لڑائی کرنی پڑی۔ میدنی رائے کی طاقت روز بروز بڑھتی جاتی تھی اور ایک دن یہ نتیجہ ہوا کہ محمود کو تخت سے ہاتھ دھونا پڑا۔ لیکن شاہان گجرات کی مدد سے پھر حکومت مل گئی[۳]۔ ۹۳۲ھ مین محمود نے چاند خان اور ضیاء الملک کو پناہ دی۔ یہ دونون امرا گجرات کے رہنے والے اور باغی تھے چنانچہ یہی وجہ مالوہ اور گجرات مین دشمنی کی ہوی اور آخر کار مالوہ کو شاہان گجرات نے فتح کرکے اپنی سلطنت مین شامل کرلیا اور محمود مع خاندان مارڈالا گیا یہ واقعہ ۹۳۷ھ مین ہوا۔ مدت حکومت کچھ کم بیس سال ہے۔

اعظم ہمایون کی وفات سے خاندان خلجی کا خاتمہ ہوگیا۔ بعد ازان ہمایون نے عارضی طور پر مالوہ لے لیا اور گجرات کے بادشاہ بہادر شاہ کو شکست دے کر اُسکی سلطنت بھی اپنے فتوحات مین شامل کرلی لیکن اُسکے جانے کے بعد ایک امیر نے جس کا نام ملوخان تھا قادر شاہ خطاب اختیار کرکے عنان سلطنت اپنے ہاتھ مین لے لی۔ ۹۴۹ھ مین شیر شاہ سوری نے ملوخان کو شکست دے کر اپنی طرف سے ایک امیر شجاعت خان کو صوبہ دار مقرر کردیا

---

[۱] تاریخ فرشتہ مترجمہ برگز جلد چہارم صفحات ۳۸-۲۳۷ تا تاریخ فرشتہ حصۂ دوم صفحہ ۲۵۷ [۲] تاریخ فرشتہ حصہ دوم صفحہ ۲۵۵ تزک جہانگیری صفحات ۹۳-۱۸۱ - یہ افواہ کہ غیاث الدین نے سب سے پہلے سونے کے سکے بنوائے غلط ہے۔ اُسکے باپ کے طلائی سکے اب تک موجود ہین فہرست سکہ جات ہند موجودہ انڈین میوزیم از چارلس راجرس حصۂ اول صفحہ ۱۲۶۔ [۳] تاریخ فرشتہ حصۂ دوم صفحہ ۲۴۹ و تاریخ فرشتہ مترجمہ برگز جلد چہارم صفحات ۳-۲۶۲۔

# فن شاعری

انسان کی چلبلی اور سیماب وار طبیعت نے جہان اس دنیا مین اپنی فطری جودت سے بہت سے علوم وفنون ایجاد کیے ہین منجملہ اُنکے ایک فن شاعری بھی ہے - یہ وہ مقدس - پاکیزہ اور لطیف ترفن ہے جو گویا روز ازل ہی سے انسانی خمیر مین ترکیب دیدیا گیا تھا اور وہ ازبسکہ تھوڑی مدت تک اُسکے سینۂ بے کینہ مین اسطرح پوشیدہ رہا جیسے سنگریزہ مین شرارہ لیکن چوٹ لگنا تھا کہ دل بیتاب ہوگیا طبیعت مین کیف پہلے سے موجود ہی تھا بس کسی شعلہ رو کا نقاب اُلٹنا تھا کہ سوز جنون سے سارے بدن مین آگ لگ گئی اور انسان کی زبان سے اُسی عالم بیخودی مین جو قدرتی طور پر ایسی حالت مین قلوب پر طاری وساری ہوجاتی ہے جذبات دلی کا اظہار بشکل اشعار ہونے لگا - شعر درحقیقت ایک اصلی اور حقیقی الہام ہے اُس ولولہ کا جو انسان کے دل مین قدرتی طور پر پیدا ہوتا ہے - نثر کی یہ شان نہین - نثر مین باوجود ہزار رعنائی و دلفریبی کے تصنع کی جھلک ایک گونہ باقی رہتی ہے چنانچہ مرزا محمد رفیع سودا کسی خمار آلود آنکھ کے تصور مین فرماتے ہین ؎

کیفیت چشم اُسکی مجھے یاد ہے سودا ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا مین

کیا یہ خاص وجدانی کیفیت کسی طرح نثر کے ذریعہ سے پیدا کی جاسکتی ہے ؟ ہرگز نہین ! علیٰ ہذا ذوق شاعری بھی ایک ایسا ذوق ہے جو در اصل قدرتی ہے نہ کہ کسبی - مثل مشہور ہے کہ شاعر عمان کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے - یہ وہ مذاق نہین جو خارجی ذرایع سے حاصل ہوسکے بقولے

این سعادت بزور بازو نیست تا نبخشد خدائے بخشندہ

شعر کا لطف تو کسی تفتیدہ جگر عاشق کسی نوگرفتار محبت معشوق کسی اہل دل مجذوب کسی صاحب نظر مرشد کسی ازخود رفتہ عارف کسی مخمور چشم بادہ نوش کسی ریاضت کردہ صوفی کسی آوارہ گرد درویش کسی صحرانورد دلی کسی فرلفتۂ لیلےٰ مجنون کسی دلدادۂ شیرین فرہاد کسی خاطر شکستہ واماق کسی دارکشیدہ منصور کے دل سے پوچھنا چاہیے -

گو بادی النظر مین شاعری ایک نہایت معمولی اور غیر ضروری سا فن معلوم ہوتی ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو ظاہر ہوگا کہ اس فن نے دنیا مین جو جو قابل قدر کارہاے نمایان کیے ہین وہ شاید کسی دوسرے فن کو نصیب نہین ہوے شاعری انسانی تمدن کا ہمیشہ ایک جزو لاینفک رہی ہے اور اُسکو ہمیشہ انسان نے اپنی جلوت وخلوت کا ایک

نہایت خوش آیند مجلسیں اور دمساز سمجھا ہے۔ یہ شاعری ہی کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے کہ اُس نے ہماری تفریحی جلسوں میں موسیقی کا لباس پہن کر اپنے نہایت سریلے اور خوشگوار راگوں سے نہ صرف ہمارے محزون۔ ملول اور پژمردہ دل و دماغ کو مثل ایک گل نو شگفتہ کے تر و تازہ بنا دیا ہے بلکہ اکثر محافل حال و قال میں بہت سے مشتاقان دیدار کو گو عالم بیخودی ہی میں سہی پردۂ حجاب کا ایک گوشہ ہٹا کر جلوۂ یار کی ایک ایسی جھلک دکھلا دی ہے جسکے بعد وہ مستان الست ترک آستان خلافِ آدابِ عبودیت سمجھکر اسی ڈیوڑھی پر جان بحق تسلیم ہو گئے اور اس طرح "شمع کشتہ ہون فنا میں ہے بقا میرے لیے" کے مصداق بن گئے چنانچہ حضرت ذوق فرماتے ہین ؎

دیکھ کر دیکھتا ہے ذوق کہ وہ پردہ نشین ۔۔۔ دیدۂ روزن دل سے ہے دکھائی دیتا

جس طرح شاعری ہمارے بزم کی ایک عزیز رفیق رہی ہے اسی طرح وہ ہمیشہ ہماری رزم میں بھی شریک حال رہی ہے کیا ہم کبھی اپنی قدیم محسنہ (شاعری) کے اس احسان کو فراموش کر سکتے ہین کہ وہ میدان کارزار میں ہمارے تھکے ماندے اور دل شکستہ سپاہیون کے دلون میں جو کسی گھمسان کی لڑائی کے بعد زخمون سے چور ہو کر نہایت اضطراب و مایوسی کی حالت میں پسپا ہو جاتے ہین دفعۃً بصورت رجز نمودار ہو کر از سر نو ایک تازہ روح پھونک دیتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہی مضطرب اور مایوس سپاہی ایک نہایت جرارانہ حملہ کرتے ہین اور اس طرح میدان میں فتحیابی کا سہرا ہمارے ہی سر رہتا ہے؟ قطع نظر ان خدمات کے جب ہم اس فن کا دیگر فنون مروج الوقت سے موازنہ کرتے ہین تو ہم شاعری کے دامن کو خود غرضی۔ حرص و طمع کے کسی بعیدی بدنما دھبہ سے بھی پاک اور بے لوث پاتے ہین۔ شعرا نے محض مقبولیت عام کو ہمیشہ غایت کلام قرار دیا ہے۔ اور جس وقت انکو اپنے کلام کی داد مل گئی تو وہ ہمیشہ مطمئن ہو گئے اور سمجھنے لگے کہ ہم کو اپنی ریاضت کا صلہ حاصل ہو گیا۔ ماسوا کہ بعض خاص خاص مواقع پر قصائد وغیرہ بخیال نفع مالی بھی کہے گئے ہین لیکن ان نادر الوقوع صورتون میں بھی اصل مطمح نظر یعنی مقبولیت کلام جلب منفعت پر ہمیشہ غالب رہی ہے۔ پس ہم کہہ سکتے ہین کہ یہ مقدس فن جس طرح زمانہ سلف سے اس وقت تک ہماری معاشرت جلوت اور خلوت کا ایک نہایت خوشگوار رفیق رہا ہے اسی طرح آئندہ بھی جب تک وجود انسانی صفحۂ روزگار پر باقی ہے یہ فن لطیف ہمارا انیس و ہمدم رہے گا اور یہی باعث ہے کہ باوجود انقلاب زمانہ و باوجود مخالفانہ ہر ملک اور ہر قوم میں بعض دلدادگان شاعری اس نونہال چمن ہستی کی ہمیشہ اپنی خون جگر سے آبیاری کرتے رہے ہین اور آئندہ بھی انشاء اللہ اس چمن میں اسی طرح گل بوٹے پھوٹتے رہین گے۔

محمد رضی

# کلام وہاج

ہمارے مکرم و عنایت فرما مولوی وہاج الدین حیدر صاحب بیرسٹرایٹ لا جو آجکل ریاست بھوپال میں اڈیشنل نصیر المہام کے جلیل القدر عہدہ پر سرفراز ہیں۔ باوجود کثرت کار و ہجوم افکار علمی و ادبی مشاغل سے خاص طور پر دلچسپی اور شعر و شاعری سے مناسبت کلی رکھتے ہیں۔ مگر شہرت طلبی اور اشاعت کلام سے آپ کو ہمیشہ احتراز رہا اور اب بھی ہے تاہم ہماری درخواست پر جناب وہاج نے اپنا پاکیزہ کلام مع ایک تمہیدی خط کے مرحمت فرمایا ہے جسکو ہم اس نمبر میں شکریہ کے ساتھ درج کرنے کی عزت حاصل کرتے ہیں۔

سب ایڈیٹر

حضرت محوی۔ سلام شوق التیام۔ آپ جانتے ہیں میں کسی رسالہ میں کوئی نظم غالباً اس وجہ سے نہیں بھیجتا کہ وہ قابل اشاعت ہی نہیں ہوتی بہرحال بتعمیل ارشاد "ہجر و وصل" ارسال خدمت ہے۔ مجھے اسقدر فرصت نہیں کہ اور نظمیں بعد نظر ثانی بھیج سکوں لیکن یہ سلسلۂ اشاعت اگر آپ شروع کرنا چاہتے ہیں تو ایک باعی سے شروع کیجیے جو عمر خیام کی پہلی رباعی کا ترجمہ ہے۔ آپ کو معلوم نہیں کہ میں نے عمر خیام کی سب رباعیوں کا ترجمہ کرنا شروع کیا اور اکثر رباعیوں کا ترجمہ ہو چکا تھا لیکن وہ بیاض ایک دن موٹر پر میرے ساتھ گئی تھی لیکن واپس نہ آئی اور افسوس ہے کہ پھر میں اُن سب کو یاد کرکے نہ لکھ سکا پہلی رباعی حضرت عمر خیام کی رباعی کے ساتھ لکھی جاتی ہے۔ باین اعتراف کہ ؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک ؟

| حضرت عمر خیام | وہاج |
|---|---|
| آمد سحرے ندائے خانۂ ما | حسرت وصل نے بیخبری رہجائے |
| کے رند خراباتی و دیوانۂ ما | آکے آئینۂ دل میں وہ پری رہجائے |
| برخیز کہ پر کنیم پیمانۂ ما | کہیں ایسا نہو بھر جام ساغر عمر |
| زان پیش کہ پر کنند پیمانۂ ما | سے مرحبے کی شیشۂ ہستی بھری رہجائے |

اگر مجھے فرصت ہوتی تو اس اپنی رباعی کی تلمیح و تشریح میں زمانۂ حال کی ضرورت پر ایک بسیط لکچر بھی ارسال کرتا عمر خیام کی رباعی میں "پر کنند" اور "پر کنیم" کا جو لطف ہے اُسکا ترجمہ میں باقی رکھنا غائید طعم غیبی ہے۔ آخر مصرع میں میرے حصہ سے وہ دعویٰ ثابت ہوتا ہے جو ہر مخلوق کو اس دنیا میں بہترین نعمائے خالق کی توقع اور اُسکے حصول کی کوشش پر پرواز ہمت نکالنے کے لیے کافی ہے اور یہ یقین دلانے کے لیے کہ ہم اُس نعمت سے محروم رہیں تو

خود ہمارا قصور ہے اس مضمون آخر الذکر کو ایک اور شعر مین زیور نظم پہنایا گیا ہے

شعر - آراستہ ہے سب کے لیے بزم کائنات محروم ہم رہین یہ ہمارا قصور ہے

دوسرا شعر اس مقصد کی تکمیل کے لیے ہمت کی ضرورت کو بدرجۂ غایت ظاہر کرتا ہے۔

شعر - ہمت جو ہو تو منزل مقصد نہین ہے دور موسیٰ کہان ہین سامنے وہ کوہ طور ہے

اسی سلسلہ مین اپنی غزل کے چند اور شعر بھی یاد کر کے لکھنے پڑے۔

مطلع - اُس سے کہو جو نشۂ نخوت سے چور ہے کھاتا ہے ٹھوکرین جو سر پُر غرور ہے

ہر آرزو مین شرط تمنا ہے ضرور ہے واعظ کو خبط ہے جو تمنائے حور ہے

مفلس کو احتیاج ہے پر تنگ و گر نہین منعم ہے مال دار مگر نا صبور ہے

پیچھے کے شعر یاد نہین آتے اور جو یاد ہین وہ حسب ذیل ہین۔

مطرب ہے نغمہ زن طرب انگیز بزم عیش آنکھون مین ہے سرور دلون مین غرور ہے

لیکن خبر نہین کہ یہ دنیائے بے ثبات ہر لحظہ انتظار کہ بانگ صور ہے

وہاج باغ دہر مین بوے وفا نہین جو اس سے دل لگائے بڑا بے شعور ہے

ایک قطعہ مظہر اختلاف مذاق و پست طبائع جسکے آخر مین سب مذاہب پر اسلام کو ترجیح و تفضیل کمال خوبی دیگئی ہے حسب ذیل ہے۔

قطعہ - ہے حسن تو اک عجیب دلکش منظر اچھی صورت پہ ہر نظر پڑتی ہے

دیکھے ہین مگر کریہ منظر بہ شکل جن پر کہ نگاہ پڑ کے پچھتائی ہے

اُنکے خواہان بھی ہین خدا کے بندے اُن کو بھی کسی پہ ناز معشوقی ہے

وہاج یہ شکر ہے کہ اپنا مطلوب وہ گل ہے جو زیب گلشن خوبی ہے

اسی کی تائید مین ایک رباعی بھی نذر ہے۔

رباعی اس حسن کی صورت نظر آئی نہین کوئی صورت گر قدرت نے بنائی نہین کوئی

ہر چہرہ مین سیل اُس رخ روشن مین نہین ہے ادنیٰ ہے یہ خوبی کہ برائی نہین کوئی

## ہجر و وصل

| ہجر | وصل |
| --- | --- |
| ہجر کا حال کیا کہین رنج و ملال کیا کہین | وصل نگاہ عیش ہے وقت بہار عیش ہے |
| خواب و خیال ہو گیا لطف وصال کیا کہین | غنچۂ آرزو کھلا فصل بہار عیش ہے |

صبح سے شام اگر ہوی یا شبِ غم سحر ہوی — باغ بھی ہے بہار بھی سبزۂ و لالہ زار بھی
چین کبھی نہین ملا عمر یون ہی بسر ہوی — ابر بھی ہے گھرا ہوا پڑتی ہے کچھ پھوار بھی
حُسن کو ہے جفا پسند عشق کو ہے وفا پسند — مست شباب یار ہے ترک حیا دعا رہے
عشق ہے اک بُری بلا دل ہے مگر بلا پسند — دیر نہ کر پلٹ بھی جا کس لیے انتظار ہے
آتشِ غم جلا نہ دے اشک الم بہا نہ دے — ساقیِ رشک مہ بھی ہے ماہ چہاردہ بھی ہے
ڈر ہے کہ جان مبتلا دل کی طرح دغا نہ دے — پینے کا آج ہے مزا توبہ رزمے گنہ بھی ہے
ہجر کے دن گزر گئے زخمِ فراق بھر گئے — وصل کے دن بھی ہو چکے خوب پٹ کے سو چکے
نزع مین اُس نے کی وفا ہم بھی وفا پہ مر گئے — نشۂ مے ہرن ہوا کشتیِ مے ڈبو چکے

بس حضرت محوی اب تعمیل حکم ہو چکی اور بہت وقت کا سا ہے ضروری کے انجام دینے کا اس خدمت سے نذر ہو گیا بیشتر فرصت پھر کبھی جو یاد آ گیا تو اُسکے لکھنے کی کوشش کی جاے گی۔ غزل کے نمونے بھی کبھی کبھی بھیجے جائین گے اور امید ہے کہ آپ کو پسند آئین گے۔ اُن سے مقصود یہ ہو گا کہ زمانۂ حال مین بھی اگر گل و گلزار سنگ و خار کے الفاظ بیان حالت زار کے لیے مستعار لیے جائین تو وہ اصلی مقصود کی طرف اشارہ کرنے کی ترکیب و ترتیب سے بہت پُر اثر نہایت ہو سکتے ہین

مطلع

گھرا ہے ابر برسے گا کسی سیکش کے گلشن مین — گرے گا یہی بجلی کسی بیکس کے خرمن مین
اسی باغ جہان مین کوئی ناخوش ہے کوئی خوش ہے — کہین دامن ہے کانٹون مین کہین ہین پھول دامن مین

مطلع

شب وعدہ بھی حسرت مجھسے روتی ہے گلے مل کے — سحری پر جو کلیان تھین وہ سب کُملا گئین کھل کے
یہ تارے ٹوٹتے ہین یا فلک آنسو بہاتا ہے — پھپھولے پھوٹتے ہین یا کسی ٹوٹے ہوے دل کے
نہ ٹوٹے آنسوون کے تار جبتک دم نہین ٹوٹا — مگر ٹوٹے نہ پیمان وفا ٹوٹے ہوے دل کے
نکالا دل کو سینے سے مری جان حزین نکلی — مگر نکلے نکالے سے نہ اُنکے حوصلے دل کے

دیگر

کھول دے باب اجابت اب دعاؤن کے لیے — میرے دل مین آرزوے آسمان کوئی نہین
اے حباب بے بقا تو ہی فقط فانی نہین — لے کے آیا ہے حیات جاودان کوئی نہین

حشر مین یار سے ہیرے ہاتھ پاس دفتر عشق — نزع تک جز کلمۂ توکر بیان کوئی نہین
بوالہوس ٹکراتے ہین بتخانہ و مسجد مین سر — اُس مکین لامکان کا آستان کوئی نہین
مسلکِ تسلیم نے شکر و شکایت سے الگ — مہربان کوئی نہین نامہربان کوئی نہین
اُسکی رحمت ہے تو پھر دنیا مین کچھ دقت نہین — مہربان وہ ہے تو پھر نامہربان کوئی نہین

وہاج

# گرمیِ عشق در زمستان

(ترجمہ لو اینڈ اسنو)

ایک دن فصلِ زمستان مین ہوے گھر سے روان (۱) کھیلنے کے واسطے ہمراہ تھا وہ جانِ جان
یخ کے ریزے گر رہے تھے آسمان سرد سے — رنگ بھورا چرخ کا ملتا تھا کچھ کچھ گرد سے
ریزہ ہاے برف کی رفتار مین تیزی نہ تھی — گر رہے تھے متصل لیکن نہ یہ حالت کھلی
عمر مین تھا پیر مین لیکن محبت مین جوان — عشق کی گرمی سے تھا دل میرا سینے مین طپان
نوجوانی مین یہ حالت تھی مرے دلدار کی — سرد مہری تھی سراسر گرم جوشی کچھ نہ تھی
مین نے چاہا گرم جوشی کچھ ہو فصلِ برد مین — چھو کے دیکھون لطف کیا ہے اُسکے دستِ سرد مین
اُس سے یہ مین نے کہا اے جانِ عاشق رہبین — کوئی تجھکو دیکھکر شیدا نہ ہو ممکن نہین
سرد مہر و سنگ دل واللہ تو ہے بے گمان — دل ہے پتھر بے اثر ہے سرد مثلِ آسمان
آسمان و دل مین بھر دون یہ مری خواہش ہوی — ایک گھنٹے کی ملے گرمی جو فصلِ گرم کی
اس سے یہ مطلب کہ ساری سرد مہری دور ہو — جتنا صدمہ ہے مرے دل مین وہ سب کافور ہو
یہ کہا مین نے کہ اس کی ہے نہایت احتیاج — آسمان سے برف کا ریزہ جو یہ گرتا ہے آج
اسکو رکھدون مین اٹھاکر اک تماشا ہو عیان — تیرے سینے پر کہ جسمین سرد مہری ہے نہان
گھل کے پانی ہو یہ تیرا دل پسیجے نرم ہو — عشق کی گرمی سے میرے دل کی درد گرم ہو
ہو مجھے امید مین سمجھون کہ تو ہے مہربان — سرد مہری اب نہین تجھ مین مثالِ آسمان
آہ سب بیکار تھا جو کچھ کیا مین نے خیال — اشتیاق و حسرت و امید سب تھے پائمال
برف کا ریزہ نہ ٹھہرا اور نہ وہ گل کر بہا — فرق جسم و برف کا ہم پر نہ کچھ ظاہر ہو

(۱) گرمیِ عشق در زمستان

# سنہ ۱۹۱۲ء مین محمود نے کیا کہا تھا؟

(سلسلۂ الناظر ماہ نومبر سنہ ۱۳ء)

## محمود کا خواب

ایک تنگ و تار وادی ہے جہان دور دور تک سبزہ زار۔ درختون اور پھولون کا نام و نشان نظر نہین آتا۔ وہان کی زمین سخت ہے اور راستے ایسے ناہموار اور پگڈنڈیان کنکر پتھر اور خار دار جھاڑیون سے اسقدر بھری ہوئی ہین کہ چلنا دشوار معلوم ہوتا ہے اور ذرا ذرا دیر کے بعد ٹھوکر کھا کر بیٹھ جانا پڑتا ہے۔ لیکن یہان آبادی بہت معلوم ہوتی ہے۔ مکانات یا تو چھوٹی چھوٹی خراب و خستہ جھونپڑیون کی صورت مین ہین جنکے گرد و پیش عموماً مرد دکھائی دیتے ہین اور یا زمین دوز غار اور مہیب و سنگلاخ چٹانون سے ڈھکے ہوئے اندھیرے کھوہ ہین جنمین عورتین اور لڑکیان مقید ہوتی ہین اور انکو وہان سے باہر نکلنے کی اجازت نہین دی جاتی۔ محمود انکے قریب گیا تو ایسا دردناک منظر پیش نظر ہوا کہ بے اختیار آنسو نکل پڑے۔ یعنی یہ کہ ان کمزور اور بے بس عورتون اور لڑکیون کے ہاتھ۔ پاؤن اور گلے مین لوہے کی موٹی موٹی زنجیرین پڑی تھین جنکے باعث وہ اپنی جگہ سے حرکت نہین کر سکتی تھین۔ انکے چہرون پر قبل از وقت انحطاط کے آثار نمایان تھے۔ رخسارون پر جھریان اور آنکھون کے گرد سیاہ حلقے پڑے ہوئے تھے۔ اور بظاہر قانع اور اپنی حالت پر صابر و شاکر نظر آتی تھین مگر نہایت بے بسی کے ساتھ وہ باہر کی طرف بار بار ٹکٹکی باندھکر دیکھتی تھین کہ کسی طرح انکے پژمردہ دل تازہ ہوائے تسلی حاصل کرین۔ لیکن انکے مرد بیخبری و بے رحمی سے اور نہایت خود غرضی کے ساتھ اُن کی طرف رُخ تک نہ کرتے تھے۔ اور نہ انمین اب اتنی طاقت باقی تھی کہ آہ و فریاد کر کے اپنے حال زار کی طرف انکو متوجہ کر سکین۔ مرد خود اپنی ہی ابتر و خراب زندگی سے اسقدر بے پروا نظر آتے ہین کہ اگرچہ ہر طرف سے بربادی و تباہی کے آثار نمایان ہین اور وہان کی زہر آلود ہوا نے اُنکے جسم مین ضعف۔ دماغ مین کمزوری اور آنکھون مین بے بصری پیدا کر دی ہے لیکن پھر بھی اُنکے چہرون سے ایک عجیب طرح کا اطمینان ظاہر ہو رہا ہے۔ اُنکے دلون مین نہ تو خوشی یا غم کے جذبات موجزن معلوم ہوتے ہین اور نہ اپنی حالت زار کا کوئی احساس ہی نظر آتا ہے۔ اور نہ انکو اس وادی پُرخار سے باہر نکل کر نجات حاصل کرنے کی کوئی فکر معلوم ہوتی ہے۔ چاروں طرف سے اونچی اونچی پہاڑیان اُسکو گھیرے ہوئے ہین اور اُنکے درمیان مین ایک دریا ہے جس کا پانی نہایت گدلا اور بدرنگ ہے

اور جس کی موجون مین سڑی ہوی پتیون اور گھاس پھونس کے مجتمع ہوجانے کی وجہ سے متعفن حرکت معلوم نہین ہوتی
محمود کے دل پر اس منظر کو دیکھکر ایک ناقابل بیان اداسی چھاگئی۔ اُس کا دم گھٹنے لگا اور وہ بے اختیار
ہوکر ادھر اُدھر بھاگنے اور چلا چلا کر باواز بلند کہنے لگا۔ "اے لوگو۔ خدا کے لیے اپنے حال خراب اور اپنی بے بس عورتون
اور لڑکیون کی مصیبت پر رحم کھاؤ۔ کیا تمھین کچھ خبر نہین کہ تم کیسی ابتر و زبون زندگی بسر کر رہے ہو۔ ہوشیار ہو۔ اُٹھو اور
مردانہ وار کمر ہمت چست کرو اور اس مہیب دریا کو طے کرکے ان پہاڑیون کے اُس پار کوئی سرسبز و شاداب مقام اپنے
رہنے کے لیے ڈھونڈھو۔" اتنے مین کیا دیکھتا ہے کہ ایک غار کے قریب اُسکی پیاری بی بی زبیدہ کھڑی ہوی اُسکو اپنی
طرف اشارہ سے بلا رہی ہے۔ دوسری عورتون کی طرح اُسکے دست و پا بھی زنجیرون سے جکڑے ہوے ہین۔ یہ دیکھکر
وہ بیقرار ہوگیا اور اُسکا ہاتھ پکڑکر بے تحاشا دریا کی طرف بھاگا مگر اُسکو عبور کرنے کا کوئی راستہ نظر نہین آتا۔ اسی جستجو
مین تھا کہ یکایک ایک خوبصورت پُل نظر آیا اور وہ اُس پر سے گزر جانے کی کوشش کرنے لگا۔ لوگ پیچھے سے منع کرنے
اور اُسے لعنت ملامت کرنے لگے مگر اُس نے کسی کی نہ سُنی اور بی بی کو زبردستی اپنے ساتھ گھسیٹتا ہوا دریا کے اُس پار
پہنچ گیا۔ اور اب اس خیال مین تھا کہ اس پہاڑی سلسلے کو طے کرکے کسی دوسری جانب پہنچے کہ دفعتہً ایک طرف سے
نسیم بہاری کے عطر بیز جھونکے اُسکے دماغ [redacted] مین تازگی اور اُسکے افسردہ دل مین شادمانی پیدا کرنے لگے۔ اور ساتھ
ہی اُسکے کانون مین ایسی دلکش نغمہ و ترنم کی آوازین گونجنے لگین کہ وہ بیتاب ہوگیا اور اپنے شریک زندگی کا ہاتھ
پکڑکر ارادہ کیا کہ اُس نامعلوم اور پوشیدہ فردوس کی تلاش مین آگے بڑھے جہان سے ایسی نشاط آور ہوائین
اور سرور انگیز آوازین آرہی ہین تاکہ اس وادی پُرخار سے ہمیشہ کے لیے نجات حاصل ہوجاے۔ یکایک سامنے والی
پہاڑی کی چوٹی پر ایک مرد بزرگ نمودار ہوے جو اپنے ہاتھ مین ایک عصاے زرین لیے ہوے اُسکی طرف اشارہ کر رہے
تھے۔ مگر وہ کچھ ایسا مدہوش تھا کہ اُنکی طرف ذرا بھی التفات نہ کی۔ محمود کی یہ حالت دیکھکر اُس پیر سفید ریش نے
کسی قدر درشت لہجہ مین اُسے للکارا اور یون مخاطب کیا "اے رہرو وادی صعوبت وای گمشدہ سیدان حقیقت
تو کس طرف اس بے بس اور دست و پا بستہ معذور لڑکی کو اپنے ساتھ زبردستی لے جا رہا ہے۔ کچھ خبر بھی ہے کہ اُس سمت
مین کیا ہے؟"

محمود نہایت عاجزی سے اور نہایت بیتابی کے ساتھ اپنے ہاتھ اُٹھاکر "اے مرد غیب خدا کے لیے مجھے اپنے ارادہ سے
باز رکھنے کی کوشش نہ کیجیے اسلیے کہ اس منحوس مقام سے مین اپنی پیاری زبیدہ کو کسی طرح نکالنا چاہتا ہون اور
اُسکے ہاتھ پاؤن کی زنجیرین کاٹکر آزاد کرنا چاہتا ہون۔ مین آپ کا عمر بھر ممنون رہون گا اگر آپ یہ بتادین کہ

وہ مقام کس جانب ہے جہان سے یہ عجیب و غریب نغمون کی صدائین اور خوشبودار ہوائین آآکر مجھے مدہوش بنا رہی ہین۔ للہ بتائیے کہ مین وہان کس راستہ سے آسانی کے ساتھ پہنچ سکتا ہون "

محمود کی یہ گفتگو سُن کر اُس پیر مرد نے زور سے ایک قہقہہ مارا اور کہا "اے غافل و نادان نوجوان! تیری جہالت و لاعلمی پر مجھے سخت حیرت ہے۔ تجھے اتنا بھی نہین معلوم کہ یہ وادی یہ دریا یہ پل اور یہ پہاڑیان کیا ہین۔ اور یہ نغمہ و سرود یہ خوشبو مین لپٹی ہوئی ہوائین کہان سے آتی ہین؟ سُن۔ گوش ہوش سے سُن۔ یہ وادی تیری قوم کی موجودہ خراب معاشرت ہے اور یہ جو دریا اسکو گھیرے ہوے ہے اسکا نام تعصب و جہالت ہے۔ یہ خوشنما پُل علم و عقل کے نام سے موسوم ہے اور یہ پہاڑیان تہذیب و ترقی کی سرحد کا نشان ہین۔ یہ ہوائے عطر آگین اُن خوبصورت باغات سے آرہی ہے جو زمانہ حال کی مہذب دنیا کی معاشرت کا جلوہ گاہ ہین اور یہ سرور انگیز ترنم اُن تہذیب یافتہ مجلسون سے آرہا ہے جو نئی تجدید نے ممالک متمدنہ مین برپا کر رکھی ہین۔ مگر قبل اسکے کہ تو اپنی بی بی کو لے کر اس باغات کی طرف جانے اور وہان کے جلسون مین شرکت کرنے کا موقع پاے میرا فرض ہے کہ تجھے انکی اصل حقیقت سے باخبر کر دون اور صداقت اور صفائی کے آئینہ مین انکی اصلی تصویر تجھے دکھا دون پھر جو تیرا جی چاہے کر۔ مین کسیطرح حارج نہونگا"

محمود "مجھے یہ شرط منظور ہے لیکن مجھے ڈر یہ ہے کہ آپ ہین کون بزرگ"؟

مرد بزرگ "میرا نام "رہنماے صادق" ہے اور یہ جو عصا میرے ہاتھ مین ہے یہ تجربہ کی لکڑی سے بنا اور عقل و دانش کے سونے سے منڈھا ہوا ہے اور اسی کے ذریعہ سے مین تجھ ایسے بھولے بھٹکون کی دست گیری کرتا ہون۔ ہان اب اپنی آنکھین تو بند کر لے"

محمود نے آنکھین بند کین تو وہ وادی سامنے تھی نہ وہ دریا نظر آتا تھا بلکہ اب وہ اپنی بی سمیت ایک اونچے مقام پر کھڑا ہوا ایسے عجیب و غریب مناظر دیکھ رہا تھا کہ بار بار حیران و ششدر رہ جاتا تھا۔ ایک نہایت ہی پر فضا اور خوشنما چمن تھا جسمین قسم قسم کے پودے اور درخت۔ خوبصورت کیاریان۔ دلکش نہرین۔ نظر فریب مرغزار رنگ برنگ کے پھول اور طرح طرح کی صناعیان دیکھکر وہ اپنے دل مین کہنے لگا کہ یہ مقام اپنی زیب و زینت کے لحاظ سے فردوس بریں کا نمونہ معلوم ہوتا ہے۔ چمن کے چارون جانب خوش قطع محل بنے ہوے تھے جنکے سنہرے قبون کی آب و تاب اور اندرونی سامان آرایش کی چمک دمک آنکھون کو خیرہ کرتی تھی۔ اور اُنکے اندر سے ایسے دلربا نغمون کی آوازین آرہی تھین کہ سُننے والا مست و مدہوش ہوا جاتا تھا۔ اتنے مین ہر طرف سے ہنسی۔ قہقہہ اور تمسخر کی صدائین بلند ہوئین اور مردون اور عورتون کے گروہ جوق جوق اپنے آراستہ مسکنون سے نکلنا شروع ہوے جنکو دیکھکر محمود کے

حیرت و استعجاب کی کوئی حد نہ رہی - ایک گروہ نظر آیا جسمین بکثرت مرد و زن تھے اور جنکے گورے گورے جسمون پر ایک باریک ریشمی کپڑے کے سوا کچھ نہ تھا - وہ باہم دگر طرح طرح کے کھیل اور مذاق کر رہے تھے اور جب کھیلتے کھیلتے تھک جاتے تو ساتھ والی عورتون مین سے کسی ایک کا ہاتھ پکڑ کر ایک چشمہ مین کود پڑتے جہان سے نکلنے کے بعد اُنکی ہیئت بالکل ہی بدل جاتی تھی - اُنکے چہرون پر نشیطنت برسنے لگتی اور اُنکے بدن کالے ہو جاتے تھے - دوسرا گروہ تھا حسین حسین و جمیل مرد و زن بالکل برہنہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے عیش و عشرت کی بیخودی مین مصروف رقص تھے - اور اُنکی بھی بالآخر وہی حالت ہو جاتی تھی جو گروہ اول کی تھی - تیسرا گروہ دکھائی دیا کہ حسین بکثرت نازنین دلربا عورتین تھین جنکے جسمون پر نہایت جگمگاتے ملبوس تھے اور جنکے چہرے بھی عصمت و عفت کے نور سے منور نظر آتے تھے مگر کبھی کبھی انمین کی ایک اپنے ساتھیون کا ہاتھ چھڑا کر دوسری طرف بھٹک کر چلی جاتی ہے اور درختون کے نیچے کھڑی ہو کر انگڑائیان چٹخا چٹخا کر کھانے لگتی ہے جس سے ایک بیہوشی کا عالم اُسپر طاری ہو جاتا ہے اور وہ اپنے تمام کپڑے اُتار کر پھینک دیتی اور ادھر اُدھر پھرنے لگتی ہے - پھر کچھ دیر بعد اُسکی صورت بھی ویسی ہی مسخ ہو جاتی ہے جیسی پہلے گروہون کی ہوئی - ایک اور گروہ کو دیکھا کہ اُسمین مرد و زن ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے نہایت محبت اور پیار کے ساتھ درختون کے سایہ مین ٹہل رہے ہین - ایک کمزور دھاگہ اُنکے ہاتھون کو باندھے ہوئے ہے - چلتے چلتے یکایک وہ دھاگا ٹوٹ گیا اور دونون الگ ہو کر راستہ سے بھٹک گئے اور ٹھوکرین کھاتے ہوئے نئے ساتھیون کو ڈھونڈھنے لگے - کچھ لوگ ایسے بھی نظر آئے کہ اُنکے ہاتھون مین مقراض ہے جس سے دھاگون کو کاٹ کر وہ ان لوگون کو جدا کر دیتے اور اس تماشہ سے لطف اُٹھاتے ہین اور اکثر اوقات اپنی طرف کھینچ کر دوسرے راستہ پر لیجاتے ہین - ایک اور گروہ نظر آیا جسمین بیشمار کمسن لڑکیان ہین جو اپنی گودون مین شیر خوار بچون کو لیے ہوئے خوف کے مارے بھاگی جا رہی ہین اور ایک تالاب کے قریب پہنچکر بچون کو اُسمین ڈال دیتی ہین - پھر لوگون کے ہو ہو اور شور و شغب مین اُنکی آہ و فریاد سُنائی بھی نہین دیتی اور لوگ اُنکی طرف دیکھ دیکھ کر مسکراتے ہین - ایک سمت دیکھا کہ عورتون کا ایک گروہ مردون کے ساتھ ہے مگر ہر عورت اپنے ساتھی کے بڑے زور سے کوڑے مار رہی ہے جسکی ہر ضرب پر وہ منھ پھاڑ کر اشرفیان اور روپے اُگلتا جاتا ہے اور اُسکے چہرہ پر سخت اذیت کے آثار ہویدا ہین لیکن عورت قہقہہ لگاتی اور اُس زر و سیم کو ایک ہاتھ سے بٹورتی اور دوسرے ہاتھ سے اُدھر پھینکدیتی ہے - پھر ایک جماعت دیکھی کہ ایک ایسی پہاڑی پر اُفتان و خیزان دوڑتی چلی جاتی ہے جسکی چوٹی پر ایک سونے کا تاب رکھا ہوا ہے - عورت و مرد - جوان و پیر کسی کو اس اضطراب کے عالم مین ایک دوسرے کی پروا نہین

بلکہ نہایت درجہ خود غرضی کے ساتھ ایک دوسرے کو پیچھے ڈھکیل دینے کی کوشش ہو رہی ہے۔ بت کے قریب پہنچکر سب اُسکو سجدہ کرتے اور اُسپر نذرین چڑھاتے ہین۔ ایک اور گروہ تھا جسمین عورتین مردون کی گردنون پر چڑیلون کی طرح سوار تھین اور اُنکو لکڑیون سے آگے ٹھیلتی تھین۔ وہ مرد غریب اسقدر نحیف و لاغر تھے کہ ایک قدم بڑھانے کی طاقت نہ تھی۔ پھر ایک جماعت عورتون کی نظر آئی جو بظاہر نہایت خوبصورت اور حسین معلوم ہوتی تھی لیکن جیسے ہی اُنھون نے اپنے مُنھ پر سے مصنوعی چہرے اوتارے اُنکی صورتین ایسی مہیب نظر آنے لگین کہ خدا کی پناہ۔ مُنھ مین دانت ندارد چہرون پر جھرّیان پڑی ہوی بال سفید سَن ایسے اور بدن مین ہڈی کی تیلیون کے سوا کچھ باقی نہ رہا تھا۔ اگر تھوڑی ہی دیر بعد جب وہ پھر اپنی عارضی اور مصنوعی صورت اختیار کر لیتی تھین تو مت سے لوگ اُن کے فریب تصنع کا شکار بن جاتے تھے۔

یہ عجیب و غریب تماشے دیکھکر محمود نے اپنی پیاری بی بی کو آڑ مین کر لیا اور اپنے چہرہ کو دونون ہاتھون سے چھپا کر بوس اور درد ناک آواز سے پکار کر کہا "اے رہنماے صادق۔ کیا میری آنکھین دھوکا دے رہی ہین۔ یہ خوفناک بے تمیزی اس چمن بے نظیر مین کیسا ہے۔ وہ نغمہ و سرود کیا صرف مجھے بہکانے کے لیے دھوکا ہی دھوکا تھے۔ خدا کے لیے مجھے اُسی تنگ و تاریک وادی مین پہنچا دیجیے۔ مین ہرگز نہین چاہتا کہ اپنی پیاری بی بی کے ساتھ ایسے ناپاک مقام مین داخل ہون"

یہ سُن کر اُس مرد بزرگ نے یون جواب دیا "اے احمق نوجوان۔ اتنی جلدی تو گھبرا گیا اور یہ سمجھنے لگا کہ اسکے سوا کوئی دوسرا چمن یا بوستان نہین ہے۔ مین نے تو ابھی تجھے صرف مغزی معاغرت کے چمن عیش کی سیر کرائی ہے۔ اب ذرا چمنستان خوبی و راحت دوامی و عیش صادق کی طرف بھی نظر اُٹھا کر دیکھ"

مرد بزرگ نے جملہ تمام کیا تھا کہ بیک ساعت تمام منظر بدل گیا اور بجاے اُس مصنوعی باغ کے ایک ایسا سرسبز و شاداب خطۂ زمین دکھائی دیا جسکے درخت۔ پتیان۔ پھول۔ چشمے اور نہرین وہان سے بھی زیادہ دلکش تھین اور یہ سب مصنوعی نہین بلکہ اصلی و حقیقی تھین جنکو قدرت نے خود اپنے ہاتھون سے بنایا تھا۔ اور وہان کے نغمون مین سابق کی طرح خواہشات حیوانی کو ہیجان مین لانے کی تاثیر نہ تھی۔ بلکہ اُس سے دل کو سرور حاصل ہوتا اور روحانی لطافت مین زیادتی ہوتی تھی گو یہان کے محل اور سامان آرایش ویسا بھڑک دار نہ تھا لیکن اُسکی سادگی اور ساخت کی صفائی دل کو لبھانے کے لیے کافی تھی۔

نوع انسانی کے جو گروہ یہان دکھائی دیے اُنمین مرد و زن ہر دو طبقہ کے افراد دیدہ زیب لباس

پنے اپنی اپنی روشون پر اطمینان۔ راحت اور خودداری کے انداز مین علیحدہ علیحدہ ٹہل رہی تھے عورتون کی پیشانیان عفت و عصمت کے نور سے چمک رہی تھین۔ اُنکی نگاہین شرم سے جھکی رہتی تھین۔ اُنکی حرکات مین شائستگی۔ رفتار مین سلامت روی۔ افعال مین خوش سلیقگی۔ لباس مین دلاویزی کی شان پائی جاتی تھی۔ دوشیزہ لڑکیان مردون سے زیادہ خلا ملا نرکھتی تھین اور گو وہ اجنبی لوگون کے سامنے آتے ہوے مطلق نہین جھجکتی تھین تاہم شرم۔ خودداری۔ پاس و لحاظ کبھی اُنکا ساتھ نہ چھوڑتا تھا۔ اور نہ اُنھین اپنی شاہراہ کی ایک خاص حد کے باہر قدم رکھنے کی خواہش تھی نہ کوئی اُنکی جرأت بڑھاتا تھا۔

گروہ کے گروہ ایسے مردون کے نظر آتے جنکے ہاتھ باہم گرفتہ بند ہے ہوے تھے مگر پھیکے اور بودے تاگے سے نہین بلکہ مضبوط ریشمی رسی سے جسکو توڑنا آسان نہ تھا۔ عورتین اپنے ان ساتھیون کے ہمراہ بے خوف و خطر اُس چمن کی سیر کر رہی اور ہر لطف انگیز چیز سے حظ اُٹھا رہی تھین۔ اور ان عجائب و غرائب کے انبوہ ناطیر نظارہ اور اپنے فرائض زندگی کی بجاآوری مین مشغول و منہمک معلوم ہوتی تھین۔ اگر چلتے چلتے اُنمین سے کوئی ایک ٹھوکر کھاتا تو فوراً دوسرا مدد کر کے اُسکو گرنے سے بچا لیتا۔ اور خاردار جھاڑیون اور ناہموار راستون پر بھی بلا کسی دقت کے یہ سب ساتھی ہاتھ مین ہاتھ دیے اپنی اپنی راہ جا رہے تھے۔ مردون کے چہرون پر حمیت۔ خداترسی اور خوش مزاجی کی چاندنی چھٹکی ہوی تھی۔ کہین وہ اپنے ہاتھون سے درخت لگا رہے تھے۔ کہین کیاریان کھود رہے تھے کہین نئے مکان بنا رہے تھے اور عورتین ہر کام مین نہایت خوشی اور رغبت کے ساتھ اُنکی شریک کار تھین اور اُنکی دقتون اور مشکلات مین حصہ لے کر اور اپنی فراست و ذکاوت کو کام مین لا کر اپنے ساتھیون کی کوششون کو بارآور کرتی اور اُنکی وقعت و منزلت دوبالا بناتی تھین۔ اُنکی تفریحات مین نہ بہت ناچ کود تھا۔ نہ بیہودہ مذاق کو دخل تھا۔ اُنکی موسیقی کا راگ بھی دلکش تھا اور بجاے اسکے کہ نفس پرستی کے جذبات کو بھڑکا کے اُنھین بے قابو کر دے وہ اُنکے دلون کو سچی راحت اور اصلی محبت سے لبریز کیے ہوے تھا۔ علاوہ خوبصورت عمارات کی تعمیر کے اُنکے دوسرے مشاغل یہ تھے کہ وہ درختون کے تنون کے نقوش پڑھتے تھے۔ آسمان پر چھٹکے ہوے ستارون کو دیکھتے تھے۔ سنگ ریزون کی داستان سنتے تھے اور ایک دوسرے کی صحبت سے ایسا لطف اُٹھاتے تھے کہ اُسکا اثر اُنکے گرد و پیش نظر آتا تھا اور اُس چمن کی ہوا ایسی روح پرور اور حیات بخش خوشبوؤن سے معطر ہو کر نکلتی تھی کہ دماغ تر و تازہ ہو جاتا تھا۔ محمود ان تمام حالات کو دیکھکر خوشی کے مارے تالیان بجانے لگا اور چاہتا تھا کہ اپنی بی بی کو لے کر اُس چمنستان مین داخل ہو جاے کہ دفعتہً رہنماے صادق کی "باش۔ باش" سن کر

رُک گیا اور آناً فاناً مین وہ سارا منظر نظرون سے غائب ہوگیا۔ اب وہ پھر اُسی تیرہ وتار وادی مین کھڑا معلوم ہوا جہان پہلے تھا اور یہ حالت دیکھکر اُسکو اسقدر غصہ آیا کہ وہ زبیدہ کا ہاتھ پکڑکر دیوانہ وار پہاڑی پر چڑھنے لگا تاکہ کسی طرح اُسکے اُس پار پہنچ جاے۔ ابھی چند ہی قدم اُٹھاے ہونگے کہ چارون طرف سے ہان ہان لینا۔ مارنا۔ جانے نہ پاے کی صدائین اس زور سے بلند ہوئین کہ ساری وادی گونج اُٹھی۔ پھر بیشمار تیرون کی بوچھار ہونے لگی۔ پتھرون سے زخمی ہونے لگا۔ کمندین پاؤن پکڑنے لگین اور اب وہ اگرچہ زخمون سے چور چور اور چلنے سے معذور ہو رہا تھا مگر ہمت نہ ہارا اور رُک رُک کر آہستہ آہستہ قدم مسافت طے کرتا چلا ہی گیا۔ مگر بی بی کے ہاتھون مین جو زنجیر پڑی ہوی تھی وہ کسی طرح نہ ٹوٹی اسلیے محمود کو راستہ چلنا سخت دشوار تھا کیونکہ زبیدہ کو بغیر گود مین اُٹھاے ایک قدم بھی بڑھنا محال معلوم ہوتا تھا۔ اتنے مین وہ مایوس ہوکر چارون طرف آنکھ اُٹھاکے دیکھنے لگا تو اپنی طرح اور بھی بہت سے لوگون کو اس حال مین پایا کہ اُس وادی کی زندگی سے عاجز ہوکر اُنھون نے پہاڑ پر چڑھنا شروع کردیا ہے بعض کی خوش قسمتی سے زنجیر ٹوٹ گئی اسلیے وہ تھوڑے ہی عرصہ مین محمود سے آگے بڑھ گئے مگر باقی ماندہ ایک قدم آگے نہین بڑھا سکے اور وادی کے باشندون نے ان معذور لوگون کے ساتھ پتھر۔ تیر اور کیچڑ کی بوچھار کرکے ایسی سخت جنگ جاری کر رکھی تھی کہ ہر لحظہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب یہ معدودے چند جانباز اپنے مقام سے گرہی چاہتے ہین۔ محمود کی مایوسی بڑھنے لگی تھی کہ دفعۃً ہاتھے صادق پھر پہاڑ کی چوٹی پر نمودار ہوا اور نہایت ہمدردی اور شفقت سے اُسکی طرف مخاطب ہوکر کہنے لگا "اے جانباز و بہادر نوجوان۔ مجھے تیرے حال زار پر بہت افسوس آتا ہے مگر تیرے لیے اس پہاڑی کا طے کرنا ناممکن ہے جبتک اپنے ساتھی کی زنجیر کو قطع نہ کرے مگر وہ زنجیر بہت مضبوط ہے۔ ایک ایک کڑی سالہا سال مین بنائی گئی ہے اور انکے نام ہین قدیم تربیت۔ توہمات۔ رسومات وغیرہ اسلیے تو صبر کر اور اسقدر عجلت نہ کر۔ پہلے ان کڑیون کو جدا کر لیکن اسکے لیے ایک مدت درکار ہے تجھ ایسے اگر بہت سے آدمی اور پیدا ہوجائین تو اس وادی کی تمام بدنصیب عورتون کو اس قید سے رہائی حاصل ہوجاے۔ مگر یاد رکھ کہ کبھی آیندہ زمانے مین اگر تو اس پہاڑی کو طے کرکے دوسری جانب منزل مقصود تک کامیابی کے ساتھ پہنچ جاے تو کہین بھٹک کر اُس چمن مین اپنی بی بی کو نہ لیجانا جسکی تصویر مین نے پہلے دکھائی تھی۔ دونون کے دروازے باہر سے یکسان ہین اسلیے بہت سے لوگ دھوکا کھاکر دوسرے باغ کے بجاے پہلے چمن مین پہنچ جاتے ہین اور پھر عمر بھر انکو صعوبت اور بربادی سے سابقہ رہتا ہے۔ اگر تو سمجھدار ہے تو مین تجھے ایک تدبیر بتاتا ہون جس سے تو ان دروازون مین بآسانی تمیز کرسکے گا

اور گمراہ نہوگا یہ سے وادی سے کچھ فاصلہ پر ایک عالیشان درخت ہی جسکو افسوس ہے کہ یہان کے باشندے بھولے بیٹھے ہین اور اُسکے سایہ سے فیض نہین حاصل کرسکتے۔ اس درخت کے پھول صداہار ہین اور اسکا نام ہے "شجر اسلام" اگر ان مین سے ایک ایک پھول اپنے ہاتھ مین لیکر یہان کی مقید عورتین آزادی حاصل کرین تو مین یقین دلاتا ہون کہ ہرگز اُنکو دروازون کے بیچا نہین وقت نہوگی اور معاشرت صالحہ کے چمن مین بآسانی پہنچ جائین گی اور اُنکی زندگی عجیب مسرت و خوشی مین بسر ہوگی"

لیکن محمود اپنی دُھن مین کچھ ایسا دیوانہ ہورہا تھا کہ اُس نے اس نصیحت پر ذرا دھیان نہ کیا اور اُس خوبصورت چمن تک جلد پہنچ جانے کے جوش مین ایسا خود رفتہ تھا کہ بی بی کا ہاتھ پکڑے ہوئے پہاڑی کے دشوار گزار راستہ کو طے کرنے لگا۔ اب اُسکے مزاحمین کا شور و غل اور زیادہ ہوگیا تھا اور اُنکے تیرون کی بوچھار کا محمود نشانہ بنا ہوا تھا۔ کہ دفعتہً آسمان پر ایک سخت طوفان کے آثار نمودار ہوے۔ کالے کالے مہیب بادلون نے منڈکر وادی کو تیرہ و تار بنا دیا۔ اور یکایک ایسی خوفناک گرج کی آواز آئی کہ پہاڑیان گونج اُٹھین اور ان دونون کے دل دہل گئے بجلی کی کڑک نے جو آفت انگیزی پیدا کی اُس سے انکو آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوی۔ اتنے مین محمود نے آنکھ اُٹھا کر اوپر دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ بادلون کے اندر سے ڈپٹی صاحب مرزا صاحب اور مولانا وغیرہ مُنھ کھولے اُسپر اولے برسا رہے ہین۔ پھر مسعود دمحفوظا کے چہرے بھی ظاہر ہوے۔ اور مسعود نے اس زور سے ہٹھا مارا کہ اُسکی آواز تمام پہاڑیون مین گونج گئی اور غریب زبیدہ خوف سے غش کھا کے گرنے لگی۔ محمود اُسکو سنبھالنے لگا تو ایسا پاؤن پھسلا کہ وہ بھی اُسکے ساتھ لڑھکتے لڑھکتے دریا مین جا پہنچا۔ خیر زبیدہ کو تو لوگون نے دریا سے نکال لیا مگر محمود غوطے کھانے لگا اور ڈوبنے سے بچنے کے لیے دیوانہ وار ہاتھ پاؤن مارنے لگا۔

اس موقع پر محمود نے زور سے چیخ ماری تو اُسکی آنکھ کھل گئی اور وہ گھبرا کر کوچ پر بیٹھ گیا۔ اُسوقت اسکی سمجھ مین کچھ نہ آیا کہ وہ کہان اور کس عالم مین ہی سوتا ہی یا جاگ رہا ہی۔ مگر آفتاب کی روشنی پردون سے چھن چھن کر اندر آرہی تھی اسلیے رفتہ رفتہ اُس نے اپنے گرد و پیش کی تمام چیزون کو پہچانا اور پھر ٹکڑے ٹکڑے کر کے سکو رات کا سارا واقعہ یاد آگیا۔ تو لیہ سے عرق آلود پیشانی پو چکا لینے ہوش و حواس درست کیے اور سر کو جو گرانی خواب سے بھاری اور درد مند ہورہا تھا دونون ہاتھون سے تھام کر آرام کرسی پر بیٹھ گیا اتنے مین کسی بات کا خیال آیا اور وہ چونک کر کھڑا ہوا اور میز کی طرف جھکا اور اُسپر ایک خوشنما گھنٹی رکھی ہوی تھی اُسکو زور سے بجا دیا۔

نوکر جلدی سے کمرے مین داخل ہوا تو محمود نے نہایت غصہ مین کہا "تو سخت احمق ہے کہ رات بھر مین

اس کوچ پر سوتا رہا اور تو نے جگایا بھی نہین کہ سونے کے کمرہ مین جاکر آرام سے سوتا"

نوکر (ہاتھ باندھکر) "حضور خطا معاف - چھوٹے میان (یعنی سالے صاحب) نے سب لوگون کو سخت تاکید کردی تھی کہ آپ کو نہ جگائین اور مین بیگم صاحبہ کا اسباب ٹھیک کر رہا تھا - دو بجے رات کی گاڑی سے چھوٹے میان سب کو لے کر دہلی روانہ ہو گئے"

محمود (سخت حیران ہوکر) "سب روانہ ہو گئے! یہ کیا! مجھے خبر بھی نہین کی! زبیدہ کی اس حرکت کے کیا معنی!"

کچھ سوچنے کے بعد اُسکے ذہن مین رات کی باتین آئین تو نوکر کو ہاتھ کے اشارہ سے باہر چلا جانے کا حکم دیا اور سر تھام کر بی بی کے اس طرح اُسکو چھوڑ کے چل دینے پر غور کرنے لگا - اُسکی پیشانون اور آنکھون سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ دل مین سخت غصہ اور پیچ و تاب ہے تھوڑی ہی دیر مین ہاتھ بڑھا کر اپنی یادداشت کی کتاب اُٹھائی اور ورق گردانی کرکے تاریخ معلوم کی اور دل مین ایک مضبوط ارادہ قائم کرکے جلدی سے اُٹھ کھڑا ہوا اور میز پر زور سے ہاتھ مار کر آپ ہی آپ کہنے لگا "بہتر ہے کہ اس نامعقول شہر کو خیرباد کہکر کسی دوسری جگہ اپنی زندگی بسر کرون اور ایسی گمنامی کی حالت مین رہون کہ کسی کو خبر نہو کہ کہان ہون - زبیدہ! بلا میری اجازت کے اس طرح دفعۃً گھر چھوڑ کے چلی گئی اس احمقانہ حرکت کا اُسکو مزا معلوم ہوگا - اب کبھی اُسکی صورت نہ دیکھون گا (رات کا خواب پریشان یاد آگیا تو سر پکڑ کے بیٹھ گیا) خدایا! کیا مین غلطی پر تھا اور یہ عجیب و غریب خواب میری ہدایت و رہنمائی کے لیے تھا - نہین نہین یقیناً میرا دماغ خراب ہوگیا ہے - مین اسپر اطمینان سے غور کرون گا - فی الحال مجھے تبدیل آب و ہوا کی سخت ضرورت ہے (گھنٹی بجاتی اور نوکر داخل ہوا) رمضانی - میری ضروریات کی چیزون کو بکس مین بند کرکے تیار ہو جاؤ - مین آج پانچ بجے کی گاڑی سے شملہ جاؤن گا - تم ساتھ چلنا اور باقی نوکر اس مکان کی حفاظت کے لیے یہین رہین گے"

## انجام

اسٹیشن پر پہنچکر مسٹر محمود نے شملہ کا ٹکٹ لیا اور اول درجہ کی گاڑی مین اطمینان سے بیٹھے ہوے تھے کہ ایک نوکر گھر سے دوڑتا آیا اور سلام کرکے اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا "حضور خطا معاف - بیگم صاحبہ نے چلتے وقت یہ خط (ایک لفافہ حوالہ کرکے) مجھے دیا تھا کہ حضور کی خدمت مین پیش کرون مگر غلام کے خیال سے بالکل اُتر گیا اور یہ (ایک خط اور پارسل پیش کرکے) مسعود میان کا نوکر بھی حضور کے نام گھر پر لایا تھا - محمود نے بے پروائی کے ساتھ خطوط اپنے ہاتھ مین لے لیے اور - - اتنے مین گاڑی چل دی - وہ بی بی سے اسقدر ناراض تھا کہ اُسکے خط کو ایک طرف رکھکر پہلے اپنے دوست کے خط کو چاک کرکے پڑھنے لگا جسکا مضمون یہ تھا -

مائی ڈیر محمود۔ خدا کرے کہ یہ میرا معذرت نامہ آپ کی نظر دن سے ایسے وقت گزرے کہ آپ کا مزاج میری طرف سے ایسا برہم نہ ہو جیسا کہ کل رات تھا یقین جانیے کہ مجھے اپنی اس بیموقع ہنسی کا بیحد افسوس ہے کہ بیان نہیں کر سکتا کیونکہ اندیشہ ہے کہ کہیں تم اسکو سنجیدگی کے ساتھ اپنے دل میں رکھکر میری طرف سے ہمیشہ کے لیے برہم نہ ہو جاؤ۔ مجھے تمہاری دوستی بیحد عزیز ہے اور میں تمہارے اصول زندگی کو ایسی عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ کبھی گوارا نہیں ہو سکتا کہ اسکے برتاؤ کی وجہ سے میری طرف سے کسی قسم کی کدورت تمہارے دل میں رہے۔ اسلیے میں سچے دل سے معافی کا خواستگار ہوں اور آپ کی غلط فہمی دور کرنے کی غرض سے عورتوں کے پردہ کے مسئلہ پر جسکے آپ اتنے بڑے ریفارمر (مصلح) ہیں اپنے ناچیز خیالات کا اظہار کرتا ہوں بشرطیکہ بارخاطر نہو۔

بھائی! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں نے پانچ سال یورپ میں رہکر بھاڑ میں چنے بھونے ہیں اور اپنی آنکھوں کو بند رکھا ہے واللہ شیخی سے نہیں کہتا مگر جو موقع مجھے وہاں کی معاشرت کے مشاہدہ کے نصیب ہوئے ہیں شاید ہی کسی دوسرے کو ہوئے ہوں اُنکی خوبیوں اور برائیوں دونوں کا میں معترف ہوں اور اپنی قوم کی حالت کو خصوصاً اُنکی معاشرت کو دیکھکر جو صدمہ میری روح کو ہوتا ہے اور جو ناقابل برداشت جوش میرے دل میں اُنکی اصلاح کا پیدا ہوتا ہے اسکو تو میں کسطرح بیان کرنے کی طاقت سے باہر ہے مثلاً اسی مسئلہ پردہ نسواں کو دیکھو کہ آجکل ہمارے یہاں تعلیم یافتہ سوسائٹی میں اسکے متعلق کسقدر بحثیں ہو رہی ہیں اور دو جماعتیں ہو گئی ہیں کہ جو موافق اور مخالف دلائل سے ایک دوسرے کا منہ بند کرنا چاہتی ہیں۔ مجھکو آپ شاید مخالفین میں سے سمجھتے ہونگے۔ واہ حضرت اگر یہ خیال ہے تو مجھے اپنی تعلیم و تربیت پر ضرور افسوس کرنے کا موقع ہے۔ مگر ہاں میں آپکے سخت مخالف ہوں اُن طریقوں اور تدبیروں میں جنسے آپ اتنی جلدی ایسا انقلاب پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ ان وسائل کو صرف اپنی بی بی ہی تک محدود رکھتے تو مجھے کسی شکایت کا موقع نہ ہوتا کیونکہ کیا ہماری قوم میں کئی ایسے حضرات موجود نہیں ہیں جنھوں نے اپنی بی بیوں کو باہر نکالنا شروع کر دیا ہے مگر دوسروں سے انکو مطلب نہیں اور نہ سوسائٹی کو اُنکے افعال کی پروا ہے بخلاف اسکے جب میں نے دیکھا کہ آپ تمام قوم کے رفارمر بن کر اپنی تقلید پر دوسروں کو آمادہ کرنا چاہتے ہیں اور صرف اپنی ہی ذات تک محدود رکھنا نہیں چاہتے تب البتہ مجھے خوف ہوا اور میں نے آپ کی مخالفت مضحکہ آمیز طریقہ سے کرنے کے سوا کوئی اور چارہ نہ دیکھا۔

میرے خیال میں سوسائٹی کی معاشرت کی اصلاح کی ضرورت سب پر مقدم ہے۔ رہنے سہنے۔ کھانے پینے۔ ملنے جلنے کے طریقوں میں تبدیلیاں پیدا کی جائیں تو خیالات اور زندگی کے افعال پر ایسا اثر پڑے گا کہ پردہ آپ ہی آپ ٹوٹ جائیگا اور لوگوں کو خود احساس پیدا ہوگا کہ عمدہ معاشرت کے لیے ضروری ہے کہ عورتوں کو ایک حد تک آزادی دی جاے اسلیے اپنا مقصد (یعنی پردہ دری) حاصل کرنے کے لیے ہمکو لازم ہے کہ پہلے اُس چیز کی سعی کنی کہ میں جو اُسکی سد راہ ہے کیونکہ اسکے خلاف عمل کرنا قانون قدرت کے خلاف ہوگا جسکے نتیجے خرابی اور بربادی پیدا کرینگے اور جسکے اثرات

کبھی میرے پاس نہین رہین گے۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ کالج کی موجودہ تعلیم نے اُن عیوب کو دور کرنے مین اتنی ترقی نہین دکھائی ہے جسکی کہ اُس سے امید کی جاتی تھی اور وہ تھوڑی سی شُدبُد ترقی جو آجکل دیکھنے مین آتی ہے اور جسپر بیغیر ہمارے ان ہین کہ ہم نے بہت کچھ حاصل کر لیا۔ اسکو بنیاد بنے بیس برس پیشتر حاصل ہو جانا چاہیے تھا۔ اگر اصلاح معاشرت کی یہی رفتار رہی تو مجھے اندیشہ ہے کہ ہمارے حصول مقصد کے لیے برسہا برس درکار ہونگے۔ مگر بہتر ہے کہ ہم اس آرزو مین زمانہ دراز تک انتظار کی تکلیف اُٹھانا پڑے بجاے اسکے کہ ہم اپنی حالت مین کہ قوم بلحاظ اپنی دماغی اور اخلاقی ترقی کے ہرگز اسکے لیے تیار نہین ہے۔ پردہ کو توڑکر عورتون کو آزادی دیدین۔ اور اسکے خراب نتیجے دیکھین۔ پردہ کے توڑنے مین کسی کو کلام نہین لیکن پہلے وہ قدرتی سامان پیدا کرنا چاہیے اور سوسائٹی کے حالات گرد و پیش کو اُس پیمانے پر لے آنا چاہیے۔ جو اسکے لیے موزون اور شایستہ ہین اور اسکے ساتھ لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہین جب ہماری معاشرت سدھر جاے گی اور ہم مین تعلیم عام ہو جاے گی اور ساتھ ہی ساتھ ہماری خواتین کی مناسب تعلیم و تربیت بھی ہوتی رہیگی تو ایک زمانہ ایسا آجاے گا کہ خواہ مخواہ ہم کو پردہ توڑنا پڑیگا اور جو آزادی اُسوقت انکو ہوگی وہ ہماری زندگی کی راحت اور اُنکی ترقی اور جسمانی دماغی فلاح کا باعث ہوگی۔ میری دعا ہے کہ خدا کرے وہ زمانہ جلد آجاے مگر یاد رکھو کہ جبتک ہم سمجھ عقل اور فراست کے ساتھ اسکے درپے ہونگے کامیابی کی امید کم ہے بالکل ناممکن نہین۔ کیونکہ پردہ کی ہم ایک مضبوط قلعہ ہے جسکے در و دیوار کی بنیاد سالہا سال کے مراسم۔ عادات طرز خیالات۔ سوسائٹی کی ضرورات اور رسوم کے رجحانات پر قائم ہے۔ ایسلیے اُسکو فتح کرنے کے لیے ضرورت ہے کہ ہم روشن خیالی پاکیزہ معاشرت اور عالی تعلیم و تربیت کے ہتھیارون اور گولہ بارود سے سب سے پہلے اُن مضبوط دیوارون کو منہدم کردین اور یہ دکھادین کہ وہ ضروریات جنکی وجہ سے اُنھون نے نشو ونما پائی تھی اب بالکل معدوم ہوگئی ہین اور ہم اس قابل ہین کہ عورتون کو آزاد کرکے اور پردہ کو توڑکر اپنی ظفریابی سے پوری طور سے مستفید ہو سکین گے۔

تم کو اپنی بی بی کو باہر نکالنے کی کوشش مین جو زک نصیب ہوی ہے اُسکا یہی سبب تھا اور اسمین انکی شرم و حیا کا کچھ قصور نہین جو کہ قدرتی طور سے ہر شریف عورت مین ہونا چاہیے خواہ وہ باہر نکلے یا نہ نکلے کیا ہم دیکھتے نہین کہ جب لڑکیون کی شادیان اجنبی گھرون مین ہوتی ہین تو کتنی جلدی اپنے شوہر کے عزیزون سے انکی شرم ٹوٹ جاتی ہے اور مثل اپنے بھائیون کے ان سے بے تکلفی پیدا ہو جاتی ہے کیا یہ کیسی حال غیرون کے ساتھ بھی نہو۔ اور اسمین انکی شرم و حیا مانع آئے۔ یہ مصنوعی حیا و شرم کی وہ عمدہ معاشرت ہے جسمین اُنھون نے پرورش پائی ہے اور اُنکے بڑے بوڑھون کے وہ خیالات ہین جنھون نے انکو اپنا تابع فرمان اور معتقد کر لیا ہے اور وہ عادات و توہمات مین جنکی وجہ سے وہ غیرون کے سامنے آنے جانے کو قابل شرم سمجھتی ہین۔ ایسلیے ان تاثیرات کو سب سے پہلے دور کرنا اور اُن حالات گردو پیش کو جنکی وجہ سے وہ پیدا ہوے ہین تبدیل کرنا ہمارے حصول مقصد کا پہلا منشا ہونا چاہیے

آزادی کے لفظ نے بہت سے لوگون کو دھوکا دیا ہے۔ اور اس مسئلہ پردۂ نسوان مین بہت کم لوگ اسکے مفہوم کو اچھی طرح سے سمجھتے ہین۔ پردہ دار آزادی لازم وملزوم نہین ہین ممکن ہے کہ ایک عورت پردہ مین ہو مگر اسکی آزادی بے پردہ عورتون سے بڑھی چڑھی ہو ہماری سوسائٹی مین ان مثالون کی کمی نہین ہے۔ بخلاف اسکے باہر منھ کھول کر نکلنے والی عورت اپنے حرکات وافعال مین ایسی قید مین مبتلا ہوکر رہ سکتی ہے کہ بداخلاقی پیدا کرنے والی آزادی اسمین نام کو نہو۔ خراب طبائع اور غلط رجحانات ہر قوم وملت کے افراد مین ہوتے ہین اور اتفاقات۔ اسباب۔ اور موقعے انکے ابھارنے مین ممد ومعاون ہوجاتے ہین کیا ایسے طبائع کے لیے پردہ مین رہ کر کم خطرہ کا سامنا ہے؟ بعض ہان کہین گے مگر میری ذاتی رائے اسکے خلاف ہے اور میرا یقین ہے کہ ہم عمدہ تعلیم ومعاشرت سکھا کر۔ اور روشن خیالی اور تجربات دنیا سے بہرہ کرکے انکے نفوس کو اس درجہ بلند کرا سکتے ہین کہ وہ اپنے حقوق سے پورے طور سے آگاہ ہوکر اور دوسرے لوگون کی بُرائیون سے سبق حاصل کرکے اور خدا کا ڈر اور بندون کا لحاظ (جو بے پردگی کی حالت مین زیادہ آشکارا وافزون ہے) دل مین رکھکر ان طبعی رجحانات کو راہ راست پر لگانے کے لیے زیادہ قابل ہوسکین گی کسی فلاسفر کا قول ہے کہ انسان کی جہالت اُسکو بہت سے گناہون مین مبتلا کرتی ہے اسلیے وہ عورتین جنکو دنیا کا تجربہ بہت کم ہے اور اپنے زندگی کے فرائض سے ناآشنا ہین انکے لیے زیادہ خطرہ ہے۔ ایک عورت جس نے سینکڑون مردون سے بات چیت کی ہے اور اپنے شوہر سے زیادہ انکو حسین و جمیل اور دلخوش کن پایا ہے اور تفریحات اور تماشہ ہاے دنیا مین مناسب حد تک حصہ لیا ہے مگر کوئی خراب اثر اسکی روش مین نہین ہوا میرے خیال مین اپنی عفت وعصمت کے لحاظ سے اُس عورت سے کہین زیادہ افضل ہے جسکو ایسے موقع ہی نصیب نہین ہوے اور مقید رہنے کی وجہ سے اسکی خوبیون کا کوئی امتحان ہی نہین ہوسکتا ہے۔ اسکو انپر ناز کرنے کا بھی کوئی حق حاصل نہین ہے۔

آزادی نسوان ایک مبہم لفظ ہے کیونکہ آجکل کی مہذب دنیا مین اسکے مختلف مدارج ومعیار پاے جاتے ہین۔ مثلاً درجہ اول:۔ یہ حال خصوصاً امریکا کی عورتون کا ہے انگلینڈ اور براعظم مین بھی اسکا اثر پھیل چلا ہے۔ عورتین مردون کے برابر آزاد رہنا چاہتی ہین زندگی کے ہر کام مین انکے مساوی حصہ لینا چاہتی ہین۔ علی ہذا اپنی تفریحات اور خواہشات نفسانی کے حصول مین بھی انکی تابع اور پابند رہنا پسند نہین کرتین۔ شادی وطلاق انمین ایک معمولی بات ہے۔ انمین ایک گروہ ہے جو شادی کو بالکل فضول پابندی اور زمانۂ جہالت کی رسم تصور کرتا ہے اور الفت ومحبت کے غائب ہوتے ہی ایسے ساتھی کے ساتھ رہنے سے کوفت سمجھتا ہے اور جب کوئی ایسا شخص نظر آگیا جس سے انکو زیادہ مناسبت ومحبت ہوگئی ہے تو پہلے کو چھوڑ دینا یا وہ اپنے اخلاق کے خلاف سمجھتی ہین نہ اسپر انکا نفس ملامت کرتا ہے بلکہ

قدرتی قانون کا ایک لازمی نتیجہ خیال کرکے اسکو اچھا سمجھتی ہین -

درجہ دوم - انگلستان کی عورتین - عموماً اچھے خاندانون مین بلحاظ عصمت عورت اپنے شوہر کے تابع رہتی ہے مگر اسوقت تک کہ اسکی عزت و پاسداری مرد کے دل مین ہے - یہان آنیسے فرق آیا اور اُسنے بیوفائی کی تو بی بی بھی ایسے ہی موقع ڈھونڈھتی ہے - گو سب کا یہ حال نہین ہے - اسکی خط و کتابت - حساب کتاب ذاتی اخراجات علیحدہ ہین لیکن دوستون کے انتخاب مین ایک حد تک وہ اپنے مرد کے تابع رہتی ہے - غیر مردون کے ساتھ باہر جانا اور ناچنا - مدعو ہونا کچھ حرج نہین سمجھا جاتا مگر اچھی عورتین ہمیشہ اپنے شوہرون کو ساتھ لے جاتی ہین اور اسکی خوشی و اطمینان قلبی کا بہت خیال رکھتی ہین - باکرہ لڑکیان اپنے شوہرون کا خود انتخاب کرتی ہین اور ایک حد تک اپنے افعال کی خود مختار ہین -

درجہ سوم - فرانس کی عورتون کو بہت کم آزادی ہے - باکرہ لڑکیان اکیلی کہین باہر نہین جاسکتین - خانہ داری کے امور مین زیادہ دلچسپی لیتی ہین مگر ایسی عمدہ ہم جلیس نہین ہوتین جیسی کہ انگریزی عورتین - بیاہی عورتون کے اخلاق بوجہ ان کے مردون کی بے وفائی کے خراب ہوجاتے ہین -

درجہ چہارم - جرمنی کی عورتین بہت کم آزاد ہین - خانہ داری کے امور مین زیادہ سرگرم رہتی ہین اور گھر بار کے انتظام مین سب قومون پر فضیلت رکھتی ہین - یہان کے مردون مین اسقدر عورت پرستی نہین جیسی کہ دیگر ممالک مین ہے - اسطرح ظاہر ہوگیا کہ آزادی کے مغربی معاشرت مین بھی مختلف درجے ہین شاید آپ یہ کہین کہ مجھے یہ سب پہلے سے معلوم تھا پھر لکھنے کی کیا ضرورت - میرا مطلب یہ ہے کہ لوگ پردہ کے روادار کو اسکے مخالفین کی آزادی کی مثالین دے دے کر قائل کرنا چاہین گے مگر اُسکا معقول جواب یہ ہے کہ آزادی یکسان نہین ہے بلکہ مختلف مدارج رکھتی ہے اور ہم اپنی عورتون کا پردہ توڑ کر انکو اس درجہ آزادی نہین دینا چاہتے کہ وہ ان عورتون کی طرح ہوجائین جنکا اوپر ذکر آیا ہے انکی آزادی صرف اُسی حد تک رہیگی کہ وہ دنیا کے عمدہ مشاہدات و تجربات سے مستفید ہوجائین کہ ہمارے ہر کام اور ہر خیال مین شریک ہوسکین - ہمارے گھر دن کو اچھی طرح رکھ سکین اور ہمارے بچون کو عمدہ تربیت دینے کے قابل ہوجائین اور جبتک ہمارے مذہب کے اعلیٰ اخلاقی عقائد انکی رہنمائی کرتے رہین گے ہمکو کچھ اندیشہ نہین کرنا چاہیے کہ وہ اپنی آزادی کی حد سے متجاوز ہونے کی خواہش کرینگی اور دوسرے مدارج مین قدم رکھکر ہماری اصلاح کے خاص مقاصد کو مفقود کردین گی -

آپ کہینگے میرا اور ہم ایسے بہت سے پردہ کے روادارون کا اب یہ فرض ہونا چاہیے کہ ان اصلاحون کی طرف جنکا ذکر مین نے کیا ہے مسلمانون کو اپنی تحریر و تقریر و افعال سے متوجہ کرین اور انکے دماغون مین ایسے بیج بودین کہ انکے نہین تو انکے پوتون پر پوتون کے زمانہ مین اس بیج سے ایک خوبصورت پودہ نشو و نما پاے اور اُسکے پھلون کے کھانے سے وہ اپنی زندگانی کا

سچا لطف اور حظ اُٹھائین - یہ امید کرنا فضول ہی کہ میری یا آپ کی زندگی مین اسکا ظہور ہو سکے گا - فہوس ہے کہ ہم دونون کی قسمت مین حسرت و نامرادی کے ساتھ اس دنیا سے اُٹھنا لکھا ہی لیکن اگر ہم صرف اُن بیجون ہی کے بونے مین کامیاب ہو سکے تو مرتے وقت اتنی تسکین تو رہیگی کہ آیندہ نسلون کے لیے کچھ کر چلے ہین جسکو وہ یاد رکھین گی - ہمین دعا دین گی اور ہماری کوششون کی داد دین گی -

مجھے ڈر ہے کہ آپ کہین اس لمبے خط کو پڑھتے پڑھتے گھبرا نہ گئے ہون جسکی معافی کا خواستگار رہون اور امید کرتا ہون کہ اس معذرت کے بعد میرے پچھلے گناہون کو فراموش کر دیا جائیگا -

آپ کا صادق مسعود

نوٹ مین آج شام کو آپکے مکان پر آکر زبانی بھی معافی کا خواستگار رہون گا - مہربانی کرکے یہ پارسل مسز محمود کو میری طرف سے دیدیجیے گا -

محمود نے خط ختم کرکے اپنی جیب مین رکھا اور بی بی کے نام کے پارسل کو کھول کر دیکھا تو اسمین اپنی طلائی گھڑی کو دیکھکر بہت متعجب ہوا ایک کھلا ہوا لفافہ اسکی بی بی کے نام کا تھا جسکو کھول کر پڑھا تو یہ لکھا تھا :-

ڈیر مسز محمود - میری کل رات کی حرکات اگر آپ کی ناراضی طبع کا باعث ہوی ہین تو امیدوار معافی ہون - لیکن دلاتا ہون کہ جو کچھ مین نے کیا وہ نیک نیتی سے تھا اور آپکے سامنے اسقدر شوخ ہو جانے اور اپنے دوست نپولین کا مضحکہ اڑانے سے میرا مطلب صرف یہ تھا کہ کسی طرح انکے شعلہ انگیز مزاج کی آگ ٹھنڈی پڑجاے اور ہماری عورتین ہوا سکی تاب لانے کے بھی قابل نہین ہین - اسکے ضرر رسان اثر سے بچ جائین - مین آپ کا بہت شکر گزار رہون کہ جس عمدگی کے ساتھ کل رات آپنے میرا ساتھ دیا ہے بلا اُسکے میری کامیابی ناممکن تھی اور میرے دوست کو کبھی ایسا عمدہ سبق حاصل نہوتا جسکو وہ مدتون نہ بھولین گے - اظہار ممنونیت کے خیال سے یہ طلائی گھڑی آپ کی خدمت مین پیش ہی کہ منظور فرما کر مجھے عزت بخشیے -

فقط

آپ کا ہی خواہ مسعود

محمود مسکرا کر اپنے دل مین کہا اسکی خوب رہی - میری ہی چیز تھی کہ میری بی بی کو انعام گو اسمین شک نہین کہ مین اسکو ہار گیا تھا - خیر دیکھا جائیگا - اس شریر کی یہ تمسخر آمیز سنجیدگی بھی ایک لطیفہ ہے - اسکے بعد اپنی بی بی کے خط کو کھول کر پڑھا تو اُس مین یہ لکھا تھا -

میرے سرتاج اور جان و دل کے مالک شوہر - آپ کہین خفا ہو کر چلے گئے ہین اور میری مصیبت کی کچھ خبر نہین کہ عجب کشمکش مین جان ہے - نہ یہان رہتے بنتا ہے اور نہ جانے کو دل چاہتا ہے - بیحیائی ضد ہے کہ سویرے تڑکے کی گاڑی مین بلا آپ سے دیکھے ہوے دلی روانہ ہو جائین کیونکہ کہتے ہین کہ اماں جان بہت سخت بیمار ہین اور ایک تار بھی مجھے دکھاتے ہین اور جب مین کہتی ہون کہ یہ تمہاری چال بازیان ہین اور یہ مار رہتا پڑیا اور جعلی ہے تو جیسے

وہ خفا ہوکر آپ کا نام لیتے ہین کہ انھون نے میرے جانے کی اجازت دیدی اور غصہ مین اپنے دوستون کے ساتھ انکے گھر پر چلے گئے ہین۔ مین رنج کے مارے اپنا مُنہ پیٹ لیتی ہون اور گھبراکر کھانے کے کمرے کے دروازون کو زور زور سے کھٹکھٹاتی ہون مگر کچھ جواب نہین آتا اندر سب طرف سے بند ہی پھر بھی مجھے یقین ہی کہ کوئی وہان سو رہا ہی اور آپکے سے خراٹے لے رہا ہی۔ لیکن بھیا کو یقین نہین آتا اور یہ کہہ کہکر ڈرا رہی ہین کہ آپ کبھی یہان نہین آئیے گا اور نوکرون اور ماما کو بھی کچھ چپکے سے سکھا دیا ہی کہ وہ بھی انکی ہان مین ہان ملاتے ہین۔ مین جھنجھلا کر کہتی ہون کہ کل کا دن آپ کا انتظار کرلون بلا دیکھے نہ جاؤن گی تو وہ مجھے ماں باپ کی طرف سے سخت دل بتاتے ہین اور کہتے ہین کہ اگر مین کہنا نہ مانونگی تو وہ کوئین مین کود پڑین گے۔ خدا معلوم یہ انکے دل مین ضد کیون سما گئی ہے۔ اب لیجیے وہ میرا اسباب جلدی جلدی باندھ رہے ہین اور قسمین دے کر کہتے ہین کہ مین برقع پہن کر تیار ہوجاؤن۔ مین جلدی جلدی آپ کو یہ چند سطرین لکھ رہی ہون اور جو کچھ دل پر گزر رہا ہے خدا ہی اسکا گواہ ہے۔ آپ کی جدائی کے خیال سے تو میرا کلیجہ باہر نکلا پڑتا ہے (یہ آخری الفاظ آنسوون کے دھبون سے بگڑ گئے تھے) اور ادھر آپ کی بے مروتی ہے کہ مجھے اسطرح اکیلا چھوڑ کر چلے گئے۔

ہان یہ تو مین لکھنا بھول ہی گئی کہ بڑا غضب ہوگیا بھیا نے مجھے آج رات کو غیر مردون کے سامنے آپ کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھ لیا۔ مین وہان سے بھاگ کر باہر نکلی تو غسل خانے مین جاکر چھپ رہی اور جب سب طرف سے سناٹا ہوگیا تو دبے پاؤن اپنے کمرے کی طرف بڑھی تھی کہ کیا دیکھتی ہون بھیا غصہ مین دروازہ کے پاس مُنہ پھُلائے ہوئے کھڑے ہین۔ مین نے بہت بہانے بنائے مگر اُنکو کسی طرح یقین نہین آیا اور جب بہت لعنت ملامت کرنے لگے تو مین رونے لگی۔ اسپر انکا دل کچھ پسیجا تو مین نے بڑی لجا کے ساتھ کہا کہ گھر مین کسی کو اس واقعہ کی خبر نہو۔ انھون نے قسمین کھا کر وعدہ تو کرلیا ہے دیکھیے میری قسمت سے اسپر قائم بھی رہتے ہین کہ نہین۔ لیکن اگر آپ خفا نہین ہین تو مجھے کسی کی پروا نہین۔ میرے پیارے میان۔ اگر میری بے چینی اور مصیبت کا کچھ خیال ہے تو اس خط کے دیکھتے ہی ضرور میرے دیکھنے کو دلی آئیے گا نہین تو مین تڑپ تڑپ کر جان دے دون گی۔

محمود کے چہرے پر اس خط کو پڑھکر ایک ناقابل بیان تغیر واقع ہوا۔ رات کے خواب مسعود کے خط اور بی بی کی التجا نے تمام خیالات بدل دیے۔ گاڑی سہارن پور کے اسٹیشن پر جاکر ٹھہری تھی کہ فوراً یہ اپنے درجہ سے باہر نکل آئے اور نوکر کو حکم دیا کہ سب اسباب یہان اُتارلے۔ اسکے بعد تار گھر پر جاکر دو تار دیے۔ ایک اپنے خسر کو اور ایک بی بی کو جس کا مضمون یہ تھا کہ صبح مین دلی پہنچون گا گھبرانا نہین سب خیریت ہے۔

"ناظر"

# ترقی اُردو کی ابتدائی منزل

بخدمت ایڈیٹر صاحب الناظر۔ مین نے ذیل کا مراسلہ صرف انھین حضرات کی خدمت مین بھیجا ہے جنکی نسبت مجھے پہلے سے معلوم ہے کہ انھون نے اس مسئلہ پر غور کیا ہے اور یہ نہایت اہم مسئلہ ہے اور اس حال میں اسکا تصفیہ فیصلہ کرنا چاہتا ہون جو اس پر غور کرنے کے لیے اصحاب ہین انھین اس مسئلہ سے خاص دلچسپی ہو۔ اور وہ کوئی مفید مشورہ دے سکتے ہون۔ اور مین نہین جانتا ہون لہذا ان تمام حضرات کا جنھون نے اس معاملہ پر نہایت سنجیدگی سے غور کیا ہے۔ اور وہ کوئی مفید مشورہ دے سکتے ہین عام اطلاع دیتا ہون۔ مجھے امید ہے کہ آپ تمام صاحب شریک کمیٹی ہوکر اس ضروری مسئلہ کو آسانی سے طے فرمائین گے اور مجھے اپنی شرافت آمیزی سے ضرور مطلع دینگے تاکہ مین اس تاریخ سے جو بحث کے لیے مقرر ہوئی ہے کامیابی کی حالت مطلع کر سکون۔

عبدالحق آنریری سکرٹری انجمن ترقی اُردو

جناب مکرم معظم شفیق۔ السلام

تحصیل زبان اُردو کے متعلق یہ اعتراض ہے اور بجا اعتراض ہے کہ دوسری زبانون کے مقابلہ مین مبتدیون کو بڑی دقت کا سامنا ہوتا ہے اور بہت سا وقت حروف کی جوڑ و ترکیب اور مختلف جوڑون کے پہچاننے اور اُنپر عبور حاصل کرنے مین صرف ہوتا ہے۔ اسمین شک نہین کہ اردو طریقہ انشا و املا نہایت جامع اور مختصر ہے لیکن ساتھ ہی اسمین بھی شک نہین کہ مبتدیون کے لیے دقت سے خالی نہین مگر اسمین زیادہ تر قصور مروجہ طریقہ تعلیم کا ہے۔ موجودہ طریقہ مین سہولت پیدا کرنا ناممکن ہے چنانچہ بعض حضرات نے اس ضرورت کو اس سے بہت قبل محسوس فرمایا۔ اور اس مشکل کو آسان کرنے کے لیے قابل تعریف سعی فرمائی۔ ان مین آپ کا نام نامی خاص طور پر ممتاز ہے۔ لہذا میرا ارادہ ہے کہ آئندہ اجلاس آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس مین جو دسمبر کے آخر ہفتہ مین بمقام آگرہ منعقد ہوگا ان حضرات کو جمع کیا جاے جنھین اسمین خاص دلچسپی ہے اور جو چند اردو کے قاعدے اس غرض کے لیے اب تک لکھے گئے ہین (مطبوعہ ہون یا غیر مطبوعہ) پیش نظر رکھے جائین اور جن صاحبون نے بعد کافی تجربہ کے اس مسئلہ پر غور فرمایا ہے اور موجودہ نقائص کے رفع کرنے کے لیے تدابیر سوچی ہین اُن سے مشورہ کیا جاے۔ اور بعد بحث و مباحثہ کے اس کمیٹی مین تلفی تصفیہ ایک ایسے اُردو قاعدے کا کر لیا جاے جسکے ذریعہ سے مبتدی اُردو ابجد و الفاظ کو آسان سے آسان طریقہ سے سیکھ سکین اور پھر وہ قاعدہ تمام ملک مین جاری کیا جاے۔

چونکہ اس مسئلہ مین آپ کا تجربہ نہایت وسیع اور اس معاملہ مین آپ کو خاص دلچسپی ہے لہذا آپ کی

خدمت مین التماس ہے کہ براہ کرم آیندہ اجلاس آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس مین کم سے کم ایک دو روز کے لیے شرکت فرماکر اس اہم امر کے تصفیہ مین انجمن کی اعانت فرمائیں گے مجھے اس امر کے اظہار کی ضرورت نہین کہ یہ ایک ایسا عظیم الشان کام ہوگا کہ جس سے اُردو زبان کی ترقی و توسیع مین بے انتہا مدد ملے گی اور اس کا افادہ دور دور تک پہنچے گا اور موجودہ اور آیندہ نسلین آپ کی ہمیشہ ممنون احسان رہین گی۔

انجمن بخوشی آپ کی آمد و رفت و خیرہ کے اخراجات ادا کرنے کے لیے تیار ہے۔ اگر آپ کسی ناگزیر ضرورت کی وجہ سے شریک کمیٹی نہ ہوسکین تو براہ کرم بذریعہ تحریر اپنی رائے و مشورہ سے اطلاع فرمائین فقط

عبدالحق آنریری سکرٹری

# غزلیات

نہ سنبھلا بیقرار عشق لطف اُسکا ستم نکلا
تسلی دی تو کچھ ایسی ادا سے دی کہ دم نکلا

ہوا بیتاب کچھ حسرت بھرا عاشق تو دم نکلا
تڑپنے کا جو دل مین حوصلہ تھا وہ بھی کم نکلا

سوے مسجد بعہد شوخی جو وہ کافر صنم نکلا
توزاہد نے تڑپ کر آہ کی ایسی کہ دم نکلا

بہت دن رہ کے میرے دل سے جب تیر ستم نکلا
سمجھتا تھا جو اُسکو جان مین سمجھا کہ دم نکلا

جو مین کل سیکدے کے راستہ سے صبحدم نکلا
تو کیا دیکھا کہ دروازہ کھلا شیخ حرم نکلا

مرے دل تک نہ آیا اور ہر جا انقلاب آیا
وہی حالت رہی جو تھی خوشی آئی نہ غم نکلا

مصیبت اسکو کہتے ہین کہ شوق وصل مین ہم نے
تڑپ کر زندگی کاٹی نہ صبر آیا نہ دم نکلا

اُنھین دنیا مین کچھ دنیا کی باتون سے نہین مطلب
جہان دو چار بیٹھے مردہ دل ذکر عدم نکلا

سُنا جب عاشق مژگان کا مرنا نازسے بولے
ذرا سی پھانس چبھ کر رہ گئی دل مین تو دم نکلا

ترے بیمار غم نے ضعف سے نبضہ آنکھ کر لی تھی
بہت روئی سرہانے بیکسی سمجھی کہ دم نکلا

کھلا ہے بعد مدت ہم پہ راز عیش مے خانہ
جسے سمجھے تھے مٹی کا پیالہ جام جم نکلا

وہ گھبرائے یہ کہکر کون زیر تیغ آتا ہے
کہ جتنے چاہنے والے تھے سب کے منہ سے ہم نکلا

امید وصل و درد ہجر نے رکھا مصیبت مین
نہ بیمار محبت کو قرار آیا نہ دم نکلا

دیکھا وقت آخر انکو دیکھا ہر طرف ہم نے — اک آہ سرد کی آنکھوں سے ٹپکے اشک دم نکلا

وہ کہتے ہین فضا مرتے ہو تو پھر کیون نہین مرتے
یون ہی کہتے ہو میری ہر ادا پر آہ دم نکلا" — شیخ محمد عالیجاہ فضا

چارہ گرون کی کوشش راحت چرخ کی دل آزاری ہے — پھاہے کا اپنے زخم جگر کے مرہم تک نخواری ہے

حال کہا جاے اب کس سے دل تو بھرا ہی آتا ہے — پوچھ رہے ہین وہ ہنس ہنس کے رقت ہم پر طاری ہے

پانی کو بھی آگ بنایا سوز نہان کی گرمی نے — اشک کی اپنی بوند نہ سمجھو دل کی ہوی چنگاری ہے

وہ مرے گھر مین آئے ہوی ہین پوچھ رہے ہین جلت دل کی — دیکھتا ہون مین یہ جو آہی خواب ہے یا بیداری ہے

جتنے پختہ کار جنون ہین ایک طریقہ رکھتے ہین — قیس سے رسم چاک گریبان ابتک ہم جاری ہے

دل کا دھڑکنا چہرہ کی زردی گو نہین خالی علت سے — مرتے ہین لیکن کہہ نہین سکتے ہم کو کیا بیماری ہے

آرزو اسکو تم کیا جانو گزری جسپر اُس سے پوچھو
آفت جان ہین اُسکی ادائین صورت جسکی پیاری ہے — انور حسین آرزو

نہ جیتے جی محبت آپ کی اس دل سے نکلے گی — یہ جان مجھ سخت جانی کی بڑی مشکل سے نکلے گی

قیامت ہوگی مجھ آتش نفس کے ذبح کرنے مین — برابر آگ کی لو خنجر قاتل سے نکلے گی

کوئی کوشش نہ کام آیگی اپنی اُن جو نکلے گی — تمنا دل کی دل کے جذبۂ کامل سے نکلے گی

مین وہ ناکام عاشق ہون کہ میری آرزو کی — بہت آسان سمجھون گا اگر مشکل سے نکلے گی

پکارون کس لقب سے اُس ستم جو کو کہ یہ حسرت — نہ اے ظالم سے نکلے گی نہ او قاتل سے نکلے گی

بٹھالون چشم تر کے سامنے کچھ سبزہ رنگون کو — یہ دل کی کوفت سیر سبزۂ ساحل سے نکلے گی

نگاہ یاس خنجر پھیر دیتی ہے کلیجے پر — تڑپ جاؤگے تم جب جان تن بسمل سے نکلے گی

بیان کردے گی میری سرگزشت دل وہی تجھ سے — سحر کو شمع جو جھلکر تری محفل سے نکلے گی

بجز اک حسرت عرض شکایت ہاے ناکامی — کوئی حسرت نہوگی وہ جو اپنے دل سے نکلے گی

سویدائے دل اہل قلق ہوگی دم گریہ — رطوبت جو ہماری آنکھ سے ان نکلی صبیح

فصیحا خون کہان سب ہوگیا صرف سخن
کریگے چاک تو حسرت سے

گرچہ دم ہونٹون پہ آیا ہے دبے جاتے ہین — دم مگر اپنے مسیحا کا بھرے جاتے ہین
ہاے ظالم نے کس انداز سے لی ہے تلوار — قتل ہونے کے لیے لوگ مرے جاتے ہین
وہ ہماری کبھی سن لین یہ کہان ممکن ہے — سنتے ہین روز وہان کان بھرے جاتے ہین
قتل عالم پہ کمر باندھی ہے اُس نے شاید — روز دنیا سے پرے کے جو پرے جاتے ہین
محرم عشق اگر ہین بھی تو ہین دیدہ و دل — شان اللہ کی ہم مفت دھرے جاتے ہین
جان دی کیا کسی عاشق نے غم ابرو پر — طاق سنت کے جواے جان بھرے جاتے ہین
قتل تو کرتے ہین انداز و ادا غمزہ و ناز — اُنکے سر تہمت کے الزام دھرے جاتے ہین
آپ کو رنگ حنا سے تو بہت نفرت تھی — اب مرے خون مین کیون ہاتھ بھرے جاتے ہین
اُسکی چادر ہے نگاہون مین جو اُنکی تل جاے — یون تو اُس کوچہ مین سب کھوٹے کھرے جاتے ہین
سنتے ہین موت نہین آتی کبھی عاشق کو — ہاے اک ہم ہین کہ بے موت مرے جاتے ہین

چین کرتے ہین حسینون مین شب و روز ظہور
غیر کمبخت اسی غم مین مرے جاتے ہین

سید ظہور الدین احمد ظہور کاکوروی


## دی پریکٹیکل ٹرانسلیشن (پریزیر)

مسٹر محمد رضی بی اے (علیگ) سابق ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول آگرہ کی نہایت کارآمد اور مفید تصنیف جو اسکول کے طلبہ اور انگریزی سیکھنے والون کے لیے نہایت ضروری ہے مصنف کی دعوت ۲ دوسو روپیہ اُس شخص کو دیا جائیگا جو یہ ثابت کردے کہ انگریزی ابتدائی تعلیم کے لیے اس سے بہتر آج تک کوئی کتاب تصنیف ہوی ہے دونون حصے اندرین پریس مین نہایت خوبی کے ساتھ چھپے ہین۔ اور ہم سے ملتے ہین۔ قیمت حصہ اول ۸ر حصہ دوم عہ

منیجر الناظر بک ایجنسی لکھنؤ

## بخار اور طاعون کی ابتدائی حالت مین باٹلیوالا دوا

کی بخار کی دوائی یا گولیان استعمال کیجیے قیمت ... عہ
ہیضہ کے لیے باٹلیوالا کا کارل بہترین دوا ہے قیمت عہ
باٹلیوالا کا خضاب۔ جسمین نئے اضافے ہوے ہین بھورے
بالون کو اپنے قدرتی رنگ مین لاتا ہے قیمت .... ۴ر
باٹلیوالا کی مقوی گولیان۔ اعصاب کی کمزوری اور
جسمانی بے طاقتی کو دور کرتی ہین قیمت ..... ۴ر
باٹلیوالا کا سفوف دندان۔ دیسی اور ولایتی دواؤن سے
تیار ہوا ہے مایابل اور کاربولک ایسڈ کے مانند اجزا اس مین
شامل ہین قیمت فی پیکٹ ..... ۴ر
باٹلیوالا کا کیڑون کا مرہم۔ بدن مین جا کر دیتا ہے قیمت ۴ر
یہ دوا ہر جگہ ملتی ہے اور منگانے سے بھی مل سکتی ہے۔

ڈاکٹر ایچ باٹلیوالا۔ وارلی لیبوریٹری واقع بمبئی